عقیدۃ
ختم النبوۃ

أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي
عقیدہ ختم نبوت پر علمائے اسلام کی تحقیقی کتب و رسائل کا انسائیکلوپیڈیا
عقیدۃ ختم النبوۃ
جلد بارہویں
الادارۃ لتحفظ العقائد الاسلامیة

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ
وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

الآية ٤٠ سورة الاحزاب

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ

قَصِیْدَہ بُرْدَہ شَرِیْف

از: شیخ العرب والعجم امام **محمد شرف الدین** بوصیری مصری رحمۃ اللہ علیہ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اے میرے مالک و مولیٰ درود و سلام نازل فرما ہمیشہ ہمیشہ تیرے پیارے حبیب پر جو تمام مخلوق میں افضل ترین ہیں۔

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْكَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سردار اور مالک ہیں دنیا و آخرت کے اور جن و انس کے اور عرب و عجم دونوں جماعتوں کے۔

فَاقَ النَّبِیِّیْنَ فِیْ خَلْقٍ وَّ فِیْ خُلُقٍ
وَلَمْ یُدَانُوْہُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمِ

آپ ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام پر حسن و اخلاق میں فوقیت پائی اور وہ سب آپ کے مراتب علم و کرم کے قریب بھی نہ پہنچ پائے۔

وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّیَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں ملتمس ہیں آپ کے دریائے کرم سے ایک چلو یا باران رحمت سے ایک قطرے کے۔

وَکُلُّ اٰیٍ اَتَی الرُّسُلُ الْکِرَامُ بِھَا
فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّوْرِہٖ بِھِمٖ

تمام معجزات جو انبیاء علیہم السلام لائے وہ دراصل حضور ﷺ کے نور ہی سے انہیں حاصل ہوئے۔

وَقَدَّمَتْکَ جَمِیْعُ الْاَنْبِیَآءِ بِھَا
وَالرُّسْلِ تَقْدِیْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰی خَدَمٖ

تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کو (مسجد اقصیٰ میں) مقدم فرمایا مخدوم کو خادموں پر مقدم کرنے کی مثل۔

بُشْرٰی لَنَا مَعْشَرَ الْاِسْلَامِ اِنَّ لَنَا
مِنَ الْعِنَایَۃِ رُکْنًا غَیْرَ مُنْھَدِمٖ

اے مسلمانو! ابدی خوشخبری ہے کہ اللہ ﷻ کی مہربانی سے ہمارے لئے ایسا ستون عظیم ہے جو کبھی گرنے والا نہیں۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَھَا
وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمٖ

یا رسول اللہ ﷺ آپ کی بخششوں میں سے ایک بخشش دنیا و آخرت ہیں اور علم لوح و قلم آپ ﷺ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

وَمَنْ تَکُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ نُصْرَتُہٗ
اِنْ تَلْقَہُ الْاُسْدُ فِیْ اٰجَامِھَا تَجِمٖ

اور جسے آقائے دو جہاں ﷺ کی مدد حاصل ہو جائے اگر جنگل میں شیر بھی ملیں تو خاموشی سے سر جھکا لیں۔

لَمَّا دَعَا اللّٰہُ دَاعِیْنَا لِطَاعَتِہٖ
بِاَکْرَمِ الرُّسْلِ کُنَّا اَکْرَمَ الْاُمَمٖ

جب اللہ ﷻ نے اپنی طاعت کی طرف بلانے والے محبوب کو اکرم الرسل فرمایا تو ہم بھی سب امتوں سے اشرف قرار پائے۔

سلامِ رضا

از: امام اہلسنّت مجدد دین و ملت حضرت علامہ مولانا مفتی قاری حافظ
امام احمد رضا محقق محدث قادری برکاتی حنفی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

حجرِ اسود و کعبۂ جان و دل
یعنی مُہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اظہار تشکر

ادارہ ان تمام علمائے اہلسنّت،

اہل علم حضرات اور تنظیموں کا

تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے

جنہوں نے اب تک عقیدہ ختم نبوت کے

موضوع پر مواد کی تلاش اور جمع کرنے میں

ادارے کے ساتھ مخلصانہ تعاون کیا

اور باقی مواد کی تلاش میں مشغول عمل ہیں

ادارے کو ان کی مزید علمی شفقتوں کا

انتظار رہے گا۔

الادارۃ لتحفظ العقائد الاسلامیۃ

فہرست

نام کتاب	عقیدۂ ختم النبوۃ
ترتیب و تحقیق	حضرت علامہ مفتی محمد امین قادری حنفی چشتی مدظلہ
جلد	بارھویں
سن اشاعت	2010ء / ۱۴۳۱ھ
قیمت	450/-

ناشر

الادارۃ لتحفظ العقائد الاسلامیۃ

آفس نمبر 5، پلاٹ نمبر Z-111، عالمگیر روڈ، کراچی

www.khatmenabuwat.com
www.khatmenabuwat.net

گنجینۂ علم، قاطع مذاہب باطلہ، الحافظ، الحکیم

حضرت علامہ محمد عالم آسی امرتسری

○ معروضات آسی

○ حالاتِ زندگی

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ○

چودھویں صدی ہجری کے مدعیانِ نبوت کے مختصر تاریخی حالات

جنہوں نے امام الزمان، مسیح وقت، محمد ثانی اور کرشن (مظہر الٰہی) بن کر قرآنی تعلیم کو بدلتے ہوئے الگ الگ اپنا اپنا دستور العمل مسلمانوں کے سامنے پیش کر کے اپنی تعلیم کو مدار نجات قرار دیا ہے لیکن تحقیق پسند مسلمانوں نے بڑے زبردست دلائل کی روشنی میں ان کی تعلیم کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا ہے۔

مع تذکرۂ حالات قرامطہ وملاحدہ

جنہوں نے ساتویں صدی ہجری کے ماحول میں ان کی طرح ہی دعوائے نبوت اور ترمیم وتنسیخ کر کے اسلام پیش کیا تھا اور جن میں سے حسن بن صباح اور دروزی زیادہ تر مشہور ہیں۔

مؤلفہ ومرتبہ

حضرت علامہ مولانا محمد عالم آسی رحمۃ اللہ علیہ

معتمد انجمن خدام الحنفیہ، ہاتھی دروازہ امرتسر۔

(استاذ العربیہ مدرسۃ المسلمین امرتسر ستمبر ۱۹۳۲ء)

معروضات آسی

۱.....اقتباسات کتب کے نمبر بین السطور میں لکھے گئے ہیں۔ اصل کتاب دیکھ کر صفحات کا حوالہ ملالیں۔

۲.....اقتباسات میں مختصر عبارات نقل کی گئی ہیں۔ کیونکہ اصل عبارتیں بہت لمبی تھیں اس لئے اصل کتاب سے تصدیق کر لینا ضروری ہوگا۔

۳.....عبارات کتاب ہذا میں گو لفظی اغلاط بعض جگہ رہ گئی ہیں۔ مگر وہ ایسی ہیں کہ پڑھنے والا خود صحیح کر سکتا ہے۔

۴.....مدعیان نبوت کا مبلغ علم بتانے کے لئے ان کی وہ خاص عبارات نقل کی گئی ہیں جن میں انہوں نے قواعد کی فاش غلطیاں کی ہیں۔ اہل علم غور سے پڑھ کر لطف اندوز ہوں۔

۵.....یہ تمام مدعی رسالت کم وبیش ذیل کے امور میں متحد الخیال ہیں:

(۱) قرآن مجید کا پہلا مفہوم غلط ہے صحیح وہ ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔

(۲) ہم سب کچھ ہیں۔

(۳) ہم تناسخ اور بروز کے ذریعے سے محمد ثانی بنے ہیں۔

(۴) ہمیں شریعت جدید پھیلانے کا حکم ہوا ہے۔

(۵) ہم نے علوم شریعت اسلامیہ سے ناواقف ہو کر خدا سے وحی پائی ہے اس لئے ہماری غلط عبارات پر اعتراض کرنا خدا کی وحی پر اعتراض کرنا ہوگا۔

(۶) بیت المال قائم کرنا ضروری ہے۔

(۷) ہمارے مخالف کافر اور جہنمی ہیں۔

(۸) رسول قیامت تک آتے رہیں گے۔

(۹) ہمارے سوا ''خاتم النبیین'' کا معنی آج تک کسی نے نہیں سمجھا۔

(۱۰) دنیا چاہتی تھی کہ کوئی مجدد پیدا ہو کر اسلامی قیود سے ہمیں آزاد کرائے سو ہم نے آکر ان کی یہ تمنا پوری کر دی ہے۔

(۱۱) ہم کرشن ضرور ہیں۔ اس لئے خدا نے ہم میں روپ لیا ہے ورنہ ہم میں اس کا بروز نہ ہو سکتا تھا۔

(۱۲) سب مذاہب کو حق سمجھو مگر شریعت وہی قابل تقلید ہے جو ہم نے پیش کی ہے۔

۶.....ان کے نزدیک تمام قومیں اچھی ہیں صرف مسلمان ہی برے ہیں اور آج تک گمراہ چلے آئے ہیں۔

۷.....ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ حکومت کا مذہب اور تمدن یورپ کی پابندی اختیار کی جائے۔ کیونکہ مثل مشہور ہے کہ ''اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ سَالِکُوْنَ طَرَائِقَ سُلُوْکِھِمْ''۔

۸.....ساتویں صدی ہجری کے ماحول میں بھی اس قسم کے مدعیان نبوت شام مصر اور ممالک مغرب میں پیدا ہوئے تھے جن میں سے حسن بن صباح زیادہ مشہور ہے غالباً چودھویں صدی کے مدعیان نبوت ان کا ہے بروز ہیں اور ان کا خاتمہ بھی ویسے ہی ہوگا جیسا کہ زمانہ اولی کے کاذب مجددین کا ہوا تھا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آسی عفی عنہ ۱۰ ستمبر ۱۹۳۴ء

حضرت علامہ محمد عالم آسی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

عارف نامدار حضرت علامہ مولانا حکیم حافظ ابوالمدرات محمد عالم آسی نقشبندی مجددی راگھوی ثم امرتسری قدس سرہٗ بروز جمعۃ المبارک بتاریخ ۱۲ر رمضان المبارک ۱۲۹۸ھ کو موضع کولوتارڑ تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔

بحر العلوم الحافظ الحکیم حضرت علامہ مولانا محمد عالم آسی نور اللہ مرقدہ اپنے عہد کی ایک نابغہ روزگار ہستی تھے۔ وہ ایک عظیم استاد، عربی داں، ادیب اور نامور عالم دین تھے۔ انہیں فقہ، حدیث، تفسیر کی باریکیوں سے لے کر اسلامی تاریخ، مذاہب و مسالک پر بھی ان کی گہری نظر تھی۔ یہ ہی نہیں بلکہ منطق، فلسفہ اور علم کلام کے بھی بے مثل عالم دین تھے۔ آپ کی تصانیف اور تلامذہ کی تعداد کی ایک بہت بڑی فہرست ہے۔ مصنف کے تفصیلی حالات زندگی عقیدہ ختم نبوت کی گیارہویں جلد میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

حضرت علامہ آسی قدس سرہٗ کی شہرت مدام کا سبب آپ کی ردّ مرزائیت میں مشہور کتاب ''الکاویہ علی الغاویہ'' بھی ہے، یہ کتاب دو جلدوں میں ہے اور ردّ مرزائیت وغیرہ میں ایک دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) کی حیثیت رکھتی ہے۔

الحمد للہ **''ادارہ تحفظ عقائد اسلامیہ''** نے عقیدہ ختم نبوت کے موضوع پر اپنے عظیم الشان انسائیکلوپیڈیا کیلئے جلد اول مطبوعہ ۱۹۳۱ء اور جلد دوم مطبوعہ ۱۹۳۴ء کے نسخے حاصل کر کے تقریباً اسی (۸۰) سال بعد نئے سرے سے طباعت کا شرف حاصل کیا ہے اور پچھلے نسخوں کی اغلاط، بے ربط اور غیر متعلق جملوں کی بھی تصحیح کر دی ہے۔ تاہم بعض مقامات کی پرنٹ واضح نہ ہونے کی وجہ سے اب بھی اصلاح طلب ہیں۔

الکاویہ علی الغاویہ

چودھویں صدی ہجری کے مدعیان نبوت کے مختصر ترین حالات

(جلد دوم، حصہ اول)

جس میں بالخصوص مرزائیوں اور بالعموم ان کذابوں کا رد بلیغ ہے جنہوں نے تحریف، تنسیخ اور افتراء سے کام لیتے ہوئے اپنے آپ کو مصلح قوم، مہدی، مسیح اور نبی ظاہر کیا اور اسلام کو ایک نامکمل مذہب کی صورت میں میں پیش کرنے کی مذموم کاوشیں کیں۔

(سن تصنیف: 1934ء)

تصنیفِ لطیف

گنجینۂ علم، قاطع مذاہب باطلہ، الحافظ، الحکیم

حضرت علامہ محمد عالم آسی امرتسری

فہرستِ الکاویۃ علی الغاویۃ (جلد دوم، حصہ اول)

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ لَانَبِیَّ بَعْدَہٗ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَبَعْدُ فَیَقُوْلُ الْعَبْدُ الْعَاصِیْ مُحَمَّد عالم عُفِیَ عَنْہُ بْنُ عَبْدُ الْحَمِیْدِ الوَزِیْرِ الوَسِیْرِ الآسِیْ عَفَا اللّٰہُ عَنْہُمَا. رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ.

میں اس کتاب کی وجہ تسمیہ پہلی جلد میں بتا چکا ہوں اور یہاں پر صرف یہ امر بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ مرزائی تعلیم بہائی مذہب کی ایک عکسی اور بروزی تصویر ہے جو اسلامی رنگ آمیزی کے ساتھ احمدیہ چوکھٹ میں دکھائی گئی ہے اور جس جس موقع پر بہائی مذہب نے مرزائی تعلیم میں بروز یا جنم لیا ہے اس کی نشاندہی اس کتاب میں کی گئی ہے تاکہ ناظرین دونوں مذاہب کا تطابق خود ہی کر سکیں اور آسانی کے ساتھ اس نتیجہ پر پہنچ جائیں کہ جو شخص اسلامی تعلیم چھوڑ کر مرزائی تعلیم قبول کرتا ہے اس کے لئے یہی بہتر ہے کہ پہلے بہائی مذہب کا گرویدہ ہو کر شریعت محمدیہ کو خیرباد کہہ دے تاکہ اپنے عقائد تبدیل کرنے میں اسے کمال آسانی حاصل ہو جائے؟

ا...... سوانح حیات حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام

اقتباسات انجیل برنابا (برناباس)

ا...... موضع ناصرہ میں رہنے والی پارسا مریم کے پاس جبریل نے آکر کہا کہ خدا نے تجھے ایک نبی کی ماں ہونے کے لئے چنا ہے۔ کہا کہ انسان کے بغیر بیٹا کیسے جنوں گی؟ کہا کہ یہ بات خدا کے نزدیک محال نہیں ہے کیونکہ اس نے بغیر انسان کی موجودگی کے آدم علیہ السلام پیدا

کیا۔ کہا اچھا خدا کی مرضی۔ اب مریم کو اندیشہ ہوا کہ یہودی اسے بدنام کریں گے اس لئے اپنے رشتہ دار یوسف نجار (عبادت گزار) سے نکاح کیا اور جب اس نے دیکھ کر مریم کو چھوڑنے کا ارادہ کیا تو خواب میں اس کو بتایا گیا کہ مت ڈرو مشیت ایزدی سے یسوع نبی پیدا ہوگا۔

۲..... قیصر روم (اوغسطس) نے حاکم یہودیہ (ہیرودس اکبر) کو حکم دیا کہ اپنے علاقہ کی مردم شماری کرے اس لئے یوسف کو اپنے گھر (بیت اللحم) جانا پڑا اور ایک سرائے میں وہاں پہنچ کر قیام کیا تو مسیح پیدا ہوئے۔ سات روز کے بعد ہیکل میں ختنہ کیا گیا پورب کے تین مجوسی مسیح کا ستارہ دیکھ کر اور یہودیہ پہنچ کر بیت المقدس میں آٹھہرے اور مسیح کا پتہ پوچھا۔ تب بادشاہ نے نجومیوں سے پوچھ کر ان کو بتایا کہ وہ بیت اللحم میں پیدا ہوا ہے تم وہاں جاؤ اور واپس ہو کر مجھے ملنا۔ مجوسی ستارے کے پیچھے ہو لئے اور بیت اللحم میں جا کر مسیح پر نیاز چڑھائی۔ بچہ نے خواب میں کہا کہ تم بادشاہ سے نہ ملو تب وہ سیدھے اپنے گھر چلے گئے یوسف مریم کو مصر لے آیا اور پیچھے بیت اللحم کے بچوں کو مار ڈالنے کا حکم جاری ہوا۔ (کیونکہ حاکم کو یسوع سے بڑا خطرہ تھا) اور یوسف حاکم کی وفات تک مصر ہی میں رہا۔ سات سال کے بعد یوسف یہودیہ سے واپس آیا تو ارخیلاوس بن ہیرودس وہاں کا بادشاہ تھا۔ اس لئے اس سے ڈر کر جلیل میں چلا گیا یسوع بارہ سال کا ہوا تو بیت المقدس سجدہ کرنے آیا اور لوگوں سے بحث کی جس سے وہ دنگ رہ گئے تو والدین کے ہمراہ ناصرہ میں آٹھہرا۔

۳..... یسوع تیس برس کا ہوا تو جبل زیتون پر زیتون لینے کو پھر ماں بیٹا دونوں گئے تو بعد از نماز یسوع کو بذریعہ وحی بتایا گیا کہ وہ یہود کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ والدہ نے تصدیق کی کہ مجھے یہ پہلے ہی بتایا گیا تھا تو تبلیغ کے لئے یسوع پہلی دفعہ بیت المقدس آئے

اور راستہ میں ایک کوڑھی کو دعا سے اچھا کیا تو اس نے چلا کر کہا کہ ”اے بنی اسرائیل اس نبی کی پیروی کرو“۔

۴..... تب آپ دوسری دفعہ معہ یہود کے ہیکل میں نماز پڑھنے کے لئے بیت المقدس آئے اور شہر میں شور مچ گیا۔ کاہنوں نے منبر پر کھڑا کر کے لوگوں کو وعظ سننے کا حکم دیا اور آپ نے وعظ میں تمام فقیروں، استادوں اور علمائے بنی اسرائیل کو خصوصیت سے آڑے ہاتھوں لیا تب وہ باطنی طور پر مخالف بن گئے مگر بظاہر تسلیم کیا اور آپ اپنے مریدوں کے ہمراہ تبلیغ کے لئے وہاں سے چل دیئے۔

۵..... چند دن بعد مسیح جبل زیتون پر دوسری دفعہ گئے اور وہاں ساری رات نماز میں دعا کی کہ مجھے پجاریوں سے بچا۔ جو میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں مسیح خدا کی طرف سے کہا گیا کہ دس لاکھ فرشتے تیری حفاظت کریں گے جب تک تیرا کام انتہا تک نہ پہنچے اور دنیا کا اختتام نہ ہو تب تک تم نہ مرو گے تو آپ نے سجدہ کیا اور ایک دنبہ قربانی کیا پھر اردن کے گھاٹ سے عبور کر کے چلے گئے اور چالیس دن روزہ رکھا پھر اورشلیم تیسری بار واپس آ کر تبلیغ کی اور لوگ مطیع ہو گئے جن میں سے آپ نے بارہ حواری چن لئے:

۱..... اوس	۲..... پطرس
۳..... برنا باد برنباس (جس نے یہ انجیل لکھی)	۴..... متی عشار
۵..... یوحنا	۶..... یعقوب
۷..... اشداوس	۸..... یہودا
۹..... برتولوماوس	۱۰..... فیلبس
۱۱..... یعقوب ثانی	۱۲..... یہودا اخریوطی غدار۔

(حوالہ ج۳/۳ ص۱۱۹)

۶..... عید مظال کے موقع پر ایک امیر نے ماں بیٹے دونوں کو مدعو کیا اور آپ نے وہاں پانی کو شراب بنایا اور حواریوں کو وعظ کی کہ ''سیاح بنو اور تکلیف سے نہ گھبراؤ۔ اشعیا کے وقت دس ہزار نبی کا قتل ہوا تھا، ایک گال پر تھپڑ پڑے تو دوسری آگے کر دو۔ آگ پانی سے بجھتی ہے آگ سے نہیں بجھتی، خدا ایک ہے، نہ اس کا بیٹا ہے نہ باپ''۔ پھر دس کوڑھے جو آپ کی دعا سے اچھے ہوگئے ان سے کہا کہ میں تمہارے جیسا انسان ہوں لوگوں سے جا کر کہو کہ ابراہیم علیہ السلام سے جو وعدے خدا نے کیے تھے نزدیک آ رہے ہیں۔ پھر آپ دوسری دفعہ ناصرہ کو روانہ ہوئے راستہ میں جہاز ڈوبنے لگا مگر آپ کی دعا سے بچ گیا۔ ناصرہ میں علماء نے معجزہ طلب کیا تو آپ نے فرمایا کہ بے ایمانوں کو نشانی نہیں ملے گی کیونکہ کوئی نبی اپنے وطن میں قبول نہیں کیا جاتا اس پر لوگوں نے آپ کو سمندر میں ڈبونا چاہا مگر آپ بچ گئے۔

۷..... پھر آپ کفرناحوم میں آئے اور ایک کا شیطان دور کیا۔ لوگ ڈر گئے اور کہا کہ اس علاقہ سے نکل جاؤ تو آپ صور اور صیدا میں آئے اور کنعانی عورت کا جن نکالا اگرچہ وہ یہودی نہ تھی اور آپ صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث تھے۔

دوسری دفعہ عید مظال کے وقت آپ چوتھی دفعہ اورشلیم میں آئے اور پجاریوں کو بحث میں لاجواب کیا اتنے میں ایک بت پرست نے اپنے بیٹے کے لئے آپ سے دعا کروائی تو تندرست ہوگیا اور گھر جا کر باپ نے بت توڑ ڈالے پھر آپ نے توحید کی طرف پجاریوں کو دعوت دی اور بیمار مذکور کا ذکر کر کے ان کو نادم کیا تو وہ قتل کے درپے ہوگئے اس لئے آپ وہاں سے صحراء اردن میں آگئے اور چار حواریوں کے شکوک رفع کیے اور انہوں نے باقی آٹھ حواریوں کو بھی سمجھا دیا مگر یہوداخریوطی نہ سمجھا۔

۸..... پھر آپ کو فرشتہ نے پانچویں دفعہ اورشلیم بھیجا تو آپ نے ہفتہ کے دن تبلیغ کی تو پجاریوں کا سردار کہنے لگا کہ تم ہمارے خلاف تبلیغ نہ کرو۔ آپ نے کہا کہ میں ان سے نہیں

ڈرتا جو خدا سے نہیں ڈرتے اور جنہوں نے کئی نبی مار ڈالے اور ان کو کسی نے دفن بھی نہ کیا۔ رئیس الکہنہ نے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا مگر لوگوں سے ڈر گیا۔

۹..... نبوت کے دوسرے سال آپ قائین کو پہلی دفعہ گئے وہاں آپ نے ایک بیوہ کا لڑکا بڑے اصرار کے بعد زندہ کیا اور لوگ عیسائی ہوئے مگر رومانیوں نے عیسائیوں سے کہا کہ ہم تو ایسے پیر کو خدا جانتے ہیں تم نے تو کچھ قدر ہی نہیں کی۔ اب شیطان کے بہکانے سے اختلاف رائے پیدا ہوگیا تو ایک فرقہ نے کہا کہ یہ خدا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ خدا محسوس نہیں ہوتا اس لئے یہ خدا کا بیٹا ہے اور تیسرا توحید کا قائل رہا اور آپ کفرناحوم میں چلے گئے اور ایک مجمع میں آپ تبلیغ کر کے جنگل کو نکل گئے۔

۱۰..... ایک دفعہ قریۃ السامریہ پہنچے تو انہوں نے روٹی بھی نہ دی تو یعقوب اور یوحنا نے کہا کہ آپ بددعا کریں کہ ان پر آگ برسے۔ آپ نے فرمایا کیا صرف اس لئے کہ انہوں نے ہم کو روٹی نہیں دی؟ کیا تم نے ان کو رزق دیا ہے؟ یونس نے نینوی والوں کو بددعا دی تھی تو آپ کے جانے کے بعد انہوں نے توبہ کرلی تھی وہ تو بچ گئے مگر آپ کو مچھلی نے نگل کر نینوی کے پاس پھینک دیا تھا تب دونوں حواری تائب ہوئے۔

۱۱..... چھٹی بار آپ عید فصح منانے اورشلیم آئے وہاں بیت الصدی چشمہ پر ایک نوجوان ۳۸ (اڑتیس) سال سے بیٹھا تھا اور جب چشمہ میں جوش آتا تھا تو بیمار اس میں جا کر شفا حاصل کرتے تھے۔ مگر اس کو کسی نے اندر نہ جانے دیا تھا۔ آپ نے دعا سے اس کو اچھا کیا لوگ جمع ہوگئے تو آپ نے تبلیغ کی اور بحث میں پجاریوں کو لاجواب کیا اور وہاں سے روانہ ہوکر حدود قیصریہ میں آئے اور حواریوں سے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ پطرس نے جواب دیا کہ ''آپ خدا کے بیٹے ہیں۔'' تب آپ نے ناراض ہوکر اس سے توبہ کرائی مگر عام لوگوں میں یہ خیال پیدا ہوکر جم چکا تھا تو آپ جلیل میں چلے آئے اور بیماروں کو اچھا کیا۔

۱۲…… رات کو حواریوں سے کہا کہ اب امتحان کا وقت آ گیا ہے تب فرشتہ نے بتایا کہ یہودا آپ کا اندرونی دشمن ہے وہ کاہنوں سے اندرونی سازش رکھتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ ''ایک حواری ہلاک ہوگا'' برنباس نے پوچھا وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا ''وہ خود ہی ظاہر ہو جائے گا میں دنیا سے جاتا ہوں میرے بعد ایک رسول آئے گا جو میری تصدیق کرے گا اور بت پرستی کو دور کرے گا۔'' پھر آپ کوہ سینا پر چلے گئے اور چالیس دن وہیں رہے پھر اور شلیم کو ساتویں دفعہ چلے راستہ میں کسی نے کہا کہ یہ اللہ ہے اور اپنی قوم کو آپ کے پاس لایا تو آپ نے کہا ''نہیں! میں بشر ہوں''۔

۱۳…… اس کے بعد آپ صحرائے تیرہ میں گئے اور حواریوں کو نماز، روزے کی تلقین کی اور ان کو کھانا لانے کے واسطے کسی بستی میں بھیجا سب چلے گئے مگر برنباس آپ کے پاس رہا تو آپ نے فرمایا کہ ''اے برنباس! میرا ایک شاگرد مجھے تیس روپے پر بیچ دے گا اور میرے نام پر قتل کیا جائے گا خدا مجھ کو زمین سے اوپر اٹھائے گا اور اس شاگرد غدار کی شکل تبدیل کر دے گا تب ہر ایک یہی سمجھے گا کہ وہ مسیح ہے مگر جب مقدس رسول آئے گا تو میرے نام سے یہ دھبہ اڑا دے گا۔ خدا تعالیٰ یہ قدرت اس لئے دکھائے گا کہ میں نے مسیا کا اقرار کیا ہے جو مجھے یہ بدلہ دے گا کہ میں زندہ ہوں اور موت کے دھبے سے بری ہوں''۔ برنباس نے کہا کہ مجھے آپ بتائیے کہ وہ شاگرد کون ہے میں اس کا گلا گھونٹ کر مار ڈالوں گا۔ آپ نے نہ بتایا اور کہا ''میری ماں کو یہ بات بتا دو تا کہ اس کو تسلی رہے''۔

۱۴…… تب آپ نے آٹھویں دفعہ اورشلیم آ کر تبلیغ کی اور پجاریوں نے رومانی فوج کو اطلاع دی کہ آپ بت پرستی کو برا کہتے ہیں، اس لئے وہ واجب القتل ہیں۔ مگر آپ کو نہ پا سکے کیونکہ آپ بحر جلیل میں کشتی پر سوار ہو چکے تھے مگر لوگوں نے ہجوم کیا۔ تو آپ نے لنگر ڈال کر ان کو ساحل کے قریب تبلیغ کی اور فائین کو دوسری بار چلے گئے ۔ وہاں ایک یتیم کے

گھر قیام کیا اور اس کی ماں نے بڑی خدمت کی تب لوگوں نے مشورہ کیا کہ آپ کو اپنا بادشاہ بنائیں مگر آپ وہاں سے بھاگ گئے اور پندرہ دن تک حواریوں کو بھی نہ ملے۔ تب یوحنا، یعقوب اور برنباس نے آپ کو پا کر عرض کی ''اے معلم! تو ہم سے کیوں بھاگ گیا تھا؟ کہا اس لئے بھاگا ہوں کہ شیطانی فوج میرے قتل کا سامان کر رہی ہے۔ دیکھ لوگے کہ پجاری حاکم رومانی حاکم سے میرے قتل کا حکم حاصل کر لیں گے کیونکہ ان کو میرے بادشاہ بننے کا خطرہ لگا ہوا ہے اور میرا ایک شاگرد مجھ کو ان کے حوالے کر دے گا جیسا کہ یوسف مصر میں بیچا گیا تھا مگر خدا تعالیٰ اس کو پکڑا دے گا اور حضرت داؤد کا حکم پورا ہوگا (چاہ کن را چاہ در پیش) مجھے ان کے ہاتھوں سے بچا کر دنیا سے اٹھائے گا۔''

اب دوسرے دن آپ کے شاگرد دو دو ہو کر حاضر ہوئے اور باقیوں کا انتظار دمشق میں کیا تو ان کو موت کے متعلق وعظ کیا کہ ''انسان کو عارضی گھر کا خیال نہ کرنا چاہیے بلکہ اصلی وطن (آخرت) کا سامان کرنا چاہیے'' پھر کہا کہ ''میں تم کو اس لئے نہیں کہتا کہ میں اب مر جاؤں گا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ میں دنیا کے اختتام تک زندہ رکھا جاؤں گا۔''

۱۵…… یہودا آپ کا توشہ دان سنبھالے رہتا تھا کہ جس میں نذرانے ہوتے تھے صرف اس خیال سے کہ آپ جب بادشاہ بن جائیں گے تو مجھے بھی اچھا عہدہ مل جائے گا۔ اب انکاری ہو کر کہنے لگا کہ اگر یہ نبی ہوتا تو ضرور جان لیتا کہ میں اس کا چور ہوں۔ حکیم ہوتا تو سلطنت لینے سے نہ بھاگتا۔ اب اس نے رئیس الکہنہ کو وہ تمام ماجرا سنا دیا جو فائین میں پیش آیا تھا تو پجاریوں نے یہ سوچا کہ آپ ہماری بت پرستی سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسیا بنی اسماعیل سے ہوگا اور داؤد سے نہیں آئے گا اور لوگوں میں آپ کی قبولیت بہت عام ہو چکی ہے اور لوگ آپ کو بادشاہ بنانا چاہتے ہیں۔ مناسب ہے کہ حاکم رومی سے مدد لے کر آپ کو رات کے وقت گرفتار کیا جائے ورنہ اس کی بادشاہی میں ہم تباہ ہو جائیں گے۔

۱۶.....اس وقت تمام شاگرد دمشق میں تھے آپ ہفتہ کی صبح کو ناصرہ تیسری دفعہ چلے آئے اور لوگوں سے ملاقات کر کے یہودیہ چلے گئے راستہ میں شاگردوں نے ہر چند روکا مگر آپ نے فرمایا کہ ''میں ان سے نہیں ڈرتا تم موجودہ فریسیوں کے خمیر سے ڈرتے رہو کیونکہ خمیر کی ایک گولی من بھر آٹے کو خمیر بنا دیتی ہے''۔

۱۷.....پھر نویں دفعہ اورشلیم میں آئے اور فوج گرفتار کرنے کو آئی مگر قابو نہ پا سکی۔ تو نہر اُردن عبور کر کے آپ صحرا میں چلے گئے۔ پجاریوں نے آ کر بحث کی تو تنگ ہو کر سنگ باری شروع کر دی مگر آپ بچ نکلے اور وہ آپس ہی میں ہزار آدمی تک مر مٹے تو آپ مع اصحاب کے سمعان کے گھر آ گئے۔ نیقو دیموس نے کہا کہ آپ اورشلیم سے نکل کر قدرون کے نالہ سے پار چلے جائیں تو آرام میں رہیں گے۔ آپ کی والدہ کو فرشتہ نے سب حال بتایا تو روتی ہوئی اورشلیم آ گئیں اور اپنی بہن مریم سالومہ کے گھر قیام کیا۔

۱۸.....اب رئیس الکہنہ نے یورشلیم میں جلسہ کیا جس میں کچھ لوگ اس کی تقریر سن کر مرتد ہو گئے اور پجاری ہیرودس اصغر کے پاس چلے گئے اس سے فوج لے کر آپ کو تلاش کرنے لگے مگر نہ پایا اسی رات آپ نے فرمایا کہ ''وہ وقت آ گیا ہے کہ میں دنیا سے چلا جاؤں گا اور جہاں جاؤں گا تکلیف محسوس نہ کروں گا۔'' نیقو دیموس کے باغ میں آپ رہتے تھے کہ ایک دن آپ نے یہودا غدار سے فرمایا کہ جو تمہیں کرنا ہے جاؤ کرو تو وہ مخبری کرنے کو اورشلیم چلا گیا اور دوسروں نے سمجھا عید فصح کے لئے کچھ خریدنے گیا ہے۔ تو یہودا نے رئیس الکہنہ سے جا کر کہا کہ اگر تیس روپے دے دو تو میں آج رات ہی حضرت مسیح کو بمعہ گیارہ حواریوں کے تمہارے قبضہ میں کر دوں گا۔ رئیس نے رقم ادا کر کے یہودا کے ہمراہ ایک دستہ فوج کا مشعلیں اور ہتھیار دے کر روانہ کر دیا۔

۱۹.....اس رات آپ نے یہودا کو روانہ کر کے نیقو دیموس کے باغ میں سو رکعت نماز پڑھی

اور جب فوج آئی تو آپ نے حواریوں کے گھر جا کر جگایا مگر وہ نہ جاگے جب خطرہ زیادہ ہو گیا تو خدا نے جبرئیل، رفائیل اور اوریل کو بھیج کر گھر کی جنوبی کھڑکی سے آپ کو اٹھا لیا اور تیسرے آسمان پر اپنے پاس رکھ لیا۔

۲۰.....تب یہودا زور کے ساتھ اس کمرہ میں داخل ہوا جہاں سے آپ اٹھائے گئے تھے اور شاگرد سو رہے تھے اور اس نے ان سب کو جگانا شروع کر دیا تو خدا تعالیٰ نے اس وقت اپنی قدرت دکھائی کہ وہ بولی اور شکل میں آپ کے مشابہ بن گیا اور حضرت مسیح کو تلاش کرنے لگا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ یہ وہی مسیح ہے تو ہم نے کہا کہ ''اے معلم تو ہی تو ہمارا معلم ہے کیا تو ہم کو بھول گیا ہے؟'' اس نے مسکرا کر کہا ''احمقو! یہودا اسخریوطی کو نہیں جانتے ہو''؟ اتنے میں سپاہی اندر آ گھسے اور اس کو مسیح سمجھ کر گرفتار کر لیا۔ ہر چند اس نے کہا کہ ''میں وہ مسیح نہیں ہوں۔ مگر انہوں نے اسے مخول سمجھ کر ایک نہ سنی۔ کہا کہ ''میں ہی تو تم کو لایا ہوں تم مجھے ہی باندھ لو گے''۔ سپاہیوں نے جانا کہ وہ ان سے فریب کرتا ہے تب انہوں نے اس کو مکے اور لاتیں مار کر ذلیل کیا اور اورشلیم کو گھسیٹے ہوئے لے چلے اور یوحنا اور پطرس ساتھ گئے اور انہوں نے برناباس سے آ کر کہا کہ تمام کاہن جمع تھے اور قتل کرنے پر اتفاق کیا تھا اور یہودا نے وہاں دیوانگی سے بہت باتیں کیں مگر انہوں نے مخول سمجھا یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہی وہ مسیح ہے اور موت سے ڈر کر باتیں بناتا ہے اور جنون کا اظہار کر رہا ہے۔

۲۱.....صبح جلسہ ہوا اور رئیس الکہنہ نے گواہی لی کہ یہی مسیح ہے میں یہ کیوں کہوں کہ رئیس نے ہی جانا کہ وہ مسیح ہے بلکہ تمام شاگردوں نے بھی اعتقاد سے کہا کہ یہ وہی مسیح ہے۔ حضرت مریم بھی اپنے اقارب واحباب کے ہمراہ وہیں آ گئیں آپ نے بھی یہودا کو اپنا بیٹا مسیح سمجھ کر رونا شروع کر دیا۔ برناباس کہتا ہے کہ خدا کی قسم مجھے اس وقت وہ بات بھول گئی تھی کہ آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ ''میں دنیا سے اٹھا لیا جاؤں گا اور دوسرا شخص میری جگہ عذاب دیا جائے

گا اور میں دنیا کے خاتمہ تک نہ مروں گا"۔ تب برنباس، یوحنا اور مریم صلیب کے پاس گئے تو یہودا کو مشکیں باندھ کر رئیس کے سامنے لائے تب اس نے تعلیم اور شاگردوں کے متعلق پوچھا مگر یہودا نے جواب نہ دیا گویا کہ وہ دیوانہ ہے پھر خدا کی قسم دلا کر پوچھا کہ "سچ کہو"۔ تب اس نے کہا "میں سچ کہتا ہوں کہ میں وہی یہودا اسخر یوطی ہوں کہ جس نے وعدہ کیا تھا کہ میں مسیح کو تمہارے ہاتھ میں دے دوں گا مگر میں نہیں جانتا کہ تم کیوں پاگل ہو گئے ہو اور چاہتے ہو کہ میں ہی مسیح ناصری بن جاؤں۔"

۲۲.....تب اسے مشکیں باندھے ہوئے پیلاطس (حاکم اورشلیم) کے پاس لے گئے اور وہ در پردہ حضرت مسیح کا خیر خواہ تھا اور چونکہ وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ یہودا ہی مسیح ہے اس لئے کمرہ میں لے جا کر پوچھنے لگا کہ سچ بتاؤ کہ رئیس الکاہنہ نے معہ تمام قوم کے کیوں تجھ کو میرے سپرد کیا ہے؟ کہا کہ میں سچ کہوں گا تو تم نہیں مانو گے۔ حاکم نے کہا میں یہودی نہیں ہوں سچ بتاؤ۔ مجھے اختیار ہے کہ چھوڑ دوں یا قتل کروں۔ کہا میں یہودا اسخر یوطی ہوں اور یسوع جادوگر نے مجھے اپنی شکل پر بدل دیا ہے مگر رئیس اور قوم نے شور مچایا کہ یہی مسیح ناصری ہے ہم اسے خوب پہچانتے ہیں۔ تب حاکم نے خود بری الذمہ ہونے کے لئے اس کو ہیرودس اصغر کے پاس بھیج دیا کیونکہ مسیح وہ جلیل کا باشندہ تھے۔ یہودا نے وہاں بھی جا کر انکار کیا مگر اوروں کی طرح ہیرودس نے بھی اس پر ہنسی اڑائی اور اس کو سفید کپڑے پہنا دیئے (جو پاگلوں کا امتیازی لباس تھا) اور پیلاطس کے پاس واپس روانہ کر دیا اور کہا کہ بنی اسرائیل کو انصاف عطا کرنے میں کمی نہ کرے تب اس نے اس کو ان کے حوالے کر دیا کہ مجرم ہے اور موت کا مستحق ہے تو وہ اسے جمجمہ پہاڑی پر لائے جہاں صلیب دیا کرتے تھے وہاں اسے ننگا کر کے صلیب پر لٹکا دیا تو یہودا سخت چلایا۔ برنباس کہتا ہے کہ یہودا کی آواز، چہرہ اور تمام شکل حضرت مسیح کے مشابہ ہونے میں یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ شاگردوں اور مومنین تمام نے یہی

سمجھا کہ وہ مسیح ہے۔ تب بعض لوگ حضرت مسیح کو جھوٹا نبی سمجھ کر مرتد ہو گئے۔ کہتے تھے کہ اس کے معجزات جادو تھے اور یہ کہنا غلط نکلا کہ "میں نہیں مروں گا جب تک کہ دنیا کا خاتمہ قریب نہ ہو جائے اور وہ دنیا سے لے لیا جائے گا۔" اور جو لوگ دین پر مضبوطی سے قائم رہے انہوں نے بہت غم کیا اور آپ کا کہنا بالکل بھول گئے کیونکہ انہوں نے یہودا کو آپ سے بالکل مشابہ دیکھا تھا اور اسی غلط فہمی میں ینقودیموس اور یوسف اباریماثائی کی سفارش سے یہودا کی لاش پیلاطس سے حاصل کر کے یوسف کی نئی قبر میں (جو اس نے پہلے بنا رکھی تھی) ایک سو رطل خوشبو بھر کے یہودا کو دفن کیا۔

۲۳.....تب برنباس، یعقوب اور یوحنا مریم کے ہمراہ ناصرہ گئے اور وہ فرشتے جو مریم کے محافظ تھے آسمان پر گئے اور تمام ماجرہ مسیح سے کہا تو آپ نے والدہ کا غم سن کر خدا سے دعا مانگی کہ مجھے والدہ سے ملنے کی اجازت ہو۔ تب فرشتے اپنی حفاظت میں آپ کو نور کے شعلوں میں مریم کے گھر واپس لے آئے جہاں آپ کی والدہ اور دونوں خالہ مرثا اور مریم مجدلیہ اور برنباس، یوحنا، یعقوب اور پطرس مقیم تھے آپ کو دیکھ کر یہ سب بیہوش ہو گئے مگر آپ نے یہ کہہ کر تسلی دی کہ میں زندہ ہوں۔ تب والدہ نے پوچھا کہ بیٹا تو پھر خدا نے تیری تعلیم کو کیوں داغدار بنایا اور کیوں اقارب واحباب کے نزدیک تیری موت دکھلائی اور بدنام کیا؟ فرمایا اماں سچ جانو میں نہیں مرا اور مجھ کو اللہ نے دنیا کے خاتمہ تک محفوظ رکھا ہے۔ یہ کہہ کر چار فرشتوں کو شہادت کے لئے طلب کیا تب فرشتوں نے تصدیق کی تب برنباس نے پوچھا کہ چوروں کے درمیان قتل ہونے کا دھبہ تو آپ پر ہمیشہ لگا رہے گا۔ فرمایا کہ "میرے بعد محمد رسول اللہ آئیں گے اور یہ دھبہ اڑائیں گے اور لوگوں پر واضح کر دیں گے کہ میں زندہ ہوں۔" پھر برنباس کو آپ نے اپنے حالات قلمبند کرنے کا حکم دیا پھر فرمایا کہ میری والدہ کو جبل زیتون میں لے جاؤ کیونکہ میں وہاں سے آسمان کو چڑھوں گا تب وہ مریم کو وہاں لے

گئے اور فرشتے تمام کے سامنے مسیح کو آسمان کی طرف لے گئے۔ (تمت اقتباسات انجیل برنباس مطبوعہ لاہور)

خلاصہ یہ ہے کہ یہ انجیل صاف بتا رہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ بجسم عنصری آسمان پر اٹھائے گئے یہودا اپنے کیفر کردار میں مشابہ بالمسیح بن کر مصلوب ہوا اور مسیح علیہ السلام نے اخیر میں یہ بھی فرما دیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ (احمد محمد مسیا) آپ سے قتل وصلب کا دھبہ اٹھا دیں گے۔ اب ان تصریحات کے ہوتے ہوئے ہم کس زبان سے کہہ سکتے ہیں کہ ﴿وَيَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ کی پیشین گوئی سے مرزا صاحب مراد ہیں کیونکہ مرزا صاحب تو یہود کے موافق اپنے زعم باطل میں آپ کو قتل اور مصلوب کر چکے تھے اور دشمنان اسلام کو اپنی طرف سے کامیابی دے چکے تھے صرف ہڈی توڑنے کے سوا باقی سارا کام ختم ہو چکا تھا۔

اقتباسات از انجیل سیاح روسی مسٹر نکولس نوکروچ

ایک بچہ پیدا ہوا جس میں خدا بولتا تھا۔ اس نے توحید کی دعوت دی اور اس کا نام یسوع رکھا گیا جب وہ تیرہ سال کا ہوا تو سوداگروں کے ہمراہ ملک سندھ کو نکل گیا اور بنارس وجگن ناتھ کے مضافات میں چھ سال تک اپنے کام میں مشغول رہا اور بتایا کہ وید خدا کا کلام نہیں ہیں اور یہ بھی کہا کہ بت پرستی چھوڑ دو کیونکہ وہ نہیں سنتے۔ اس پر براہمنوں نے اس کو مار ڈالنے کی ٹھان لی کیونکہ عام لوگ اس کے تابع ہو گئے تھے یسوع کو اس ارادہ کی خبر لگ گئی تو رات ہی رات جگن ناتھ سے نکل کر نیپال کو چلا گیا پھر کوہ ہمالیہ کو عبور کرتا ہوا راجپوتانہ آ پہنچا اور وہاں سے فارس پہنچ کر تبلیغ شروع کی تو وہاں کے بت پرستوں نے اس کو وعظ توحید سے روک دیا تو ملک شام میں آ گیا اور اس وقت اس کی عمر انتیس (۲۹) سال تھی۔ اب جا بجا وعظ کرنا شروع کیا اور ہزاروں لوگ تابع ہو گئے چند حکام نے بادشاہ سے پلاطوس

جا کر شکایت کی کہ عیسیٰ نامی ایک واعظ اس ملک میں وارد ہوا ہے جو اپنی سلطنت کی دعوت دیتا ہے اور تیرے خلاف لوگوں میں جوش پھیلا رہا ہے۔ چنانچہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ تابع بھی ہو گئے ہیں۔ پلاطوس نے اسے گرفتار کر کے موابذ (مذہبی سرداروں) کے پیش کیا۔ مگر جب حضرت عیسیٰ یروشلم آئے تو لوگوں نے بڑے اعزاز سے آپ کا استقبال کیا تو آپ نے فرمایا بہت جلد تم لوگ ظالموں سے رہائی پا کر ایک قوم بن جاؤ گے اور تمہارا دشمن بہت جلد تباہ ہو جائے گا جو خدا سے خوف نہیں کرتا۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میں بنی اسرائیل سے ہوں میں نے سنا تھا کہ میرے بھائی اور بہنیں ظالموں کے ہاتھ گرفتار ہیں۔ اس کے بعد آپ نے جا بجا شہر بہ شہر وعظ کہنا شروع کیا اور عبرانیوں سے یہ بھی کہنا شروع کیا کہ بہت جلد تم نجات پاؤ گے۔ تب جاسوسوں نے پوچھا کہ کیا ہم قیصر روم کے تحت رہ کر اپنے بادشاہ پلاطوس کا حکم مانتے رہیں یا اپنی نجات کا انتظار کریں تو آپ نے جواب دیا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ تم قیصر روم سے نجات پاؤ گے بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ تم بہت جلد گناہوں سے نجات پاؤ گے۔ اس کے بعد آپ نے مختلف مقامات پر توحید کا وعظ تین سال تک کیا اور آپ کی عمر بتیس (۳۲) سال تک پہنچ گئی۔ جاسوسوں نے اپنا کام شروع رکھا اور پلاطوس کو یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ لوگ کہیں حضرت مسیح کو سچ مچ ہی بادشاہ نہ تسلیم کر لیں۔ اب آپ کے ذمہ بغاوت کا جرم لگا کر آپ کو اندھیری کوٹھری میں بند کیا گیا اور مجبور کیا کہ آپ بغاوت کا اقبال کریں مگر آپ نے نہ کیا اور تکالیف برداشت کرتے رہے اور جب دربار میں آپ پیش کیے گئے تو پلاطوس نے پوچھا کہ کیا تم نے یوں نہیں کہا کہ مسیح کو خدا نے اس لئے بھیجا ہے کہ لوگوں میں بغاوت پھیلا کر خود بادشاہ بن جائے؟ جواب میں آپ نے فرمایا جب تم صلیب پر قتل کر سکتے ہو تو اس کی کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ لوگوں سے اس جرم کا اقبال کرایا جائے۔ اس روکھے جواب پر پلاطوس نے

غصہ کھا کر آپ کو صلیب پر لٹکانے کا حکم دیا اور باقی مجرموں کو رہا کر دیا تو سپاہیوں نے آپ کو بمعہ دو اور چوروں کے صلیب دیا تو سارا دن لاش صلیب پر رہی سپاہیوں کا پہرا تھا تابعدار لوگ دیکھ دیکھ کر روتے تھے اور ان کو اپنی جان کا بھی خوف لگ رہا تھا شام کے قریب مسیح کی روح خدا کے پاس چلی گئی اب پلاطوس کو ندامت آئی کہ اس نے برا کیا ہے اس لئے اس نے آپ کی لاش آپ کے رشتہ داروں کے سپرد کی جس کو انہوں نے صلیب خانہ کے پاس ہی دفن کر دیا اور لوگ اس قبر کی زیارت کرنے لگے۔

اکمال الدین واتمام النعمۃ للقمی

مرزا صاحب روضۃ الصفا جلد اولٰی، صفحہ ۱۳۳ سے لکھتے ہیں کہ یہودی آپ کے عہد میں بارہ قبائل تھے جن میں سے نو قبائل کو بخت نصر نے تبت، کشمیر، ہند اور افغانستان کو جلا وطن کر دیا تھا۔ کیونکہ ان لوگوں کی وضع قطع اور شہروں یا بستیوں کے نام وہی ہیں جو ملک شام میں تھے مثلاً بابل، گلگت، طور، صور، صیدا، تخت سلیمان، نینوی وغیرہ حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد کشمیر کو آئے اور وہاں اپنی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی خبر لی اور ستاسی (۸۷) سال بعد وفات پا گئے۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ آپ نے اپنی معشوقہ مریم کو خدا کے سپرد کیا اور وہاں سے کوہ جلیل میں آئے جو بیت المقدس سے تمیں میل کے فاصلے پر ہے اور دشمنوں سے خوف کھا کر اس پر چڑھ گئے اور اس وقت پہاڑ پر ابر چھایا ہوا تھا تو لوگوں نے خیال کیا کہ آپ آسمان کو چڑھ گئے ہیں۔ حواریوں نے بھی یہی خیال کر لیا تھا۔ یا یوں اصل واقعہ پر پردہ ڈالتے ہوئے رفع سماوی کا قول ظاہر کیا مگر آپ نے شہر نصیبین پہنچ کر سلطان اڑیسہ کو خط لکھا کہ میں اب آسمان کو جاؤں گا اور تمہاری طرف چند حواری بھیجتا ہوں۔ کتاب کروی فکشن میں ہے کہ جب کاٹنس کاہنوں کے سردار کو معلوم ہوا کہ آپ صلیب نہیں دیئے

گئے تو اس نے قیصر روم کو شکایتی خط لکھا کہ پیلاطوس نے یوسف اور حواریوں سے سازش کی اور مسیح کو صلیب سے بچا لیا ہے تو پیلاطوس کو عتاب نامہ پہنچا جس سے اس نے غصہ کھا کر یوسف کو قید کر لیا اور ایک رسالہ حضرت مسیح کی تلاش میں روانہ کیا کہ وہ آپ کو پکڑ کر واپس لائیں۔ مگر چونکہ آپ کشمیر پہنچ چکے تھے وہاں تک کوئی نہ پہنچا کشمیریوں نے یسوع کے نام کو کچھ تبدیل کر کے یوں کہنا شروع کر دیا یوز آصف، یوز آسف پھر ارض سولابت میں آئے اور وہاں تبلیغ وحدانیت کی۔ وہاں سے نکل کر بہت شہروں میں وعظ کیا اور کشمیر کو واپس آئے اور وہیں قیام کیا اور وہیں ستاسی (۸۷) سال بعد واقعہ صلیب فوت ہو گئے۔

اس تحریر میں مرزا صاحب نے خواہ مخواہ یوز آصف کی سوانح عمری کو یسوع کی زندگی پر چسپاں کیا ہے ورنہ اصل کتاب دیکھنے پر یہ تحریر ہر طرح سے مخالف ہے کیونکہ اس میں یہ تحریر نہیں ہے کہ اس قبر کا مالک کبھی بھی بیت المقدس سے جان بچا کر زندگی بسر کرنے کو یہاں آیا تھا۔ کیونکہ اکمال الدین کی عبارت اصل تحریر کے مطابق یوں ہے کہ ”راجہ جنیسر ملک صولابت (سولابت) کا باشندہ تھا اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام اس نے یوز آصف رکھا جب وہ بالغ ہوا تو حکیم منوہر لنکا سے اس کے پاس آیا راجہ نے اس کی عزت و آبرو سے تواضع کی اور اپنے بیٹے یوز آصف کا اتالیق مقرر کیا شہزادہ نے اس سے مذہبی تعلیم حاصل کی اور دنیا سے بے تعلق رکھنے کی تعلیم نے اس کا دل بادشاہت سے برداشتہ کر دیا اور حکیم منوہر اس کا تعلیمی نصاب مکمل کر کے وہاں سے چلا گیا تو ایک دفعہ شہزادہ کو فرشتہ نظر آیا۔ اس نے خدا کی رحمت کی اسے بشارت دی اور کچھ راز بتایا جس پر وہ عمل پیرا رہا۔ پھر فرشتے نے اسے حکم دیا کہ سفر کے لئے تیاری کرے تاکہ میں تیرے ہمراہ یہاں سے نکل جاؤں۔ اس کے بعد شہزادہ ہجرت کرتے ہوئے اپنے ملک سے نکل گیا تو اس نے ایک صحراء میں پانی کے پاس ایک درخت دیکھا جہاں اس نے کچھ دن قیام کیا اور وہاں اس کو وہی فرشتہ نظر

آیا پھر اس نے بستیوں میں وعظ کہنا شروع کیا تو کچھ مدت کے بعد اپنے اصلی وطن سولابت کو واپس چلا گیا اور والدین نے بڑے تپاک سے اس کا استقبال کیا اور شہزادہ نے ان کو توحید کی دعوت دی۔ کچھ مدت کے بعد کشمیر آیا اور وہاں کے باشندے اس سے مستفید ہوئے اور اس نے ان کو بھی توحید کی دعوت دی چنانچہ یہ یہیں رہنے لگا اور جب مرنے لگا تو اپنے چیلے بابد کو توحید کی وصیت کی اور جہان فانی سے رخصت ہوا۔

اب اس عبارت کو حضرت مسیح پر منطبق کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ سولابت کا معنی بیت المقدس کیا جائے اور حکیم منوہر سے مراد روح القدس لیا جائے اسی طرح والدین سے مراد یوسف اور مریم ہوں اور ان کو کسی علاقہ کا بادشاہ بھی تصور کیا جائے اور جب تک یہ امور ثابت نہ ہوں حضرت مسیح کے سوانح سے اس عبارت کا تعلق پیدا نہیں ہو سکتا۔

مؤرخ طبری

الف..... مؤرخ طبری لکھتا ہے کہ حضرت مریم اور یوسف (چچا زاد رشتہ دار) دونوں ایک مسجد میں خادم تھے جو جبل صیہون کے پاس تھی آپ ایک دن چشمہ سے پانی لینے گئیں تو جبریل نے نفخ کیا جس سے آپ کو حمل رہ گیا یوسف نے بدظن ہو کر پوچھا کہ بیج کے سوا بھی کوئی پودا ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا سب پودے ابتداء میں بغیر بیج کے تھے آدم کا بھی ماں باپ نہ تھا تو یوسف خاموش ہو گئے اور جب وضع حمل کے آثار پیدا ہوئے تو یوسف آپ کو مصر لے گئے ابھی دور ہی تھے کہ درد زہ شروع ہو گیا تو گدھے پر سے اتر کر ایک کھجور کے نیچے ڈیرہ لگا دیا اور وہاں حضرت مسیح پیدا ہوئے۔ سردی کا موسم تھا فرشتوں نے آکر آپ کو تسلی دی اس رات تمام بت سرنگوں ہو گئے شیاطین آ لپٹے مگر ناکام رہے اور یہ عہد کیا کہ اس کی زندگی میں اس کا کام تمام کر ڈالیں گے۔ مجوسی ستارہ دیکھ کر مُر، لوبان اور سونا کی نیاز چڑھا گئے کیونکہ مُر سے شفاء ہوتی ہے اور اس نبی سے شفا حاصل ہوگی۔ لوبان اس

لئے کہ اس کا دھواں سیدھا آسمان کو جاتا ہے اور یہ نبی بھی سیدھا آسمان کو جائے گا اور سونا اس لئے کہ تمام مال و دولت کا سردار ہے اور یہ نبی بھی اپنے زمانے میں بہترین شخص ہوگا۔ (ہیرودس کا قصہ مذکور ہے) پھر بارہ سال آپ مصر میں رہے (اور یہی ربوہ کا مقام ہے) آپ زمیندار کے گھر رہتے تھے ایک رات اس کی چوری ہو گئی تو آپ نے وہاں کے خیرات خوار جمع کر کے ایک اندھے اور ایک لولے کو پکڑ کر کہا کہ تم نیچے بیٹھو اور اندھے کو کاندھے پر اٹھاؤ اس طریق سے وہ زمیندار کے خزانہ تک پہنچ گئے تو آپ نے ان کو چور ثابت کیا اور واپس شام میں آ گئے۔ تیس سال کے تھے کہ آپ کو نبوت ملی اور تین برس کے بعد خدا نے آپ کو اپنی طرف اٹھا لیا۔

ب..... ایک روز تین شیطانوں نے انسانی بھیس میں ایک جلسہ کیا لوگ جمع ہوئے تو ایک شیطان نے کہا کہ مسیح خود خدا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ خدا رحم میں نہیں آتا یہ خدا کا بیٹا ہے۔ تیسرے نے کہا کہ یہ دوسرا مستقل خدا ہے۔ اب عیسائیوں میں شرک پیدا ہو گیا اور جب واقعہ صلیب قریب تھا تو آپ نے حواریوں سے کہا کہ میرے لئے تاخیر اجل میں دعا کرو مگر وہ سب سو گئے اور دعا نہ کر پائے تو آپ نے فرمایا کہ میں جاتا ہوں اور ایک حواری تیس درہم سے مجھ کو بیچ ڈالے گا چنانچہ وہ تیس درہم رشوت لے کر آپ کو گرفتار کرانے آیا تو وہ خود ہی آپ کی شبیہ بن گیا اور انہوں نے اس کو صلیب دے دیا۔ اور آپ نے بعد از صلیب ایک اور جگہ جمع ہونے کا حکم دیا تب حواری گئے تو ایک کم تھا اور وہ نہ تھا کہ جس نے مخبری کی تھی، کسی نے کہا کہ وہ پھانسی لے کر مر گیا ہے۔

وہب کہتے ہیں کہ سات گھنٹے مسیح مرے تھے پھر زندہ کر کے اٹھا لیے گئے عیسائیوں کا بھی یہی مذہب ہے پھر آسمان سے اتر کر مریم مجدلیہ کے ہاں اتر کر حواریوں کو تبلیغ کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ پطرس اور پولس روما کو گئے (پولس تب حواری نہ تھا) متی اور

اندرابس انسان خواروں کے ملک کو فیلبوس افریقہ کو تخنس فسوس (قریہ اصحاب الکہف) کو یعقوب اور شمیم کو، ابن طلما عرب کو اور سیمون بربر کو روانہ ہوئے اور جو حواری باقی رہ گئے تھے ان کو یہودیوں نے دھوپ میں بٹھا کر عذاب دینا شروع کر دیا یہاں تک کہ سلطان روم نے عیسائیت قبول کی تو یہودیوں کو مار ڈالا اور صلیب پرستی شروع ہو گئی۔

ج.....قال الطبری الشام صار بعد طیباریوس الی جایوس ثم ابنه قلوديوس ثم نیرون الذی قتل پطرس وبولس وصلبه منكسا ثم بوطلايوس ثم اسفسيالوس وبعد رفع عيسى اربعين سنة وجه ابنه ططوس فهدم بيت المقدس وقتل اليهود ثم اخرون ثم هرقل. فالزمان بين تخريب بخت نصر الى الهجرة الف سنة وبين ملك اسكندر والهجرة ۹۲۱ سنة وبين ظهوره ومولد عيسى ۳۰۳ وبين مولده وارتفاعه ۳۲ سنة وبين ارتفاعه الى الهجرة ۵۸۲ سنة۔

ابن جریر

ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ جب یہود نے آپ کو ایذا رسانی شروع کی تو آپ بمعہ والدہ کے سفر میں ہی رہنے لگے اس کے بعد انہوں نے حاکم دمشق کے پاس شکایت کی کہ بیت المقدس میں ایک شخص بغاوت پھیلا رہا ہے تو اس نے حاکم بیت المقدس کی طرف حکم بھیجا کہ ایسے آدمی کو فوراً سولی چڑھا کر قتل کر دو جب یہودی گرفتار کرنے کو آئے تو اس وقت آپ اپنے حواریوں میں بیٹھے تھے (جن کی تعداد ۱۲ سے ۱۸ تک بتائی گئی ہے) تو انہوں نے بروز جمعہ بعد العصر آپ کو محاصرہ میں لے لیا تب آپ نے کہا کہ میرا شبیہ کون بننا چاہتا ہے تا کہ میری جگہ مصلوب ہو کر میرے ساتھ جنت میں جائے۔ ایک نوعمر جوان آدمی اٹھا آپ نے ہر چند ٹالا مگر اس کے سوا کسی نے جرأت نہ کی تو جس کوٹھری میں تھے اس

کا ایک روشندان کھول کر نیند کی حالت میں آپ کو فرشتے آسمان پر لے گئے جب کوٹھری سے حواری باہر آ گئے تو شبیہ کو لے جا کر صلیب پر لٹکا دیا اب جو لوگ کمرہ میں تھے انہوں نے کہا مسیح آسمان پر ہے اور جو لوگ باہر تھے ان کو یقین ہو گیا کہ مسیح کو انہوں نے قتل کر ڈالا ہے۔

ابن جریر نے خود آنحضرت ﷺ کا بیان بھی نقل کیا ہے کہ قیامت سے پہلے اہل روما، دابق یا عمان میں اتریں گے تو مدینہ شریف سے ایک لشکر مقابلہ کو نکلے گا اور رومی کہیں گے کہ ہمارے قیدی واپس کرو تو مسلمان انکار کریں گے پھر لڑائی شروع ہو گی تو ایک ثلث مسلمان بھاگ جائیں گے، ایک ثلث شہید ہوں گے، باقی ایک ثلث روم پر فتح پائے گا اور قسطنطنیہ فتح کرے گا، غنیمت تقسیم ہو رہی ہو گی تو کوئی آواز دے گا کہ مسیح دجال آ پڑا ہے، تو وہ ملک شام میں پہنچیں گے تو دجال کو دیکھ لیں گے کہ وہ آ رہا ہے تب لڑائی کی صفیں تیار کریں گے، تو نماز فجر کا وقت ہو جائے گا تب حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے اتریں گے امام مہدی کہیں گے کہ آپ نماز پڑھائیں مگر آپ امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھیں گے پھر جب آپ کی نظر دجال پر پڑے گی تو وہ نمک کی طرح پگھلنا شروع ہو جائے گا مگر آپ اپنے نیزہ سے اس کو خود جا کر قتل کریں گے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا معراج کی رات جب حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات ہوئی تو قیامت کا ذکر چھڑ گیا تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے خدا سے وعدہ ہے کہ جب دجال ظاہر ہو گا تو میرے پاس دو نیزے ہوں گے تو وہ مجھے دیکھ کر پگھلنا شروع ہو گا اور جب یہود کا خاتمہ ہو گا اور لوگ واپس چلے جائیں گے تو یاجوج ماجوج نکل کر تباہی ڈالیں گے تو میری دعا سے خدا ان کو ہلاک کر دے گا اور ان کے جسم بارش کے ذریعہ سمندر میں چلے جائیں گے تو پھر اس کے بعد قیامت آئے گی۔ (ابن جریر)

آپ نے یوں بھی فرمایا ہے کہ اس وقت (امام مہدی علیہ السلام کے ماتحت) تین

شہر ہوں گے ایک بحرین میں دوسرا شام میں اور تیسرا حیرہ میں۔ لوگ اختلاف رائے میں ہوں گے کہ مسیح دجال ستر ہزار فوج لے کر نکلے گا کہ جن میں اکثر یہودی اور عورتیں ہوں گی اور ان کے سر پر تاج ہوں گے تب مسلمان ''جبل افیق'' پر جمع ہوں گے اور بھوک سے تنگ آئیں گے تب آواز آئے گی کہ امداد غیبی آ گئی ہے تو حضرت مسیح علیہ السلام آئیں گے۔

(ابن ماجہ)

ایک وعظ میں آپ نے فرمایا کہ خروج دجال کی خبر ہر ایک نبی دیتا رہا ہے میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو اگر میرے زمانہ میں ظاہر ہوا تو میں خود سنبھال لوں گا میرے بعد ظاہر ہوا تو تم اپنا بندوبست کرو۔ شام و عراق کے درمیان خروج کرے گا تو دائیں بائیں پھیلے گا وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا اور کہے گا کہ انا نبی لانبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ پھر کہے گا کہ میں رب ہوں ایک آنکھ بیٹھی ہوگی دوسری ابھری ہوئی پیشانی پر کافر لکھا ہوگا جسے ہر خواندہ و ناخواندہ شناخت کر سکے گا، اس کے ہاتھ میں جنت اور دوزخ ہوں گے تم کو اگر دوزخ میں ڈالے تو سورہ کہف پڑھو تا کہ اس کی آگ سرد ہو جائے۔ ایک عربی کے والدین کو زندہ کرے گا تو دو شیطان اس کے والدین بن کر کہیں گے کہ بیٹا یہی رب ہے اسے مان لو۔ ایک کو دو حصوں میں چر واڈالے گا پھر زندہ کر کے پوچھے گا کہ تیرا رب کون ہے وہ کہے گا وہی جو تجھے اور مجھے پیدا کرنے والا ہے۔ تم دجال ہو آج مجھے خوب اطمینان ہو گیا ہے۔ وہ بارش اور قحط بھی اپنے ساتھ رکھے گا جو قوم اسے مانے گی اس کو بھرپور کر دے گا اور جو نہ مانے گا اسے تباہ کر دے گا۔ مکہ اور مدینہ پر چونکہ فرشتوں کا پہرہ ہوگا اس لئے وہاں نہ جا سکے گا مگر مدینہ شریف کے پاس ''ضریب احمر'' کے مقام پر کھڑا ہو کر لوگوں کو دعوت دے گا منافق زن و مرد نکل کر اس کے لشکر میں شامل ہو جائیں گے اس دن کا نام ''یوم الخلاص'' پڑ جائے گا۔ اس وقت عرب قلیل تعداد میں امام صاحب کے ماتحت بیت المقدس

میں جمع ہوں گے تو صبح کی نماز میں نزول مسیح ہوگا۔ دجال دیکھ کر بھاگے گا تو آپ فرمائیں گے کہ تیرا قتل میرے ہاتھ سے مقدر ہے تو خود جا کر قتل کریں گے اور یہود کو شکست ہوگی۔ شجر و حجر بھی ان کو پناہ نہ دیں گے صرف ایک غرقد درخت کی آڑ میں پناہ لے سکیں گے۔ اس کی سلطنت چالیس دن ہوگی یا جس مدت تک کہ خدا کی مرضی ہوگی۔ جن میں سے ایک دن ایک سال کا ہوگا اور آخری دن سلطنت کا کہ ایک دروازہ سے نکل کر دوسرے تک پہنچو گے تو شام ہو جائے گی اور نماز اپنے اپنے وقت پر اندازہ لگا کر پڑھنی ہوگی۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تین سال پہلے ایک ایک حصہ کم ہوتے ہوتے بارش بالکل بند ہو جائے گی اور عبادت گزار تسبیح و تہلیل سے پیٹ بھر لیا کریں گے۔ (کنز العمال)

اس کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کا عہد مبارک ہوگا آپ حاکم عادل ہوں گے، یہود پہلے ہی تباہ ہو چکے ہوں گے تو اور بھی تباہ ہو جائیں گے، جزیہ قبول نہ ہوگا مال و دولت آپ کے عہد میں بکثرت ہوگی اور لوگ سیراب ہوں گے یہاں تک کہ ایک انار ایک کنبہ کو کافی ہو جائے گا، آپ صلیب اور خنزیر کو نیست و نابود کر دیں گے اور عیسائیت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا صرف خدا ہی کی پرستش ہوگی۔ قریش اپنی سلطنت پر قائم ہو جائیں گے زمین جوان ہو کر حضرت آدم علیہ السلام کے وقت جیسی نباتات نکالے گی۔ گھوڑے چند روپوں میں ملیں گے کیونکہ دنیا میں امن قائم ہوگا۔ لڑائی کا نام و نشان تک نہ رہے گا۔ بیل کی قیمت بڑھ جائے گی کیونکہ کھیتی میں بہت ضرورت بڑھ جائے گی۔ نزول کے وقت آپ کے سر سے پانی کے قطرے گرتے ہوں گے دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے آپ پر دو زعفرانی چادریں ہوں گی آپ کے دم سے یہودی خود ہی بھسم ہوں گے، باب لد میں دجال کو قتل کریں گے دمشق کی مشرقی جانب سپید مینار کے پاس ٹھہریں گے آپ فج روحاء کے مقام سے حج بھی کریں گے، آپ شادی بھی کریں گے، آپ کے بچے ہوں گے، آپ

کی وفات پر اہل اسلام جمع ہو کر نماز جنازہ پڑھیں گے اور روضہ نبویہ میں آپ کو دفن کیا جائے گا۔ (کنز العمال)

یاجوج ماجوج کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیام جبل طور پر ہوگا اور یہ قوم بحیرہ طبریہ کو بھی پی کر خشک کر دے گی پھر ان کے آخری حصہ کا گزر ہوگا تو کہیں گے کہ کبھی یہاں پانی ہوتا تھا۔ مسلمان ایسے تنگ ہوں گے کہ ایک بیل کا سر یا خود ایک بیل سو درہم سے زیادہ عزیز ہوگا۔ حضرت کی بددعا سے ان کو پھوڑا نکل کر تباہ کر دے گا اور ان کی لاشوں سے بدبو پھیل جائے گی پھر دعا کریں گے تو بڑے بڑے پرندان کی لاشیں اٹھالے جائیں گے اور بعد میں بارش ہو کر زمین صاف ہو جائے گی اور خوب کھیتی ہوگی اس کے بعد ایک ہوا چلے گی تو مسلمان مرجائیں گے اور بے ایمان باقی رہیں گے جن پر قیامت قائم ہوگی۔ (کنز العمال)

ان تصریحات کو پیش نظر رکھ کر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کی سلطنت ملک شام میں اس وقت ہوگی کہ قسطنطنیہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل چکا ہوگا۔ عرب کی سلطنت از سر نو قائم ہوگی یہودی قوم کا کانا دجال خدائی دعویٰ کرتے ہوئے اسلام کو مٹانے کے لئے نکلے گا مگر حضرت مسیح علیہ السلام کے نازل ہونے سے یہودی سلطنت بالکل تباہ ہو جائے گی اور ملک شام میں کم از کم چالیس سال حکومت کریں گے اور صاحب اولاد ہو کر مدینہ شریف میں روضہ نبویہ کے اندر دفن ہوں گے اور بعد میں اسلام مٹ جائے گا اور بدکرداروں کے لئے قیامت قائم ہوگی۔ (کنز العمال، ابن جریر)

یہ واقعات بالکل صاف بتا رہے ہیں کہ حضرت مسیح اور حضرت امام مہدی ملک شام میں ظاہر ہوں گے ان کا تعلق ہندوستان وغیرہ میں نہیں ہے اور جو لوگ اس پیشین گوئی کو افسانہ خیال کر کے تکذیب کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں کیونکہ زمانہ کے انقلابات میں آئے دن کئی ایک نئی نئی صورتیں پیش آتی رہتی ہیں کہ جن کا کسی کو وہم و خیال تک بھی نہیں ہوتا۔ اس

لئے ممکن ہے کہ بلکہ یقین ہے کہ اندرون عرب میں ایسے واقعات پیش آئیں جن کا اثر قسطنطنیہ تک بھی پہنچ جائے اگرچہ اس وقت پیشین گوئی کے آثار موجود نہیں ہیں لیکن موجود ہوتے دیر نہیں لگتی۔ خدا جب چاہتا ہے تو گریٹ وار پیدا کر کے دنیا کا نقشہ ہی بدل دیتا ہے اور مسلمان ایسے مٹ جاتے ہیں کہ لنگوٹی سنبھالنے کو مستقل حکومت خیال کر لیتے ہیں۔

جس طرز پر اسلامی تصریحات نے ظہور مہدی اور نزول مسیح کو پیش کیا ہے وہ حاکمانہ رنگ ہے۔ مجوسانہ یا رعیتانہ بو اس میں نہیں آتی اور یہ ایسے واقعات ہیں کہ ان کے ظہور پذیر ہونے میں کچھ اشکال بھی نہیں گو آج تک مجموعی طور پر یہ تمام واقعات پیش نہیں آئے لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ سرے سے ناممکن بھی ہیں۔ دنیا کی مادی ترقی اکتشافات جدیدہ اور علوم فنون کی تبدیلیاں یا اقوام میں سیاسی اور تمدنی انقلابات یہ سب کے سب ایسے امور ہیں کہ جن کے سامنے اس پیشین گوئی کا اظہار اصلی رنگ میں دکھائی دینا کوئی ناممکن بات نہیں رہ جاتا اور جن لوگوں نے عجلت پسندی سے یا اس پیشین گوئی کے بعض الفاظ کی بنیاد پر یا کسی غلط فہمی اور مغالطہ اندازی سے یہ یقین کر لیا ہے یا یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ ایسے واقعات ظہور پذیر ہو چکے ہیں یا یہ کہ ان کا جائے وقوع ہندوستان یا کوئی دوسرا ملک ہے انہوں نے دیدہ دانستہ اس پیشین گوئی کے تمام اجزاء پر نہ کبھی خود غور کیا ہے اور نہ کسی کی توجہ اس طرف منعطف ہونے دی ہے ورنہ بالکل صاف ہے کہ خروج مہدی اور نزول مسیح کے آثار ابھی تک نمایاں طور پر کہیں بھی نمودار نہیں ہوئے اور قیامت کے آثار جو ۱۳۰۰ ہجری سے ظاہر ہونے شروع ہوئے ہیں البتہ ان میں ترقی ہو رہی ہے معلوم نہیں کب تک پایہ تکمیل کو پہنچ کر ایک دفعہ پھر اسلام ہی اسلام نظر آنے کا موقع پیدا ہوگا۔

حضور ﷺ نے قرب قیامت کے علامات سینکڑوں بیان کیے ہیں جن میں سے جس قدر آج ہمارے سامنے موجود ہیں ان کو قلمبند کیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ

بدزبان لوگ پیدا ہوں گے جو سلام بھی گالیوں میں دیں گے، کتاب اللہ پر عمل پیرا ہونا باعث توہین ہوگا، جھوٹ زیادہ ہوگا اور سچائی بہت کم ہوگی، اپنی ظنی رائے پر فیصلہ ہوگا، بارش زیادہ ہوگی اور پھل کم ہوگا، زمانہ ساز آدمی بہتر خیال کیا جائے گا، قرآن کے بجائے خانہ زاد اصول پیش کیے جائیں گے، لیکچرار بہت تیار ہوں گے، شراب نوشی بکثرت ہوگی، اسلامی جہاد ترک ہو جائے گا، شریف النفس کس مپرسی کے عالم میں ہوں گے اور کم ذات عالی قدر ہو جائیں گے، دنیا میں عامل بالقرآن نہ رہیں گے، نوعمر ایک دوسرے پر گدھوں کی طرح چڑھیں گے، تجارت اس قدر ہوگی کہ عورتیں بھی اس کام میں امداد کریں گی اور جہاں کہیں مال جائے گا نفع نہ ہوگا، رذیل عالم ہوگا اور شریف جاہل، گدھوں اور کتوں کی طرح برلب سڑک عورتوں اور بچوں سے بدفعلی کی جائے گی، چھوٹے پر رحم نہ ہوگا اور بڑے کی عزت نہ ہوگی، حرام زادے کثرت سے ہوں گے، بلاضرورت قسم کھائیں گے، ناگہانی موتیں واقع ہوں گی، ایمانداری کم ہوگی، بے ایمان اپنی اپنی قوم پر حکومت کریں گے، عورتیں اکڑ کر چلیں گی، جاہل عبادت گزار ہوں گے اور اہل علم بے عمل ہوں گے، شراب کو شربت بنائیں گے اور سود کو خرید و فروخت، رشوت ستانی تحفہ بن جائے گا اور چندہ کے مال سے تجارت چلے گی، ایمان دار کو جانور سے بھی ذلیل سمجھا جائے گا، نیک عمل برے تصور کیے ہوں گے اور برے عمل نیک عمل خیال کیے جائیں گے، زہد و تقویٰ صرف روایات میں نظر آئے گا اور دکھانے کے لئے پرہیزگاری کی جائے گی، اولاد سے سکھ نہ ہوگا، والدین کہیں گے کہ اس کے بجائے پلا پالتے تو بہتر ہوتا یا پتھر ہوتا تو کسی کام آتا، گانے والیاں مہیا کی جائیں گی، نوعمر حکمران ہوں گے، ناپ اور تول میں کمی بیشی ہوگی، مسلمان کے پیٹ میں قرآن شریف کی ایک آیت بھی نہیں ملے گی، لاالٰہ الااللہ کی رسم ہوگی اور اس کی حقیقت سے کوئی بھی واقف نہ ہوگا، غیر قوم میں نکاح زیادہ پسند ہوگا اور اپنی رشتہ دار عورت پسند نہ آئے گی وغیرہ وغیرہ۔ (کنزالعمال)

حضرت مسیح کے متعلق قادیانی خیالات

۱..... آپ بیت اللحم ملک شام میں پیدا ہوئے جو بیت المقدس سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے۔ (حاشیہ اتمام الحجہ صفحہ ۹)

۲..... جب پیدا ہوئے تو بادشاہ نے نجومیوں سے سنا کہ بنی اسرائیل کا بادشاہ پیدا ہوا ہے اس لئے اس نے تلاش کرنا شروع کر دیا۔ ان کو بشارت ہوئی کہ اس ملک سے نکل جاؤ تو وہ مصر چلے گئے وہاں ایک زمیندار نے مریم کو اپنی بیٹی بنا کر رکھا۔ جب آپ جوان ہوئے تو بادشاہ مذکور مر چکا تھا تو آپ اپنے وطن کو واپس آ گئے، وہ گاؤں تھا ٹیلے پر اور پانی وہاں خوب تھا۔ (موضح القرآن صفحہ ۲۵)

۳..... آپ کی کوئی ظاہری اولاد نہ تھی۔ (الفضل ص۹، ۲۹ جنوری ۱۹۱۵ء) (اس کی وجہ اپنی طرف سے یوں بتائی ہے) کیونکہ آپ فرقہ صوفیہ بنام اسیر میں داخل تھے اس لئے شادی ہی نہیں کی۔ (بدر ص۲، ۲ جولائی ۱۹۱۱ء) دیلمی اور ابن نجار نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ سفر کرتے تھے جب شام پڑتی تو جنگل کا ساگ پات کھاتے اور چشموں کا پانی پیتے اور مٹی کا تکیہ بناتے۔ کہتے کہ نہ تو میرا گھر ہے جس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو اور نہ کوئی اولاد ہے کہ جن کے مرنے کا غم ہو۔ (عسل مصفی، حصہ اول صفحہ ۱۹۱)

۴..... آپ بیت المقدس سے نصیبین آئے جو وہاں سے ساڑھے چار سو میل کے فاصلہ پر تھا پھر موصل میں تشریف لائے جو نصیبین سے اڑتالیس میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ دریائے دجلہ عبور کرتے ہوئے حدود فارس میں داخل ہوئے جو موصل سے ایک سو میل کے فاصلہ پر واقع ہیں۔ ہرات اور کابل کو دیکھ کر پشاور اور گلگت میں پہنچے جو وہاں سے پانچ سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ (باب چہارم مسیح ہندوستان میں)

۵..... پشمی طاقیہ سر پر اور پشمی کرتہ پہنے ہوئے اور ہاتھ میں عصا لے کر سفر کرتے تھے۔ شہر شہر ٹھہرتے، سبزی کھاتے، رفیقوں نے گھوڑا خرید کر دیا مگر چارہ نہ ملنے سے واپس کردیا۔ آپ نصیبین پہنچے جو بیت المقدس سے کئی کوس پر تھا۔ حواری تبلیغ کے لئے شہر گئے تو بادشاہ نے ان کو گرفتار کرلیا۔ آپ نے وہاں پر کئی بیمار اچھے کیے تو وہاں کے باشندے اور بادشاہ آپ کے تابعدار ہوگئے۔ (باب چہارم مسیح ہندوستان میں)

۶..... یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جاکر فوت ہوگیا مگر یہ سچ نہیں کہ وہی جسم جو دفن ہو چکا تھا، پھر زندہ ہوگیا۔ (ازالہ، صفحہ ۴۷۳) ہم نے لکھا ہے کہ مسیح کی قبر بلاد شام میں ہے مگر تحقیق جدید یہ ہے کہ واقعی قبر وہی ہے جو کشمیر میں ہے اور شام کی قبر زندہ در گور کا نمونہ تھا جس سے آپ نکل آئے تھے۔ (حاشیہ ست بچن صفحہ ۱۶۴)

۷..... افغانستان سے ہوتے ہوئے پنجاب کی طرف آئے تا کہ ہندوستان دیکھ کر کشمیر کو بعد میں جائیں (کیونکہ پنجاب کے راستہ سے کشمیر اور افغانستان کے درمیان صرف اسی (۸۰) کوس کا فاصلہ ہے اور چترال کے راستے سے کشمیر تک سو (۱۰۰) میل کا فاصلہ ہے) تا کہ تبت میں آسانی کے ساتھ پہنچ جائیں۔ پرانی تواریخ سے معلوم ہوتا ہے اور قرین قیاس بھی یہی ہے کہ آپ نے نیپال اور بنارس وغیرہ کی سیر بھی کی ہوگی اور جموں یا راولپنڈی کی راہ سے کشمیر بھی گئے ہوں گے اور گرمی کا موسم وہاں گزارا ہوگا کیونکہ آپ سرد ملک کے باشندہ تھے اور چونکہ کشمیری آپ سے شکل و شباہت میں ملتے جلتے تھے اس لئے وہیں اقامت اختیار کرلی ہوگی۔ یہ بھی خیال ہے کہ افغانستان بھی اس سے پیشتر کچھ مدت ٹھہرے ہوں گے اور شادی کرلی ہوگی کیونکہ عیسیٰ خیل آپ کی ہی اولاد معلوم ہوتی ہے۔ (مسیح ہندوستان میں صفحہ ۶۷)

۸..... یسعیاہ باب پانچ (۵) میں ہے کہ مسیح کو صلیب سے اتار کر سزا یافتہ مُردوں کی طرح

قبر میں رکھا جائے گا مگر چونکہ وہ حقیقی طور پر مردہ نہیں ہوگا اس لئے قبر میں سے نکل آئے گا اور آخر عزیز اور صاحب شرف لوگوں میں اس کی قبر ہوگی۔ چنانچہ سری نگر میں قبر مسیح کے پاس اولیاء اللہ بھی مدفون ہیں۔ (حاشیہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۱۳)

۹..... مسیح صاحب اولاد ہیں جس کی تصدیق یسعیاہ سے ہوتی ہے کہ کسی لغزش کی وجہ سے مسیح پر ایک جانکاہ دکھ آئے گا مگر وہ نجات پائے گا اور اس کی عمر دراز ہوگی۔ یسعیاہ میں ہے کہ وہ غار میں نہ مرے گا اس کی روٹی کم نہ ہوگی چنانچہ احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ستاسی (۸۷) سال زندہ رہے اور صاحب اولاد بھی ہوئے۔ (مسل مصفی صفحہ ۱۰۵ طبع ثانی)

۱۰..... نانووچ روسی سیاح لکھتا ہے کہ ہندوستان کے برہمنوں سے آپ نے مباحثے کیے اور جب نیپال میں تھے تو آپ کی عمر چھتیس (۳۶) سال کی تھی۔ (مسل مصفی ۱۰۵ طبع ثانی)

۱۱..... عیسائی اور مسلمان بالاتفاق کہتے ہیں کہ یوز آسف نبی کہ جس کا زمانہ وہی مسیح کا زمانہ تھا دور دراز سفر کر کے کشمیر میں پہنچا اور نہ صرف نبی بلکہ شہزادہ بھی کہلاتا تھا اور مسیح کے ملک ہی کا باشندہ تھا اس کی تعلیم بھی مسیحی تعلیم سے ملتی جلتی ہے یہاں تک کہ بعض فقرے بھی انجیلوں میں اس کی تعلیم سے ملتے ہیں۔ (ریویو صفحہ ۳۲۸ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۱۲..... قبر کشمیر کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ تقریباً انیس سو (۱۹۰۰) برس کی ہے۔

(حاشیہ از حقیقت صفحہ ۱)

۱۳..... حال ہی میں مسلمانوں کی چند پرانی کتابیں دستیاب ہوئی ہیں جن میں لکھا ہے کہ یوز آسف نبی تھا جو کسی ملک سے آیا تھا اور شہزادہ بھی تھا کشمیر میں اس نے انتقال کیا اور حضور ﷺ سے پہلے چھ سو سال ہوگزرا ہے۔ (حاشیہ مذکور)

۱۴..... یہ ثابت ہے کہ مسیح ہندوستان میں آئے اور آپ کی قبر کشمیر میں ہے۔ یوز آسف کی کتاب اور انجیل کی عبارتیں آپس میں ملتی جلتی ہیں۔ ہماری رائے ہے کہ یہ کتاب انجیل مسیح

ہے جو ہندوستانیوں کے لیے لکھی گئی ہے۔ (چشمۂ مسیحی صفحہ ۲)

۱۵.....پرانی کتابیں دستیاب ہوئی ہیں جو قبر کشمیر کا بیان کرتی ہیں۔ پرانے کتبہ دیکھنے والے بھی کہتے ہیں کہ یہ مسیح کی قبر ہے قرب وجوار کے لاکھوں آدمی شہادت دیتے ہیں کہ یہ قبر انیس سو (۱۹۰۰) سال سے ہے صاحب قبر ملک شام سے یہاں آیا تھا۔ اسرائیلی نبی اور شہزادہ نبی کے نام سے شہرت رکھتا تھا قوم نے قتل کا ارادہ رکھا تو بھاگ آیا۔

(ریویو ۱ صفحہ ۱۶، نمبر ۱۰)

۱۶.....ہم نے کشمیر کی تاریخ کی کتابیں فراہم کی ہیں اور ان میں ہے کہ اس وقت کے رو سے دو ہزار (۲۰۰۰) برس کے قریب گزر گیا ہے کہ ایک اسرائیلی نبی کشمیر میں آیا تھا جو بنی اسرائیل میں سے تھا اور شہزادہ نبی کہلاتا تھا اس کی قبر خانیار میں ہے جو یوسف کی قبر مشہور ہے۔ (ضمیمہ براہین ۵ صفحہ ۲۲۷)

۱۷.....کتاب یوز آسف کہ جس کی تالیف کو ہزار (۱۰۰۰) سال سے زیادہ ہو گیا ہے اس میں ہے کہ یوز آسف کی کتاب کا نام انجیل تھا اس میں وہی تعلیم لکھی ہے جو انجیل میں ہے مگر تثلیث کا مسئلہ موجود نہیں۔ چنانچہ پڑھنے والے کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انجیل کا اور اس کتاب کا مصنف ایک ہی ہے اور استعارہ کے طور پر یہودیوں کو ظالم باپ بیان کرتے ہوئے ایک پرلطف قصہ بیان کیا ہے۔ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۳)

۱۸.....یوز آسف کی کتاب میں ہے کہ اس پر خدا کی طرف سے انجیل اتری تھی۔

(ضمیمہ براہین صفحہ ۲۲۸)

۱۹.....اکمال الدین میں لکھا ہے کہ جب یسوع کشمیر آیا تو اس کے پاس انجیل تھی جس کا اصل نام بشوریٰ ہے۔ (مسل مصفی، ج ۱، صفحہ ۵۸۵)

۲۰.....اکمال الدین میں (جو گیارہ سو (۱۱۰۰) برس کی کتاب ہے) لکھا ہے کہ شہزادہ نبی جو

غیر ملک سے آیا اور کشمیر میں وفات پائی وہ حضرت مسیح علیہ السلام ہی تھے کوئی اور نبی نہ تھا۔ کیونکہ بشوریٰ عبرانی زبان میں انجیل کو کہتے ہیں اور عربی میں بشریٰ کہتے ہیں اور انگریزی میں گاسپل اور یوز آسف حضرت مسیح کا دوسرا نام ہے اور یہ دونوں نام ایک ہی شخص کے ہیں جس پر انجیل یعنی بشریٰ نازل ہوئی تھی۔ (ریویو نومبر ۱۹۰۳ء، صفحہ ۷)

۲۱.....خلیفہ نورالدین صاحب بھیروی نے سری نگر میں کئی ماہ تک رہ کر یہ تحقیق کی کہ فی الواقع یہی حضرت مسیح کی قبر ہے جو یوز آسف کے نام سے مشہور ہے۔ یوز یسوع کا بگڑا ہوا ہے یا مخفف ہے اور آسف آپ کا انجیلی نام ہے۔ جس کا یہ ترجمہ ہے کہ متفرق فرقوں کو تلاش کرنے والا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل کشمیر اسے عیسیٰ صاحب کی قبر بھی کہتے ہیں اور پرانی تاریخوں میں ہے کہ یہ ایک شہزادہ نبی ہے جو بلاد شام کی طرف سے آیا تھا اور اب تقریباً انیس سو (۱۹۰۰) سال گزر چکے ہیں اور اس کے ہمراہ کچھ شاگرد بھی تھے۔ کوہ سلیمان پر عبادت کرتا تھا اس کے عبادت خانہ پر ایک کتبہ بھی تھا جو سکھوں کے عہد میں مٹا دیا گیا اس پر یہ لفظ لکھے تھے کہ یہ ایک شہزادہ نبی ہے جو بلاد شام سے آیا ہے اس کا نام یوز ہے اب وہ لفظ اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے وہ قبر بنی اسرائیل کی قبروں کی طرح ہے۔ بیت المقدس کی طرف اس کا رخ ہے تقریباً پانچ سو آدمیوں نے محضر نامہ پر دستخط کیے کہ صاحب قبر اسرائیلی نبی تھا جیسا کہ پرانی تاریخ کشمیر سے ثابت ہے کسی بادشاہ کے ظلم سے یہاں آیا تھا اور بہت بوڑھا ہو کر فوت ہو گیا اس کو عیسیٰ صاحب بھی کہتے ہیں اور شہزادہ نبی بھی اور یوز آسف بھی۔

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۴۰)

۲۲.....اکمال الدین میں یوز آسف مخفف و مرکب ہے یسوع بن یوسف کا۔

(ریویو صفحہ ۳۲۰، اگست ۱۹۰۳ء)

۲۳.....یوز اصل میں یوسو تھا جو اصل میں عیسیٰ کو کہتے ہیں اور آج کل یسو کہتے ہیں شاید آپ

کا اصل نام یوسع ہو کیونکہ ایسے نام عبرانی میں مروج تھے پھر یوز بن گیا پھر یوز آسے یوسا بنا اور یوسف کا مخفف ہے۔ صف، سف، آسف پس سارا نام یوز آسف یسوع یوسف کا مختصر ہے۔ یوسف حضرت مریم کے شوہر تھے اور مسیح ان کے ربیب یا پروردہ، اس لئے حضرت عیسیٰ کو یوسف کا بیٹا کہتے تھے۔ (ریویو دسمبر ۱۹۲۳ء)

۲۴..... یہ لفظ عبرانی زبان سے مشابہ ہے مگر عمیق نظر سے کھل جائے گا کہ دراصل یہ لفظ یسوع آسف ہے یعنی یسوع غمگین، چونکہ مسیح اپنے وطن سے غمگین ہو کر نکلے تھے اس لئے یہ لفظ ساتھ شامل ہوگیا۔ بعض کا بیان ہے کہ اصل میں یہ لفظ یسوع صاحب ہے کثرت استعمال سے یوز آسف بن گیا مگر میرے نزدیک یوز آسف اسم با مسمّٰی ہے جو آپ کے غم پر دلالت کرتا ہے۔ یوسف علیہ السلام کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے کہ ان پر آسف اور غم وارد ہوئے تھے۔ (ست بچن، صفحہ ۱۶۴)

۲۵..... چونکہ اس قصہ کے واقعات گوتم بدھ کے واقعات سے مشابہ ہیں اس لئے کچھ عیسائی کہتے ہیں کہ یوز آسف بھی گوتم بدھ کا دوسرا نام ہے۔ (ریویو صفحہ ۲۳۸ جون ۱۹۱۰ء)

۲۶..... واقعات کی مشابہت سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ دونوں اسم ایک شخص کے ہی ہوں۔ (ریویو صفحہ ۲۳۷ جون ۱۹۱۰ء)

۲۷..... اگر سری نگر میں گوتم بدھ کی قبر ہوتی تو دنیا کے کل بدھ مذہب کے پیرووں کا مرجع ہونا چاہئے تھی۔ (ریویو صفحہ ۲۳۸ جون ۱۹۱۰ء)

۲۸..... تبلیغ رسالت کے رو سے آپ کا پنجاب میں آنا ضروری تھا کیونکہ بنی اسرائیل کے دس فرقے تھے کہ جن کو انجیل میں اسرائیل کی گم شدہ بھیڑیں لکھا ہے، ان ملکوں میں آ گئے تھے جب تک ایسا نہ کرتے رسالت نا مکمل تھی۔ (مسیح ہندوستان میں، صفحہ ۹۱)

۲۹..... تاریخ طبری کے صفحہ ۳۹۷ میں ہے کہ مدینہ شریف کے پاس کوہ راس جماء پر ایک قبر

پائی گئی ہے جس پر یہ کتبہ لکھا ہوا تھا کہ ھذا قبر عیسیٰ ابن مریم اس روایت سے کم از کم وفات مسیح کا پتہ ضرور لگتا ہے خواہ کہیں مرا ہو۔ یہ قصہ ابن جریر نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے جو نہایت معتبر اور ائمہ حدیث میں سے ہے۔ (حاشیہ چشمہ معرفت، صفحہ ۲۵۰، وصل مصفی صفحہ ۵۱۹)

۳۰..... ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ آدم ہجرت کر کے ہند میں آئے تھے اسی طرح حضرت مسیح بھی یہیں ہجرت کر کے آئے تھے اور چونکہ مسیح موعود دونوں کا مثیل ہے اس لئے وہ بھی ہند میں ہی ہوا۔ (رسالہ تشحیذ از غلام رسول، صفحہ ۳۱)

۳۱..... لاکھوں نے دیکھ لیا کہ آپ کی قبر سری نگر میں موجود ہے جس جگہ آپ کو صلیب پر کھینچا گیا اس کا نام گلگت[1] یعنی سری اور سر ہے اور جس جگہ انیسویں صدی میں آپ کی قبر ثابت ہوئی اس کا نام بھی گلگت یعنی سری ہے معلوم ہوتا ہے کہ گلگت جو کشمیر میں موجود ہے یہ بھی سری کی طرف اشارہ ہے۔ غالباً یہ شہر حضرت مسیح کے وقت میں بنایا گیا ہے اور واقعہ صلیب کی یادگار مقامی کے طور پر اس کا نام گلگت یعنی سری رکھا گیا۔ (مسیح ہندوستان میں، صفحہ ۵۲)

۳۲..... اسلام کے تمام فرقے مانتے ہیں کہ حضرت مسیح میں دو ایسی باتیں جمع تھیں جو کسی دوسرے نبی میں نہ تھیں۔ اول کامل عمر یعنی ایک سو بیس (۱۲۰) برس زندہ رہنا۔ دوم دنیا کے اکثر حصوں کی سیاحت۔ اس لئے ان کو نبی سیاح کہتے تھے۔ رفع جسمانی تسلیم کیا جائے تو ایک سو بیس (۱۲۰) والی روایت صحیح نہیں رہتی اور نہ یہ ممکن ہوتا ہے کہ تینتیس (۳۳) سال میں انہوں نے دور دراز کے سفر کیے ہوں حالانکہ یہ روایتیں ایسی متواتر ہیں کہ ان سے بڑھ کر خیال نہیں کیا جا سکتا۔ کنز العمال ۲، صفحہ ۳۴ پر ہے کہ اُوحی من اللہ الی عیسیٰ انتقل من مکان لئلا تعرف فتوذی ایک مکان سے دوسرے مکان کو انتقال کرتا کہ تم کو شناخت کرنے سے دکھ نہ پہنچے۔ اور صفحہ ۲/۷۱ میں ہے کہ کان یسیح فاذا امسی اکل بقل الصحراء ویشرب الماء القراح۔ آپ دن بھر سیاحت کرتے تھے شام کو

[1] گلگتا کھوپری کی جگہ کو کہتے ہیں۔ (متی باب ۲۷)

گھاس وغیرہ کھالیتے اور پانی پیتے۔اور صفحہ۲/۵۱ میں ہے کہ احب شی الی اللّٰہ الغرباء.....الذین یفرون بدینھم ویجتمعون الی عیسی حضور ﷺ نے فرمایا کہ خدا کو وہ غریب بہت پیارے ہیں جو عیسیٰ مسیح کی طرح دین لے کر اپنے ملک سے بھاگتے ہیں۔(مسیح ہندوستان میں،صفحہ۵۳)

نوٹ: صحیح ترجمہ یوں ہے کہ (مسیح کے پاس جمع ہوتے تھے) مگر قادیانی عربی الگ ہے۔

۳۲.....سمی عیسٰی مسیحا لانّہ کان سائحا فی الارض لایستقر. آپ کو مسیح اس لئے کہا گیا کہ آپ ہمیشہ سیاحت میں رہتے تھے۔(مسیح ہندوستان میں،صفحہ۶۹)

۳۳.....نصیبین کو آپ نے اس لئے سفر کیا تاکہ فارس کی راہ سے افغانستان آئیں اور وہاں کے یہود کو جو افغان کے نام سے مشہور تھے۔تبلیغ کریں۔(حوالہ مذکور،صفحہ۶۷)

۳۴.....واقعہ صلیب سے چالیس روز تک آپ حواریوں سے ملتے رہے مگر خفیہ دروازے بند کر کے، کیونکہ افشاءراز کی ممانعت تھی اسی واسطے ان کو مصنوعی بات بنانی پڑی کہ وہ آسمان پر چلا گیا ہے اور بعض یہودیوں کی توجہ مصروف کرنے کی خاطر مصنوعی قبریں بنالیں تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ مسیح مر گئے ہیں اور تعاقب نہ کریں حالانکہ مسیح پہاڑ سے اتر کر کئی سو میل نصیبین کو چلے گئے تھے۔(مسل مصفّٰی صفحہ۱/۷۵) روضۃ الصفا میں ہے کہ آپ کے ہمراہ نصیبین میں آپ کی والدہ اور حواری بھی تھے (مریم، یعقوب، شمعون، توماں) یہ وہی تھوما حواری ہے کہ جس کے متعلق انسائیکلوپیڈیا ببلیکا میں لکھا ہے کہ وہ ہندوستان میں آیا تھا اس لئے ضروری ہے کہ کشمیر میں یوز آسف کا نام پانے والا حضرت یسوع آسف ہے نہ کوئی اور۔

(کشف الاسرار،صفحہ۳۸)

۳۵..... بلدہ قدس میں حضرت مسیح کی قبر ہے اس پر بڑا گرجا بنا ہوا ہے اسی میں حضرت مریم کی قبر بھی ہے۔(اتمام الحجہ از سعید طرابلسی،صفحہ۲۰)

۳۶.....معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم مسیح کے ساتھ ہی ممالک مشرقیہ میں آ گئیں تھیں کیونکہ ان کی قبر بھی ارض مقدس میں نہیں ہے.....مریم کی قبر کاشغر میں ہے۔(مسل مصفّٰی،صفحہ۱/۵۲۰)

۳۷.....شام سے نصیبین کو پھر وہاں سے کوہ مری اور عیسیٰ خیل گئے جن سے نشان ملتا ہے کہ اصل میں کوہ مریم تھا اور عیسیٰ کی جماعت یا اولاد وہاں موجود ہے اور ضرور ان سے آپ کو کچھ تعلق ہے۔(تنقید از غلام رسول،صفحہ۳۳)

۳۸.....مریم صدیقہ کشمیر میں اللہ ددی کے نام سے مشہور ہیں یہ لفظ عبرانی العماہ بمعنی جوان عورت کا بگڑا ہوا ہے۔(حاشیہ رسالہ اعجاز احمدی،صفحہ۱۵،از اسماعیل دہلوی)

۳۹.....تاریخ میں آیا ہے کہ یوز آسف شولاپت سے آیا تھا اصل میں شولابت ہے اور صلیب کا بگڑا ہوا ہے کیونکہ کشمیری میں صلیب کو صولیب کہتے ہیں ان کو بہت سمجھایا بھی مگر پھر بھی صولیب ہی کہتے ہیں۔(ریویو دسمبر۱۹۲۳ء)

۴۰.....کوئی تعجب نہیں کہ مرور زمانہ اور کثرت استعمال سے برتھوما حواری کا نام بگڑ کر بلوہر بن گیا ہو۔(کشف الاسرار از سید صادق حسین اٹاوی)

۴۱..... پکی روٹی میں لکھا ہے کہ مسیح کی عمر ایک سو تیس (۱۳۰) برس تھی۔صلیب کے بعد اگر زندہ نہ تھے تو یہ عمر کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟(ضمیمہ ظہور المسیح از ظہور الدین اکمل)

۴۲.....'ایسکول تے کچھ نہ پھول' پنجابی میں مشہور ضرب المثل ہے اس میں اشارہ ہے کہ ایسو (عیسیٰ) تو کول (پاس) ہی کشمیر میں مدفون ہیں۔زیادہ کرید کی کیا ضرورت ہے۔

(فاروق،صفحہ۱۱،۱۹۱۶ء)

۴۳..... ہر ایک نبی کے لئے ہجرت مسنون ہے۔مسیح نے بھی کہا ہے کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں۔مخالف یہ تو مانتے ہیں کہ مسیح نے سیاحت کی مگر جب کہا جاتا ہے کہ کشمیر بھی گئے تو انکار کر دیتے ہیں۔حالانکہ جب یہ مان لیا کہ عہد نبوت میں آپ نے سیاحت کی

تھی تو کیا کشمیر جانا حرام ہو گیا تھا۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ وہاں گئے ہوں اور وفات پائی ہو۔ پھر جب صلیبی واقعہ کے بعد آپ سیاحت کرتے رہے تو آسمان پر کب گئے؟ اس کا جواب نہیں بن پڑتا۔ (حاشیہ گولڑیہ صفحہ ۲۰)

۴۴..... ممکن ہے کہ کوئی شہزادہ بھی یوز آسف ہو جس کا نام مسیح کے نام پر رکھا گیا ہو جیسے داؤد، سلیمان وغیرہ نام بطور تفاؤل رکھے جاتے ہیں۔ (تحفہ ازغلام رسول صفحہ ۲۵)

۴۵..... لیڈی مسز فود کا قول ہے کہ ایک روایت ہے کہ مسیح خود بھی ہندوستان میں آئے تھے ممکن ہے کہ تھوما کا کام دیکھنے آئے ہوں کیونکہ وہ خود کہتا ہے کہ مسیح نے مجھے بھیجا تھا۔

(فاروق صفحہ ۵، ۲۷ اپریل ۱۹۱۹ء)

۴۶..... بعض مؤرخین کی رائے ہے کہ تھوما اور اس کے بعد بارتھولومیو ہندوستان میں آئے تھے ممکن ہے کہ بعض دیگر حواری بھی آئے ہوں کیونکہ مرقس نے بھی ایلچی بھیجے تھے۔

(فاروق صفحہ ۱۰، ۱۱ مئی ۱۹۱۹ء)

۴۷..... اگر یوز آسف کے واقعات گوتم کے واقعات سے ملتے ہوں تو اس سے ایک شخص کا ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ممکن ہے کہ جس طرح گوتم کو بدھ کا خطاب دیا گیا تھا اسی طرح حضرت مسیح کو بھی بدھ کا خطاب دیا گیا ہو۔ اس لئے کہ بدھ حکیم کو کہتے ہیں اور گوتم سے پہلے کئی بدھ ہو چکے تھے۔ (ریویو نومبر ۱۹۰۳ء، صفحہ ۴۲۷)

۴۸..... واقعہ صلیب کے بعد ہجرت کشمیر کے دلائل کتاب ''المسیح فی الہند'' میں یوں دیئے ہیں کہ پلاطوس نے یوسف نامی ایک معتبر رئیس خیر خواہ مسیح کو بلوا کر آپ کے مرنے سے پیشتر ہی لاش دیدی تھی۔ آپ ساری رات اپنی نجات کے لئے دعا مانگتے رہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ منظور نہ ہوئی ہو۔ کیونکہ آپ راستباز اور خدا کے بیٹے کہلاتے تھے۔ ''متی، باب ۲۳'' میں زکریا علیہ السلام کو آخری مقتول نبی لکھا ہے جو یہود نے قتل کیے تھے، نہ کہ مسیح علیہ السلام کو۔ اور ''باب

۲۶'' میں ہے کہ آپ واقعہ صلیب سے واپس آ کر یوروشلیم کی تباہی کے وقت ملے تھے اگر یہ واپسی ہجرت کشمیر کے بعد مراد نہ لی جائے تو ضروری ہے کہ یہ ملاقات روحانی ہو۔ کیونکہ کئی دفعہ زندہ کو عین بیداری کی حالت میں مردہ کا ملنا صوفیائے کرام کے تجربہ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ ایک حواری حضرت عمر کے زمانے میں لشکر اسلام کو ایک پہاڑ پر ملا تھا آپ کی پیشین گوئی تھی کہ میں دوسری دفعہ آؤں گا جس سے مراد صلیب کے بعد زندگی ہے۔ ''متی، باب ۲۴'' میں ہے کہ آپ بادل سے اتریں گے۔ اس سے مراد مسیح موعود ہے کیونکہ اس کے عہد میں وہ تمام علامات پائی گئی ہیں جو آپ نے ذکر کی تھیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ تمام قومیں چھاتی پیٹیں گی (تو یہ ظاہر ہے کہ مرزائی جماعت نے سب کو بیزار کر رکھا ہے) اور'' باب ۲۷'' میں ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد مردے قبروں سے نکل کر تصدیق مسیح کے لئے بیت المقدس میں آئے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ یہ ایک خواب تھا جس کی تعبیر یہ تھی کہ مسیح کو صلیب سے نجات ملی ہے۔ کیونکہ کتاب ''تعطیر الانام'' میں لکھا ہے کہ خواب میں مردہ نکلتا ہوا دکھائی دے تو قیدی کی رہائی ہوتی ہے۔ علاوہ بریں ہجرت کشمیر کی شہادت ملتی ہے مگر ہجرت سماوی کی عین شہادت نہیں ملی۔ آپ کا قول مشہور ہے کہ میں ہادی ہوں خدا سے محبت رکھتا ہوں۔ اس سے میں نے پاک پیدائش پائی ہے اور اس کا پیارا بیٹا ہوں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلیبی موت سے بچ کر کشمیر چلے گئے تھے ورنہ لعنت کی زد میں آ جاتے۔ ''متی، باب ۲۶'' میں ہے کہ آپ نے کہا جی اٹھنے کے بعد تم سے آگے جلیل کو جاؤں گا۔ مگر آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ آسمان پر جاؤں گا۔ برنباس حواری کی انجیل میں موت صلیبی سے بالکل انکار ہے اس انجیل کو اگرچہ یونہی باطل سمجھا گیا مگر تاریخی نکتۂ خیال سے دوسری اناجیل سے کم درجہ نہیں رکھتی اس لئے تاریخی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اناجیل میں ہے کہ آپ حواریوں سے ملے جب کہ وہ کچھ کھا رہے تھے اور اپنے زخم بھی دکھائے تو ان کو خیال ہوا کہ شاید یہ روحانی ملاقات ہے اس لئے آپ نے مچھلی اور شہد کھا کر یقین دلایا کہ آپ کی

زندگی واقعہ صلیب کے بعد جسمانی تھی ۔اس کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ قبر سے نکل کر آپ جلیل کو گئے تھے ۔قرائن بھی جسمانی حیات کے موجود ہیں کیونکہ جمعہ کے دن عصر کے قریب آپ کو صلیب دیا گیا مگر اس وقت تین گھنٹے طوفان باد اور زلزلہ آیا جس سے یہودی بے دل ہوگئے ۔اور اگلے دن عید فسح اور سبت اکبر کی تقریب تھی اس لئے وہ نہ چاہتے تھے کہ ہفتہ کی رات کو بھی کوئی مجرم صلیب پر رہے ۔دوسری طرف خیر خواہانِ مسیح تاک میں تھے کہ ان کو جلد ہی لاش مل جائے پلاطوس کی بیوی کو فرشتہ نے دھمکی بھی دی تھی کہ اگر مسیح صلیب پر مرجائیں گے تو تم تباہ ہو جاؤ گے ۔تو بیوی کے کہنے پر پلاطوس بھی آپ کو بچانے کی دھن میں لگا ہوا تھا ۔حسن قسمت سے یوسف ارمتیا یہودی نے وہ لاش مانگی تو اسے فوراً یہ کہہ کر دی گئی کہ وہ تو مر ہی گیا ہوگا یہود نے بھی اپنی افراتفری میں زیادہ کرید نہیں کی کہ آپ نیم مردہ تھے ۔تو آپ کے خیر خواہوں نے ایک کھڑکی دار قبر میں (جو بلاد شام کے دستور کے مطابق ایک ہوادار کمرہ کی صورت میں سب کے لئے پہلے ہی تیار کی جاتی ہے) لے گئے ۔کشمیر کی قبر بھی کھڑکی دار ہے ۔ایک اور قرینہ یہ ہے کہ آپ کے ساتھ چور بھی صلیب پر لٹکائے گئے تھے مگر ان کی ٹانگیں اور پسلیاں توڑ کر ہلاک کر دیا گیا تھا لیکن مسیح علیہ السلام کے پہلو میں برچھی مار کر خون اور پانی دیکھ کر بھی کہہ دیا کہ یہ مر گیا ہے اس لئے آپ کی ٹانگیں نہ توڑیں اور صحیح سلامت صلیب سے اتار لیا اور وہ صلیب بھی آجکل کی پھانسی کی طرح نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ ایک ٹکٹکی کی شکل کی لکڑی ہوتی تھی (✝) جس پر آدمی کو کیلوں سے باندھ دیا جاتا تھا (☩) ہاتھ پاؤں میں میخوں کے ٹھونکنے سے گو تکلیف تو بہت ہوتی تھی مگر دو تین روز تک جان نہیں نکلتی تھی ۔ اس لئے آپ کا صلیب پر لٹکایا جانا تین گھنٹہ سے زیادہ ثابت نہیں ہوا ۔اسی طرح اس کتاب کے باب ۲ میں لکھا ہے کہ ﴿شُبِّهَ لَهُمْ﴾ کا یہ مطلب ہے کہ واقعہ صلیب کے وقت زلزلہ اور طوفان باد سے یہودیوں کی اپنی بدھ ماری گئی تھی اس لئے وہ شناخت نہ کر سکے کہ واقعی مسیح فوت ہو چکے ہیں اور سطحی تحقیق پر ہی یقین کر لیا کہ آپ مر ہی گئے ہوں گے ﴿وَجِيْهًا فِي

الدُّنْيَا﴾ میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کشمیر میں واقعہ صلیب کے بعد آئے اور یہودی دس قوموں میں اعزاز حاصل کیا اور آپ کی تصویر سکہ پر بھی دکھائی گئی ورنہ ملک شام میں آپ کو دنیاوی وجاہت حاصل نہ تھی ﴿مُطَهِّرُكَ﴾ میں یہ اشارہ ہے کہ یہودی آپ کو صلیبی موت سے ملعون کرنا چاہتے تھے مگر خدا نے حکمت عملی سے آپ کو بچا کر کشمیر بھیج دیا کیونکہ روایات سے ثابت ہے کہ آپ کی عمر ایک سو پچیس (۱۲۵) برس تھی اگر یہ ہجرت نہ مانی جائے تو یہ روایت جو بہت ہی متواتر ہے، جھوٹی ثابت ہوگی کیونکہ واقعہ صلیب کے وقت آپ کی عمر صرف تینتیس (۳۳) برس تھی ۔یہ بھی وارد ہے کہ آپ کو وحی ہوئی تھی کہ انتقل من مکان الی مکان آخر آپ شام چھوڑ کر کشمیر کو چلے جائیں ۔مرہم عیسیٰ جو خاص واقعہ صلیب کے بعد آپ کو چنگا کرنے کے لئے بذریعہ وحی حواریوں نے ایک ایک دوا تجویز کر کے بنائی تھی چالیس روز تک برابر استعمال کرنے سے تمام زخم درست ہوگئے تھے اس کی تصدیق یونانی کتب طب میں موجود ہے اور ان میں یہ نسخہ بطور کتبہ کے نقل کیا ہے اور صاف لکھ دیا ہے کہ مسیح کے لئے تیار ہوئی تھی اور یہ خیال کرنا درست نہیں کہ شاید واقعہ صلیب سے پہلے کسی اور موقع پر آپ کو چوٹ لگی تھی تو حواریوں نے تیار کی تھی کیونکہ واقعہ صلیب سے پہلے کسی تاریخ میں آپ کی چوٹ کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی نبوت سے پہلے بھی آپ کے حواری تھے ۔یہ مرہم لوگوں نے مذہب سے غافل ہو کر اپنی اپنی کتابوں میں نقل کی مگر تاریخی فائدہ اٹھانے سے محروم رہے کیونکہ خدا کی تقدیر میں اس سے فائدہ اٹھانا مسیح موعود کے لئے مخزون تھا حالانکہ یہ مرہم کم از کم ہزار کتب طب میں لکھی جا چکی ہے۔

آخری باب میں لکھا ہے کہ گوتموان کہتا تھا کہ میں پچیسواں (۲۵) بدھ ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدھ بانی مذہب کا تشریفی خطاب ہوتا تھا اس لئے جنہوں نے یوز آسف اور یسوع کو بدھ قرار دیا ہے، صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ بدھ مذہب میں آپ کو قیا گورا

(مسیح سپید رنگ) مشیخ (مسیح) راحوتا (روح اللہ) لکھا ہے۔ آپ بدھ کے چھٹے مرید تھے یعنی چھ سو (۶۰۰) سال بعد پیدا ہوئے گویا آپ بدھ کے بروز تھے کیونکہ انجیل میں تناسخ تین قسم کا لکھا ہے کہ انسان، انسان رہے یا دوسری جون میں انسان کے آثار اس میں پائے جائیں یا تمام جنم بھوگنے کے بعد پھر انسان کی جون میں آئے۔ اس لئے پہلی قسم کا تناسخ بروز ہوگا کیونکہ آپ نے بدھ کے خواص حاصل کیے تھے تعلیم بھی تقریباً اسی کی طرح تھی اور پیدائش بھی بغیر باپ کے اسی کی طرز پر تھی بال بچے اور ماں کی خبر گیری سے دونوں بے نیاز تھے بہر حال بدھ مذہب اور نصرانیت ایک ہی ہیں اور تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت خالد بن ولید کے داخلہ سے پہلے تمام افغانستان یہودی تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ضرور کشمیر میں آئے اور انہوں نے اسرائیلی اقوام کو تبلیغ کی۔

۲.....ہجرت کشمیر پر ایک لمحہ نظریہ

یہاں پر مرزائی خیالات کے باہمی تضاد کو نظر انداز کر کے یہ خلاصہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام تینتیس (۳۳) برس کی عمر میں عصر جمعہ کو مصلوب ہوئے تین گھنٹہ کے بعد نیم مردہ اتار لئے گئے اور ایک زمین دوز سرد خانہ میں چالیس (۴۰) روز تک مرہم عیسیٰ سے چنگے ہو کر دجلہ وفرات کے درمیانی فاصلہ کو کاٹتے ہوئے فارس اور کابل پہنچے پھر افغانستان میں شادی کی، بچے پیدا ہوئے تو وہاں سے چل دیئے اور پشاور پہنچ کر ہندوستان کے مشہور مقامات بنارس، ارجن گڑھ اور جگن ناتھ وغیرہ مقامات میں تشریف فرما ہوئے۔ اور وہاں پھرتے پھراتے کشمیر میں ستاسی (۸۷) سال گذار کر وفات پائی اور محلہ خانیار سری نگر میں آپ کا مقبرہ تیار ہوا جس میں اب تک دو قبریں موجود ہیں اور روبقبلہ دونو شمالاً وجنوباً واقع ہیں۔ خلیفہ نور الدین صاحب کا بیان ہے کہ قبر کا رخ بیت المقدس کی طرف ہے شاید قبر کا سر

مار دیا ہوگا۔ پہلی قبر پنجرہ چوبین کے اندر شمالی طرف روبقبلہ ہے۔ اور دوسری قبر اسی لائن میں پائنتی کی طرف پہلی کی طرح روبقبلہ ہے مگر پہلی سے چھوٹی ہے۔ پہلی قبر یقیناً یوز آسف کی ہے شہزادہ اور عیسیٰ بھی کہتے ہیں۔ دوسری قبر حضرت مریم کی ہے یا سید نصیر الدین مرحوم کی۔ اس پنجرہ کو جنوب کی طرف سے دروازہ رکھا گیا ہے جو عموماً بند رہتا ہے اور پنجرہ کے چاروں طرف مطاف اور پھرنے کی جگہ ہے جیسے کہ عام مزاروں کے ارد گرد ہوتی ہے مگر یہ مطاف بھی مسقف ہے اور اس کی مغربی دیوار میں جنوب ومغرب کے کونے میں اب تک ایک سوراخ موجود ہے جس سے پہلے زمانہ میں خوشبو آتی تھی اور خیال کیا گیا تھا کہ اس میں ایک خزانہ بھی مدفون ہے۔
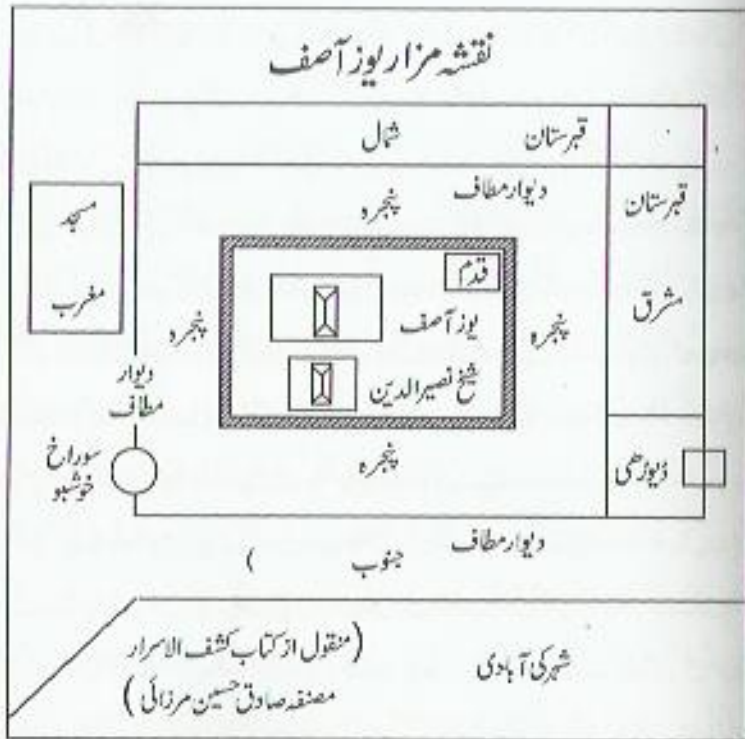
اس تھیوری (نظریہ) پر یہ شکوک پیدا ہوتے ہیں کہ

۱...... مسیح علیہ السلام کی عمر واقعہ صلیب کے وقت تینتیس (۳۳) برس بتا کر قیام کشمیر کی مدت عمر ستاسی (۸۷) سال بتائی جاتی ہے تاکہ دونو عمریں مل کر ایک سو بیس (۱۲۰) سال کی عمر مکمل کریں مگر یہ نہیں بتایا گیا کہ آپ نے جلیل سے پشاور تک ہزار کوس سے زیادہ کا فاصلہ کتنی مدت میں طے کیا تھا۔ اور وہاں سے ہندوں کے مقامات ومعابد کو جاتے ہوئے کو نسا راستہ اختیار کیا تھا اور تقریباً دو ہزار کوس کا چکر کاٹ کر کشمیر میں کس سال اور کس تاریخ کو داخل ہوئے تھے؟

۲...... وہ مدت اقامت بھی متعین نہیں کی گئی جو آپ نے افغانستان میں خانہ آبادی کیلئے گذاری تھی غالباً تیس چالیس برس سے وہ بھی زائد عمر ہوگی کیونکہ عیسیٰ خیل قوم کا وہاں آج تک موجود رہنا ایک پوری زندگی کا مقتضی ہے۔ ورنہ صرف چند سال سے قوم کا آغاز نہیں ہوسکتا۔

۳...... تین ہزار میل کا سفر اور قیام افغانستان کی مدت کیلئے کم از کم دس سال تجویز کئے جائیں تو قیام کشمیر کی مدت ستتر (۷۷) سال رہ جاتی ہے اور اگر روسی انجیل کے مطابق تعلیم وید اور تبلیغ کیلئے بھی الگ وقت نکالا جائے تو دس سال اور کم ہو جائیں گے اور قیام کشمیر کی مدت صرف ساٹھ (۶۰) اور چھیاسٹھ (۶۶) سال کے درمیان رہ جاتی ہے اس لئے یقینی طور پر قیام کشمیر کو ستاسی (۸۷) سال قرار دینا قرین قیاس نہیں ہے۔

۴...... ایک اولوالعزم نبی اس تھیوری کے مطابق کشمیر میں پورے ستاسی (۸۷) سال روپوش ہو کر رہتا ہے اور کوئی ایک کشمیری یا افغان عیسائی مذہب قبول نہیں کرتا اور ملک شام میں تو تین سالہ تبلیغ نے تمام ملک کو عیسائیت کا گرویدہ کر لیا تھا مگر یہاں نہ کشمیر میں کسی گرجا کا نشان پایا جاتا ہے، نہ کوئی ہیکل ہے اور نہ کوئی صلیبی نشان یا صلیبی تعلیم موجود ہے۔ اگر کہا

جائے کہ آپ نے پوری پوری تبلیغ سے کام لیا تھا اور راجہ کو عیسائی بنایا تھا جس نے آپ کی تصویر اپنے سکہ پر چھپوائی تھی تو یہ شبہ اور بھی زوردار ہو جاتا ہے کہ جس نبی کو شاہانہ قوت حاصل ہو اور تبلیغ رسالت میں ناکام رہے۔ بہت ہی تعجب انگیز امر ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تھیوری صرف خیالی امور پر مبنی ہے اور بس۔

۵...... ہمیں کہا جاتا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے افغانستان کو اپنے زمانہ میں یہودی پایا تھا۔ اگر اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کا مذہب اب تک یہودی تھا تو حضرت مسیح کی تبلیغی کوشش کو ناکام تصور کرنا پڑتا ہے اور اگر یہ مراد ہو کہ گو وہ لوگ مذہب کی رو سے یہودی نہ تھے مگر قومیت کی رو سے یہودی ضرور کہلاتے تھے تو ایک اور مشکل آپڑتی ہے کہ کم از کم عیسیٰ خیل کو تو اس عنوان سے خالی ضرور ہونا چاہیے تھا کیونکہ وہ تو آپ کی صلبی اولاد تھی اور آپ یہودی مشہور نہ تھے۔

۶...... ایک اور بھی مشکل آپڑتی ہے کہ جب حیات مسیح کے قائل یوں کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے نازل ہو کر تبلیغ اسلام میں مصروف ہوں گے تو شروع میں گو لڑائیاں ہوں گی مگر بعد میں امن قائم ہوگا اور دنیا میں صرف ایک ہی مذہب رہ جائے گا اور یہود ونصاریٰ تمام کے تمام مسلمان ہو جائیں گے تو ان پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ عقیدہ آیات قرآنیہ کے سراسر خلاف ہے کیونکہ قرآن شریف میں صاف مذکور ہے کہ ﴿اَلْقَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ﴾ ہم نے یہود ونصاریٰ کے درمیان قیامت تک دشمنی ڈالدی ہے۔ پس اگر وہ سارے مسلمان ہوں گے تو ان کو یہود ونصاریٰ کیسے کہہ سکیں گے؟ کیونکہ یہ دونوں عنوان مذہبی ہیں اور ان کا قیام ان کے مذاہب کا قیام ہے۔ مگر اس سوال وجواب کے بعد ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا افغانستان اور بالخصوص عیسیٰ خیل باوجود عیسائی ہونے کے یہودی کہلاتے تھے؟ نہیں تو پھر یہ لفظ مذہبی عنوان نہیں رہ سکتا اور اگر یوں

کہا جائے کہ آپ نے تبلیغی جدوجہد بالکل ترک کردی تھی یہاں تک کہ اپنی اولاد کو بھی عیسائی نہ بنا سکے تو یہ الزام پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ سچے نبی تھے تو آپ نے کوتاہی کیوں کی اور اگر آپ کی وعظ سے کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوا تو آپ کی صداقت مخدوش ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جب نبی کا مقابلہ یا انکار کیا جاتا ہے تو منکرین کا وجود اپنی حالت پر قائم نہیں رہتا۔

۷..... ہندوستان میں آپ نے دو ہزار میل کا چکر لگا کر تبلیغ کی اور ایک بھی عیسائی نہ ہوا اور بغیر فیصلہ آسمانی کے یہاں کشمیر میں آ چھپے، تو آپ کی صداقت کیسے ثابت ہوگی اور ناکامی کا دھبہ آپ کی سوانح سے کیسے اٹھ سکے گا کیونکہ سچے اور جھوٹے کا معیار قادیانی تعلیم کی رو سے کامیابی اور ناکامی پر مبنی ہوتا ہے۔

۸..... ہمیں یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اسرائیلی قبائل کی جستجو میں یہاں آئے تھے۔ اور اسی بناء پر آپ کو عبرانی زبان میں آسف (متلاشی) کہا گیا تھا۔ مگر صرف کشمیر اور افغانستان میں گو کمزور دلائل سے یہودی قوم بتائی جاتی ہے لیکن جگن ناتھ اور بنارس میں یہودی قوم کا ایک فرد بشر بھی ثابت نہیں کیا جاتا تو پھر کیوں منوایا جاتا ہے کہ آپ غیر اقوام کی طرف سینکڑوں میل کا چکر کاٹ کر گئے تھے اور خواہ مخواہ بے فائدہ تبلیغ کرتے رہے۔ بالخصوص جبکہ ابھی تک یہودی کشمیر میں تبلیغ کے محتاج تھے اور آپ کو وہاں جا کر تبلیغ کرنا فرض کیا گیا تھا تو ایک فرض تبلیغ کو چھوڑ کر زائد تبلیغ کی طرف قدم اٹھانا ایک صاحب شریعت نبی کی شان کے شایاں معلوم نہیں ہوتا۔

۹..... بارگاہ الٰہی میں حضرت مسیح کا اظہار بیان یوں مذکور ہے کہ ﴿كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّادُمْتُ فِيْهِمْ﴾ جب تک میں بنی اسرائیل میں دیکھ بھال کرتا رہا کسی نے میرے سامنے اظہار شرک نہیں کیا تھا۔ اب یہودی تین قسم کے بتائے جاتے ہیں شامی، کشمیری، اور افغانی

مگر یہ نہیں بتایا جاتا کہ آپ نے اپنے اس بیان میں کون سے یہودی مراد لئے ہیں۔ کشمیری اور افغانی یہودیوں میں جب آپ کی تبلیغ کا کوئی سچا اور پختہ ثبوت نہیں ملتا تو ظاہر ہے کہ اس آیت میں شامی یہودی ہی مراد ہوں گے اور یہ ماننا پڑے گا کہ آپ کی ساری تبلیغ وہیں منحصر تھی، نہ کشمیر میں تھی اور نہ افغانستان یا بنارس میں۔ بالخصوص بناری تبلیغ کا تو بالکل پتہ ہی نہیں چلتا کیونکہ ان اطراف میں کوئی یہودی ثابت نہیں کیا گیا۔ اگر یہ عذر کیا جائے کہ یہ جواب آپ کی تبلیغی عمر کے تمام حصوں سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ صرف اس حصہ سے تعلق رکھتا ہے جو آپ نے خاص شامی یہودیوں میں بسر کی تھی تو حیات مسیح کا دروازہ بالکل کھل جاتا ہے کیونکہ وہ صرف اسی اصول پر بند تھا کہ آپ ساری تبلیغی عمر میں یہودیوں سے باخبر رہے تھے۔

۱۰..... آیت متذکرہ بالا کے ماقبل و مابعد ملانے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جن یہودیوں میں آپ کا دوام عمر اور بقا رہا انہی میں ہی تَوَفّی ہوئی یعنی شام کے یہودیوں میں آپ نے تبلیغی عمر بسر کی اور ان ہی میں تَوَفّی کا واقعہ پیش آیا مگر اس تھیوری نے اس آیت کو ایسا بے لطف کر دیا ہے کہ دوام عمر کی جگہ تو شام میں معین کی ہے اور تَوَفّی کشمیر کے فرضی یہودیوں میں مقرر کر ڈالی ہے حالانکہ قرآن شریف میں نہ افغانی یہودیوں کا کوئی ذکر ہے اور نہ کشمیری یہودیوں کا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تھیوری معقولیت سے بھی بالکل خالی ہے۔

۱۱..... آیت شریف ﴿اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ﴾ (الآیہ) میں بھی ترتیب مضمون کی رہنمائی کے ماتحت یہ کہنا پڑتا ہے کہ تَوَفّی، رفع اور تطہیر کا ایک ہی مقام ہے کیونکہ مرزائی تعلیم ہمیں یہ بتاتی ہے کہ شام کے یہودیوں نے آپ کو صلیب پر کھینچ کے ملعون ثابت کرنا چاہا تھا مگر خدا نے اپنی حکمت عملی سے آپ کو اس لعنت سے بچا لیا۔ اب رفع روحانی اور تَوَفّی بھی اگر ان ہی مخالفوں کے سامنے ہوتی تو ان پر اتمام حجت ہو سکتی تھی

کہ یہ تو جس کو تم ملعون ثابت کرتے تھے، دیکھو اس کا رفع روحانی بذریعہ موت جسمانی ہو رہا ہے۔ مگر حیرت ہے کہ آپ کو روپوش کر کے کس مپرسی کے عالم میں کشمیر پہنچایا جاتا ہے اور مطلقاً مخالفین کو اطلاع نہیں دی جاتی کہ کشمیر میں آپ کی رفعت روحانی قرار پائی ہے تو اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا نکل سکتا ہے کہ یہودیوں کو اگر کہا جائے کہ آپ کی رفعت روحانی کشمیر میں ہو چکی ہے تو وہ صاف کہیں گے کہ تم میں شئے لطیف کی بہت کمی ہے۔

۱۲..... یہ تھیوری اس لئے بھی غلط ہے کہ کبھی تو یوں کہا جاتا ہے کہ مسیح کی اولاد نہ تھی اور کبھی کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ خیل آپ کی اولاد ہیں اور کبھی کہا جاتا ہے کہ والدہ سے آپ کو نفرت تھی اور اسے کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ دیا تھا اور کبھی کہا جاتا ہے کہ نہیں نہیں وہ بھی کشمیر میں آپ کے ہمراہ تھیں اور شیخ نصیر الدین کی قبر کو مریم کی قبر قرار دیا جاتا ہے۔

۱۳..... مرہم عیسیٰ کو واقعہ صلیب کے بعد صحت جسمانی اور حیات جسمانی کی دلیل بتایا جاتا ہے حالانکہ یہ مرہم ضربہ سقطہ اور ناصور وطاعون کیلئے بنائی گئی ہے مخصوص طور پر زخموں کیلئے نہیں بنائی جاتی۔ تو کیا حضرت مسیح کو واقعہ صلیب کے بعد قبر نما سردخانہ میں طاعون بھی ہوا تھا، یا ناصور بھی پڑ گئے تھے، کہیں سے گر بھی پڑے تھے یا کہیں چوٹ بھی لگی تھی؟! اگر زخموں کے لئے بنانا اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت مسیح کو صلیبی زخم ہوئے تھے تو یہ بھی امکان ہوگا کہ دوسری بیماریاں بھی آپ کو ہوئی ہوں گی۔ اس اُصول کے مطابق یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ جبرئیل بھی ایک دفعہ بیمار ہوئے تھے کہ طب کی کتابوں میں دواء جبرئیل بھی مشہور نسخہ ہے۔ **نمک سلیمانی** بھی حضرت سلیمان علیہ السلام نے شاید بنایا تھا؟ ایک دوائی کا نام **یداللہ** ہے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ خدا کا ہاتھ دوائیوں کا بنا ہوا ہے۔ **شراب الصالحین** ایک شربت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صالحین شراب بھی پیا کرتے تھے۔ کتاب ''ضربیت عیسوی'' میں لکھا ہے کہ اس کا نام صرف مرہم عیسیٰ نہیں ہے بلکہ اسے **مرھم رسل، مرھم سلیخا،**

مرھم حوارین، مرھم مندیا، مرھم زھرہ، مرھم اثنا عشری بھی کہتے ہیں۔ یونانی زبان میں اسے ڈوویکافارمیکم کہتے ہیں یعنی بارہ دوائیں (موم سپید، راتینج اثق، زراوند طویل، کندر، جاؤشیر، مرکی، بیروزہ، مقل مرد وسنگ، روغن زیت، زنگار) مگر اس وجہ تسمیہ میں زخم مسیح کا کوئی ذکر نہیں۔ غالباً بعد میں جب دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے تو اس کا تقدس بڑھانے کیلئے مجوسیوں نے تو اسے مرہم زھرہ کہہ دیا، نہ اس لئے کہ زہرہ ستارہ کو بھی کبھی زخم ہوا تھا بلکہ اس لئے کہ وہ اس کی پرستش کرتے تھے اور یہ عادت ہے کہ بہت مفید اور کامل الاجزاء چیز کو اپنے معبود یا کسی بزرگ کی طرف منسوب کر دیا کرتے ہیں۔ اسی بناء پر حضرات شیعہ نے اسے مرہم اثنا عشری کا لقب دے کر تصور دلایا ہے کہ گویا ائمہ اہل بیت کے بارہ اماموں کا فرمودہ ہے حالانکہ بارھویں امام کا ظہور ابھی تک زیر بحث ہے۔ عیسائیوں نے اس کو بارہ رسولوں کی طرف منسوب کر دیا۔ لیکن باوجود اس ''مقدس وجہ تسمیہ'' کے یہ لفظ کسی نے نہیں لکھے کہ خاص طور پر ''واقعہ صلیب کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام پر یہ مرہم استعمال کی گئی تھی جب کہ آپ کو صلیب پر میخوں سے زخم آئے تھے''۔ اور طبی نکتہ نگاہ سے اگر دیکھا جائے تو یہ مرہم اس جگہ استعمال کی جاتی ہے کہ جب پھوڑے پھنسی گندے مواد سے بھر جائیں۔ نہ ان تازہ زخموں کیلئے جو ابھی پیدا ہوئے ہوں۔ ہاں ضربہ سقطہ کیلئے کارآمد ہے مگر لوہے سے جو زخم آئے ہوں اور ان میں ضربہ سقطہ کے آثار نہ ہوں ان کے واسطے یہ مرہم مخصوص نہیں ہے اس لئے اس مرہم کو ہجرت کشمیر پر دلیل پیش کرنا قابل اعتبار نہ ہوگا۔

۱۴..... مرزائی تعلیم میں جب معجزات عیسویہ کو عمل بالید، عمل ترب اور دوائیوں یا خاص خاص چشموں کے پانیوں کی تاثیرات پر مبنی کیا گیا ہے تو صاف یوں کیوں نہیں کہہ دیا جاتا کہ حواریوں کے پاس یہ مرہم ہر وقت تیار رہتی تھی، جس سے اعجاز نمائی کے طور پر پھوڑے

پھنسیوں کو اچھا کردیا کرتے تھے مگر چونکہ ہجرت کشمیر ثابت کرنا تھا، اپنا مذہبی اصول چھوڑ کر بات کا بتنگڑ بنادیا اور اخیر میں لکھ دیا کہ لوگوں نے گو اسے مرہم عیسیٰ علیہ السلام تسلیم کیا ہے مگر اس سے تاریخی فائدہ نہیں اٹھایا۔ مگر مخالف کہہ سکتا ہے کہ

ع سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست

جناب نے جو تاریخی فائدہ اٹھایا ہے وہ سب خیالی ہے اور واقعات اسکی سخت تردید کررہے ہیں۔ اگر ایسے وہمی مواد کو کچھ وقعت دیجا سکتی ہے تو ہندوستان و پنجاب میں مکہ، مدینہ مہدی آباد، مصطفےٰ آباد، محمدی پور وغیرہ بہت سے مقامات موجود ہیں۔ معلوم نہیں کہ قادیانی موشگافی یہاں پر کیا کیا گل کھلاتی ہوگی خصوصاً شیعہ آبادی میں جب ائمہ اہلبیت کے نام پر بارہ بستیوں کے نام ائمہ اطہار سے منسوب پائیں گے تو اور بھی ان کیلئے موقعہ حاصل ہوگا کہ کہہ دیں کہ بارہ اماموں کی اصل جگہ یہی بستیاں ہیں، یا کم از کم یہاں بروز ضرور ہوا ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ان کے اس طرح کے نام مشہور ہوں۔ گویا مرزائی تعلیم میں ہر ایک چیز کی وجہ تسمیہ میں ضرور واقعات مسیح سے کچھ نہ کچھ تعلق ہوتا ہے۔

(بہت خوب)

۱۵..... چونکہ یہ نظریہ اسلام کی مسلسل تعلیم کے خلاف ہے اس لئے قابل التفات ہیں، اور جو اسلامی ثبوت پیش کئے جاتے ہیں ان میں قطع و برید کی گئی ہے۔ چنانچہ اکمال الدین ایک شیعہ مذہب کی مسئلہ ''غیبوبۃ'' پر کتاب لکھی گئی ہے اور انبیاء وائمہ علیہم السلام کے حالات و اقوال سے یہ مسئلہ ثابت کیا گیا ہے مگر مرزائی تعلیم میں اس کو کتاب ''یوز آسف'' کا ترجمہ صرف اس بناء پر بتایا جاتا ہے کہ اس میں چند اوراق کے ذریعے حکیم بلوہر کے نصائح بھی درج ہیں۔ اسی طرح ''روضۃ الصفاء'' ایک مسلمہ اور مذہبی تاریخ ہے اس میں واقعہ صلیب سے اول کے حالات متعلقہ مسیح کا ذکر ہے۔ مگر اس نظریہ میں اس کو تبدیل کرکے واقعہ بعد صلیب

قرار دیا گیا ہے علیٰ ہذا القیاس۔ اکمال الدین میں شہزادہ یوز آسف کے تفصیلی سوانح حیات قلمبند کرتے ہوئے مصنف نے اس کے باپ کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ شہزادہ ایک دفعہ اپنے ملک میں خدارسیدہ ہوکر واپس بھی گیا تھا اور والدین نے بہت خوشی منائی تھی مگر یہ تبلیغ کرتے ہوئے پھر اپنے ملک سے چلا آیا تھا اور کشمیر میں آکر گوشہ نشین ہوا۔ اور یابد شاگرد کو وصیت کرکے وفات پائی۔ بہر حال ''یوز آسف'' کی تاریخ میں واقعہ صلیب کا ذرہ بھر بھی ذکر نہیں اور نہ ہی یہ ذکر ہے کہ کوئی قوم اس کو گرفتار کرکے سلطان وقت کے دربار میں بغاوت کے الزام میں لے گئی تھی۔ لیکن مرزائی تعلیم نے اس تاریخی واقعہ کو اس طرح تبدیل کردیا ہے کہ اس کا سر اور پاؤں دونوں کاٹ کر درمیانی حصہ مسیح پر چسپاں کرکے دکھلا دیا ہے کہ یوز آسف یسوع بن یوسف ہی تھا۔ وہمی بیانات کو یقینی اصول وعقائد کی صف میں کھڑا کرنے میں کمال جرأت سے کام لیا ہے۔ اس لئے محققین کی نظر میں یہ نظریہ گناہ عظیم کا ارتکاب ثابت ہوا ہے۔

۱۶.....اس نظریہ میں کچھ معقولیت بھی نہیں ہے کیونکہ یہ قرین قیاس بھی نہیں ہوسکتا کہ مسیح علیہ السلام واقعہ صلیب کے بعد قبر نما سرد خانہ میں چالیس روز تک زیر علاج رہیں اور بارہ حواری جمع ہوکر کمال اطمینان کے ساتھ ایک مرہم عیسیٰ علیہ السلام بھی تیار کریں اور باقاعدہ تیمارداری میں لگے رہیں مگر یہودیوں کو ذرا بھی اطلاع نہ ہوئی ہو۔ اور ایک روایت کی رو سے حضرت مسیح تیسرے روز جلیل تک سفر بھی کرکے واپس آگئے ہوں لیکن یہودی ایسے اندھے اور بہرے ہوگئے ہوں کہ ان کو حواریوں کا اجتماع نظر آیا تھا اور نہ ان کو حضرت کے متعلق کوئی واقعہ سنائی دیا۔ سب سے بڑھ کر اس نظریہ میں یہ نامعقولیت بھی ہے کہ خواہ مخواہ حضرت کو تکلیف دی گئی ہے کہ بنارس تک تین ہزار کوس کا دور دراز سفر کاٹ کر پھر واپس تشریف لائیں۔ یہاں قدرۃً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بنارس کیوں گئے تھے؟ اگر وید سیکھنے

گئے تھے تو انجیل کلام الٰہی تسلیم نہیں کی جاسکتی اور اگر تبلیغ کیلئے گئے تھے تو بنارس میں یہودی قوم کا وجود ثابت کرنا پڑتا ہے، جو بالکل ناممکن ہے۔ایک نامعقولیت ادنیٰ غور کے بعد بھی معلوم ہوسکتی ہے کہ آج سے انیس سو سال قبل ہندوستان میں نہ امن تھا، نہ سڑکیں تھیں، نہ اس قدر گنجان آبادی تھی اور نہ خورد و نوش کا سامان مہیا کرنے کے وسائل حاصل تھے ان دنوں ایک سو میل طے کرنا بڑا مشکل ہوتا تھا تو آپ نے کس طرح پانچ ہزار میل کا سفر طے کرلیا تھا، اپنے آپ کو پنجاب کے دریاؤں اور جنگلوں سے کیسے پار اتارا تھا اور اپنے چار شاگردوں اور اپنی والدہ کو کیسے امن کے ساتھ بنارس تک پہنچایا تھا۔ بہرحال ہمیں یہ نہیں بتایا جاتا کہ یہ واقعہ کیسے ہوا؟

۱۷..... جب یوں کہا جاتا ہے کہ یوز آسف مہاتما بدھ اور یسوع ایک شخص کے نام ثابت ہوتے ہیں اسلئے قبر مہاتما بدھ کی ہے جو بگڑ کر یوز آسف کی قبر مشہور ہوگئی ہے ورنہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر نہیں ہے۔ تو جواب دیا جاتا ہے کہ اگر بدھ کی قبر ہوتی تو آج بدھ مذہب کے ماننے والوں کا اس پر قبضہ ہوتا اور ساری دنیا کے بدھ اس پر جمع ہوا کرتے، مگر یہ خیال نہیں کیا کہ اگر یہی قبر مسیح علیہ السلام کی ہوتی تو سارے عیسائی دنیا اس پر الٹ کر آجاتی اور اس کو موجودہ حالت میں شکستہ و ویران نہ چھوڑتی، اور کبھی یوں جواب دیا جاتا ہے کہ گو بدھ اور مسیح کی تعلیم میں مشابہت ہے مگر اس مشابہت سے دو شخص ایک آدمی نہیں بن سکتے۔ ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں کہ گو یوز آسف اور حضرت مسیح کے سوانح حیات کچھ کچھ آپس میں ملتے جلتے ہیں مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دو شخص سے ایک آدمی بن جاتا ہے بلکہ یہ صرف توہمات ہیں جن سے کوئی صحیح نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا۔

۱۸..... صرف ''نبی'' کے لفظ سے ثابت کیا جاتا ہے کہ یہ قبر حضرت مسیح کی تھی کیونکہ یہ لفظ یا مسلمانوں میں مروج ہے اور یا یہودیوں اور عیسائیوں میں۔ اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ اگر

صاحب قبر اسلام سے پہلے ہوچکا ہے تو ضرور بنی اسرائیلی ہوگا مگر بحث تو اس میں ہے کہ کشمیریوں نے اس کو نبی کیوں کہا گیا؟ کشمیری زبان بھی عربی یا عبرانی کی ایک قسم ہے تاکہ کہا جاسکے کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے سوا یہ لفظ استعمال نہیں ہوتا، بلکہ غور سے اگر دیکھا جائے تو کشمیری زبان فارسی زبان کی تبدیل شدہ صورت ہے اور فارس و ایران میں زرتشت کو نبی مانا جاتا تھا اور اب بھی مرزائی تعلیم میں اسے نبی کا خطاب دیا جارہا ہے۔ حالانکہ زرتشت نہ مسلمان تھا اور نہ یہودی یا عیسائی، بلکہ ایک مستقل مذہب کا مالک تھا اس لئے یہ ثبوت بھی کمزور ہوجاتا ہے۔ اس کے علاوہ ممکن ہے کہ اسلامی تاثرات سے پہلے یوز آسف کے ساتھ رشی کا لفظ شامل کیا گیا ہے ہو جس کا ترجمہ نبی گھڑ لیا گیا ہے۔ بہرحال یہ امر ثابت کرنا مشکل ہے کہ یوز آسف کی وفات کے وقت اس کو نبی کے لفظ سے پکارا جاتا تھا اور رشی، منی وغیرہ سے معنون نہیں ہوتا تھا۔

۱۹..... کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو آدم علیہ السلام سے تشبیہ دے کر ثابت کیا گیا ہے کہ آپ نے بھی آدم علیہ السلام کی طرح ہندوستان میں ہجرت کی تھی۔ مگر لفظ ﴿کَمَثَلِ اٰدَمَ﴾ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دونوں کی وفات بھی ایک ہی جگہ ہوئی تھی۔ کیونکہ ہجرت سے وفات لازم نہیں آتی، بلکہ اگر آیت زیر بحث کا مفہوم واقعہ ہجرت سے تعلق رکھتا ہے تو یہ بھی ثابت ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی طرح توفی سے پہلے حضرت مسیح بھی ہندوستان چھوڑ کر واپس چلے گئے تھے۔ اگر ﴿خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ﴾ کا حصہ بھی ساتھ ملایا جائے تو یہ ساری کوشش خاک میں مل جاتی ہے کیونکہ صاف اور صحیح مطلب یہی ہوگا کہ حضرت آدم و مسیح علیہما السلام دونوں کی پیدائش مٹی سے ہوئی تھی، نہ کہ ذات باری تعالیٰ سے جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح خدا کے بیٹے تھے اور وفات مسیح علیہ السلام سے تعلق نہیں رکھتے۔

۲۰..... مدینہ شریف کے پاس جس قبر سے استدلال کیا گیا ہے کہ کم از کم اس روایت سے اتنا

تو ثابت ہو گیا کہ مسیح واقعہ صلیب کے بعد زمین پر ہی تھے، آسمان پر نہیں گئے۔ مگر یہ خیال رہے کہ یہ قبر کسی حواری کی ہے خود مسیح علیہ السلام کی نہیں ہے جیسا کہ اپنے مقام پر ثابت کیا جائے گا۔ ہاں مگر تعجب خیز امر ہے کہ مرزائی خیالات کی روایت اس امر کی بھی مظہر ہے کہ کوئی شخص کشمیر سے کتبہ اٹھا کر لے گیا تھا اور اس قبر پر رکھدیا تھا۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ کب عربی کشمیر میں آئے تھے کب ان دو ملکوں کی تجارت باہمی ہوئی تھی اور کون عقل کا دشمن ہتلا رہا تھا کہ قبر کا کتبہ ایک عربی سینکڑوں میل تک اٹھا کر لے گیا تھا، اگر لے بھی گیا تھا تو راوی بتائے کہ کیوں لے گیا؟ کیا وہ جیب میں ڈالا جا سکتا تھا؟ یا کشمیر اور مدینہ شریف کے درمیان ریلوے جاری تھی کہ آسانی کے ساتھ ایک بوجھل پتھر کو لے جانا آسان کام سمجھا گیا ہے۔ شاید بقول شخصے اس راوی نے دھوپ میں بیٹھ کر یہ گپ جوڑ لی تھی۔

۲۱..... کہا جاتا ہے کہ چونکہ آپ سیاح نبی تھے اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے واقعہ صلیب کے بعد یہ لقب حاصل کیا ہوگا کیونکہ تینتیس (۳۳) برس تک سیاحت نہیں کی جا سکتی۔ مگر یہ کہاں لکھا ہے کہ سیاح کیلئے ہجرت کشمیر بھی ضروری ہے کیا دوسرے ملک سیاحت کیلئے کافی نہیں ہیں؟ آپ کی سیاحت کا ثبوت لینا ہو تو انجیل برنباس پڑھیں جس میں لکھا ہے کہ یوم ولادت سے واقعہ صلیب تک آپ کو کہیں آرام نہیں۔ ملا ورنہ خیالی گھوڑے نہ دوڑائیں۔

۲۲..... یہاں ایک اور وہمی تصویر پیش کی جاتی ہے کہ چونکہ حواریوں کو افشائے راز کا حکم نہ تھا اس لئے انہوں نے کبھی تو یوں کہہ دیا کہ مسیح آسمان پر چڑھ گئے ہیں اور کبھی کہہ دیا کہ مر گئے ہیں تاکہ یہود تعاقب نہ کریں۔ اور جس جس جگہ کا نام لیتے تھے وہیں مصنوعی قبریں تیار کی جاتی تھیں مگر حواریوں کو جب رسالت کا مرتبہ دیا جاتا ہے تو پھر انہوں نے جعلسازی اور خلاف بیانی سے کیوں کام لینا شروع کیا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ قادیانی تعلیم میں ہزاروں

دورنگی باتیں موجود ہیں جن میں سے ایک یہ بھی کہ گو وہ حواری رسول تھے اور ملہم بھی تھے مگر جھوٹ بھی بولتے تھے اور جعلسازی بھی کرلیا کرتے تھے۔

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

۲۳..... اللہ وُدی کی اصلیت الماہ بمعنی جوان عورت بتائی جاتی ہے اور پھر کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد مریم علیہا السلام ہیں مگر اس نکتہ آفرینی میں علاوہ مخالفت تاریخ کے ایک پر لطف نظریہ یہ بھی پیش کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح واقعہ صلیب کے وقت تینتیس (۳۳) برس کے تھے مگر کشمیر پہنچتے وقت آپ کی والدہ ابھی جوان تھیں۔ بہت خوب۔ بچہ تینتیس (۳۳) سال سے اوپر اور ماں ابھی جوان۔ ابھی مریم علیہا السلام کی دوسری اولاد کا ذکر نہیں کیا ورنہ تو آپ کا سن بلوغ بھی خطرہ میں پڑ جاتا۔

۲۴..... قادیانی لغات دنیا سے الگ ہے جنکی تصدیق کسی محاورہ یا کتاب سے نہیں ہو سکتی اور عموماً ان میں پنجابی خیالات کو دخل ہوتا ہے گویا از سر نو الفاظ کے معانی تجویز کئے گئے ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف اور اسلامی تعلیمات کے معانی جب بطرز جدید اختراع ہوئے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ باقی الفاظ متعلقہ بھی از سر نو وضع نہ کیے جاتے۔ اسلئے نئی وضع کے معانی ان لوگوں کیلئے حجت نہیں ہو سکتے جو قدیم وضع کو ماننے والے ہیں اور ایسی نکتہ آفرینیوں کو خیالی توہمات کے سوا نہیں مان سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ نئے نئے نظریے قائم کیے گئے ہیں جنہوں نے موجب افتراق و انشقاق بن کر باہمی جنگ و جدال کو برپا کر دیا ہے ورنہ اگر اصل پر ان الفاظ کو قائم رکھا جاتا تو بہت سی مذہبی ابحاث کا خاتمہ ہی ہو جاتا۔ اس مقصد کے نظائر پیش کرنے کیلئے ذیل میں چند لغات قادیانیہ پیش کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین انصاف سے فیصلہ کریں کہ یہ لوگ کہاں تک حق بجانب ہیں:

۳......لغات قادیانیہ

۱...... یوز آسف: یسوع بن یوسف کا مخفف ہے۔

۲...... آسف: غمگین یا جامع المتفرقین کا معنی دیتا ہے۔

۳...... للہ و دی: حضرت مریم علیہا السلام کا نام ہے۔

۴...... ایشوعل: اصل میں عیسیٰ کول یعنی نزدیک ہے۔

۵...... ارض سولابت: ارض صلیبی کا مخفف ہے۔

۶...... نبی اور مرسل: خدا سے دعا یا باتیں کرنے والا۔

۷...... زنجبیل: زنا اور جبل سے مرکب ہے۔

۸...... سؤر: اصل میں اراہ سوء تھا۔

۹...... خنزیر: اصل میں اراہ خنزیرا یعنی نجسا ہے۔

۱۰...... برزخ: کا معنی ہے اس کی کمائی انتہا کو پہنچ گئی۔

۱۱...... برتھوما: بگڑ کر بلوہر بن گیا ہے۔

۱۲...... بدھ: ایک لقب ہے جو راستبازوں کو دیا جاتا ہے۔

۱۳...... صلب: پیٹھ کی ہڈی توڑنا، صلیب پر مرجانا۔

۱۴...... خاتم نمبردار: جس کے پاس تصدیقی مہر ہو۔

۱۵...... خاتم النبیین: جامع النبوات اور چانسلر۔

۱۶...... خاتم الخلفاء: تمام خلافتوں کا جامع۔

۱۷...... خاتم الاولاد: صرف اپنی نسل چلانے والا۔

۱۸...... یاجوج ماجوج: آگ سے کام لینے والا۔

۱۹...... دجال: ایک تاجرانہ جماعت ہے۔

۲۰...... دجالون: حق پر پردہ ڈالنے والی جماعت یا ملک میں پھیلنے والی مکار اور فریبی جماعت۔

۲۱...... زقوم: ذق انک انت العزیز الکریم کا مختصر ہے۔

۲۲...... جن: پوشیدہ رہنے والا۔

۲۳...... بروز: کسی کی مانند اخلاق حاصل کرنا۔

۲۴...... ظل: ماتحت رہنا۔

۲۵...... عکس: فوٹو یا تصویر بننا۔

۲۶...... مہدی: اسم علم نہیں اسلئے مسیح موعود بھی مہدی بن سکتا ہے۔

۲۷...... قیامت: دوسرے جہاں میں چلے جانا۔

۲۸...... جنت: دوسرے عالم میں روحانی لذت پانا۔

۲۹...... نار: دوسری دنیا میں تکلیف اٹھانا۔

۳۰...... کدعہ: قادیان کا نام ہے۔

۳۱...... بشورلی: انجیل کو کہتے ہیں۔

۳۲...... لد: لدھیانہ شہر۔

۳۳...... مغفر: انگریزی ٹوپی (نہ کوٹ)۔

۳۴...... تجدید: اسلامی تعلیم کو بدل ڈالنا۔

۳۵...... انجیل متی کے حوالہ جات سے ثابت کیا جاتا ہے کہ مسیح علیہ السلام اپنی وفات کے بعد یوحنا کو روحانی طور پر جسمانی رنگ میں ملے تھے مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اپنے حواریوں سے بھی ملے تھے اور جسمانی رنگ میں ہو کر کباب اور شہد بھی استعمال کیا تھا تاکہ

ان کو یہ شک پیدا نہ ہو کہ یہ روحانی ملاقات ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ حواری آپ کا علاج کرتے تھے اور آپ کے راز دار تھے اور لوگوں کو بہکا کر کہتے تھے کہ مسیح آسمان پر چلا گیا ہے یا جھوٹی قبریں بنا کر موت کا یقین دلاتے تھے۔ بہرحال یہ متضاد بیان ثابت کرتے ہیں کہ یا تو ان بیانات کا پیدا کرنے والا وہمیات کا شکار ہو کر ایک عقیدہ پر قائم نہیں یا معاذ اللہ حواری ہی ایسے کمزور دماغ تھے کہ اپنی بات ان کو یاد نہیں رہتی تھی۔

۲۶..... انجیل میں لکھا ہے کہ تصدیق مسیح کیلئے بیت المقدس کے مردے نکل آئے تھے۔ یہ بات گو قرین قیاس نہ ہو اور تاریخی ثبوت کی محتاج ہے مگر اس کو صحیح مان کر یوں کہنا کہ یہ خواب کا واقعہ ہے۔ صرف قادیانی معارف کا ایک کرشمہ ہے کہ واقعات کو خواہ مخواہ خواب تصور کر لیا جاتا ہے کیونکہ اس مذہب میں خواب اور اونگھ سے بہت کام لیا گیا ہے تو لوگوں کو بھی ہر وقت سوئے ہوئے ہی خیال کرتے ہیں۔ المرء یقیس علی نفسہ

۲۷..... نزول مسیح کی پیشگوئی کو جو ''انجیل متی'' میں مذکور ہے، موڑ توڑ کر ایسا بدل دیا ہے کہ ایک سرسری نظر سے بھی اصلیت ظاہر ہو جاتی ہے کیونکہ انجیل میں تو قحط، طاعون، جنگ و جدال، انقلاب اقوام اور آیات ارضی وسماوی نزول مسیح سے پہلے لکھے ہیں مگر اس تعلیم میں ظہور مسیح علیہ السلام کے بعد پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ اتنا بڑا ظلم ہے کہ گویا غیر کا مال چرا کر اپنا بنا لیا گیا ہے۔ معلوم نہیں خدا اس جعلسازی کا بدلہ کیا دے گا؟

۲۸..... کہا جاتا ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد یہودی یقین کئے ہوئے تھے کہ حضرت مسیح صلیبی موت سے مر کر معاذ اللہ ملعون ہوئے ہیں اور ان کی روح خدا کی طرف نہیں گئی (بلکہ کسی اور جگہ چلی گئی ہے) مگر قرآن شریف نے ﴿شُبِّهَ لَهُمْ﴾ کہہ کر بتادیا کہ ان کو اشتباہ میں ڈالا گیا تھا۔ ورنہ اصل میں آپ نیم مردہ اتارے گئے تھے اور ستاسی (۸۷) برس بعد کشمیر میں اپنی جسمانی موت سے مرے تھے اور آپ کی روح خدا کی طرف گئی تھی۔ چنانچہ ﴿وَاٰوَيْنٰا

هُمَا اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ﴾ میں مذکور ہے اس عقیدہ پر دلیل یوں دی گئی ہے کہ چونکہ یہود ونصاریٰ میں صرف یہ تنازع چلا آتا تھا کہ حضرت مسیح کا رفع روحانی ہوا ہے یا نہیں؟ تو قرآن شریف نے بتادیا کہ رفع روحانی ہوگیا ہے اور رفع جسمانی کا باہمی تنازع کبھی پیدا نہیں ہوا۔ اس لئے رفع جسمانی ثابت کرنا بیجا اور بے محل ہوگا۔ لیکن اس خیالی استدلال سے کچھ نتیجہ پیدا نہیں ہوتا کیونکہ مرزائی تعلیم سے پہلے کسی مذہبی تعلیم نے قرآنی تعلیم کو اس طرح پیش نہیں کیا اور نہ کوئی تصریح موجود ہے کہ یہودیوں کو ایسا جواب دیا گیا تھا۔ اسلئے اگر یہ نظریہ الہام پر مبنی ہے تو غیر مذہب کے سامنے پیش نہیں کیا جاسکتا اور گر اجتہادی رنگ میں پیش کیا گیا ہے تو جب تک اس خیال کو تاریخی یا مذہبی حوالجات سے مستند نہ کیا جائے، قابل توجہ نہیں ہے۔ اور اگر اس خیال کو کسی تاریخ یا مذہبی روایت کی ضرورت نہیں تو تحریف قرآنی میں درج ہوگا۔ اس کے علاوہ اس خیال میں معقولیت ذرہ بھر بھی نہیں ہے کیونکہ جن یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ مسیح کو صلیب پر مار ڈالا ہے، انیس سو (۱۹۰۰) سال کے بعد ان سے یوں کہنا کہ مسیح کا رفع روحانی کشمیر میں ہوا ہے ایسا مضحکہ خیز امر ہوگا کہ جس پر بچے بھی چٹکی اڑا سکتے ہیں، کیونکہ نزول قرآن تک بلکہ مرزائی تعلیم کے آغاز تک عیسائیوں کی طرف سے اور اسلام میں یہی جواب دیا جارہا تھا کہ مسیح کا رفع روحانی (کشمیر میں مرنے سے نہیں ہوا بلکہ) آسمان پر رفع جسمانی کے ذریعہ سے ہوا ہے۔ مگر آج مسلسل تعلیم کے خلاف یوں کہا جاتا ہے کہ رفع روحانی کشمیر میں ہوا ہے اور اس کا ثبوت بھی سوائے واہی باتوں کے پیش نہیں کیا جاتا۔ کچھ یوز آسف کا حصہ لیا، کچھ تاریخ بدھ کا اور کچھ سیاح روسی کا بیان تبدیل کیا اور کچھ ''روضۃ الصفاء'' کی عبارتوں میں قطع وبرید کی تو ایک قصہ اختراع کر لیا کہ مسیح کشمیر میں مرے تھے ورنہ یکجائی حالات کسی کتاب سے پیش کرنے سے وفات مسیح کے متوالے بالکل عاجز ہیں جو کچھ پیش کرتے ہیں ظالمانہ قطع وبرید اور گداگری سے پیش کرتے

ہیں۔ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا۔

۲۹..... وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا سے ثابت کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح کے نام پر کشمیر میں سکہ رائج ہوا تھا اور اٰوَيْنٰهُمَا سے پیش کیا جاتا ہے کہ کشمیر میں مسیح اور مریم دونوں نے یہودیوں سے ڈر کر پناہ لی تھی۔ پہلا بیان ثابت کرتا ہے کہ ان کو کوئی خطرہ نہ تھا کیونکہ مسیحی سکہ کسی ملک میں محدود نہ تھا بالخصوص جبکہ یہ مانا گیا ہے کہ کسی تاجر عربی نے ایک کتبہ بھی قبر مسیح سے چرا کر مدینہ شریف کے پاس ایک قبر پر لگا دیا تھا تو اس بات کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ مسیحی سکہ یہودی تاجروں کے ذریعہ ملک شام میں ضرور ہی پہنچ گیا ہوگا مگر چونکہ مسیح اس وقت بادشاہ تھے اس لئے یہودیوں کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ آپ کو گرفتار کر کے دوبارہ پلاطوس کے سامنے حاضر کر دیتے۔ مگر اتنا تو کر سکتے تھے کہ اپنا عقیدہ ضرور تبدیل کر دیتے کہ ہم مسیح کو صلیبی موت دینے میں کامیاب نہیں ہوئے، اس کا جواب مرزائی تعلیم میں نہیں ملتا۔

دوسرا بیان ظاہر کرتا ہے کہ حضرت مسیح روپوش ہو کر کس مپرسی کی حالت میں پناہ گزین تھے، اور کوئی وجاہت دنیاوی ان کو حاصل نہیں ہوئی تھی۔ ہاں اگر افغانستان کی شادی کا خیال منظر شامل کیا جائے تو واقعات کی یوں ترتیب دی جا سکتی ہے کہ پہلے پناہ گزین تھے۔ پہلے آپ کا سکہ رائج ہوا، پھر افغانستان میں شادی کی۔ پھر واپس آ کر گوشہ نشین ہوئے تو پہلے آپ مرے یا ماں مری تو آپ کی قبر کو یوز آسف کی قبر سے مشہور کیا گیا اور آپ کی والدہ کی قبر کو شیخ نصیر الدین کی قبر بتایا گیا اور کسی وقت یہ دونوں قبریں بیت المقدس کی طرف رخ نما تھیں بعد میں کسی اسلامی عہد میں ان کو قبلہ رخ کر دیا گیا۔ کیا مرزائی تعلیم اس ترتیب واقعات کو تسلیم کرے گی؟ اور یا ہماری طرح پائے تحقیر سے ٹھکرا کر مجذوب کی بڑہ سمجھے گی؟ اصل بات یہ ہے کہ آپ کی وجاہت مذہبی طور پر نزول قرآن سے پہلے تسلیم ہو چکی تھی، جس کی تصدیق اسلام بھی آج تک کر رہا ہے۔ باقی رہا سکہ جمانا اور اس پر وجاہت دنیاوی متفرع کرنا سو یہ

ایک ایسی بات ہے کہ بالکل قرین قیاس نہیں ہے۔ اسی طرح آپ کی پناہ گزینی جو واقعات اور تصریحات انجیل سے ثابت ہے وہ آپ کا ابتدائی سفر ہے جو آپ نے اپنی والدہ کے ہمراہ مصر کو کیا تھا جیسا کہ انجیل برناباس میں مذکور ہے، نہ یہ کہ کشمیر میں آئے تھے جس کا کوئی ثبوت آج تک پیش نہیں کیا گیا۔

۳۰..... جب حیات مسیح کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے تو مرزائی تعلیم تمسخر اڑاتی ہے کہ خدا نے مسیح کو کھڑکی کی راہ سے یا چھت پھاڑ کر ڈاک کے ذریعہ مسیح کو اڑا لیا تھا تو سیدھا کیوں نہ بلا لیا۔ کیا ضرورت تھی کہ دوسرے کو مسیح کا ہم شکل بنایا تو کیا دھوکہ دینا اچھا کام ہے؟ بھلا یہ تو بتاؤ کہ جس کو مسیح کی جگہ صلیب دیا گیا تھا وہ کون تھا؟ اس نے کیا گناہ کیا تھا کہ بے وجہ اس کو سولی دیا گیا؟ یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ گناہ کوئی کرے اور سزا کوئی بھگتے۔ اگر آسمان پر مسیح تھے تو پہلے یہ ثابت کرو کہ وہ جسمانی چیز ہے۔ تحقیق جدید تو اسے ایک رقیق عنصر سمجھتی ہے یا صرف حد نگاہ ثابت کرتی ہے تو اس پر انسان کا گذارہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ خورد و نوش کا کیا انتظام کرتے ہیں؟ پرانی تحقیق کے مطابق جب آسمان گول ہے تو گول چیز پر تو کوئی چیز ٹھہر ہی نہیں سکتی تو آپ کیسے اب تک زندہ موجود ہیں؟ کیا ابھی تک وہ بوڑھے نہیں ہوئے؟ کیا آپ کی عقل ابھی تک قائم ہے؟ آسمان سے نزول کے بعد اسلامی تعلیم اور عربی زبان کس سے سیکھیں گے؟ وہ عبرانی بولیں گے اور لوگ عربی جدید یا انگریزی۔ تو آتے ہی آپ کو حکومت کس طرح حاصل ہوگی؟ مہدی علیہ السلام کے ساتھ مل کر نماز کیسے ادا کریں گے؟ کیا ان کو طریق جماعت پہلے سے ہی کسی نے سکھلا دیا ہے؟

مگر اپنی تھیوری کا پتہ نہیں کہ کسی طرح بھی درست نہیں۔ نہ کشمیر میں تبلیغ کا نشان بتایا جاتا ہے۔ نہ وہ سکہ پیش کیا جاتا ہے کہ جس پر آپ کی تصویر چھپی تھی، نہ عیسیٰ خیل کا اقرار موجود ہے کہ ہم پہلے عیسائی تھے اور مسیح کی اولاد، نہ بتایا جاتا ہے کہ اثنائے سفر میں آپ نے

کہاں کہاں قیام کیا؟ کس کس جگہ آپ کے چار حواری اور والدہ آپ کے ہمراہ ہوتے گئے۔ حواری کہاں مرے ان کی قبریں کہاں ہیں؟ دشوار گزار گھاٹیوں کو آپ نے بلا سفر خرچ کے کیسے طے کیا؟ روزانہ آپ کا سفر کتنا تھا؟ کیا آپ روزانہ سفر کرتے تھے یا کبھی وقفہ بھی کیا تھا تو کتنی مدت میں بنارس تک تین ہزار کوس سے زیادہ سفر کیا؟ کیا آپ کے حواری بنارس بھی گئے تھے والدہ بھی وہاں ساتھ تھیں اگر تھیں تو ان کو وہاں جانے کی کیا ضرورت تھی؟ بنارس سے واپسی کب ہوئی اور اثنائے سفر میں دریاؤں، جنگلوں اور ڈاکوؤں اور پر خطرات راستوں سے آپ کو کسطرح نجات ملی؟ بھلا آپ تو ''سیاح نبی'' مشہور تھے تو کیا مریم کو بھی سیاح کا لقب دیا گیا تھا، اور آپ کے حواری بھی اس سفر کی وجہ سے سیاح کہلاتے تھے؟ کیا آپ کی والدہ جو اس وقت کم از کم چالیس، پچاس سال کے درمیان تھی اس قدر تاب رکھتی تھی کہ اپنے بیٹے کے برابر روزانہ سفر کر سکے؟ کیا یہودیوں کو یہ معلوم نہ ہوا کہ مسیح کشمیر کو چلے گئے ہیں اور چالیس روز تک متواتر بارہ حواری علاج کرتے رہے مگر یہودی کیوں معلوم نہ کر سکے؟ آخر مسیح کے پاس جمع ہو کر حواری خورد و نوش کرتے ہوں گے اور دوائیاں استعمال کراتے ہوں گے اور مقویات سے مسیح کو طاقتور بناتے ہوں گے تا کہ ہزاروں میل کے سفر کو کاٹنے کو تیار ہو جائیں۔ وہ کون سے مقویات ادویہ تھے؟ کہاں سے لاتے تھے؟ کیا ان تمام حالات سے یہودی بے خبر تھے؟ کیا یہ دھوکہ نہیں ہے کہ مسیح کو تو کشمیر پہنچا دیا اور یہودیوں کو اس شبہ میں (چھ سو سال تک بلکہ آج تک) رکھا کہ مسیح کی موت صلیبی واقع ہو چکی تھی؟ کیا یہ بیان ان کی تشفی کے لئے کافی ہے کہ باوجودیکہ عیسائی اور مسلمان آج تک ہجرت کشمیر کے معتقد نہیں ہیں۔ ان سے کہا جاتا ہے کہ انیس سو (۱۹۰۰) سال بعد معلوم ہوا ہے کہ آپ کشمیر میں مدفون ہیں گویا اتنی مدت یہ جواب مخفی رکھا گیا تھا مگر کیوں؟ کیا مرزائی تعلیم کا جواب اگر کچھ عرصہ کے لئے مخفی رکھا جائے تو کیا آپ لوگ اس کو بے پر کی اڑائی ہوئی بات سمجھیں

گے؟ اور کیا جو نقول اس موقعہ پر حیات مسیح کے متعلق اڑائے جاتے ہیں ان کا جواب انجیل برناباس سے نہیں ملتا یا جان بوجھ کر عوام الناس میں اپنی چلانے کی سوجھی ہوئی ہے؟

۳۱..... ''کشف الاسرار'' ص۱۰۷ میں تاریخ ہند مولفہ ہنٹر سے بدھ کی سوانح عمری یوں نقل کی ہے کہ گوتم بدھ بانی مذہب کا آغاز قبل از مسیح ۵۴۳ھ میں ہوا۔ باپ چاہتا تھا کہ وہ سپاہی بنے مگر اس نے بچپن کا زمانہ آزادی سے کاٹا اور جوانی میں ایک طاقتور سپاہی بن گیا، اور شہزادی سے بیاہ کر لیا، تو دس برس کے بعد اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور تیس برس کی عمر میں بال بچے اور بیوی کو چھوڑ کر زاہد بن گیا۔ اور ضلع پٹنہ میں دو صحرا نشین برہمنوں سے تعلیم پائی اور چھ برس تک پانچ چیلوں کی معیت میں گیا کے جنگلوں میں ریاضت کی پھر واعظانہ رنگ میں بدھ (عارف) مشہور ہوا اور عبادت چھوڑ دی چھتیس (۳۶) برس سے اسی (۸۰) برس تک لوگوں کو بنارس میں تعلیم دی اور تین ماہ میں ساٹھ آدمی مرید ہوئے۔ جن کو اس نے اپنے مبلغ بنا کر ہر ایک ملک میں روانہ کر دیا۔ خود صوبہ بہار ممالک مغربی وشمالی اور اودھ میں تبلیغ کی۔ اب خلاصہ یہ ہے کہ تیس (۳۰) برس میں تارک الدنیا ہوا چھتیس (۳۶) برس کی عمر میں تعلیم پائی اور چوالیس (۴۴) سال تک واعظ رہا۔ اسی (۸۰) سال کی عمر میں ۵۴۳ھ قبل مسیح انجیر کے درخت کے نیچے وفات پائی۔ اور ''تاریخ بنارس'' ص۹ (مطبوعہ ایلہ تحفہ ہند پریس) پر سید محمد رفیع عالی مصنف کتاب ہذا نے لکھا ہے کہ ساڑھے پانچ سو سال مسیح سے پہلے ساکیومنو (موجد مذہب بدھ) نے اپنا صدر مقام سارناتھ مہادیو کے پاس بنایا تھا جو بنارس کی پرانی آبادی کے قریب شہر سے ڈیڑھ کوس پر ہے جس کے چند نشان اب بھی پائے جاتے ہیں جن کو سارناتھ کی دھمیکھ کہتے ہیں۔ اور یہ اوندھی ہانڈی کی شکل کا ایک پرانا گنبد ہے جو کسی بدھ بزرگ کی قبر معلوم ہوتا ہے۔ مسیح سے ۵۴۳ برس پہلے بدھ کے مرنے پر راجاؤں نے چاہا کہ اسے اپنے وطن میں لے جا کر دفن کریں۔ تنازع ہو گیا تو چیلوں نے

لاش جلا کر ہر ایک کو تھوڑی تھوڑی راکھ دے کر رخصت کر دیا جس کو انہوں نے اپنے ملک میں دفن کر کے گنبد بنوائے اور پرستش شروع کر دی جو بھلسا، مانکیالا میں اب تک موجود ہیں اور جن کی نقلیں اتار کر سلہل، برہما چین، تبت وغیرہ میں گنبد بنائے گئے ہیں۔ جیمس پرنسپ نے ایک ایک ڈھیکو کھدوا کر دیکھا تو ایک ڈبیہ میں تھوڑی سی ہڈی اور راکھ اور کچھ مروجہ سکے اور تانبے کی پتری پر ایک شلوک لکھا ہوا پایا گیا۔'' تاریخ ہند لتھبرج، صفحہ ۳۰'' میں ہے پھون جب یوز آسف پر ایمان لایا تھا تو اس وقت تین سو برس بدھ کو ہو چکے تھے۔ بدھ مسیح سے ۵۵۰ برس پہلے پیدا ہوا، اور ۴۸۷ء میں مر گیا۔ کتاب ''چشمہ مسیحی، ص ۲'' میں ہے کہ یوز آسف کی کتاب کہ جس کے متعلق انگریز محققین کے یہ خیالات ہیں کہ وہ میلاد مسیح سے پہلے شائع ہو چکی ہے اور جس کے تراجم ممالک مغربیہ میں ہو چکے ہیں انجیل کو اس کے اکثر مقامات سے ایسا توارد ہے کہ بہت سی باتیں آپس میں ملتی ہیں مگر ہماری رائے تو یہ ہے کہ یہ کتاب خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل ہے جو سفر ہند میں لکھی گئی تھی۔ ''کتاب الھدی ص ۱۰۹'' میں ہے کہ یوز آسف کی تسلی بخش سوانح عمری ''کتاب اکمال الدین'' میں مذکور ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ یوز آسف نے اپنی کتاب کا نام ''انجیل'' رکھا تھا۔ کتاب شہزادہ یوز آسف و حکیم بلوہر مطبوعہ ۱۸۹۶ء مفید عام پریس آگرہ میں'' بحوالہ، کتاب اکمال الدین ص ۱۷۷/ ۳۱'' لکھا ہے کہ اگلے زمانہ میں ہندوستان کا ایک بادشاہ بڑا عیش پسند اور صاحب اقبال تھا اپنے ہم خیالوں کو اپنا دوست سمجھتا تھا اور حقیقی خیر خواہوں کو اپنا دشمن جانتا تھا اور چونکہ خود اصول سلطنت سے خوب ماہر تھا اس لئے رعایا تابع تھی اور دشمن مغلوب رہتے تھے اور گو غرور شباب اور مال و منال کی وجاہت سے ہمیشہ مغرور رہتا تھا۔ مگر اس کے ہاں کوئی لڑکا نہ تھا اور اپنی تخت نشینی کے وقت سے خدا پرستی کا دشمن بن گیا تھا اور ملک میں بت پرستی شروع کر دی تھی یہاں تک کہ دینداروں کو بہت ہی برا سمجھا جاتا تھا۔ آخر جب اس کے ہاں

لڑکا پیدا ہوا، اور اس کا نام یوز آسف رکھا تو اپنا تمام خزانہ بتوں کے نذر کر دیا اور رعایا کو حکم دیا کہ ایک سال تک جشن مناتے رہیں۔ جنم پتری کیلئے نجومی جمع کئے تو سب نے کہا کہ اس لڑکے کی برکت سے ہندوستان مشرف ہوگا۔ مگر ایک منجم نے کہا کہ یہ لڑکا دینداروں کا پیشوا ہوگا اور دنیاوی عظمت اس کے سامنے ہیچ ہوگی۔

ص ۳۲۵ جب شہزادہ کا چرچا عام ہوا تو لنکا کا ایک زاہد بلوہر نامی نے ارادہ کیا کہ شہزادہ سے ملے تو بحری سفر کر کے سولایت میں آیا۔ اور تاجرانہ لباس پہن کر شہزادہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حاضر باشی میں مشغول رہا۔ (ص ۳۳۶ سے ۳۵۵ تک وہ تمام حالات درج ہیں جو حکیم بلوہر اور شہزادہ کے درمیان تبادلہ خیالات کے موقع پر پیدا ہوئے تھے) آخر جب حکیم بلوہر کو معلوم ہوا کہ شہزادہ کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق خیر خدا تعالیٰ نے عطا فرمادی ہے، تو اپنے وطن کو واپس چلا گیا اس لئے شہزادہ اپنے ہمراز کی جدائی میں غمزدہ رہتا تھا۔ آخر تبلیغ حق کیلئے اپنا وطن چھوڑ دیا اور شاہی لباس وزیر کو دے کر واپس کر دیا اور خود اپنی راہ لی تو کچھ عرصہ تک مسافرانہ زندگی بسر کی اور اپنے وطن مالوف کو واپس آگیا تو باپ نے بڑے تپاک سے استقبال کی اور خوشی منائی۔ پھر طبیعت اکتا گئی تو تبلیغ حق کیلئے دوسری دفعہ گھر سے نکل کر کھڑا ہو گیا تو شہر بشہر وعظ کرتا ہوا کشمیر آ پہنچا تو وہاں تبلیغ حق میں مصروف رہا اور اقامت اختیار کر لی تو جب وفات کا وقت آ گیا تو اپنے مرید یابد کو وصیت کی کہ حق پر قائم رہو اور باطل کی طرف میلان نہ کرو۔ یہ کہہ کر پھر کہا کہ میرا مقبرہ بناؤ۔ یہ کہہ کر اس دنیا سے رخصت ہو گیا اور مرتے وقت منہ مشرق کو کیا اور سر مغرب کو اور اسی حالت میں جاں بحق ہوا۔ اب ان بیانات سے بالکل واضح ہو گیا ہے کہ:

۱) بدھ، یوز آسف اور مسیح علیہ السلام الگ الگ تین ہستیاں ہیں اور ان کو ایک ہستی تسلیم کرنا صرف ان لوگوں کی خوش فہمی ہے جو عیسیٰ اور مہدی دو ہستیوں کو ایک ہستی ثابت کرنے کے

متوالے ہیں۔

۲ یہ قبر کشمیر جب قبلہ رخ اسلامی قبروں کی طرح ہے اور شیخ نصیر الدین کی قبر کے متوازی ایک خط میں واقع ہے تو یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ کسی اسرائیلی کی قبر ہو کیونکہ دونوں کا بیت المقدس کی طرف رخ نہیں ہے۔ ورنہ یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ شیخ نصیر الدین بھی اسرائیلی بزرگ تھے۔

۳..... ''کتاب اکمال الدین'' میں یہ بھی مذکور ہے کہ ''جب شہزادہ یوز آسف کشمیر کو آرہا تھا تو راستہ میں اسے ایک جگہ نظر آئی جہاں گھنے درخت، سرد پانی اور قسم قسم کے پرندے چہچہارہے ہیں، وہاں فروکش ہوکر آرام کیا اور اپنے آئندہ حالات پر نیک شگون حاصل کیا کہ گویا اس کی تعلیم درخت ہے پند ونصائح چشمہ ہیں اور پرندے وہ لوگ ہیں جو اس کی تعلیم سے استفادہ کرتے ہیں''۔ اس عبارت سے یہ ثابت کرنا کہ یوز آسف پر انجیل نازل ہوئی تھی جس کو ''بشوریٰ'' کہا جاتا ہے، کمال خوش فہمی ہے کیونکہ اول سے اخیر تک یوز آسف کا حال پڑھ جائیے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ یوز آسف نے کہیں نبوت کا دعویٰ بھی کیا تھا۔ ہاں اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ وہ شہزادہ اپنے وقت میں خدا پرست زاہد وتارک الدنیا ضرور تھا جس کی نظیریں پرانے ہندوؤں میں بکثرت ملتی ہیں جو رہبانیت کی زندہ مثالیں ہیں۔

۴..... کتاب ''اکمال الدین'' شیعہ مذہب کی کتاب ہے ابن بابویہ قمی نے عربی میں مرتب کی ہے اور اس میں یہ ثابت کیا ہے کہ ہر ایک نبی اور امام تبلیغ کے زمانہ میں مشکلات سے محفوظ رہنے کی خاطر کچھ عرصہ غائب ہوجاتا ہے اور پھر موقع پر ظاہر ہوکر اپنی تبلیغ کو مکمل کرتا ہے۔ اس موضوع کے نظائر قائم کرتا ہوا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اس نے سب کی غیبت (غائب رہنے کا زمانہ) کو ثابت کیا ہے جن میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمانی زندگی کو غیبت کبریٰ ثابت کیا ہے اور روایات اہل بیت رضی اللہ عنہم

سے یوز آسف کی غیبت اور ہجرت بھی ثابت کی ہے۔ اور یہ مطلب نہیں ہے کہ مصنف کے نزدیک یوز آسف اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام معاذ اللہ بھول کر بھی ایک ہستی تھے ورنہ ان کو الگ الگ بیان کرنا کچھ معنی نہیں رکھتا تھا۔ افسوس ہے کہ قادیانی تعلیم کے متوالے قرآن وحدیث کی طرح اس کتاب کو بھی اپنی تحریف معنوی اور قطع وبرید سے رہائی نہیں بخشتے۔ بارہا اعلان کیا گیا کہ اس کتاب کو اول سے اخیر تک پڑھ کر ایمانداری سے بتاؤ کہ یوز آسف اور حضرت مسیح علیہ السلام اس کے نزدیک دو شخص تھے یا ایک؟ مگر کون سنتا ہے اور کون دیکھتا ہے۔ اس تعلیم نے تو ان کی چشم بصیرت پر تعصب کا پردہ ڈال دیا ہے۔ اب کے سمجھائیں اور کسے بتائیں؟ ﴿فَذَرْهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ﴾

۵..... ''کشف الاسرار ص۳۷'' میں ہے کہ ''کتاب یوز آسف کے تراجم عربی میں بھی ہوئے جو کتابی صورت میں اکمال الدین کے نام سے اس وقت بھی موجود ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ یوز آسف وبلوھر کی عظمت نے یہاں تک مجتہدین شیعہ پر ایسا اثر کیا تھا کہ انہوں نے اس کو علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کردیا تھا اور ابوجعفر محمد بن علی بن بابویہ قمی نے جو چوتھی صدی میں ہوگذرا ہے اس کو احادیث میں درج کیا ہے''۔ کشف الاسرار کے مصنف پر سخت افسوس ہے کہ سمجھے خود نہیں اور صرف تعلیم قادیانی پر غرہ ہوکر کہہ دیا کہ یہ ساری کتاب یوز آسف کا ترجمہ ہے۔ اگر مؤلف کو چشم بصیرت حاصل ہوتی تو وہ ساری کتاب کا مطالعہ اول سے اخیر تک کرتا تاکہ اس کو معلوم ہوجاتا کہ نصائح بلوھر اس کتاب میں صرف چند اوراق پر درج ہیں جن کو کتاب یوز آسف کہا جارہا ہے باقی چار سو صفحہ کی کتاب قرآن وحدیث، اقوال ائمہ اور حالات انبیاء پر شامل ہے۔ اس لئے یہ گمراہ کن فقرہ کہ اکمال الدین کتاب یوز آسف کا ترجمہ ہے، بالکل غلط ہے۔

۳۴..... مرزائی تعلیم میں یہ بھی پیش کیا گیا ہے کہ پطرس حواری کی تحریر ۱۳ جولائی ۱۸۷۹ء میں

اسی نے ایک اخبار نے شائع کی ہے جس کے اخیر پر یہ فقرہ درج ہے کہ میں پطرس ماہی گیر نے اپنی عمر کے نوے سال میں یہ محبت کے الفاظ اپنے آقا مسیح ابن مریم کی تین عید فسح یعنی تین سال بعد خدا کے مقدس مکان کے نزدیک بولیر کے مکان میں لکھنے کا فیصلہ کیا۔

(کشف الاسرار ص ۲۹)

میں (پطرس) ابن مریم کا خادم ہوں اور اب میں نوے سال کی عمر میں یہ خط لکھتا ہوں جبکہ ابن مریم کو مرے ہوئے تین سال گزر چکے ہیں۔ (حوالہ مذکور تحفۃ الندوہ) اس کے بعد عبداللہ کشمیری کا خط درج کیا ہے کہ قبر کشمیر کے متعلق پوری تحقیقات کے بعد یہ ثابت ہوا ہے کہ یہ ایک بنی اسرائیلی نبی کی قبر ہے جو چھ سو سال حضور ﷺ سے پہلے یہاں آ کر دفن ہوئے تھے اس قبر کو شہزادہ یوز آسف کی قبر بھی کہتے ہیں اس لئے ثابت ہوا کہ یہ حضرت مسیح کی قبر ہے کیونکہ وہ اسرائیلی شہزادہ مشہور تھے۔ (حوالہ مذکور)

اخیر میں لکھتا ہے کہ ایک یہودی سلمان یوسف اسحاق نامی تاجر نے تصدیق کی ہے کہ واقعی یہ قبر کسی بنی اسرائیلی کی ہے اور اس نے عبرانی زبان میں ۱۲ جون ۱۸۹۹ء میں ایک تصدیقی تحریر معہ شہادت مفتی محمد صادق بھیروی کلارک دفتر گورنمنٹ جنرل لاہور شائع کی کہ جو کچھ مرزائی تعلیم نے تحقیق کیا ہے، درست ہے۔ لیکن پطرس کی تحریر سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مسیح علیہ السلام عیسائیوں کے نزدیک ہمیشہ کے لئے مرے ہوئے ہیں کیونکہ وہ قائل ہیں کہ تین دن تک مر کر پھر زندہ ہو گئے تھے۔ غالباً اس سہ روزہ موت کی طرف ہی اس نے اشارہ کیا ہے اور عبداللہ کشمیری کا خط یہ ظاہر نہیں کرتا کہ خصوصیت کے ساتھ یقیناً یہ قبر حضرت مسیح علیہ السلام کی ہے اسی طرح یہودی کی تصدیق سے بھی صرف صاحب قبر کا اسرائیلی ہونا ثابت ہوتا ہے مگر حضرت مسیح کی قبر کا ثبوت نہیں ملتا اس لئے یہ کہنا بھی مشکل ہے کہ واقعی یہ قبر کسی اسرائیلی نبی کی ہے کیونکہ اس کے خلاف کتاب اکمال الدین میں پوری تشریح مذکور

ہے کہ ایک ہندوستانی توحید پرست شہزادہ کی قبر ہے۔ ممکن ہے کہ شروع میں اس کی لاش جلا کر قبر کا نشان بنا دیا ہو اور کچھ راکھ لے کر بنارس میں بھی دفن کی گئی ہو اور متعدد مقامات پر شہزادہ مذکور کی قبریں موجود ہوں جیسے بدھ کی قبریں متعدد مقامات پر پائی جاتی ہیں اور اس خیال کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ بنارس میں یوز آسف کی قبر پر ایک سالانہ میلہ بھی لگتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی ایک قبر وہاں بھی موجود ہے۔ کذا قیل۔

۳۳..... مسٹر نکولس نوٹووچ ۱۸۸۷ء میں ہندوستان آیا تو سری نگر ہوتے ہوئے تبت میں مولیک مٹھ کے مقام پر پہنچ کر لامہ سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر تھا جس کے حالات بدھ مذہب کی کتابوں میں درج ہیں۔ پھر ہمس کے مندر پر پہنچا تو وہاں کے لامہ سے دریافت کرنے پر اس کو معلوم ہوا کہ تین ہزار برس ہو گزرے ہیں کہ بدھ اعظم نے شہزادہ سا کیا منو کا اوتار دھارن کیا تھا اور پچیس سو برس گزر چکے ہیں جبکہ انہوں نے گوتم کا اوتار دھارن کر کے ایک بادشاہت قائم کی۔ پھر اٹھارہ سو برس کا عرصہ ہوا کہ بدھ دیو کا اوتار بنی اسرائیل میں پیدا ہوا۔ اور وہ ابھی چھوٹا ہی تھا کہ ہندوستان میں آیا اور جوانی تک بدھ مذہب کی تعلیم پاتا رہا۔ پالی زبان میں اس کے سوانح لکھے گئے اور تبت کی زبان میں ترجمہ ہوئے۔ اس کے بعد مسٹر مذکور نے اپنی کتاب میں یوں لکھا ہے کہ لامہ نے تبتی زبان کی کتابیں منگا کر مجھے ترجمان کی مدد سے تمام حالات سنائے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ''عیسیٰ بنی اسرائیل میں پیدا ہوا۔ چودہ برس کی عمر میں جبکہ وہ وعظ و نصیحت میں مصروف تھا اور والدین شادی پر آمادہ تھے، بھاگ کر تاجروں کے ہمراہ سندھ آ پہنچا تا کہ وید سیکھے اور ہندوستان میں شہرت پائی اور جب پنجاب اور راجپوتانہ میں سے گزرا تو جین دیو کے تابعداروں نے درخواست کی کہ وہ ان کے پاس رہے مگر وہ اڑیسہ کو چلا گیا۔ جہاں ویاس کرشن کی ہڈیاں دفن تھیں اور برہموں سے وید پڑھے اور شفا بخشی کا طریقہ یا جن بھوت نکالنے کا ڈھنگ بھی

اس کو سکھا دیا۔ تو جگن ناتھ، راجن گڑھ وغیرہ میں چھ برس رہا اور شودروں کو اپدیش سنائے جس سے برہمنوں نے اسے قتل کرنا چاہا مگر شودروں نے اسے خبر کردی کہ آپ کی تلاش میں ایک آدمی پھر رہا ہے تو جگن ناتھ سے رات ہی رات بھاگ کر گوتم بدھ کے تابعداروں میں آکر مقیم ہوگیا اور یہ کوہستانی علاقہ تھا جس میں ساکی منی بدھ دیو پیدا ہوئے تھے۔ پھر پالی زبان میں وعظ کیا کہ ہر ایک انسان کمال حاصل کرسکتا ہے پھر جب فارس پہنچا تو وہاں کے اہل مذہب نے اس کا وعظ بند کردیا اور انتیس (۲۹) برس کی عمر میں اپنے گھر واپس آگیا اور شہر شہر وعظ کرتا ہوا یہودیوں کے حوصلے بلند کئے اور تین برس تک تبلیغ کی۔ مگر حاکم کے حکم سے اس کو بمعہ دو چوروں کے صلیب پر لٹکا دیا گیا۔ ان کے جسم دن بھر لٹکتے رہے اور سپاہی پہرہ دیتے رہے اور لوگ چاروں طرف کھڑے دعائیں مانگتے تھے۔ غروب آفتاب کے وقت عیسیٰ علیہ السلام کا دم نکلا اور روح خدا سے جا ملی"۔

اس کتاب کو انجیل روسی سیاح کہتے ہیں جو انگریزی اور فرانسیسی زبان میں شائع ہوئی تھی اور اس کا اردو ترجمہ لالہ جے چند سابق منتری آریہ پرتی ندہی سبھا پنجاب نے کرکے مطبع دہرم پرچارک جالندھر شہر میں ۱۸۹۸ء میں چھپوا کر شائع کیا۔ لیکن ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اس کتاب نے کہاں تک مرزائی نظریہ کا ساتھ دیا ہے گو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کسی وقت ہندوستان میں آئے تھے مگر اس امر کی سخت تردید کی ہے کہ آپ کشمیر میں مرے تھے یا آپ کا سفر واقعہ صلیب کے بعد ہوا تھا یا یہ کہ آپ کشمیر میں پورے ستاسی (۸۷) برس مقیم رہے تھے کیونکہ تعلیم وید کے چھ سال اور تعلیم سوتر کے چھ سال ملا کر بارہ سال ہوتے ہیں اور دو سال قطع مسافت کے ملا کر چودہ سال ہوتے ہیں تو اگر ان کو ستاسی (۸۷) سال سے وضع کیا جائے تو تہتر (۷۳) سال رہ جاتے ہیں اور قادیانی نظریہ بالکل غلط ہو جاتا ہے۔

۳۴..... روسی سیاح کے خیالات اور مرزائی تعلیم کے توہمات آپس میں سخت متعارض ہیں اس لئے دونوں قابل استدلال نہیں ہیں۔ اس واسطے ان حالات کو یقینی سمجھنا ضروری ہوگا جو اہل اسلام نے پیش کئے ہیں اور جن سے مرزائی تعلیم متنفر ہے۔ اور تعجب ہے کہ قطع و برید کرکے اسلامی اور غیر اسلامی تحقیقات کو تسلیم بھی کیا جاتا ہے اور ان کی تردید بھی کی جاتی ہے اور نئے اجتہاد کی بنیاد پر ایک نئی سڑک نکالی جاتی ہے جو قادیان سے نکل کر چھوٹے راستوں میں نیست و نابود ہو جاتی ہے، جس پر چلنے والا کسی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ اگر روسی سیاح کا کہا مانا جائے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ اناجیل اربعہ بدھ اور ویدک تعلیم کا خلاصہ ہیں حالانکہ ان کی تعلیم تورات سے حاصل کی گئی تھی، اور یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے ہندوؤں کی شاگردی کرکے پیغمبری کا دعویٰ کردیا تھا۔ حالانکہ پیغمبر کا علم خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور چودہ سال تک تعلیم پانا شان پیغمبری کے خلاف ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ بھی تعجب خیز امر ہے کہ چودہ سال کی عمر میں مسیح علیہ السلام شادی سے بھاگ کر سادھو بن گیا تھا اور عین جوانی کے عالم میں پھر ملک شام میں واپس آگیا تھا تو کیا اس وقت شادی کے قابل نہیں رہا تھا؟ بہر حال یہ روسی انجیل اس قابل نہیں ہے کہ اسلامی تحقیق کے سامنے اس کو پیش کیا جائے اور نہ مرزائی تعلیم اس کو پیش کرنے کا حق رکھتی ہے۔

۳۵..... مرزائی تعلیم مانتی ہے کہ بدھ مذہب کے تابعداروں نے اپنے بانی مذہب کے مقبرے مختلف مقامات پر تیار کئے ہوئے ہیں اور یہ بھی مانتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فرضی قبریں بھی یروشلیم، جلیل اور مدینہ طیبہ وغیرہ مقامات میں موجود ہیں اور اس سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ پنجاب و ہندوستان میں اور بزرگوں کی متعدد قبریں بھی موجود ہیں مثلاً سخی سرور کی قبریں پنجاب میں کئی ایک مقامات میں پائی جاتی ہیں۔ خاکروبوں نے بالک ناتھ کی قبر جابجا تیار کی ہوئی ہے تو ان حالات کو پیش نظر رکھ کر یوں کہا جاسکتا ہے کہ یوز آسف کی

اصلی قبر بنارس یا سولایت میں ہے جہاں (بقول شخصے) سال بسال اس پر میلہ لگتا ہے۔ اور اگر بنظر تعمق دیکھا جائے تو یہ بھی ثابت کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ جس قبر کو یوز آسف کی قبر کہا جاتا ہے واقعی وہ اسکی ہی قبر ہے کیونکہ کتاب اکمال الدین سے اگرچہ یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ یوز آسف کشمیر میں مرا تھا مگر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس کی قبر بھی خاص محلہ خانیار میں ہی بنائی گئی تھی۔ ممکن ہے کہ اس کی لاش یا اس کی ہڈیاں اس کے اپنے ملک سولایت میں واپس پہنچ چکی ہوں اور قبر مصنوعی ہو۔ بہر حال جب یوز آسف کے متعلق ایسے خیالات ممکن ہیں۔ باوجودیکہ اس قبر کو یوز آسف سے معنون کیا جاتا ہے تو جب اسکو بالفرض حضرت مسیح سے معنون کیا جائے تو ضروری ہوگا کہ اس سے بڑھ کر کئی ہزار گونہ خیالات پیدا ہو کر اس نظریہ کو باطل کر دیں کہ ''یہ قبر یوز آسف کی نہیں بلکہ حضرت مسیح کی ہے''۔

۳۶..... عوام الناس میں یہ بھی مشہور ہے کہ درہ خیبر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا وہاں مسجد علی بھی موجود ہے مگر تاریخ اس کی تکذیب کرتی ہے کیونکہ جس خیبر کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا وہ عرب میں ہے، پشاور کا درہ خیبر نہیں۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ یہ علی اور شخص ہے اسی طرح اگر قبر زیر بحث کو قبر عیسیٰ صرف اسلئے قرار دیا جائے کہ عوام الناس میں مشہور ہے تو درہ خیبر کی طرف ممکن ہوگا کہ کوئی اور عیسیٰ بزرگ یہاں مدفون ہوا ہو اور لوگوں نے بے پر کی اڑا کر اسے عیسیٰ ابن مریم سمجھ لیا ہو اس لئے مرزائی تعلیم کے اس نظریہ کی بنیاد بہت ناپائیدار اصول پر رکھی گئی ہے جو کسی طرح بھی قابل توجہ نہیں ہو سکتی۔ مرزائی بھی اگر مخلے بالطبع ہو کر غور کریں تو ضرور اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ ان کے بانی و مذہب کی یہ تحقیق اجتہادی غلطی پر مبنی ہے اور جس طرح لاہوری جماعت نے اپنے مرشد کے خلاف متعدد جگہ اختلاف رائے قائم کر لیا ہے اور اپنے مرشد کی تحقیق کو اجتہادی غلطی تصور کیا ہے اسی طرح ممکن ہے بلکہ ضروری ہے کہ اس نظریہ کو بھی اجتہادی غلطی پر محمول کیا جائے تاکہ اسلامی تعلیم اور مرزائی

تعلیم میں اتحاد اور اخوت کا رشتہ پیدا ہو جائے۔

۴..... سوانح باب اور اقتباسات ''نقطۃ الکاف''

بابی مذہب کے جو حالات مسٹر براؤن نے خود بابیوں سے حاصل کر کے کتابی صورت میں شائع کئے ہیں فارسی زبان میں وہ حالات ''نقطۃ الکاف'' سے معنون ہیں جن کو مختصر طور پر ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ وہ خود اندازہ لگا سکیں کہ آیا مرزائی تعلیم کے اصول چند دلائل پر مبنی ہیں یا بابی مذہب اپنی قوت استدلالیہ میں اس پر فخر استاذیت کا حق رکھتا ہے؟

پیشتر اس کے کہ ہم اس کتاب سے اقتباسات لکھیں، یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ''بابی مذہب'' کے مذہبی اصول اور اصولی عقائد بھی ''نقطۃ الکاف'' کے ابتدائی مباحث میں درج ہیں۔ مگر ہمیں چونکہ صرف تاریخ سے غرض ہے اس لئے ان کو یہاں پر نظر انداز کیا گیا ہے اور تاریخی حصہ کے بقیہ صفحات کو اردو میں پیش کیا گیا ہے، تاکہ ناظرین آسانی سے بہرہ اندوز ہو سکیں۔ اور جب عقائد کی بحث میں ضرورت محسوس ہوگی تو ان شاء اللہ تعالیٰ ''نقطۃ الکاف'' کا پہلا اصولی حصہ بھی پیش کیا جائے گا۔ ناظرین یہ بھی یاد رکھیں کہ رسالہ ''کوکب الهند دہلی'' اور کتاب ''قصیدہ ابواب انبیاء'' سے بھی جو باتیں حاصل ہوں گی ان کو بھی ساتھ ساتھ قلمبند کرنے میں کوشش کی جائے گی۔ ''نقطۃ الکاف'' کا مضمون صفحہ ۹۸ سے یوں شروع ہوتا ہے کہ:

ظہور ابواب اربعہ

حضور ﷺ کی ہجرت سے بارہویں امام محمد بن عسکری علیہ السلام کی پہلی روپوشی تک دو سو ساٹھ (۲۶۰) سال کا عرصہ ہوتا ہے اور یہ روپوشی (غیبت صغریٰ) ستر (۷۰) سال تک رہی جس میں (ابواب اربعہ) چار نقیب حضرت امام غائب کی طرف سے تعلیم دیتے رہے۔

پھر یہ تبلیغ بالواسطہ بھی منقطع ہوگئی اور دوسری مکمل روپوشی (غیبت کبریٰ) شروع ہوئی جو (عمر نوح) نوسو پچاس (۹۵۰) سال پر ختم ہوگئی تو باردوم

باب اول

شیخ احمد احسائی کا ظہور ہوا۔ جس نے امام عسکری کی تعلیم جو جامع کبیر میں درج تھی لوگوں تک پہنچائی اور عرب سے نکل کر عجم میں ہر ایک مسجد اور مجلس میں اپنے پند و نصائح سے لوگوں کو مشرف کیا۔ مگر اپنی ساری تبلیغ میں صاف طور پر یہ ظاہر نہیں کیا کہ میں باب ہوں (اور امام غائب کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم حاصل کر کے لوگوں تک پہنچاتا ہوں) گو کبھی کبھی اشارۃً اپنے منصب کا اظہار بھی کر دیا تھا مگر چونکہ رفتار زمانہ مخالف تھی۔ اس لئے آپ نے اخفاء ہی بہتر سمجھا۔ باب اول کی وفات کے بعد ......

باب ثانی

حاجی سید کاظم رشتی ملقب بہ نور احمد کا ظہور ہوا کہ جس نے باب اول کی مختصر تعلیم کو مشرح اور مفصل کر کے بیان کیا اور قصیدہ سنیہ کی شرح لکھی اور حضرت موسیٰ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب شائع کئے۔ تو آپ کی تعلیم ہندوستان تک پہنچ گئی مگر عام لوگ مخالف ہوگئے۔ چنانچہ آپ کا ایک مرید اخوند ملا عبدالخالق یزدی جب مقامات مقدسہ اور مشہد میں داخل ہوا تو وہاں کے لوگوں نے اس کی خورد و نوش بھی بند کر دی اور لعن و تشنیع سے توہین کی اور یہ توہین یہاں تک بڑھ گئی کہ علمائے مشاہد نے فتویٰ دیدیا کہ چونکہ اخوند یہاں بازاروں میں پھرتا ہے اس لئے تمام بازار اشیاء خوردنی حرام ہیں۔ انہی ایام میں ایک شخص طہران سے اخوند کی شہرت سن کر ملاقات کو مشاہد میں داخل ہوا تو بہت محظوظ ہوا اور جب واپس طہران کو جانے لگا تو راستہ میں اسے ایک آدمی ملا جس۔ نے اخوند کے حالات دریافت کئے تو اس نے کہا کہ وہ شخص بہت مقدس ہے اور کمال اخلاص سے آبدیدہ ہو کر کہا کہ جو کچھ مخالف خیال کرتے ہیں، سب جھوٹ ہے اور اخوند میں کوئی نقص نہیں مگر سامعین ایسے بگڑے کہ فوراً چیخ اٹھے کہ جاؤ تم نجس، تمہارے آنسو نجس اور تمہارے کپڑے نجس۔ علیٰ ہذا القیاس باب ثانی کو بہت ایذا دی گئی۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ سر بسجود تھے تو کسی نے آپ کا عمامہ سر سے اتار لیا۔ ایک دفعہ کسی نے آپ کے منہ پر تھوک دیا تو آپ مسکرائے اور فرمایا کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی پیشگوئی سچ نکلی کہ جب شیعہ آپس میں تھم تھا ہوں گے تو امام آخر الزمان کا ظہور ہوگا اور ستر آدمی خدا اور رسول پر بہتان باندھیں گے جس سے وہ بر سر پیکار ہوگا۔ (کذا فی البحار) جب وفات قریب ہوئی اور امام آخر الزمان کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے کوئی تصریح نہ فرمائی بلکہ اشارات استعمال کئے جو شرح قصیدہ اور رسالہ ''الحجة البالغة فی علامات النائب'' میں پائے جاتے تھے اور کچھ آپ کے اشعار میں بھی موجود تھے جن میں سے ایک یہ شعر بھی ہے۔ شعر

یا صغیر السن یا رطب البدن   یا قریب العهد من شرب اللبن

جس میں ایک فارسی النسل بچہ کی طرف اشارہ تھا۔ جناب سے امام کا نام پوچھا گیا تو آپ نے کمرہ کی طرف اشارہ کیا تو اس میں باب اعظم داخل ہوئے مگر چونکہ اس وقت آپ مدعی امامت نہ تھے، اس لئے آپ کی شناخت نہ ہو سکی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اسی روپوشی کی حالت میں باب اعظم آپ کے ہاں آئے تو آپ متواضع ہو کر بیٹھ گئے اور جناب امام نے فرمایا کہ کیا جو کچھ ہم نے کہا تھا اس کی تبلیغ تم نے کر دی ہے؟! اسی طرح کی باتیں ہوتی رہیں (مصنف کتاب کہتا ہے کہ) میں اتفاقاً آپ کے پاس چلا گیا تو دونوں نے سلسلہ کلام ختم کر دیا۔

باب ثالث اعظم

باب اول نے مسجد نبوی میں کسی سے (غالباً وہ محمد حسین بشروی تھا) کہا تھا کہ باب اعظم کا ظہور قریب ہے تم اس سے ملو گے تو میرا اس سے سلام عرض کر دینا۔ آپ نے کچھ علامات بھی بتائے۔ باب اول وفات پاگئے، باب ثانی کا زمانہ بھی گزر گیا اور وہ شخص مسجد کوفہ میں چالیس روز معتکف رہا تو امر حق اس پر منکشف ہوا تو شیراز میں آکر متلاشی ہو کر جب باب اعظم (ثالث) کے پاس آیا تو آپ نے اندرونی کشش سے اس کو اپنی طرف کھینچ کر اپنا تعارف کرالیا اور اس نے بھی علامت علم سے آپ کو معلوم کرلیا کیونکہ اس نے حدیث الجاریۃ کی تشریح کیلئے جب درخواست کی تو آپ نے فوراً اس کی شرح لکھ دی اور اس وقت باب ثانی کا قول بھی پورا ہو گیا کہ باب اعظم حدیث جاریہ کی تشریح کرے گا۔ پھر اس معتکف نے اپنی قلبی کمزوری اور غشی کی شکایت کی اور کہا کہ مجھے سونے کا کشتہ درکار ہے۔ تو آپ نے اپنے پیالہ سے اپنا پس خوردہ پانی ایک دو گھونٹ پلا دیا جس سے اس کو شفائے کلی حاصل ہو گئی، تب وہ معتکف آپ کا مرید ہو گیا اور آپ کی طرف سے دور دراز ممالک میں مبلغ بن کر پہنچا۔ آپ کا قول ہے کہ میں چار زبانوں میں مبعوث ہوا ہوں۔ اول: لسان الآیات جس کا مقام قلب ہے اسے لسان اللہ بھی کہتے ہیں اور اس کو مقام لاہوت سے امداد ملتی ہے یہی مقام قلم ہے اور اس کا حامل میکائیل ہے۔ اور ذاکر الشیعیۃ ہے۔ (گویا جو کچھ باب کا کلام ہوگا وہ خدا کا کلام ہوگا اور یوں سمجھا جائے گا کہ خدا تعالیٰ باب کی زبان سے بول رہا ہے) دوم: لسان المناجاۃ ہے اس میں شان عبودیت ظاہر ہوتی ہے اور وہی لسان نبوۃ بھی ہے۔ اس کا مقام عقل ہے اور اسے حروف سے امداد ملتی ہے اسکا بادشاہ جبرائیل ہے۔ جنت صفراء میں عقول کی خوراک ہے اور اس کا مقام لوح محفوظ ہے (گویا باب اسی وقت

بحیثیت نبی اور انسان ہونے کے خدا سے باتیں کرتا ہے) سوم: لسان الخطب جو منسوب الی الولایۃ ہے اس کا مقام نفس ہے اس کو ملکوت سے امداد ملتی ہے اس کا مقام کرسی ہے۔ بادشاہ اسرافیل ہے جو حامل رزق حیات ہے اور اس کے سر پر زمرد کا تاج ہے (گویا اس مقام پر باب ولی اللہ ہوگا اور لوگوں کو اپنے مواعظ و نصائح سے مستفیض کرے گا) چہارم: لسان الزیادۃ و تفسیر القرآن والحدیث اور یہی رتبہ بابیت ہے۔ اس کا مقام جسم ہے اور عالم الملک و الملکوت کا حصہ ہے اس کا بادشاہ عزرائیل ہے جس کا تخت یاقوت سرخ ہے (گویا اس وقت باب امام غائب سے احکام حاصل کرتا ہے اور مبلغ بن کر امام غائب کی حکومت قائم کرتا ہے اور خود صرف مبشر ہے)

جناب کا یہ دعویٰ تھا کہ میں ان چاروں زبان پر متصرف ہوں اور مجھ میں یہ بھی کمال ہے کہ چھ گھنٹے میں بیساختہ ایک ہزار شعر کہہ سکتا ہوں۔ اس دعویٰ کی تصدیق یوں ہوئی کہ کوئی رادع (اور مد مقابل) پیدا نہ ہوا جو یہ دعویٰ کرتا کہ میں بھی چھ گھنٹے میں ایک ہزار شعر بول سکتا ہوں اگر کچھ لوگ منکر ہو گئے تھے کہ ایسا نہیں ہو سکتا اور کچھ لوگ محو حیرت تھے جو نہ منکر تھے اور نہ مصدق۔

باب اعظم کے ابتدائی حالات

اٹھارہ سال کی عمر میں آپ نے شیراز سے ابوشہر تک نیل کی تجارت شروع کی جو صرف پانچ سال تک جاری رہی۔ ایک دفعہ اپنے ایک دوست سے سلسلہ کلام دراز کرتے ہوئے اس قدر تساہل کیا کہ جس نرخ پر اپنے دوست سے نیل کی فروخت تکمیل پاچکی تھی، اس سے ستر تومان (روپیہ) نرخ کم ہو گیا مگر آپ کی کمال شرافت تھی کہ اب سستے نرخ پر اسے دے دیا اور اپنے آپ کو گاہک پر ترجیح نہیں دی۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے چلہ کشی یا مجاہدہ کیا یا

کسی شیخ وقت کے ہاتھ پر بیعت کی، یہ سب جھوٹ اور افترا ہے۔ تجارت کے چھٹے سال آپ نے تجارت چھوڑ دی (جس کا اشارہ لفظ بھاء میں مضمر تھا یعنی باء، ھاء، چھ حرف) اور نجف اشرف کو تشریف لے گئے اور وہاں ایک سال ٹھہرے تا کہ اپنے باپ کی تربت کی زیارت سے مشرف ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ سید مرحوم سے آپ کو تلمذ کا فخر حاصل تھا مگر یہ غلط ہے، ہاں اتنی بات ضرور قابل تسلیم ہے کہ آپ سید مرحوم کی مجالس وعظ میں حاضر ضرور ہوا کرتے تھے لیکن تلمذ کا ثبوت نہیں ملتا۔ سال کے بعد ارض فاء (غالباً شیراز) میں واپس آگئے اور اپنے آپ کو کس مپرسی کے عالم میں پوشیدہ رکھا مگر جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے محمد حسین بشروی نے آپ سے تعارف حاصل کر لیا تھا۔

ایام رضاعت میں آپ نے یہ آیت پڑھی تھی لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؟ اور ایک دفعہ اپنے باپ سے یوں خطاب کیا تھا کہ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا تو یہ حالات ایسے ہی پیدا ہوئے جیسا کہ آپ نے اشارہ کیا تھا۔

باب کی تبلیغی جدوجہد

آپ نے شاہان اسلام کو تبلیغی خطوط روانہ کئے اور مکہ شریف جا کر اپنے دعویٰ کا اعلان کر دیا۔ اس سے پیشتر گو یہ اعلان ہو چکا تھا کہ آپ شہر کوفہ کے مضافات میں اظہار دعویٰ کریں گے مگر چونکہ وہاں لوگ کافی تعداد میں جمع نہ ہو سکتے تھے اس لئے یہ اظہار مکہ شریف کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ حاجی محمد رضا ابن حاجی رحیم مخمل فروش کا بیان ہے کہ میں نے آپ کو بیت اللہ کے اردگرد طواف کرتے دیکھا کہ آپ کمال خضوع وخشوع سے طواف کر رہے ہیں تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ امام وقت ہیں یا اس کے نقیب اور مبشر ہیں۔ پھر بار بار مجھے خواب میں اپنی زیارت سے مشرف کرتے رہے آخر جب مدینہ شریف میں آپ سے ملاقات ہوئی

تو آپ کی تصدیق کرنے پر مجبور ہو گیا یہ حاجی صاحب بارہ برس آپ کی صحبت میں رہے اور ۱۲۶۷ء میں آپ کا انتقال ہوا۔

باب کی گرفتاری

آپ مکہ سے ارض فاء (شیراز) کو بحری راستہ سے واپس آئے تو سلطان وقت نے آپ کو نظر بند کر لیا اسی حالت میں جب گھر پہنچے تو آپ کے پاس لوگوں کا آنا جانا بند کر دیا اور خط و کتابت بھی ممنوع قرار دی گئی۔ مگر آپ بدستور مخفی طور پر اپنے مریدوں کی طرف اپنی تحریرات ارسال کرتے رہے۔ کچھ دنوں کے بعد دشمن دیوار پھاند کر اندر آگئے اور آپ کا اور آپ کے ماموں کا تمام مال ومتاع لوٹ کر واپس چلے گئے اس سے پیشتر آپ کے مریدوں کی تشہیر وتعزیر بھی ہو چکی تھی اور ان کو جلا وطن بھی کر دیا تھا۔ جن میں سے بعض کے یہ نام ہیں: حاجی حبیب، ملا صادق خراسانی، ملا علی اکبر کردستانی، پھر آپ کو داروغہ کے محل میں نظر بند کر دیا گیا تو وہاں وباء پڑ گئی اور حدیث کا مضمون صادق ہوا کہ امام کے عہد میں طاعون ابیض (وباء) اور طاعون احمر (کشت وخون) پڑے گی اور داروغہ کا لڑکا بیمار ہو کر قریب المرگ ہو گیا۔ باب نے دعا کی تو فوراً تندرست ہو گیا اور داروغہ نے بابی مذہب اختیار کر لیا۔

باب کی ہجرت

آپ نے محمد حسین کردستانی کی وساطت سے تین گھوڑے منگائے اور شیراز سے اصفہان کو ہجرت کی۔ محمد حسین کا بیان ہے کہ آپ نے مجھے پچپن (۵۵) تومان (ایرانی روپے) دیئے اور فرمایا کہ ان سے فلاں فلاں علامت کے تین گھوڑے خرید کر لاؤ تو میں اسی قیمت پر انہی علامات کے گھوڑے خرید کر حاضر خدمت ہوا اور ان کے سوا دوسری قسم کے گھوڑے مجھے دستیاب نہ ہو سکے۔ میں نے ان کو آپ کی خدمت میں مقام حافظیہ پر پیش خدمت کیا تو

ایک پر آپ سوار ہوئے دوسرے پر سید کاظم رجائی اور تیسرے پر میں۔ آپ کا گھوڑا بہت چست و چالاک معلوم ہوتا تھا، اگرچہ اسے خوراک کافی نہیں ملتی تھی۔ ہم نے دوسرا گھوڑا تبدیل کر دیا تو وہ بھی آپ کی برکت سے چست و چالاک ہو گیا اور جب ہم دزدگاہ کے مقام پر پہنچے تو آپ نے عصر کی نماز بہت لمبی کر دی جب ہم نے سلام پھیرا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس خوفناک مقام سے بہت دور چلے گئے ہیں۔ پھر آپ نے مجھے پوچھا کہ تمہارا پچ پچ (پستول) کہاں ہے تو میں نے عرض کیا کہ میں بھول گیا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا کہ نہیں وہ تو تمہاری پاکٹ میں موجود ہے۔ میں نے دیکھا تو وہیں تھا۔ ایک دفعہ ہم سیاہ رات میں جا رہے تھے تو ہم آپ سے بچھڑ گئے اور سخت تشویش ہوئی کہ یا تو راستہ سے میں بھٹک گیا ہوں یا کاظم یا جناب؟ تو آپ نے دور سے ہمیں آواز دی، ہم آ پہنچے اور اس وقت آپ جلال میں تھے تو کاظم کو غش ہو گئی آپ نے چائے پلائی تو ہوش سنبھالا اور جب اصفہان پہنچے تو وہ مر گیا اور آپ نے اس کا جنازہ پڑھا۔ یہی محمد حسین جب قلعہ تبریز پہنچا تو اسے گرفتار کیا گیا اور ہر چند پوچھا گیا مگر اس نے رازداری کی باتیں نہ بتائیں اس لئے اس کی دائیں آنکھ پر گولی مار کر ہلاک کر دیا۔

قیام اصفہان

جب آپ اصفہان پہنچے تو معتمد الدولہ منوچہر گاں سے درخواست کی کہ آپ کو چند یوم اصفہان میں قیام کی اجازت بخشے تو اس کی اجازت سے چالیس یوم تک وہاں قیام کیا۔ چنانچہ آپ امام جمعہ کے گھر ٹھہرے امام جمعہ آپ کا معتقد ہو گیا اور آپ کو خود وضو کرایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے عرض کیا کہ جناب آپ کی صداقت کا نشان کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ چھ گھنٹے میں ایک ہزار شعر فی البدیہہ کہہ سکتا ہوں۔ پھر امام جمعہ نے آپ سے

درخواست کی کہ جس طرح آپ نے سید یحییٰ دارابی کو سورہ کوثر کی تفسیر لکھ کر عنایت فرمائی تھی، اس طرح مجھے بھی سورہ عصر کی تفسیر لکھ کر عنایت فرمائیں تو آپ نے فوراً لکھ کر دی اور چونکہ معتمد الدولہ بھی آپ کا معتقد ہو چکا تھا۔ اس لئے آپ نے اثبات نبوت میں ایک رسالہ اسے لکھ کر دیا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ باب معتمد الدولہ کے مکان میں ملاقات کو آئے تو اس وقت محمد مہدی بن حاجی کلباسی اور ملا حسن ابن ملا علی نوری پہلے ہی موجود تھے تو دونوں نے باب سے سوالات کئے جن کا جواب باب نے باصواب دیا۔ مگر بعد میں جب دیکھا کہ لوگ جوق در جوق آرہے ہیں تو حاسد بن گئے اور امام جمعہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے تو معتمد نے کہا کہ تم لوگ اس کی تردید کرو مگر وہ نہ کر سکے پھر باب نے اس دن کے بعد مباہلہ کی دعوت دی مگر مقابلہ پر کوئی نہ آیا۔ مرزا آقاسی کے پاس امام جمعہ اور تمام لوگوں کی شکایت کی گئی کہ وہ باب سے حسن عقیدت رکھتے ہیں اس لئے امام جمعہ کو خوف پیدا ہو گیا اور لوگوں نے باب پر حملہ کر دیا۔ مگر معتمد نے آپ کو اپنے گھر میں پوشیدہ رکھ لیا اور عرض کی کہ اگر بادشاہ آپ سے اعلان جنگ کرے گا تو میں دو قسم کے لوگ (بختیاری اور شادسون) جمع کر کے بالمقابل کر دوں گا۔ اگر صلح و صفائی سے آپ کو بلائے تو میں آپ کے ہمراہ طہران جاؤں گا اور حق بات کہہ دوں گا امید ہے کہ بادشاہ آپ کا معتقد ہو جائے اور اپنی لڑکی کا نکاح بھی آپ سے کر دے گا تو آپ خوب تبلیغ کر سکیں گے۔ مگر آپ نے اسے منظور نہ کیا۔ اور معتمد الدولہ آپ کا یوں معتقد ہوا کہ وہ ایک دن حقہ پی رہا تھا اتفاقاً ایک چنگاری اڑ کر زمین پر آگری تو آپ نے پتوں میں لپیٹ کر ٹوپی میں ڈال دی اور سرپوش لگا دیا۔ معتمد نے دیکھا تو وہ ٹوپی سونے کی بن چکی تھی۔ اسے خیال ہوا کہ شاید کسی پتی کی تاثیر ہے تو آس پاس سے تمام پتے جلا کر عمل کرنا شروع کر دیا مگر ایک دفعہ بھی سونا نہ بنا تو اس نے اپنا تمام مال باب کے نام نذر کر دیا مگر دل سے تصدیق نہیں کی۔ اور جب آپ کی ترقی دیکھی تو حسد سے مرزا

گیا اور جب باب کو اس کی خبر موت پہنچی تو آقاسی سے مال طلب کیا مگر اس نے ایک پائی نہ دی۔ اور دو آدمیوں کو باب نے پہلے ہی انیس (۱۹) دن اس کے مرنے کی خبر دے دی تھی، جن میں سے ایک سید یحییٰ یزدی بھی ہے۔ میں نے (مولف نقطۃ الکاف نے) پوچھا تھا کہ جناب نے حضرت باب کی تصدیق کیسے کی تھی؟ فرمایا کہ جب میں نے آپ کا دعویٰ سنا تو شیراز کو کوچ کیا اور حاضر خدمت ہو کر باب سے چند سوالات کئے۔ جن کا جواب اطمینان بخش آپ نے مجھے نہ دیا، جس سے میرے قلب پر صدمہ ہوا۔ مگر احباب نے کہا کہ ضرور حضرت باب آپ کی طرف کسی وقت توجہ مبذول فرمائیں گے تو واقعی آپ نے مجھے خلوت میں بلا بھیجا، جب میں پیش ہوا تو میں نے اپنے دل میں تین سوال سوچ رکھے تھے۔ جن میں سے دو میں نے پیش کئے اور آپ نے ان کا فوری جواب دے دیا۔ تیسرا سوال میں نے ابھی تک مخفی رکھا تھا لیکن آپ نے جوابی پرچہ کے دوسرے صفحہ پر وہ سوال بھی مع جواب کے مفصل تحریر فرما دیا جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی آپ باب الوصول الی اللہ ہیں۔

میں نے پھر پوچھا کہ آپ کے والد صاحب حضرت باب کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں؟ تو آپ نے کہا کہ ابھی تک خاموش ہیں۔ مگر جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ وہ باب کی تصدیق نہیں کرتے تو میں ان کو قتل کر دوں گا۔

سفر طہران

معتمد کی وفات کے بعد گرگین خان نائب السلطنت مقرر ہوا تو اس نے حضرت باب کو بلوا کر کہا کہ آپ طہران یا کاشان تشریف لے جائیں کیونکہ آقاسی آپ کا مخالف ہے، جب وہ مجھے حکم دے گا کہ میں آپ کو اس کے سپرد کر دوں تو میں انکار نہ کر سکوں گا کیونکہ معتمد مرحوم کی طرح میں طاقتور نہیں ہوں۔ باب نے عذر کیا کہ میرے پاس سفر خرچ نہیں، کیسے جا سکتا

ہوں؟ تو گرگین خان نے اپنی طرف سے سفر خرچ اور سواری کا انتظام کر دیا اور باب فوراً روانہ ہو گئے مگر آپ کو بہت ہی ملال تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ تمام منافقانہ کارروائی ہے اور گرگین خان چاہتا ہے کہ شاہی دربار میں اقتدار حاصل کرے مگر اس کی قسمت میں نہیں ہے اور اس عجلت سے آپ نے تیاری کی کہ آپ نے جو وہاں پر ایک پاجامہ اور جوتہ (ساغری، عیالی) بھی تیار کرایا تھا وہ بھی وہیں رہنے دیا اور راستے میں خورد و نوش بھی ترک کر دیا آخر جب کاشان کے قریب پہنچے اور وہاں پر کھانا نہ کھایا اور اس وقت آپ کے ہمراہی جو آدمی تھے تو ان کو خیال پیدا ہوا کہ بھوک سے کہیں آپ تلف نہ ہو جائیں اس لئے انہوں نے آپ کے دو طہرانی مبلغین کو آمادہ کیا کہ آپ کو کھانا کھلائیں۔ یہ دو مبلغ آپ کے حکم سے پہلے ہی دو روز طہران کو روانہ ہو چکے تھے اور ان کا یہ کام تھا کہ طہران میں تبلیغ کریں مگر حضرت باب اُن کو راستہ میں ہی جا ملے تھے بہر حال رفقائے سفر نے شیخ علی خراسانی سے کہا کہ حضرت باب خالی پیٹ سفر کر رہے ہیں تو اس نے کھانا تیار کرایا جس میں سے آپ نے قدر قلیل کھا کر باقی واپس کر دیا اور جلدی روانہ ہو کر کاشان پہنچ گئے۔ پھر وہاں سے موضع خانق تشریف لے گئے تو طہران میں خبر پہنچ گئی کہ آپ آ رہے ہیں اور سلطان سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں اور معلوم ہوا کہ خود سلطان بھی زیارت کے خواستگار ہیں۔ مگر گرگین خان وزیر اعظم نے درمیان میں ایک رکاوٹ پیدا کر دی اور آپ کو بارہ سپاہیوں کے ہمراہ ماکو بھیج دیا گیا (غالباً وزیر اعظم نے یہ عذر پیش کیا تھا کہ اس وقت حضرت سلطان خود سفر کو جا رہے ہیں اگر آپ سے ملاقات کریں تو سلطان کو اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑے گا۔ اس لئے جب آپ واپس آئیں گے تو آپ کو بلوایا جائے گا اور سلطان کی خدمت میں یہ عذر پیش کیا کہ حضرت باب جب آپ کے دربار میں حاضر ہوں گے تو لوگ جوق در جوق جمع ہو جائیں گے اور خواہ مخواہ بابی تحریک از سر نو شروع ہو جائے گی جس سے رعایا میں طرح طرح کے فسادات پیدا

ہو جائیں گے)

سفر زنجان اور ظہور خوارق

محمد بیگ جو بارہ سپاہیوں پر افسر تھا، باب کا مرید ہو گیا کیونکہ اس نے اثنائے سفر میں ایک روز صبح حوالات کا معائنہ کیا (کیونکہ باب زیر حراست تھے) تو دروازہ کھلا تھا اور باب ایک نہر کے کنارے وضو کر رہے تھے۔ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے قفل پر ہاتھ رکھا تو فوراً کھل گیا تھا۔ اس لئے میں باہر چلا گیا چند سپاہیوں کا ارادہ ہوا کہ باب پر سختی کریں تو ان سب کو وجع الفراد قم معدہ کی درد اٹھی، آخر سب نے معافی مانگی تو آپ کی دعا سے فوراً شفایاب ہو گئے حاکم زنجان نے محمد بیگ کی معرفت ایک درخواست بھیجی کہ وہ باب کو دیکھنا چاہتا ہے مگر اس وقت مشاغل سفر سے محمد بیگ چونکہ بالکل چور ہو چکا تھا اس لئے اسے وہ درخواست باب کی خدمت میں پیش کرنے کی فرصت نہ مل سکی اور اس سے فراموش ہو گئی۔ جب آپ زنجان پہنچے (جو ارض رضوان کہلاتا تھا کیونکہ اس میں آپ کا مبلغ اخوند ملا محمد علی رہتا تھا جس نے اپنی قوت تبلیغ سے لوگوں پر اچھا اثر ڈال رکھا تھا) تو خاص دار الخلافہ میں چوہدری محمود خان کے گھر اترے اور حضرت باب نے محمد بیگ کو یا فلاں کہہ کر پکارا مگر اسے جرأت نہ ہوئی کہ انکار کرے گو پہلے بہت مغرور تھا، اور اس قدر مخالف تھا کہ سلطان کے دربار میں چند مسائل فقہ پر شیخ الاسلام باقر رشتی بابی سے مباحثہ کرنا چاہتا تھا مگر سلطان نے اس کو روک دیا تھا کیونکہ یہ صرف اخباری تھا اور علم فقہ میں مہارت نہ رکھتا تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی خطرہ تھا کہ بابی تحریک زور پکڑ جانے سے فساد نہ ہو جائے۔ آخر جب اس نے قرآن الباب کا ایک صفحہ پڑھا تو فوراً اس کے قلب پر ایسا گہرا اثر ہوا کہ اسے انکار کی کوئی وجہ نظر نہ آئی تو داخل بیعت ہو گیا۔ اس کا بیان ہے کہ جب ہم زنجان پہنچے تو میں نے حضرت باب کی امداد میں سر توڑ کوشش کی اور آپ کے اعزاز میں حکم دے دیا کہ زنجان میں کوئی شخص حقہ نوشی نہ کرے مگر میری شکایت ہو گئی تو سلطان نے مجھے واپس طہران طلب کیا۔ اب میں باب سے خواستگار ہوا کہ کیا میں سلطان سے مقابلہ کروں یا سر تسلیم خم کر کے وہاں جا کر قید ہو جاؤں؟ تو آپ نے حکم دیا کہ تمہارے لئے قید ہو جانا دو جہاں کی عبادت سے بہتر ہے۔ پھر وہاں کے مزید حالات بیان کرتا ہے کہ جب ہم زنجان پہنچے تھے تو ظہر اور عصر کے درمیان کا وقت تھا لوگ سنتے ہی [۱] تو پیادہ سرکاری کے ہمراہ حکم نامہ ہمارے نام آپہنچا کہ مغرب سے پہلے ہی شہر سے نکل جاؤ۔ ہم نے بہتیرا عذر کیا کہ معاف کیجئے ہم تھکے ماندے ہیں۔ مگر حاکم نے ایک نہ سنی تو باب ناراض ہو کر کہنے لگے کہ دیکھو یہ حاکم کس جوش سے ہماری زیارت کا خواہاں تھا اب کس طرح اس نے اپنی رائے تبدیل کر دی ہے (گویا یہ اشارہ اس رقعہ کی طرف تھا جو اثنائے سفر میں حاکم خراسان کی طرف سے ہمیں ملا تھا کہ میں حضرت باب کی زیارت کرنا چاہتا ہوں اور وہ خط پیش کرنا بھول گیا تھا) اے میرے خدا دیکھ! آل رسول سے یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ اس وقت آپ کا قیام ایک پتھر کی بنی ہوئی سرائے میں تھا آپ نے وہاں سے دو فرسخ (چھ میل) کے فاصلہ پر ایک دوسری سرائے میں اترنے کا فیصلہ کیا جو کچی اینٹوں کی بنی ہوئی تھی۔ جب ہم میلان پہنچے تو راستہ میں ہی زائرین کا ہجوم ہو گیا۔ مگر باب بالا خانہ میں جا کر عزلت نشین ہو گئے اور کسی سے ملاقات نہیں کرتے تھے۔ دوسرا دن ہوا تو ایک بڑھیا عورت ایک کوڑھے بچہ کو لے کر حاضر ہوئی جس کے تعفن سے لوگ بہت تنگ آچکے تھے اور وہ بہرا بھی ہو چکا تھا۔ آپ کو دیکھ کر بہت ہی رحم آیا تو چند کلمات پڑھ کر دم کیا تو اسے چند دن بعد آرام ہو گیا۔ یہ کرامت دیکھ کر دو سو سے زائد داخل بیعت ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ (میلان قطعة من الجنة) یہ بہشتی جنت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جب وہاں

---

[۱] جوق در جوق آنے لگے اور دوالعہ کے کنٹ ایک پیسہ سے ایک روپیہ تک فروخت ہوئے اس لئے حاکم زنجان کو خطرہ کا اندیشہ ہوا۔

سے کوچ کر کے شہر تبریز کے قریب ایک منزل پر ہم نے قیام کیا تو ہم رفقائے سفر کو یہ خواہش
پیدا ہوئی کہ بکری کے کباب کھائیں، تو کسی نے اسی وقت بکری کا ایک بچہ بطور نذرانہ پیش کیا
جس کے کباب بنا کر ہم نے خوب کھائے پھر ایک دفعہ رفقائے سفر اور شاہی سپاہیوں نے
آپ سے نقدی طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے مگر وہ عاجز ہو کر بہت
ہی پیچھے پڑ گئے، تو آپ جلال میں آگئے اور اپنا (رومال) توشہ دان جنگل میں ان کے سامنے
پھینک دیا جس کو ہم نے جھاڑا تو اندر سے مجھے پورے طور پر یاد نہیں دس تومان نکلے تھے یا
تیس تومان (طہرانی روپے) دستیاب ہوئے تھے۔ ایک دفعہ آپ گھوڑا دوڑا کر اثنائے سفر
میں ہم سے دُور نکل گئے اور ہمیں حیرت ہوئی کہ سلطان کو ہم کیا جواب دیں گے؟ کہ باب
ہم بارہ سپاہیوں سے بچ کر نکل گئے۔ مگر ہم تھوڑی ہی دُور گئے تھے تو ہمیں آپ کھڑے
ہوئے نظر پڑے اور مسکرا کر کہنے لگے کہ اگر میں چاہتا تو تم سے بھاگ سکتا تھا۔ بہر حال یہ
حالات دیکھ کر میرا ارادہ ہوا کہ آپ کو تبریز پہنچا کر واپس طہران چلا جاؤں اور تبریز سے ماکو
تک کا سفر چونکہ نہایت ہی دشوار گزار تھا۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ یہ مہم شہزادہ کے
زیر اہتمام انصرام پائے جو تبریز میں رہتا تھا۔ آپ نے بھی میری رائے کو پسند فرمایا اور کہا
کہ تبریز سے آگے سفر کرنا ظلم ہے تم اس میں دخل نہ دو۔ میں خود تبریز سے آگے جانا نہیں
چاہتا۔

ورودِ تبریز و سفر ماکو

اور جا کر شہزادہ سے کہہ دو کہ ہمیں تبریز میں رہنے دے کیونکہ میں نے دوگانہ چھوڑ کر پوری
نماز شروع کر دی ہے اور میرا ارادہ یہیں رہنے کا ہے۔ مجھے بخار تھا اس لئے میں نے عذر
پیش کیا کہ میں نہیں جا سکتا آپ نے فوراً چائے کی ایک پیالی سے اپنی جھوٹی چائے مجھے

پلا دی، تو مجھے فوراً شفا ہو گئی۔ تو میں نے شہزادہ کو آپ کا پیغام پہنچا دیا مگر اس نے تسلیم نہ کیا۔
اور جب آپ کو اس کے انکار کی میں نے اطلاع دی تو آپ نے نہایت افسوس سے ایک آہ
کھینچ کر کہا کہ (راضیا بقضاء اللّٰہ اللّٰھم افتح بینی وبین عبادک) ''یا اللہ میں
رضا بالقضاء کو اختیار کرتا ہوں تو ہی میرے اور اپنے بندوں کے درمیان منصفانہ فیصلہ صادر
فرما۔'' اس کے بعد آپ کو میں اپنے گھر لے آیا جو تبریز کی مضافات میں تھا تو آپ چند ایام
وہاں تشریف فرما رہے اور میرے گھر کے لوگ، جب حضرت وضو کرتے تو آپ کا مستعمل
پانی بطور تبرک اپنے لئے اٹھا لے جاتے اور دوائی کے طور پر استعمال کرتے۔ دوسری دفعہ
باب نے مجھے یوں کہہ کر شہزادہ کے پاس بھیجا کہ میں تبریز سے باہر نہیں جاؤں گا یہاں تک
کہ مجھے قتل بھی کیا جائے تو میرا جانا مشکل ہے۔ تو شہزادہ نے جواب میں کہا کہ جو کچھ سلطان
نے حکم دیا ہے اس کی تعمیل نہایت ضروری ہے لیکن جب میں واپس آنے لگا تو مجھے پھر بخار
ہو گیا اور وہیں پڑا رہا، اور مجھے یہ طاقت نہ رہی کہ شہزادہ کا یہ پیغام آپ کو پہنچا دوں۔ اس کے
بعد شہزادہ نے ایک سو تیس (۱۳۰) سپاہ سمیت بھیج کر آپ کو ماکو جانے پر مجبور کیا تو آپ مجھے
رخصت کی آخری ملاقات کرنے آئے تو میں کمال حسرت سے رویا اور آپ کو رخصت کیا۔
تو آپ ماکو تشریف لے گئے دو ماہ کے بعد جب مجھے صحت ہوئی تو میں بھی ماکو گیا اور حاضر
خدمت ہو کر اس کوتاہی سے معافی مانگی کہ میں شہزادہ کا پیغام آپ کو نہیں پہنچا سکا تھا تو آپ
نے مجھے معاف کر دیا اور میرے حق میں دعائے خیر فرمائی، اور فرمایا کہ میں نے ابھی سلطان
محمد شاہ اور وزیر آقاسی کو بد دعا نہیں دی اگرچہ انہوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے مگر بتاؤ حاکم زنجان کا
کیا حال ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ وہ خود بے ریش اور زن سرشت تھا۔ اس نے کسی کی
عورت اغوا کر لی تھی جس پر اہل زنجان بگڑ گئے اور اس کی تشہیر کر کے اسے نکال دیا اور اسی غم
میں دیوانہ ہو کر مر گیا ہے اور شہزادہ بھی بہت ذلیل ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے حق کو

ذلیل کیا تھا اس لئے خدا نے بھی اس کو ذلیل کر دیا ہے۔

ماکو میں تین سال نظر بندی

باب کو ماکو کے ایک قلعہ میں جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا نظر بند کر دیا گیا، اور اقاسی (وزیر اعظم) نے علی خان حاکم ماکو کو حکم دے دیا تھا کہ باب سے کوئی آدمی ملاقات کرنے نہ پائے اور نہ ہی کوئی خط و کتابت کرے مگر لوگ دھڑا دھڑ آنے لگے اور خلاف توقع ہر وقت بھیڑ لگی رہتی تھی اس لئے علی خان نے لکھ بھیجا کہ مجھ سے حراست مشکل ہے مناسب ہے کہ باب کو یہاں سے چہریق روانہ کیا جائے۔ بظاہر علی خان آپ کا مرید تھا جب تین سال بعد آپ وہاں سے روانہ ہوئے تو علی خان معافی کا خواستگار ہوا مگر باب نے نور باطن سے اطلاع پا کر کہا کہ ''ارے وزیر سے خط و کتابت بھی کرتے ہو اور مجھ سے معافی کے خواستگار بھی ہو، یہ کیا دورنگی ہے؟'' ملا ماکو اگرچہ ذی عزت اور تین سو خان پر افسر تھا۔ مگر جب آپ سے مسائل میں مختلف ہوا تو آپ نے اس زور سے لاٹھی رسید کی کہ لاٹھی اس کے سر پر ٹوٹ گئی۔ اور آقا سید حسین کو حکم دیا تو ملا ماکو آپ کے دربار سے نکال دیا گیا۔ اسی نظر بندی میں آپ نے سلاطین کو تبلیغی خطوط لکھے جو ایک لاکھ شعر پر مشتمل تھے اور یہ بھی مشہور ہے کہ سلطان اور اقاسی کو ایک ہزار قہری خطبہ (لیکچر) بھی لکھا تھا بہرحال جب آپ ماکو سے روانہ ہوئے تو چہریق کے قریب رومیۃ شہر میں اترے کیونکہ روانگی سے پیشتر علی خراسانی کو آپ نے مبلغ بنا کر رومیہ روانہ کر دیا تھا اور یہ شخص سید مرحوم (باب ثانی) کا بڑا مخلص اور عظیم الشان مرید تھا اور اب اس کو خاتم اور عظیم کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ اور آپ نے ایک رسالہ علم حروف میں لکھا جس میں بیان کیا تھا کہ کس طرح حسین کو علی بنایا جاتا ہے اور علی کس طریق پر عظیم بن جاتا ہے۔ وہاں کے حاکم یحییٰ خان نے جناب کو خواب میں دیکھا تھا جب آپ

آئے تو اس نے پہچان لیا اور داخل بیعت ہو گیا۔ مگر آپ کو تبریز میں نظر بند کیا گیا اور لوگ زیارت کے لئے اس اشتیاق سے آئے کہ آپ نے جب حمام میں غسل کیا تو آپ کا مستعملہ پانی ستر تومان سے فروخت ہوا جس کو لوگ ہاتھوں ہاتھ لے گئے۔

تبریز میں مناظرہ

کچھ مدت کے بعد حکومت نے باب سے تبریز میں مناظرہ کرانے کی تجویز پاس کی تو شہزادہ نے اپنے دربار میں باب کو طلب کیا اور مقابلہ میں بہت سے اہل علم جمع کیے گئے جن میں سے ملا محمود ولی عہد کا اتالیق اور ملا محمد ماماقانی بھی تھے۔ اور یہ قرار پایا تھا کہ اگر باب پاگل ثابت ہو تو قید میں رکھا جائے نہیں تو اسے ضرور قتل کیا جائے۔ باب نے پہلے غسل کیا اور لباس بدل کر چوبے بدست عطر لگائے ہوئے مجلس میں السلام علیکم کہہ کر حاضر ہو گئے مگر کسی ایک نے بھی وعلیکم السلام نہ کہا تو ذکر خفی کرتے ہوئے مجلس کی آخری صف میں بیٹھ گئے۔ دو چار منٹ کے بعد ملا محمد ماماقانی نے آپ سے سوال کیا کہ جو تحریرات لوگوں کے پاس تحریک بابیت کے متعلق ہیں، وہ آپ کی تحریر کردہ ہیں یا کسی اور یعنی محمد حسین بشروی کی (کیونکہ اس کو باب الباب اور باب کا مبلغ اول کہتے تھے) تو آپ نے فرمایا کہ ''وہ میری تحریریں ہیں اور یہ کلمات الٰہیہ ہیں۔'' پھر سوال کیا گیا کہ آپ باب ہیں؟ فرمایا ہاں ضرور، پھر پوچھا کہ باب کا کیا معنی؟ تو آپ نے فرمایا کہ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا سے اس کا مطلب سمجھ سکتے ہو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ مشاعر (حواس) چار ہیں۔

اول: آنکھ جو دل کا ترجمان ہے اس کا حامل رکن توحید ہے اور یہی مقام مشیت ہے۔ (یعنی انسانی ارادہ اور خدا کی توحید کا یہی مقام ہے)

دوم: کان جو عقل کا مرتبہ رکھتا ہے اور رتبہ نبوت کا حامل ہے اور ارادہ کا مصداق ہے۔ (یعنی

کان سے خدا کی آواز سنائی دیتی ہے اور مکالمہ سے نبوت حاصل ہوتی ہے)

سوم: قوۃ شامہ جو نفس کا ترجمان ہے اور رکن ولایت ہے اور مقام قدر کا حامل ہے۔

چہارم: فم (منہ) جو جسم کا ترجمان ہے رکن شیعہ کا مقام ہے اور بمنزلہ قضاء کے ہے اور تمام چہرہ مشعر خاص یعنی بحیثیت مجموعی پانچویں حس ہے جو عدد باب کو ظاہر کرتی ہے۔ اور ہائے ھویّۃ کے برابر ہے (کیونکہ حروفی حساب سے اس کے عدد پانچ ہیں) خلاصہ یہ کہ پانچ کا عدد خدا میں موجود ہے اور انسان کے چہرہ پر ظاہر ہو رہا ہے اور باب میں ظاہر ہوکر یہ اشارہ کرتا ہے کہ الباب وَجْهُ اللهِ باب خدا کا مظہر اور چہرہ ہے۔ ملا محمود نے اعتراض کیا کہ کان تو دو ہیں آپ کے نزدیک ایک کیسے ہوئے؟ اسی طرح آنکھیں بھی دو ہیں آپ نے ان کو ایک کیوں شمار کیا؟ تو باب نے جواب دیا کہ آواز ایک ہی سنائی دیتی ہے اور ایک ہی چیز دکھائی دیتی ہے، اس لئے ان کو ایک ایک تصور کیا گیا ہے۔ ملا محمد نے پوچھا کہ کب سے آپ باب ہوئے؟ جناب نے جواب دیا کہ تم ہزار سال سے منتظر تھے کہ محمد بن حسن ﷺ قائم آل محمد آتے ہیں تو میں وہی ہوں۔ پوچھا کہ کیا دلیل ہے؟ کہا کہ ہمارے پاس آیات ہیں۔ امیر ارسلان اور ولی عہد شہزادہ نے کہا کہ اپنی لاٹھی کے متعلق کچھ آیات پڑھیں۔ تو آپ فوراً شروع ہوگئے، اور کئی ایک شعر بول دیئے۔ کسی نے کہا کہ ہم آپ کی آیات نہیں سمجھ سکتے کیونکہ بے معنی ہیں۔ تو آپ نے جواب دیا کہ پھر تم نے آیات کے ساتھ قرآن شریف کی تصدیق کیسے کی ہے؟ امیر ارسلان نے کہا کہ ایسے شعر تو میں بھی بول سکتا ہوں چنانچہ اس نے بھی بے جوڑ تک بندی شروع کردی اور شعر سازی کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ پھر ولی عہد نے پوچھا کہ کیا آپ ستاروں کے متعلق کچھ جانتے ہیں؟ یہ کہہ کر کرہ آپ کی طرف لڑھکا دیا۔ مگر باب نے کہا کہ میں علم نجوم نہیں جانتا۔ کسی نے کہا کہ آپ بتایئے قولہٗ کیا

صیغہ ہے؟ باب بالکل خاموش ہوگئے، اور مجلس سے واپس چلے آئے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ آپ کو جنون ہے مگر طبیب کی تشخیص پر معلوم ہوا کہ آپ کو جنون کا عارضہ نہیں ہے۔ دوسرے دن ولی عہد نے ہوا کر

باب کی سزایابی

پیادوں کو حکم دیا کہ باب کو درے لگاؤ مگر سب نے انکار کردیا کہ پہاڑ کی چوٹی سے گر کر مرجانا منظور ہے لیکن ایک سید آل رسول ﷺ کو درہ لگانا ہم سے نہیں ہوسکتا۔ شیخ الاسلام خود سید تھا اس نے کہا کہ سید کو سید پیٹنے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔ چنانچہ باب کو بلا کر زیر تنہ پہنایا اور آپ کو اٹھارہ عدد درے لگائے، جو عدد حیٌّ کی طرف اشارہ ثابت ہوئے کہ باب زندہ رہیں گے اور اس سزایابی کی خبر آپ نے پہلے ہی دی ہوئی تھی بہر حال آپ چہریق کو واپس آگئے۔ اس واقعہ کے بعد مرزا احمد مرگیا اور شیخ الاسلام کو بہت ذلت اٹھانی پڑی۔ مرزا مہدی علی خان حاکم مازندران کا بیان ہے کہ مجھے خواب آیا کہ سلطان محمد شاہ اپنے تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ اور فوجیں سلامی میں حاضر ہوئیں تو ناگہاں ایک نوجوان سید (یعنی حضرت باب) آیا جس نے کہ بادشاہ کو ایک تھپڑ رسید کیا اور بادشاہ وہیں مرگیا۔ اس خواب کے بعد سلطان تین روز بیمار رہ کر مرگیا اور وزیر اعظم اقاسی معطل ہوکر بھیک مانگنے لگا۔

اخوند باب الباب محمد حسین بشروی

اسی اثناء میں خراسانی جماعت بسر کردگی۔ محمد حسین بشروی وارد مازندران ہوئی اور یہ صاحب وہ ہیں کہ روپوشی کی حالت میں مستور الحال بن کر حضرت باب کے ہمراہ ماکو تک پہنچے تھے تو وہاں سے آپ نے ان کو مبلغ بنا کر مازندران کے راستہ سے خراسان بھیجا ہوا

تھا۔ مگر جب اثنائے سفر میں شہر بارفروش میں حاجی محمد علی بارفروش کے پاس قیام کیا تو آپ نے حاجی صاحب پر اپنی شان بڑھائی مگر دوسرے روز آپ کو معلوم ہوا کہ حاجی صاحب کا تو یہ پایہ ہے کہ حضرت باب جناب کو حبیب کے لفظ سے یاد کیا کرتے تھے اس لئے آپ نے فروتنی اختیار کر لی اور (اللّٰہ الصّمد) کی تشریح میں تین ہزار شعر کہہ کر پیش کئے اس کے بعد آپ نے اہل خراسان کو عموماً اور سعید العلماء کو خصوصاً تبلیغ کی جس کے معاوضہ میں حضرت باب نے آپ کو خلعت انعام فرمائی جو سفید عمامہ اور قباء پر مشتمل تھی اور ایک توقیع مبارک (یعنی سند حسن کارکردگی) عطا فرمائی۔ بہرحال اس وقت اخوند صاحب بمعہ جماعت خراسانی کے مازندران میں فروکش ہوئے اور حاجی محمد علی صاحب بارفروش بھی آپ سے آملے کیونکہ سعید العلماء نے ان کو شہر بدر کر دیا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ بابی مذہب کے پیرو ایک کافی جمعیت میں وہاں جمع ہو گئے تو حضرت باب نے ان کو فتنۂ خراسان کی خبر قبل از وقوع دے دی۔

بروز فاطمہ رضی اللہ عنہا قرۃ العین طاہرہ

ملا صالح قزوینی کی لڑکی سید مرحوم (باب ثانی) کی پیرو تھی ان کے انتقال کے بعد یہ بھی اخوند صاحب (محمد حسین بشروی) کی طرح تلاش باب میں نکل کھڑی ہوئی اور جب اخوند صاحب کو حضرت باب کی خدمت میں شیراز کے مقام پر شرفیابی حاصل ہوئی تو انہوں نے طاہرہ کو خط لکھا اور وہ پہلے ہی غائبانہ بیعت میں داخل تھیں مگر اب تو ظاہرہ بیعت میں بھی داخل ہو گئیں اور مبلغ بن کر کربلا پہنچیں۔ جہاں پر لوگ زیارت کو کثرت سے آئے اور وعظ میں ایک خاص بھیڑ لگی رہتی تھی۔ زن و مرد اکٹھے آتے تھے اور داخل بیعت ہوتے تھے۔ اور یہ لوگ اس قدر متقی اور پرہیزگار بن گئے کہ بازار کربلا کی پکی ہوئی ہانڈی چھوڑ رکھی تھی۔

کیونکہ حضرت باب رکن رابع تھے (یعنی شیعہ کامل تھے) اور شیعہ کامل کو گالی دینے والا ائمہ اہل بیت کو گالیاں دینے والا ہوتا ہے اور ائمہ کو گالیاں دینے والا حضور ﷺ کو گالیاں دینے والا ثابت ہوتا ہے۔ اور چونکہ اہل بازار کربلا حضرت باب کو گالیاں دے چکے تھے اس لئے یوں سمجھے گئے کہ انہوں نے معاذ اللہ حضور ﷺ کو گالیاں دی ہیں اس لئے وہ واجب القتل کافر ہو گئے اور ان کا پکا ہوا کھانا حرام ہو گیا۔ قرۃ العین طاہرہ کا یہ دعویٰ تھا کہ میں مظہر فاطمہ رضی اللہ عنہا ہوں اور آپ کا بروز مجھ میں ہوا ہے۔ اس لئے اس نے بازار کی تمام اشیاء پر ایک دفعہ نظر ڈالی تو تمام اشیاء پاک ہو گئیں، اور بابی تمام اشیاء کو پاک اور حلال سمجھنے لگ گئے۔ کیونکہ حضرت باب نے اپنے ایک رسالہ ''الفروع'' میں یہ اصول لکھا تھا کہ نظر آل اللہ بھی نجس چیز کو پاک کر دیتی ہے۔ اور آل اللہ سے مراد چہاردہ معصوم ہیں، اور ان کی نظر خود ان کا ارادہ ہے۔ اور ان کا ارادہ خود اللہ کا ارادہ ہے اور جس چیز کو خدا چاہتا ہے وہ کیسے حرام رہ سکتی ہے۔ اس لئے قرۃ العین نے بروز فاطمہ بن کر نظر ڈالی تو تمام نجس اشیاء پاک ہو گئیں۔ مگر حاکم کربلا کو سخت اندیشہ پیدا ہوا اور خلیفہ بغداد کو اطلاع دی، اور فرمان خلافت کا منتظر رہا تو اسی اثناء میں اس کا یہ ارادہ ہوا کہ تا وصولیت حکم آپ کو نظر بند رکھے مگر آپ کو کسی نے خبر کر دی اس لئے رات ہی رات بغداد کو چلی گئیں اور وہاں مفتی اعظم کے گھر جا کر پناہ لی۔ لیکن وہاں بھی آپ کو اطمینان حاصل نہ ہوا، تو عراق کو چلی گئیں اور تبلیغ کا سلسلہ بدستور جاری رکھا اور بہت سے لوگ داخل بیعت ہو گئے۔ جن میں سے یہ لوگ مشہور ہیں۔ شیخ صالح العرب، ابراہیم واعظ، ملا شیخ طاہر، آغا سید گلپایگانی ملقب بہ مسیح اور کچھ مرید مرتد بھی ہو گئے تھے۔ کیونکہ انہوں نے آپ کا رویہ اسلام کے خلاف پایا تھا اور انہوں نے حضرت باب کی خدمت میں ایک شکایت نامہ بھیج دیا، تو آپ نے جواب میں لکھ دیا کہ قرۃ العین کا کلام الٰہی

ہے اور وہ پاکدامن (طاہرہ) ہے اس لئے ان کو بھی آیات طاہرہ سے انکار نہ ہو سکا (اور اس دن سے قرۃ العین کا لقب طاہرہ مشہور ہو گیا) اس کے بعد طاہرہ نے کرمان اور ہمدان میں تبلیغ کی اور طہران جانے کی خواہش تھی مگر آپ کے والد نے آپ کو مجبوراً واپس قزوین میں بلا لیا اور کہا کہ اگر تو بیٹا ہوتی تو تبلیغ بابیت پر مجھے کچھ افسوس نہ ہوتا' مگر کیا کروں تم لڑکی ہو تو مجھے سخت شرم دامنگیر ہو رہی ہے اور ہر چند اپنے خاوند کے ساتھ مصالحت کرنے کو کہا گیا مگر طاہرہ نے کہا کہ میں طاہرہ ہوں اور وہ خبیث ہے۔ اس لئے ہمارا باہمی نکاح فسخ ہو چکا ہے، کیونکہ شیعہ کامل کو گالی دینے والا بحکم حدیث کافر ہوتا ہے اور کافر و مسلم کا باہمی نکاح قائم نہیں رہ سکتا۔

قتل ملا تقی

جیسا کہ اہل اسلام کی عورتیں جب مکہ چلی گئی تھیں تو ان کا نکاح ٹوٹ گیا تھا۔ اسی اثناء میں صالح شیرازی ملا تقی کے پاس چلا گیا جبکہ وہ نماز میں مشغول تھا' فراغت کے بعد اس نے سوال کیا کہ شیخ احمد احساوی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ کہا کہ وہ ملعون تھا۔ یہ لفظ سنتے ہی صالح شیرازی نے وہیں مصلی پر پیٹنا شروع کر دیا اور اتنا پیٹا کہ وہ وہیں مر گیا۔ اس پر شور اٹھا تو ستر آدمی پکڑے گئے۔ اور یہ مواد دیر سے پک رہا تھا، کیونکہ ایک دفعہ حضرت قزوین کے پاس گزر رہے تھے تو آپ نے ملا تقی سے کچھ امداد مانگی تھی، تو اس نے بجائے امداد کے گالیاں دی تھیں اور آپ نے جوش میں آ کر کہا تھا کہ کیا اسے کوئی بھی ہلاک نہیں کر سکتا تا کہ آل محمد کو گالیاں نہ دے۔ مگر اب وہ بات پوری ہو گئی اور صالح شیرازی نے اپنے جرم کا اقبال کر لیا اور ملا تقی نے اپنے قاتل کو معافی بھی دے دی تھی۔ مگر حاکم نے یہ مصالحت قبول نہ کی اور ستر میں سے چھ آدمی طہران بھیج دیئے۔ جن میں سے اسد اللہ نامی تو طہران

پہنچتے ہی جاں بحق ہو گیا، کیونکہ وہ بیمار تھا۔ اور صالح شیرازی جو اصل قاتل تھا راستہ میں ہی فرار ہو گیا۔ باقی رہے چار تو ان پر محمد ابن تقی نے دعویٰ کیا کہ یہ بابی ہیں انہوں نے ہی میرے باپ کو قتل کیا ہے لیکن سلطان نے آقا محمود کو بھیج کر تفتیش کی تو صاف جھوٹ ظاہر ہو گیا۔ مگر اشتباہ میں پھر بھی صالح عرب کو مار ڈالا۔ باقی تین مجرم ملا محمد کو مل گئے اور وہ ان کو اپنے وطن قزوین کو واپس لے آیا تا کہ اپنے باپ کی قبر پر طواف کرا کر آزاد کر دے مگر لوگوں نے عین طواف کے وقت ہجوم کر کے تینوں کو مار ڈالا اور ان کی لاشیں آگ میں جلا دیں، اور اس وقت طاہرہ خراسان کو بھاگ گئی تھیں اور جب آپ کا قیام شاہرود کے مقام پر ہوا تو آپ کے مرید بھی آ پہنچے اور جناب حاجی محمد علی بارفروش بھی مشہد مقدس کی زیارت سے فراغت پا کر شامل ہو گئے۔ گویا شمس و قمر جمع ہو گئے اور مشیت ایزدی آسمان تھا اور ارادہ الٰہی زمین تھی۔ جہاں دلوں میں توحید کا تخم بویا گیا۔ باب نے فرمایا کہ

۱..... حضرت امیر نے کمیل (خادم) کے جواب میں فرمایا تھا کہ حقیقت کے مقام پانچ ہیں جس کا راز میری ذات میں مضمر ہے اور میں اس کو باب کے نام سے معنون کرتا ہوں اس لئے میرا پہلا کام یہ تھا کہ حجاب جلالیت کو دور کرتا۔

بیعت بدشت اور بروز رسالت و ولایت

تو میں نے علوم کے چہرہ سے پردے اٹھا دیئے۔ دوسرا کام یہ تھا کہ موہوم کو مٹا دیتا اور معلوم کو روشن کر دیتا تو میں نے سورہ یوسف کی تفسیر لکھ کر مٹا دی کیونکہ لوگ ابھی اس قابل نہ تھے کہ اسے سمجھ سکتے ور اس کی بجائے دوسرے علوم روشن کر دیئے۔ اور میرا تیسرا کام یہ تھا کہ راز کا اظہار کروں کیونکہ وہی راز مجھ پر غالب آ چکا تھا اور یہ وہ مقام ہے جس کو مقام ولایت کہتے ہیں تو میں نے اس کا اظہار مقام بدشت میں کر دیا کیونکہ مجھے معلوم ہوا کہ وہاں کے لوگ

معارف وعلوم سمجھنے کے قابل ہیں۔

۲..... درخت میں پھل ہوتا ہے اور پھل میں درخت۔ اور یہی مراد ہے کہ خدا اول وآخر اور ظاہر وباطن ہے۔

۳..... اسلام، ایمان اور عبادات حقیقت میں صرف توحید کا نام ہے۔

۴..... اولین پیدائش ﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾ کے مقام پر تھی۔ جس کا خاتمہ ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ؟ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ کے دن مقدر تھا اور اسی کی طرف ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ میں اشارہ ہے اور ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ. يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ﴾ عبدی اطعنی اجعلک مثلی تینوں ارشاد بھی یہی بتارہے ہیں۔

۴..... یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ذات باری اشارات، مبدا، معاد، اول، آخر سے پاک ہے اور اس کی مخلوق ہی ان صفات سے موصوف ہوتی ہے۔

۵..... یہ بھی ثابت ہے کہ مشیت ایزدی چاروں دنیا (لاہوت، جبروت، ملکوت اور ناسوت) میں جاری ہے اور اپنے ہر ایک دور میں اپنے اپنے نام سے ظاہر ہوتی ہے اس لئے ہی تو حضرت امیر نے فرمایا تھا کہ میں ہی آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ ہوں اور میں ہی محمد ہوں۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ ''القائم بامر اللّٰہ'' (امام آخر الزمان) بھی ایسا ہی ہوگا کیونکہ وہ حقیقت پر قابض ہے جس کے ظہورات مختلف ہیں۔ اس کی مثال ظاہری سورج ہے، جس کی ظہور میں دن ہوتے ہیں اور حجاب میں راتیں اور گویا ظہور وحجابات مختلف ہیں مگر حقیقت میں پر تو انداز صرف حقیقت واحدہ ہی ہے جس کو ہم سورج یا شمس کہتے ہیں اور اس میں تعدد نہیں، اور رجعۃ کا معنی بھی اسی سے حل ہوسکتا ہے۔

۶..... حضرت امیر نے فرمایا کہ انا صاحب الرجعات بعد الرجعات وصاحب الکرات والمرات میں یکے بعد دیگرے رجعتوں کا مالک ہوں اور نئے نئے دور کا مالک ہوں۔

۷..... امیر کی رجعت چشم زدن سے بھی قلیل وقت میں ہوتی رہی ہے۔ چنانچہ جب آپ حیثیت نبویہ میں ظاہر ہوئے تو محمد ﷺ کہلوائے اور امیر کو آپ کا غلام تصور کیا گیا اور آپ نے فرمایا کہ انا عبد من عبید محمد میں حضور ﷺ کا کمترین غلام ہوں تو جب حضور ﷺ نے وفات پائی تو امیر اپنی ولایت کی طرف لوٹ آئے۔

۸..... حضور ﷺ کی مثال ہفتہ کے دن کی ہے اور امیر کی مثال آتوار ہے اسی طرح باقی اماموں کی شان باہمی اختلافات فضیلت سے حل کرسکتے ہو۔

۹..... ''کتاب زیارت جامع کبیر'' میں ہے کہ حضرت امام نے جناب حسن عسکری کے حق میں فرمایا تھا کہ تم آل ﷺ رسول کی سرشت ایک ہی ہے، جو بالکل پاک اور مصفا ہے اور ''بعضها من بعض'' کی شان رکھتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''ہم آل عباء دراصل ایک ہی حقیقت سے پیدا ہوئے ہیں جس کو ''درۃ بیضاء'' ایک چمکتا ہوا سفید موتی بتایا گیا ہے۔''

۱۰..... شمس حقیقت (اور درہ بیضاء) اپنی اصلیت پر قائم ہے مگر جب حجاب اس کے سامنے ہوتا ہے تو دنیا میں کوئی ہادی نہیں ہوتا اور جب حجاب اٹھ جاتا ہے تو ہادی پیدا ہوجاتے ہیں اور وہی مرجع خلائق بن جاتے ہیں کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایاب الخلق الیکم وحسابهم علیکم مخلوقات کا انتظام تمہارے سپرد ہے اور ان کا حساب وکتاب تمہیں ہی لینا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ اگر ذکر خیر ہو تو تم ہی اس کی بنیاد ہوتے ہو اور اصل وفرع یا مبداء و معاد ہوا کرتے ہو۔

۱۱.....خبر اول معرفت ذات باری ہے جس کو علم توحید کہتے ہیں اور جس کے چار مراتب ہیں۔ اول: خدا کی وحدانیت اور یکتائی کا اقرار کرنا اور اس کو نقطہ وجود میں موجود ماننا۔ دوم: خدا کی صفات تسلیم کرنا۔ (اور مشیة الوجود اور ارادة الوجود تمام سے فائق ہے اور اسی طرح باقی صفات کا بھی اندازہ لگا سکتے ہو) سوم: توحید الافعال اس مقام پر فعل وجود فعل الٰہی ہے۔ چہارم: توحید عبادات: اور یہ فنائی الوجود اور تقرب الی الوجود کا مقام ہے اور چونکہ ذات باری میں قرب و بعد نہیں ہوتا اس لئے اس سے مراد اس کے مظہر اور اوتار ہوتے ہیں۔

۱۲.....خمس و زکوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کے اصلی مالک صرف حضرت وجود (امام الزمان) ہی ہیں اور لوگ اپنے مال کے مالک نہیں ہیں۔ "صوم" سے مراد یہ ہے کہ حضرت وجود کی خلاف ورزی نہ کرو۔ "حج" سے مراد یہ ہے کہ حضرت وجود کے مشیۃ اور خواہش کو ہمیشہ ملحوظ رکھو، اس کا ارادہ معلوم کرو، اس کی قضا و قدر (یعنی تجویز اور شروع فعل) کی طرف نظر رکھو، اس کا اذن اور اجازت حاصل کرو، اور اس کی اجل اور کتاب کا انتظار رکھو۔ اور یہی فعل کے سات مراتب ہیں جن کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ اور عبودیت کا معنی یہ ہے کہ انسان اپنے معبود میں فنا ہو جائے کیونکہ حضرت امیر نے فرمایا ہے کہ العبودية جوهرة كنهها الربوبية عبودیت وہ حالت ہے جس کی اصلیت خدائی ہے۔

۱۳..... چونکہ وجود کے سات مراتب ہیں اسی مناسبت سے بیت اللہ شریف کے اردگرد سات دفعہ طواف واجب کیا گیا ہے، تاکہ ظاہر و باطن آپس میں مطابق ہو جائیں۔

۱۴..... حضرت نقطہ یعنی باب کا مکان تمام مکانوں سے اشرف ہے جہاں آپ رہتے ہیں اور قیام کے مقام پر بیت اللہ سے مراد حضرت نقطہ کا جسم مبارک ہے، یا اس سے مراد خلق شرافة اور شرافت کا اظہار ہے کیونکہ ﴿تعز من تشاء﴾ میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور

﴿اذا اراد شيئا ان يقول له كن فيكون﴾ میں یہ اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ جب کسی چیز کو عزت دیتا ہے تو وہ چیز اس کے ارادہ کے مطابق صرف "کن" سے پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کا ارادہ خود خدا کا ارادہ ہوا کرتا ہے۔ یا اس سے مراد حضرت نقطہ کا قلب ہے، کیونکہ خدا کا قول ہے کہ (لا يسعني ارضي ولا سمائي الا قلب عبدي المؤمن) زمین و آسمان میں میری گنجائش نہیں ہوئی اگر ہوئی ہے تو عبد مومن کے قلب میں ہوئی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اول المومنین حضرت نقطہ ہی ہیں (کیونکہ بروز رسالت وولایت ہیں) اور مرجع خیرات بھی آپ ہی ہیں۔

۱۵..... اسی اصول پر حضرت امام حسینؓ پر سلام پڑھتے ہوئے یوں کہنے کا حکم ہے کہ السلام عليك يا ابن زمزم والصفا والمشعر یعنی "اے نبی ﷺ اور علیؓ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے تم پر سلام ہو تو گویا آپ ہی زمزم، کوہ صفا اور مشعر الحرام کا مرجع ہیں۔"

۱۶..... اس تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک مخلوقات حجاب وجودی میں رہتی ہیں اس کے واسطے تمام حدود اور احکام مقرر ہوتے ہیں اور جب حجاب اٹھ جاتا ہے تو تمام قیود اور عبادات رفع ہو جاتی ہیں۔ کیا یہ ظاہر نہیں کہ خمس اور زکوٰۃ مال کی موجودگی تک ہی فرض ہوتے ہیں اور جب مال ہی امام کے سپرد کیا جائے تو یہ دونوں حکم خود بخود مرفوع ہو جائیں گے۔ باقی احکام کو بھی اسی اصول سے حل کر سکتے ہو اور ﴿واعبد ربك حتى ياتيك اليقين﴾ میں بھی حصول یقین کو انتہائے عبادات قرار دیا گیا ہے۔

۱۷..... انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں احکام سفر یا مشاغل زراعت کی طرح تھیں جب انسان منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے تو سفر کے تمام احکام دوگانہ اور افطار روزہ وغیرہ ساقط ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جب کھیت کٹ کر کھلاڑے میں صاف ہو جاتا ہے تو اس وقت حفاظت، پانی

دینا اور کھیتی باڑی کی تمام مصروفیتیں ختم ہو جاتی ہیں۔

۱۸......محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت منسوخ ہو چکی ہے کیونکہ انسانی ترقی کی راہ میں یہ شریعت احکام سفر تھی اب جبکہ وہ مقام توحید پر پہنچ چکا ہے تو دین محمدی کے تمام احکام ساقط ہو چکے ہیں۔ اس لئے اب امام آخر الزمان کی شریعت توحیدی جو نا قابل تنسیخ ہے اس پر عملدر آمد کرنا انسانی فرض ہوگا۔

۱۹......اِنَّ حَلَالَ مُحَمَّدٍ حَلَالٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ میں گویا ذکر ہے کہ حضور ﷺ کا حلال و حرام قیامت تک جاری رہیں گے مگر اس سے مراد قیامت صغریٰ یعنی چھوٹی قیامت ہے۔ (جو دوسرے صاحب شریعت کے ظاہر ہونے پر پہلے صاحب شریعت کے لئے ظاہر ہوا کرتی ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک اس قیام کا سلسلہ بدستور جاری رہا ہے)

۲۰......قائم آل محمد ﷺ کی شریعت تمام ادیان سابقہ کی ناسخ قرار پائی ہے کیونکہ کمال توحید کا راز لفی صفات میں مضمر ہوتا ہے ﴿کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً﴾ میں بھی بتایا گیا ہے کہ انبیاء کی شریعتوں نے لوگوں کو مختلف کر دیا تھا (اب وہ زمانہ چلا گیا ہے اس لئے جس طرح پہلے کمال توحید پر لوگ قائم تھے۔ اب بھی قائم ہوں گے)

۲۱......روایت ہے کہ یَجْعَلُ الْمِلَلَ مِلَّۃً وَّاحِدَۃً امام آخر الزمان تمام مذاہب کو ایک مذہب بنا دے گا۔ یہ بھی روایت ہے کہ احکامہ من الباطن اس کے احکام باطنی ہوں گے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب باطن آتا ہے تو ظاہر خود بخود دور ہو جاتا ہے۔

۲۲......خلاصہ یہ ہے کہ تمہارا تمام مال قائم آل محمد ﷺ کا ہے تمام آدمی اس کے غلام ہیں اور عورتیں اس کی لونڈیاں ہیں۔ اور روایت ہے کہ امام اگر چاہے تو بیوی میاں میں تبدیلی کر سکتا ہے۔ (یعنی تمہارے نکاح کی باگ ڈور بھی اسی کے ہاتھ میں ہے)

۲۳......تمام اطراف قبلہ ہیں، جس طرف رخ کرو وہیں خدا کی تجلی ظاہر ہو رہی ہے اور چونکہ پہلے زمانہ میں لوگ توحید کے احکام برداشت کرنے کے نا قابل تھے اس لئے ان کو الگ الگ طرفیں سجدہ کی بتائی گئی تھیں۔ آہستہ آہستہ رجعۃ بعد رجعۃ کے ذریعہ سے وہ احکام اٹھتے گئے یہاں تک کہ اب یہ زمانہ آ گیا ہے کہ اس میں کمال توحید کے احکام جاری ہوں گے کیونکہ اب لوگ توحید فی العمل کے برداشت کرنے کے قابل ہو چکے ہیں (اس لئے سب کو اتفاق اور اتحاد مذہبی کا اصول بتایا جا رہا ہے اور فیصلہ کر دیا ہے کہ تمام مذاہب اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں، بشرطیکہ وحدت ادیان کو ملحوظ رکھا جائے ورنہ اختلاف کی صورت میں باطل ٹھہریں گے۔

۲۴......بابیوں کو لوگ برا کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کافر اور لائق کشتنی ہیں اور یہی ان کی صداقت کا نشان ہے کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ جب رایۃ الحق یعنی حقانیت کا علم اٹھایا جائے گا تو اہل مشرق اور اہل مغرب اس پر لعنت بھیجیں گے اور جو لوگ حجاب میں پڑے ہوئے ہیں یا جن کی طبیعت میں جمود اور دقیانوسی خیالات جمع ہوئے ہیں وہ بھی ان کو لعنت بھیجیں گے۔ یہ بھی صداقت کا نشان ہے کہ سیاہ جھنڈے مشرق سے آپ کے لئے ہی نکلے تھے اور یہ کہ چار قسم کے علم (۱) یمنی جناب ذکر علی محمد کے ماتحت (۲) حسینی جناب قدوس محمد علی کے ماتحت (۳) خراسانی سید الشہداء کے ماتحت اور (۴) طالقانی طاہرہ کے ماتحت۔ (کیونکہ آپ کا باپ طالقانی تھا) بھی آپ کی صداقت کا نشان ہیں اور یہ کہ سفیانی علم یعنی شاہ ناصر الدین تباہ ہو چکا ہے۔

۲۵......خلاصہ یہ ہے کہ حاجی محمد علی صاحب کا دعویٰ رجعت رسول اللہ کا ہے کیونکہ وہی صاحب آیات ہیں اور مناجات واعلیٰ خطبوں کے پیدا کرنے والے ہیں۔

۲۶......خلاصہ یہ ہے کہ القائم بامر اللہ سے چونکہ مراد رجعت رسول ہے اس لئے وہ حضور

قدوس ہی ہیں اور چونکہ جناب ذکر رجعت امیر ہیں اور رجعت نبی سے پہلے سبقت کر چکے ہیں اس لئے جناب ذکر کا نام علی محمد ہو گیا اور جناب قدوس کا نام محمد علی بن گیا اور اس وجہ سے بھی آپ کا نام محمد علی ہوا کہ لڑائی میں تین سو تیرہ (۳۱۳) نقیب حاضر ہوئے تھے۔

۲۷..... یہ جو کہا جاتا ہے کہ ان کے نقیب ہوا میں بھی اڑیں گے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ علوم سابقہ سے پرواز حاصل کر کے قدوس سے آملیں گے۔ اسی طرح یہ بھی مشہور ہے کہ وہ زمین کو لپیٹ لیں گے اس سے مراد بھی یہی ہے کہ کچھ جاہل ہوں گے مگر قعر جہالت سے نکل کر آسمان عقل پر جا پہنچیں گے۔

باب چہارم

خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت قدوس میدان بدشت میں ظاہر ہوئے تو بابی خوشی سے اپنے کپڑوں میں نہیں سماتے تھے۔ اچھلتے، کودتے اور ناچتے پھرتے تھے اور وجد میں آکر نعرہ لگا کر دیوانہ وار حرکتیں کرتے تھے۔ مگر یہ تمام شور وغل ابھی فرو نہیں ہوا تھا کہ مخالفین آپڑے تو حضرت قدوس نے حکم دے دیا کہ اپنے مال چھوڑ کر الگ ہو جاؤ اور کسی کی مزاحمت نہ کرو۔ اس لئے بابی وہاں سے چل کر آمل اشرف اور بارفروش میں آگئے خود حضرت قدوس بھی کچھ مدت بارفروش میں روپوش رہے۔ سعید العلماء نے حاکم وقت کو رپورٹ دی تو جناب قدوس کو ساری روانہ کیا گیا اور طاہرہ کو نور کی طرف بھیجا گیا اور سید الشہداء اپنے ستر (۷۰) ہمراہیوں اور زاد راہ کے ساتھ خراسان سے مازندران کو روانہ ہو گئے۔ جب قدوس منزل میامی میں پہنچے تو ملا زین الدین بھی اپنے تیس سے زائد ہمراہیوں کی معیت میں آپ سے شامل ہو گئے (ملا صاحب کا داماد بھی آپ کے ہمراہ تھا حالانکہ بیاہ کو چند دن ہی گزرے تھے اور اس کی عمر بھی اٹھارہ سال تھی اور ملا صاحب خود عمر رسیدہ بوڑھے تھے۔ ملا صاحب کی

سواری کے ساتھ دوڑتا تھا اور کہتا تھا کہ میں حبیب بن مظاہر ہوں اور کربلائے بابیہ میں یہ سب شہید ہو گئے تھے) یہ لشکر جب مازندران کے قریب پہنچا تو حضرت قدوس نے قطع مسافت کو بہت ہی کم کر دیا۔ یہاں تک کہ روزانہ سفر نصف فرسنگ رہ گیا تھا۔ گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کسی امر کا انتظار کر رہے ہیں۔ ایک دن ابن السلطان (شہزادہ) سفر میں آپ کو ملا اور پوچھا کہ جناب کہاں جا رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا تھا کہ کربلا جا رہا ہوں۔ اس کے بعد متصل ہی آپ کو خبر ملی کہ بادشاہ مر چکا ہے تو آپ تیز ہو گئے (گویا آپ اسی کا انتظار کر رہے تھے) اور جبل فروز پر پہنچ گئے اور خطبہ دیا کہ جو شخص حکایت بدشت کا ذکر کرتا ہوا معلوم ہو گا اسے سزا دی جائے گی۔ ہم شہادت کے لئے جا رہے ہیں جو برداشت نہیں کر سکتا وہ واپس چلا جائے۔ میں ظہر کوفہ یعنی بارفروش کے قریب قتل کیا جاؤں گا (اس کو خطبہ ازلیہ کہتے ہیں اور اس شہادت کو شہادت ازلیہ بتاتے ہیں) آپ کے دو سو ہمراہیوں نے شہادت پر بیعت کر لی اور باقی تیس آدمی رو رو کر واپس چلے گئے کیونکہ وہ کمزور تھے اور مہاجرین میں کچھ لوگ ذی عزت بھی تھے مثلاً صدا ہی، صد تومانی، پنجاہ تومانی۔ ایک خراسانی تاجر بھی تھا جس کے ہمراہ پانچ ہزار تھان یعنی کپڑا تھا (یعنی شال تیرمہ و فیروزج) جب دوبارہ بارفروش پہنچے تو سعید العلماء نے شہر میں داخل ہونے سے روک دیا۔

بارفروش میں چپقلش

مگر آپ نے عذر کیا کہ ہم چند روز رہ کر چلے جائیں گے اور چونکہ بادشاہ مر چکا ہے اور راستہ خطرناک ہو رہا ہے اس لئے چند یوم قیام ضروری ہے پھر ہم کربلا کو چلے جائیں گے۔ مگر سعید العلماء نے کوئی عذر تسلیم نہ کیا اسی اثناء میں ایک نانبائی نے سید رضا پر تیر چھوڑ دیا جو مشہد سے واپس آکر آپ کے ہمراہ ہو لیا تھا تو بمعہ گھوڑے کے مر گیا۔ دوسرا تیر حضرت اقدس پر

چلایا گیا مگر وہ خطا گیا اور حضرت قدوس نے تلوار اٹھائی تو وہ ایک درخت کی آڑ میں ہو گیا دوسری طرف دیوار تھی اس لئے آپ نے بائیں ہاتھ سے تلوار چلا کر اس کا کام تمام کر دیا۔ گو آپ کو بائیں بازو میں رعشہ تھا مگر تلوار خوب زور سے چلائی تھی پھر آپ کا ارادہ ہوا کہ سعید العلماء کے گھر زبردستی داخل ہوں مگر کسی حکمت سے نہ گئے اور اس وقت یہ مشہور ہو گیا کہ ظالم بابیوں نے بچے بھی مار ڈالے ہیں۔ اور حقیقت یہ تھی کہ ایک گداگر فقیر اپنے بچے کو گود میں لئے کھڑا تھا کسی بابی نے اس سے منزل مقصود کا راستہ پوچھا مگر اس نے عمداً غلط بتایا۔ پھر پوچھا تو پھر بھی غلط بتایا۔ تیسری دفعہ اسے غصہ آیا تو اس نے اس فقیر کو معہ بچہ کے مار ڈالا۔ ورنہ ابھی صرف سات خون ہوئے تھے تو بابی صحیح وسلامت شہر سے باہر آ گئے تھے اور ایک سرائے میں ایک برج تھا۔ اس میں پناہ گزین ہو گئے اور شہریوں نے محاصرہ کر لیا حضرت قدوس نے حکم دیا تو ایک نے سرائے پر اذان بھی تو لوگوں نے اسے مار ڈالا۔ دوسرا موذن بھی نکلا تو وہ بھی مارا گیا۔ تیسرے نے اذان مکمل کر لی تھی کہ وہ بھی مارا گیا پھر بابیوں نے مدافعت شروع کر دی۔ جس میں اہلیان شہر ہزیمت اٹھا کر واپس آ گئے۔ عباس علی خان بارفروش میں آیا تو اس نے اپنا داماد حضرت کے پاس بھیجا کہ آپ یہاں سے تشریف لے جائیں ورنہ فساد کا اندیشہ ہے آپ نے راستہ کا خوف پیش کیا تو اس نے اپنی طرف سے اپنے داماد کے ماتحت کمک بھیج دی جو آپ کا مصدق تھا۔ اور خسرو بھی ساتھ ہو لیا جس کے ہمراہ سو سوار تھے جب تھوڑی دور نکل گئے تو داماد واپس لوٹ آیا اور خسرو بطور محافظ کے آپ کے ہمراہ رہا۔ مگر وہ بھی ایک دن پیش ہو کر عذر پیش کرنے لگا اور آپ سے اس حفاظت کی مزدوری طلب کی تو آپ نے اسے ایک سو روپیہ دیا اور کچھ جنس بھی دی۔

خسرو کی لڑائی

مگر اس نے اصرار کیا کہ میں ضرور گھوڑا بھی لوں گا اور آپ کو چونکہ سخت ضرورت تھی اس لئے آپ نے انکار کر دیا اب وہ بگڑ گیا اور کہنے لگا کہ ہم تم کو مار ڈالیں گے اور تمہارے تمام مال کو لوٹ لیں گے اور سخت وسست لفظ بھی کہنے شروع کر دیئے۔ جس پر ایک بابی نے غصہ کھا کر اسے مار ڈالا۔ اب خسرو کی سپاہ بھی کود پڑی مگر بابیوں نے ان کو مار مار کر بھگا دیا تو انہوں نے قریب کی بستیوں میں پناہ لی۔ گردونواح سے لوگوں کو جمع کر کے بابیوں پر حملہ کر دیا اس وقت حضرت نے فرمایا کہ مال چھوڑ کر بھاگ جاؤ چنانچہ تمام بابی مال چھوڑ کر قلعہ طبرسیہ میں پناہ گزین ہو گئے اور یہ وہ مقام ہے کہ حضرت نے پہلے ہی خبر دی تھی کہ یہاں کثرت سے خون ہوں گے مگر انہوں نے اپنی اپنی تمام جائداد ایک جگہ جمع کر لی جو مختلف طریق سے حاصل کر چکے تھے اور آپس میں عقد اخوت قائم کر لیا۔

طبرسیہ کی لڑائی

اور حضرت کو اپنا باپ تصور کر لیا (گویا یہ ایک کنبہ تھا جس کا مربی حضرت کی ذات تھی) دوسری دفعہ پھر خسرو کے لشکر نے حملہ کیا تو آپ نے حکم دے دیا تو مرید قلعہ سے باہر نکل کر کھڑے ہو گئے اور ان کو حکم دیا کہ دشمن خواہ کسی طرح تم کو قتل کرے تم کو اجازت نہیں کہ اس کے مقابلہ پر ہاتھ اٹھاؤ۔ اب وہ بت بن کر کھڑے ہیں اور دشمن تیر وتفنگ سے اپنے مواد کو نذر آتش کر رہا ہے مگر ان کا بال بیکا نہ ہوتا کیونکہ آپ نے کچھ پڑھ کر کنکریاں ان پر پھینک دی ہیں جس سے تیر وتفنگ اثر نہیں کرتے۔ بابیوں کی استقامت دیکھ کر مخالف اپنے گھروں کو واپس جا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ طالوت نے جالوت کے مقابلہ پر یہی کام کیا تھا۔ کچھ مدت کے بعد سید الشہداء اپنے تمام مریدوں کی معیت میں آپ سے شامل ہو گئے۔

آپ نے ان کا استقبال کیا تو سید صاحب نے بھی آپ کی کمال عزت کی۔ جس سے آپ کے مریدوں پر حضرت قدوس کی جلالت کا سکہ جم گیا۔ (اور سید الشہداء سے مراد محمد حسین بشروی ہیں جو باب کے مبلغ تھے)۔

لڑائی کی تیاری

اب سید صاحب نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ قلعہ کی مرمت کریں اور اسلحہ سازی میں مشغول ہو جائیں تو ہر ایک سپاہی اپنے اپنے کام میں مصروف ہو گیا اور یہ روایت سچ نکلی کہ امام آخر الزمان کے مرید صلوۃ کے کام کریں گے۔ اور صلوۃ سے مراد باہمی اتفاق اور تعاون ہے اس لئے وہ سب ایک جماعت بن گئی۔ جب سعید العلماء کو یہ معلوم ہوا تو اس نے سلطان ناصر الدین کو طہران میں لکھا کہ قدوسیوں کے مقابلہ پر ایک لشکر بھیج دیا جائے چنانچہ شاہی لشکر نے دہ نظر خان کے مقام پر ڈیرے ڈال دیئے۔ اور قدوسیوں نے قلعہ سے باہر نکل کر پہلے حملہ میں ہی تمیں سپاہی مار ڈالے۔ اس گاؤں اور تمام سرکاری گودام کو لوٹ کر صاف کر دیا ور یہ خدا کی قدرت تھی اور قدوس کے لئے یہ نشان صداقت تھا۔

سلطانی لشکر سے قدوسیوں کی لڑائی

کہ قدوسی اس لڑائی میں بھی ایک نہیں مرا، اور اس فتحیابی کی خبر قدوس نے پہلے دی ہوئی تھی۔ اس طرح پر قدوسیوں نے دو سال کا خرچ قلعہ میں جمع کر لیا اور موضع مذکور کا بالکل صفایا کر دیا کیونکہ وہاں کے باشندوں نے پہلے آپ کی تصدیق کی تھی اور جب شاہی لشکر پہنچا تو وہ سب مرتد ہو گئے اس لئے ان کا قتل واجب ہو گیا اور ان کے اموال غنیمت تصور ہو کر حلال طیب ہو گئے اور جب یہ خبر طہران پہنچی تو سلطان نے اپنے بیٹے مہدی قلی خان کو مقابلہ کے لئے روانہ کیا اور عباس قلی خان کو حکم دیا کہ شہزادہ کی امداد میں مصروف رہے۔ یہ مہدی قلی

خان وہی ہیں جنہوں نے جناب ذکر کو خواب میں دیکھا تھا کہ آپ نے محمد علی شاہ کو تخت پر ہی مار ڈالا تھا۔ اور عباس قلی خان بھی وہی ہیں جو حضرت قدوس کو ساری کے مقام پر ملے تھے اور آپ کی تصدیق کی تھی اس کے بعد بارفروش میں آکر سید الشہداء کی بھی تصدیق کی تھی۔ آپ نے شہزادہ کی امداد سے جی چرایا کیونکہ آپ بابی مشہور تھے۔ اس لئے علمائے اسلام سے فتویٰ دریافت کیا کہ کیا حضرت قدوس واجب القتل ہیں، تو امام جمعہ نے قتل کا حکم دیا اور ملا محمود کرمان شاہی خاموش رہے اور اس سے پہلے آپ نے حضرت قدوس سے ایک دفعہ سوال کیا تھا۔ تو جناب نے فرمایا تھا کہ میں دنیا کا بادشاہ ہوں اور تمام سلاطین میرے پاؤں کے نیچے ہیں اور تمام لوگ میرے تابعدار ہیں۔ تو آپ کو خیال پیدا ہوا کہ قدوس کی خدمت میں رہ کر دنیاوی مال ومتاع سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ مگر اس مقولہ کا اصل مطلب عباس قلی خان کو معلوم نہ تھا کیونکہ اس کا اصل مقصد یہ تھا کہ حضرت قدوس کی حکومت قلوب الناس سے وابستہ ہے اور باطنی طریق سے ان پر حکومت کرتے ہیں، اور تمام سلاطین پر فوقیت سے یہ مطلب تھا کہ حکومت ہاشمیہ جب قائم ہوگی تو آہستہ آہستہ سب لوگ اس کے ماتحت ہوتے چلے جائیں گے۔ بہرحال شہزادہ دو تین ہزار سوار لے کر واز گرد کے مقام پر آٹھہرا جو قلعہ سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر تھا اور منتظر تھا کہ عباس قلی خان اس کے ساتھ شامل ہوگا اس لئے دفع الوقتی کے طور پر

جناب قدوس سے خط وکتابت

خط وکتابت شروع کر دی۔ جس میں یہ پوچھا کہ جناب کا دعویٰ کیا ہے۔ تو جناب قدوس نے جواب میں لکھا کہ ہم اصحاب دین ہیں دنیادار نہیں ہیں۔ مناسب ہے کہ علمائے اسلام سے ہمارا تبادلۂ خیالات کرایا جائے۔ ہم پیشتر بھی کئی ایک خط روانہ کر چکے ہیں تو بھی تم نے کیا

کہ قدوس دیوانہ ہے اگر یہ سچ تھا تو تم نے اس کا علاج کیوں نہ کیا۔ اور یا اسے دوسرے پاگلوں کی طرح آزاد کیوں نہ چھوڑ دیا اور کیوں اسے قید کیا اور تکلیف دیتے رہے اور کبھی یہ سمجھا کہ یہ مفسد ہے تو پھر بغیر اصلاح کے اسے کیوں چھوڑ دیا؟ تم سے تو ہارون رشید اور مامون خلیفہ ہی اچھے تھے۔ جنہوں نے حسینیہ کے لئے چار سو اہل علم جمع کئے تھے اور تمہیں ایک عالم پیش کرنے سے بھی نفرت ہوئی۔ تاکہ حضرت ذکر سے تبادلۂ خیالات ہو جاتا۔ فرعون نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مناظرہ کے لئے کئی ایک جادوگر جمع کئے تھے حالانکہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کا ایک آدمی بھی مار ڈالا ہوا تھا۔ اس لئے ثابت ہوا کہ تم لوگ اس سے بھی زیادہ متکبر ہو اور فراعنۃ الاسلام ہو۔ ہم چار سو مسلمانوں نے (کہ جن میں کچھ ادنیٰ درجہ کے تھے اور کچھ اعلیٰ درجہ کے) حضرت باب کی تصدیق کی کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔ تو اگر ہماری شہادت ناقابل تسلیم تھی تو پھر تم لوگ ایک مسلم کو قتل کرنے کے لئے دو گواہوں پر کیسے تصدیق کر لیا کرتے ہو؟ ہم نے خدا کی راہ میں جہاد کیا تو اس نے ہم کو ہدایت بخشی' کیونکہ اس کا ارشاد ہے کہ ﴿وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾" جو ہماری راہ میں جہاد کرتا ہے تو ہم اسے ہدایت کے راستے دکھاتے ہیں۔" اور سلطنت سے مقابلہ کے متعلق تم کو معلوم رہے کہ چیونٹی بھی اپنی جان کی حفاظت کے لئے تن کر کھڑی ہو جاتی ہے اور کوئی تنگدست اپنی جان فروشی کر کے مال حاصل نہیں کرتا تاکہ اس کے پسماندہ بال بچے آرام سے زندگی بسر کریں۔ تو ثابت ہوا کہ جان بہت عزیز ہے اور اس کی حفاظت ایک فطرتی امر ہے۔ اس لئے ہم بھی اپنی جان بچانے کے لئے مدافعت کے طور پر لڑتے ہیں۔ مریں گے تو شہید کہلائیں گے، زندہ رہے تو مجاہد ثابت ہوں گے۔ باہمی فیصلہ کے لئے مناسب ہے کہ تم اپنے علماء مناظرہ کے لئے جمع کرو تاکہ بحث وتمحیص سے امر زیر بحث کا فیصلہ ہو جائے یا تم ہم سے دس دن کے لئے مباہلہ کرو اور یا جلتی آگ میں گھس کر

دکھلاؤ۔ اگر تینوں امر مشکل نظر آتے ہیں تو ہمیں چھوڑ دو، ہم کربلائے معلی کو چلے جائیں، ورنہ مدافعانہ جنگ ہم پر بھی واجب ہے۔ "شہزادہ! تم دنیاوی مال و دولت پر مغرور نہ ہو جاؤ۔ محمد شاہ تم سے پہلے واصل جہنم ہو چکا ہے۔ خدا سے ڈرو اور ہماری طرف دوڑ کر ہماری جماعت میں شامل ہو جاؤ"۔ جب شہزادہ کو یہ جواب ملا تو اس نے جواب الجواب دیا کہ ہم ان شاءاللہ علمائے اسلام کو جمع کریں گے۔ مگر یہ وعدہ صرف حکمت عملی پر مبنی تھا تاکہ عباس قلی شامل ہو جائے اور بڑے زور سے لڑائی کی جائے۔ لیکن حضرت قدوس کو یہ بھی حکمت عملی معلوم ہو گئی اس لئے آپ نے جواب آنے پر فوراً تین سو بابیوں کو حکم دیا کہ رات کو لشکر سلطانی پر حملہ کر دیں۔ چنانچہ خود جناب قدوس اور سید الشہداء اپنے مریدوں کو ہمراہ لے کر لشکر کے قریب نعرہ زن ہوئے تو شاہی لشکر نے یہ سمجھا کہ عباس قلی خان شمولیت کے لئے آ گیا ہے اس لئے خوشی کے مارے اچھلنے لگے اور لڑائی سے بالکل غافل ہو گئے تو انہوں نے قتل عام شروع کر دیا۔ اسی اثناء میں اہل مازندران سے بھی ایک سو بیس سوار شامل ہو گئے جو آقا رسول بھمیری کے ماتحت آئے تھے وہ آتے ہی اسلحہ خانہ میں جا گھسے اور بارود کو آگ لگا دی اس لئے شاہی لشکر رات ہی رات بھاگ گیا اور ان چند بابیوں کو رہا کر دیا جو بارفروش سے حضرت قدوس کی خدمت میں حاضر ہونے کو آئے تھے تو سرکاری آدمیوں نے ان کو گرفتار کر لیا تھا، اس کے بعد شہزادہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت اس کے مکان میں دو اور بھی شہزادے موجود تھے (یعنی حسین بن فتح علی شاہ داؤد بن ظل سلطان اور مہدی قلی) مہدی قلی خان تو پاخانہ سے چھلانگ لگا کر جنگلات میں جان بچا کر نکل گیا۔ مگر دو شہزادوں کو قدوسیوں نے آگ لگا کر زندہ ہی جلا دیا۔ اس کے بعد مال لوٹنے میں مصروف ہو گئے اور جناب قدوس نے ہر چند روکا مگر وہ نہ رکے۔ جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ دشمن کا ایک ہزار سپاہی پہاڑ کے دامن میں گھات لگائے بیٹھا ہے جب جناب قدوس کا وہاں پر گذر ہوا تو انہوں

نے آپ کا محاصرہ کر لیا اور تیر برسانے شروع کر دیے اور سید الشہداء آپ کی طرف سے مدافعت کرنے کو ہی تھے کہ ایک تیر سے حضرت قدوس کے چار دانت (رباعیة) ٹوٹ کر منہ بھر گیا۔ اب سید الشہداء نے غضب میں آ کر تلوار چلائی اور تین سو دشمن مار ڈالے اور قدوسی صرف تین آدمی مرے۔ یہ لڑائی ''غزوۂ احد'' کی رجعت تھی کیونکہ وہاں پر بھی صحابہ نے مال لوٹنے پر حرص کی تھی اور حضور ﷺ کے چار دانت شہید ہو گئے تھے۔ اب سید الشہداء کو آپ کے دانت نکل جانے کا بہت رنج ہوا کیونکہ تین ماہ تک حضرت قدوس نے سوائے ریشمی حلوے اور چائے کے کچھ نہیں کھایا تھا تو آپ نے جناب کا بدلہ لینے کو ایک رات اجازت لے کر دشمن پر حملہ کر دیا۔ آپ آگے بڑھے اور کچھ سوار آپ کے پیچھے پیچھے آتے تھے۔ ننگے پاؤں، سروں پر بازو اٹھائے ہوئے، نمدے کی ٹوپیاں پہنے ہوئے، قداوات (ایک قسم کی تلواریں) گلے میں لٹکائے ہوئے جب دشمن کے سامنے ہوئے تو یکجائی ہلہ بول دیا اور صاحب الزمان یا قدوس کے نعرے لگاتے ہوئے آگے بڑھے اور اس استقامت سے لڑے کہ جب ایک مر جاتا تھا تو فوراً اس کی جگہ پہلے کی لاش کو اوپر یا اسے پیچھے سرکا کر کھڑا ہو جاتا تھا اور لوگوں نے واقعہ کربلا کو بھلا دیا تھا، کیونکہ اس وقت دشمن سات ہزار تھے اور انہوں نے سات لنگر (مورچے) لگائے ہوئے تھے، قدوسیوں نے سارے تباہ کر ڈالے۔ اور قتل عام شروع کر دیا تھا یہاں تک کہ عباس قلی خان بھیس بدل کر بھاگ نکلا۔ اور کسی پہاڑ کی کھوہ میں اپنے آدمیوں سمیت جا چھپا۔ اس کے بعد قدوسیوں نے دشمن کے خیمے جلا دیے اور اپنی گردنوں کے ارد گرد سفید کپڑے شعار (امتیاز نشان کے) لئے باندھ لئے کیونکہ اس وقت دشمن بھی جان بچانے کے لئے یا صاحب الزمان اور یا سید الشہداء کے نعرے لگاتے تھے۔ جب آگ کے شعلے آسمان پر پہنچے، ہوا تیز ہو گئی اور اتفاقیہ طور پر بارش کا ترشح بھی شروع ہو گیا تو لوگ ذرہ سنبھل گئے اور میدان کارزار روز روشن کی

طرح دکھائی دینے لگا۔ اسی اثناء میں عباس قلی خانے سید الشہداء کو دیکھ لیا اور دو تیر چلائے، پہلے سے تو آپ کا سینہ چاک ہو گیا اور دوسرے نے آپ کو سست کر دیا تو قدوسیوں نے آپ کو فوراً قلعہ میں پہنچایا۔ آپ نے گھوڑے سے اترتے ہی جان دیدی۔ حضرت قدوس نے اپنی لاٹھی سے اشارہ فرما کر کہا کہ لاش وہاں رکھ کر چلے جاؤ اور قبر تیار کرو۔ (مولف کتاب نقطۃ الکاف کہتا ہے کہ) جب لوگ چلے گئے میں نظر بچا کر دیکھتا رہا تو حضرت قدوس لاش کے پاس جا کر چپکے سے باتیں کرنے لگے جب میں سر ہو گیا تو فوراً آپ نے سید الشہداء کے چہرے پر چادر ڈالدی اور خاموش ہو گئے۔ ایک روز پہلے ہی ہمیں آپ نے سید الشہداء کے شہادت کی خبر دیدی تھی، جب کہ میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ میں دیکھتا ہوں کہ بھیڑوں کے بچے قلعہ میں بھوکے پھر رہے ہیں اور ان کی مائیں دشمن کی خوراک بن چکی ہیں۔ تو آپ نے فرمایا تھا کہ ہم ان سے بھی زیادہ بھوکے ہیں اور ان سے بڑھ کر یتیم ہیں۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ سید الشہداء کے کاندھے پر رکھ کر فرمایا کہ یہ حسین بنے گا، دجال ثابت نہ ہوگا۔ تو یہی ہوا کہ دوسرے دن رجعۃ کا ظہور ہو گیا۔ چنانچہ دشمن یزیدیوں کی رجعت ثابت ہوئے، سید الشہداء نے رجعت حسینی کا رتبہ پایا۔ عباس قلی خان نے ابن سعد کی رجعت قبول کی اور میدان کارزار رجعت کربلا ثابت ہوا' کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جس جگہ حقانیت کا جھنڈا لہرائے وہی مقام کربلا بن جاتا ہے اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ چالیس روز تک قائم

مسئلہ رجعت

یا امر اللہ امام حسین ﷺ کا بدلہ لے گا پھر اس کے بعد ہرج مرج ہوگی۔ رجعت کے متعلق تو پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حضور علی ﷺ کی رجعت فوری اور چشم زدن میں ہوا کرتی ہے اور اس کی

تین قسمیں ہیں۔ اوّل: رجعت بالتولد جیسے خود علی ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں موسیٰ ہوں، میں عیسیٰ ہوں، حالانکہ آپ کی اور ان کی جسمانیت الگ الگ تھی۔ دوم: رجعت بالاشراق جیسا کہ روایت میں ہے کہ اروا حکم فی الاروح واجسادکم فی الاجساد ونفوسکم فی النفوس وقبورکم فی القبور وذکرکم فی الذاکرین "تمہاری روحیں روحوں میں روشن ہیں تمہارے جسم اجسام میں، تمہارے نفوس نفسوں میں، تمہاری قبریں قبروں میں اور تمہارا ذکر ذاکرین میں روشن ہے"۔ سوم: بروز اور رجعت کسی اور طریق سے جس کو صاحب الرجعۃ ہی سمجھ سکتا ہے دوسرے کو لیاقت ہی نہیں کہ دریافت کر سکے۔ مگر یہ ضروری ہے کہ رجعۃ تناسخ اور حلول نہیں ہے اور نہ ہی اسے اتحاد کہہ سکتے ہیں بلکہ یہ دوسری قسم ہے جو تناسخ وغیرہ سے الگ ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ رجعت دونوں سلسلوں (نوری و ناری) میں چلتی ہے جس طرح کہ رات دن بدلتے رہتے ہیں اور رجعت نوری وظلماتی دکھاتے رہتے ہیں۔ یہ قول کہ امام آخر الزمان ہزار سال کے بعد ظاہر ہوگا اور قاتلان حسین بھی ظاہر ہوں گے اور یہ ان کے امام حسین ﷺ کا بدلہ لے گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے جو ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے بلکہ اس کا کوئی دوسرا اور مطلب ہے جو اہل باطل سمجھ سکتے ہیں کیونکہ یہ قاعدہ تسلیم شدہ ہے کہ ﴿ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴾ "ایک کا بوجھ دوسرے پر نہیں لادا جا سکتا۔" بہر حال جب رات کو سید الشہداء کو دفن کیا گیا اور صبح ہوئی تو آپ نے اذان دلوائی اور تمام قدوسی جمع ہو گئے ورنہ وہ اپنی اپنی جگہ پر ذکر و شغل میں مصروف تھے اور دشمن لہو ولعب میں مشغول تھا، اور معلوم ہوا کہ دشمن کے آدمی ایک ہزار سے زائد زخمی بھی ہوئے ہیں اور چار سو تک مارے گئے ہیں اور قدوسی صرف ستر مارے گئے ہیں جیسا کہ قدوس نے اپنے خطبہ ازلیہ میں پہلے ہی بتا دیا تھا۔ پینتیس (۳۵) آدمی دشمن کے مقتولوں

کے بڑے سرگروہ تھے اس لئے ان کو اٹھا کر آمل لے گئے اور جب سعید العلماء کو یہ خبر ملی کہ شاہی فوج کو شکست ہوئی ہے تو اس کو سخت خوف پیدا ہوا کہ کہیں حضرت قدوس اس پر بھی حملہ نہ کر دیں حالانکہ جناب کا ارادہ سلطنت باطنیہ قائم کرنے کا تھا تاکہ لوگ اپنی رضامندی سے اس بادشاہت میں داخل ہوں جیسا کہ ﴿ لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ﴾ سے ظاہر ہے۔ اور ظاہری سلطنت قائم کرنے کی نیت نہ تھی کیونکہ اس میں جبر و استبداد ضرور ہوتا ہے اس لئے سعید العلماء نے رات دن پہرہ لگوا دیا اور کبھی جناب قدوس کے خوف سے آپ کو غشی بھی ہو جاتی تھی اور گھر سے باہر نکلنا مشکل ہو گیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت قدوس نے آپ کو دعوت مناظرہ دی تھی مگر آپ نے نہ مانی۔ پھر دس دن تک کا مباہلہ پیش کیا وہ بھی منظور نہ کیا اخیر جلتی آگ میں داخل ہو کر صحیح وسلامت نکلنا پیش کیا مگر وہ بھی آپ نے نہ مانا۔ اور سلطان ناصر الدین سے امداد طلب کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ (مصنف نقطۃ الکاف کا بیان ہے کہ) میں ایک دفعہ بارفروش گیا تو وہاں لوگوں میں خوب چل رہی تھی کہ جب قدوسی مرتد ہیں تو علمائے اسلام ان سے مقابلہ کے لئے کیوں نہیں نکلتے؟ مسلمان ہیں تو لڑائی کیسی؟ کچھ اہل علم خاموش ہیں مگر یہ خاموشی چہ معنی دارد؟ فیصلہ کیوں نہیں کرتے؟ اسی اختلاف رائے میں سعید العلماء نے عباس قلی خاں کو لکھا کہ قدوسیوں پر تم خود حملہ کر دو کیونکہ شہزادہ کو شکست ہو چکی ہے اور قدوسی بھی بے خرچ ہو رہے ہیں

قدوسیوں کی دوسری لڑائی

اس لئے تمہارے نام پر فتح ہوگی۔ مگر اس وقت وہ سلطان محمد باور کی تجہیز و تکفین میں مصروف تھا اس لئے وہ جواب بھی نہ دے سکا۔ لیکن سعید العلماء نے بار بار لکھ کر اس کو آمادہ کر ہی لیا۔ مگر اس نے یہ اعتراض پیش کیا کہ اگر یہ لڑائی جہاد ہے تو سعید العلماء اور دوسرے علمائے

اسلام اس میں شریک کیوں نہیں ہوتے؟ یا کم از کم عوام الناس میں تحریک کیوں نہیں کرتے کہ وہ لڑائی میں بھرتی ہوں مگر ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ بہر حال عباس قلی خان قلعہ قدوسیہ کے قریب ایک گاؤں میں جا اترا۔ اس وقت حضرت قدوس نے حکم دیا ہوا تھا کہ دشمن کی لاشوں سے سر جدا کر کے قلعہ کے اردگرد لاٹھیوں پر کھڑے کر دو۔ شاہی لشکر نے جب یہ منظر دیکھا تو رعب کھا گئے اور پیچھے ہٹ کر تیاری کرنے لگے اور حضرت قدوس کو اس وقت غنیمت بے شمار حاصل ہو چکی تھی۔ آپ قلعہ کے اندر مزے اڑاتے تھے، خوراک و پوشاک پر دل کھول کر خرچ کرتے تھے، سامان رہائش شاہانہ طور پر فراہم کر لیا ہوا تھا اور فرماتے تھے کہ یہ آل محمد کا دور حکومت ہے۔ محمد حسن برادر خورد محمد حسین سید الشہدا و بشروی ابھی انیس سالہ جوان تھا کہ چند رو قدوسیوں کی معیت میں دشمن پر حملہ آور ہوا اور اس وقت دشمن کی تعداد تین سو سے پانچ سو تک تھی۔ جن میں سے تین مارے گئے اور باقی بھاگ گئے (مصنف نقطۃ الکاف کا قول ہے کہ) میں نے اس سے پہلی دفعہ طہران میں ملاقات کی تھی جبکہ ابھی وہ کربلا کی زیارت کر ہی چکا تھا۔

خاندان بشروی

اس وقت اس کی والدہ اور ہمشیرہ (زوجہ ابوتراب قزوینی مرید سید) بھی ہمراہ تھیں یہ عورت جب کربلا پہنچی تو صرف فارسی میں لکھ پڑھ سکتی تھی۔ مگر جب طاہرہ سے بیعت ہو کر واپس آئی تو آیات قرآنیہ کی تفسیر میں اس کو خاص لیاقت حاصل ہو گئی تھی گویا یہ طاہرہ کی برکت تھی اور اس کی والدہ نے حضرت کی تعریف میں بہت قصیدے بھی لکھے تھے اور اپنا اخلاص دکھایا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ خاندان نور علیٰ نور ہے جب محمد حسن واپس آیا تو حضرت قدوس نے دستار اور علم عنایت فرما کر اپنے تمام لشکروں کا جرنیل مقرر کر دیا تو اس وقت حضرت امیر کا قول پورا

ہو گیا کہ یخرج نار من قعر عدن (یعنی بالا بوشہر سے آگ نکلے گی) اَبْیَض اَبْیَن کَقُطْنٍ (شمن گھاس کی طرح سفید ہو گی) اِسْمُہٗ حُسَیْن وحَسَن (اس کا نام حسن ہے یا حسین ہے) ''معجم البلدان'' میں ہے کہ ابین وہ علاقہ ہے جس میں عدن واقع ہے یہ نار جب باب سے مل گئی تو نور بن گئی (کیونکہ حروفی حساب میں باب کے اعداد پانچ ہیں) اسی امر کو ملحوظ رکھ کر اس نار کو بیضاء کہا گیا ہے ورنہ وہ تو سفید نہیں ہوتی۔ (نار سے نور کا معاملہ کرو)

باب پنجم وششم

علی محمد باب نے پہلے سال باب ہونے کا دعویٰ کیا تھا دوسرے سال جب آپ نے مقام ذکر کا اظہار کیا تو بابیت محمد حسین بشروی سید الشہدا کے سپرد کر دی تھی اور یہ پانچویں باب بن گئے تھے۔ باب سوم نے اسی وجہ سے آپ کا نام محمد حسین کی بجائے السید علی رکھ دیا تھا جب قدوسیوں کے پہلے حملے میں باب پنجم کی وفات ہو چکی تو بابیت آپ کے بھائی حسن کے سپرد ہو گئی اور وہ باب ششم ہو گئے۔ (مصنف کا قول ہے کہ) اس قسم کی تین باتیں ہمیں تو سمجھ میں نہیں آتیں ان کو اہل بیت ہی سمجھ سکتے ہیں کیونکہ صاحب الدار ادری بما فیہا" مالک مکان اپنے مکان کی اشیاء کو خوب جانتا ہے۔'' فتنہ آخر الزمان کے متعلق بھی جو کچھ روایات میں مذکور ہے ان کے اندرونی مطالب بھی اہل بیت ہی کو معلوم ہیں جن کو صرف عقول کاملہ ہی سمجھ سکتی ہیں۔ اس کے بعد دشمن نے ایک برج کے اوپر چار چوبہ کھڑا کر کے خاکریز بھی کر دیا اور طہران سے آتش خانہ بھی منگوا لیا مگر تاہم اہل علم کو قدوسیوں کے خوف سے رات کو نیند نہیں آتی تھی اس لئے عباس قلی خان نے صلح کا سلسلہ شروع کر دیا جو حضرت قدوس نے بھی منظور کر لیا کیونکہ خوراک کم ہو رہی تھی۔

بھو کے قدوسیوں کے حیرتناک حالات

اور سامان جنگ ختم ہو چکا تھا صرف دو سو گھوڑے تھے پچاس گائیں اور پانچ سو بھیڑ بکریاں۔ آپ نے اپنے لشکر کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم قلعہ میں اپنا پیٹ پالنے آئے تھے؟ تم اپنے چتوک (خوراک کی تھیلیاں) ان جانوروں کے سپرد کر دو کیونکہ ان کو خوراک کی تم سے بڑھ کر ضرورت ہے۔ رفتہ رفتہ دشمن نے ہر طرف سے گھیرا ڈال لیا اور جو قدوسی باہر نکلتا تھا اسے قید کر لیتے تھے چنانچہ ایک دفعہ ملا سعید برزکناری چائے اور کھانڈ لینے کو ایک جمعیت کے ساتھ باہر نکلا تو وہ بھی گرفتار ہو گیا گو اس سے پیشتر علمائے نور کو اثبات بابیت کے متعلق بہت سے ثبوت لکھ کر بھیج چکا تھا اور ان کو قلعہ کے حالات بھی حضور سے اجازت حاصل کر کے بیان کر چکا تھا جس پر انہوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اگر انصاف ملحوظ ہو تو باب کی صداقت میں کلام نہیں ہے مگر اب جو دشمن نے پکڑ لیا اور اندرون قلعہ کے حالات پوچھتے ہیں تو خاموش ہو جاتا ہے۔ ہاں محمد حسین قمی اس کے بعد جب گرفتار ہوا تو اس نے سب کو بتا دیا تھا۔ اس وقت قدوس کا یہ حکم تھا کہ ناقابل خوراک گھوڑے قلعہ سے باہر نکال دو اور جو قابل خوراک ہیں ان کو ذبح کر کے کباب بنا کر کھاؤ تو قدوسیوں نے کباب کھانے شروع کر دیئے' مگر ان کو بدمزہ معلوم ہوتے تھے ایک دفعہ حضرت قدوس نے ایک کباب کھا کر فرمایا کہ'' آہا کیا ہی لذیذ ہے''! تو اس روز سے تمام قدوسیوں کو کباب لذیذ معلوم ہونے لگ گئے۔ محمد حسین قمی کو یہ پہلے ہی معلوم تھا کہ قدوس کی حکومت باطنی ہے، ظاہری نہیں۔ اس لئے آپ سے رخصت حاصل کر کے قلعہ سے باہر نکل آیا اور آپ نے اس لئے رخصت دے دی تھی کہ اس سے کچھ نشانات ظاہر ہونے والے تھے اس لئے جب وہ رات کو اپنے دو دوستوں کے ہمراہ قلعہ سے باہر آیا تو زور سے کہنے لگا کہ مجھے گرفتار کر لو تو اسے شہزادہ کے پاس گرفتار کر کے لے گئے تو شہزادہ نے اس کی بہت خاطر و مدارات کی کیونکہ وہ

اسماعیل قمی کا دادا تھا اور ایک شرف خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ شہزادہ نے پوچھا تو کہنے لگا کہ قدوس نے ہمیں بڑی امیدیں دلا کر اپنی طرف دعوت دی تھی مگر کوئی بات بھی پوری نہ ہوئی۔ پھر اس نے بتایا تھا کہ یوں ہوگا، یوں ہوگا مگر سب جھوٹ نکلا اس لئے میں اس کو جھوٹا مدعی سمجھ کر باہر نکل آیا ہوں۔ یہ تقریر جن لوگوں نے سنی تو ان کے واسطے فتنہ بن گئی۔ کیونکہ کچھ دیر بعد اس نے اپنے بیانات بدل کر کہا کہ جس عقیدہ پر ہوں میں اس سے تائب نہیں ہوں، ضرورت یہ ہے کہ تم توبہ کرو۔ اس تخالف بیانی پر شہزادہ کو یہ شک پیدا ہوا کہ شاید جاسوس ہے اس لئے چہ اور قدوسیوں کے ہمراہ ساری کے جیل خانہ میں بھیج دیا گیا۔ اب قدوسی نازک حالت میں ہو گئے، کیونکہ گھوڑے بھی ختم ہو چکے تھے تو گھاس کھانا شروع کر دیا اور جب وہ بھی نہ ملا تو گرم پانی پر گزارہ کرنے لگے اور لشکر نے چاروں طرف دمدمے بنائے جس پر بیٹھ کر گولی چلانی شروع کر دی اس لئے قدوسی تہ زمین گڑھے کھود کر رہنے لگے اب اور یہ مشکل آ پڑی کہ قلعہ مازندران کی زمین میں پانی قریب تھا اس لئے کیچڑ میں ان کو رہنا پڑا اور جو بھی باہر نکلتا تھا مارا جاتا تھا۔ مگر اس وقت بھی حضرت قدوس نے یوں کہا کہ من عرفنی فقد اشرک (جس نے مجھے شناخت کیا وہ مشرک ہو گیا) وَ مَنْ لَمْ یَعْرِفْنِیْ فَقَدْ کَفَرَ (جس نے مجھے شناخت نہیں کیا وہ کافر ہو گیا) وَ مَنْ قَالَ فِیْ حَقِّیْ لِمَ وَبِمَ فَقَدْ جَحَدَنِیْ (اور جس نے میرے کام میں دخل دیا یا چون و چرا کی تو وہ میرا منکر ہو گیا) اور یہ بھی کہا کہ مَاعَبَدْتُکَ خَوْفًا لِنَارِکَ وَلَا طَمَعًا فِیْ جَنَّتِکَ بَلْ وَجَدْتُکَ اَھْلاً لِلْعِبَادَۃِ ''یا اللہ میں نے تیری عبادت اس لئے نہیں کی کہ مجھے آگ سے ڈر لگتا تھا یا مجھے جنت کی خواہش تھی بلکہ صرف اس لئے کہ تجھے میں نے عبادت کئے جانے کا مستحق پایا ہے۔'' شیخ صالح شیرازی ملا تقی قزوینی کا قاتل جب باہر نکلا تو گولی کا نشانہ بن گیا اور وہیں مر گیا، اسے دفن کرنے لگے تو محمد علی بن جناب آقا سید احمد کو گولی لگی، جو دس سال کا بچہ تھا اور

والد کی گود میں بیٹھا تھا تو وہ بھی وہیں سرد ہو گیا۔ حضرت قدوس کے برآمدے میں گولہ آپڑا تو محمد صادق نے کہا کہ آپ یہاں سے اٹھ جائیے تو آپ نے کہا کہ (السنا علی الحق) کیا ہم حق پر قائم نہیں ہیں؟ خدا کی قدرت سے وہ گولہ اوپر جاکر آسمان میں پھٹ گیا اور آپ صحیح وسلامت بچ رہے۔ دشمن نے ایک رات قلعہ کی ایک طرف کا برج توڑ دیا اور اندر گھسنے لگے مگر قدوسیوں نے خوب مقابلہ کیا اور دشمن کو شکست ہوئی۔ پھر دشمن نے دوسری رات قلعہ کی ایک دیوار میں بارود کی ایک دیگ رکھ کر آگ لگا دی مگر قدوسی پہلے ہی وہاں موجود تھے، دیوار پھٹی تو انہوں نے دشمن پر فائر کرنے شروع کر دیے۔ اس لئے دشمن قریب نہ آسکا اور قدوسی صرف تین مرے، بارہ سلامت واپس آگئے۔ آقا رسول مہیزی قلعہ سے باہر نکل آیا۔ شہزادہ نے اس کی خاطر ومدارات کی مگر عباس قلی خان نے اس پر تشدد برتا' اس لئے اسے قتل کیا گیا۔ اس کے بعد دس دس ہو کر تیس قدوسی اور نکلے جن کو گرفتار کر کے آمل ساری اور بارفروش میں بھیج دیا گیا۔ اس کے بعد شہزادہ نے حکم دیا کہ ایک جگہ سے قلعہ مسمار ہو چکا ہے اور قدوسی اس کو مرمت نہیں کر سکے اب جو شخص سب سے پہلے علم شاہی لے کر قلعہ میں داخل ہوگا اس کو پانچ سو تومان (ایرانی روپے) دیئے جائیں گے' دوسرے نمبر کو تین سو۔ چنانچہ سات ہزار کی جمعیت میں شاہی فوج نے حملہ کر دیا اور ایک سپاہی انعام کی خاطر مسمار شدہ جگہ سے آگے بڑھا تو فوراً اسے یکے بعد دیگرے دو تیر آ لگے' جن سے وہ وہیں سرد ہو کر رہ گیا اور اندر سے قدوسیوں نے ایسا سخت مقابلہ کیا کہ شاہی لشکر کو پسپا ہونا پڑا۔

قتل قدوس وقدوسیین

اب سلیمان خان طہران سے آیا کہ قلعہ کسی طرح فتح کرے خواہ جبر واستبداد سے یا دھوکہ فریب سے اور یا کسی اور طریق سے۔ تو ان کی خوش قسمتی سے حضرت قدوس نے ایک خط روانہ کیا کہ ہمیں اپنے وطن کو جانے دو۔ شہزادہ اور عباس قلی خان نے اس درخواست کو غنیمت

سمجھ کر منظور کر لیا اور قرآن شریف پر مہر لگا کر (حسب دستور) امن لکھ دیا اور ایک گھوڑا روانہ کیا تو حضرت قدوس اس پر سوار ہو کر دو سو تیس آدمیوں کی جمعیت میں شہزادہ کے پاس پہنچ گئے اور جب دعوت ہو چکی تو شہزادہ نے پوچھا کہ تم لوگوں نے یہ فساد کیوں کھڑا کیا ہوا ہے؟ تو حضرت قدوس نے جواب میں کہا کہ محمد حسین بشروی سید الشہداء نے اس فتنہ کی ابتداء کی تھی جس سے ہم ان مصائب میں پڑے ہوئے ہیں۔ آپ نے حکم دیا تو سید الشہداء پر لعنت برسائی گئی۔ (مقولہ مصنف) درحقیقت یہ کلام کچھ اور معنی رکھتا تھا جو صرف راز دان ہی سمجھ سکتے تھے اس لئے یہ بھی ایک اور فتنہ ہوا۔ پھر شہزادہ نے حکم دیا کہ حضرت آپ اپنے مریدوں کو حکم دے دیں کہ ہتھیار رکھ دیں تو آپ کے حکم پر کسی نے ہتھیار رکھ دیئے اور کسی نے نہ رکھے، کیونکہ آپ نے پہلے ہی بتا دیا ہوا تھا کہ اگر ایسا ہوگا تو میرے کہنے پر ہتھیار نہ ڈالنا۔ مگر شہزادہ نے بہت زور دیا اور قدوس نے بھی بار بار حکم دیا تو مریدوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید یہ بداء ہے اور آپ کی رائے تبدیل ہو چکی ہے اور بالخصوص ملا یوسف خوی نے بھی یہی حکم دیا تو مریدوں کو اور بھی یقین ہو گیا۔ اس لئے سب نے ہتھیار کھول دیئے اور منتظر رہے کہ ابھی ہمیں اپنے وطن کو جانے کا آرڈر دیا جاتا ہے مگر جب شہزادہ ناشتا کھا کر فارغ ہوا تو قدوس کو دعوت دی۔ جب آپ چادر سے نکلے ہی تھے کہ آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور آپ کے خواص بھی گرفتار کر لئے گئے، جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں: محمد حسن محمد صادق خراسانی، مرزا محمد صادق، محمد حسن خراسانی، نعمت اللہ آملی، محمد نصیر قزوینی، یوسف اردبیلی، عبدالعظیم مراغہ اور محمد حسین قمی اور باقی تمام قدوسی قتل کئے گئے۔ (آپ کی پیشگوئی صادق نکلی کہ اس زمین پر اس قدر خون چلے گا کہ گھوڑوں کے گھٹنے تک پہنچ جائے گا) اور ان کی لاشیں باہر پھینک دی گئیں، نہ جلائی گئیں اور نہ دفن ہوئیں۔ اب قدوس کو بمعہ خواص کے بار فروش لایا گیا مگر بعض کہتے ہیں کہ خواص میں سے بھی کچھ آدمی وہیں معرکہ کارزار میں قتل

کیے گئے تھے۔ جن کے نام یہ ہیں: محمد حسن، مرزا حسن اور محمد نوری۔ اب قدوس نے طہران پہنچ کر بادشاہ سے ملاقات کرنے کی درخواست کی اور شہزادہ ابھی اس پر غور ہی کر رہا تھا کہ سعید العلماء نے کہلا بھیجا کہ اسے وہاں مت بھیجنا کیونکہ یہ تو بادشاہ کا من باتوں ہی میں موہ لیگا۔ اس نے چار سو تومان (بقول شخصے ایک ہزار تومان) دے کر قدوس کو خرید لیا اور قتل کرنا شروع کر دیا' کہ پہلے تو دونوں کان کاٹ ڈالے پھر تبر آہنی سے سر پھاڑ کر دو ٹکڑے کر دیا۔ اس کے بعد قتل گاہ میں بھیجدیا اور کپڑے اتار لئے تو لوگ اس پر تھوکتے اور تحصیل ثواب کی خاطر آپ کو گھونسے مارتے تھے جیسا کہ احادیث ائمہ میں پہلے بیان ہو چکا تھا کہ ایسے واقعات امام قائم کو پیش آئیں گے آخر ایک طالب علم نے آپ کا سر تن سے جدا کر دیا مگر خون نہ نکلا تو کہنے لگا کہ میرے خوف سے خون بھاگ گیا تھا۔ ارادہ ہوا کہ آپ کی لاش جلائیں ہر چند بھٹی میں ڈالی گئی مگر وہ نہ جلی، پھر ٹکڑے ٹکڑے کر کے باہر پھینک دیئے مگر آپ کی عقیدتمندوں نے تمام ٹکڑے جمع کر کے ایک ویران مدرسہ میں دفن کر دیے جس کے متعلق جناب نے ایک سال پہلے ہی جب یہاں سے کہیں جا رہے تھے، فرمایا تھا کہ یہی میرا مقتل ہے اور یہی میرا مدفن ہے۔ اور خطبہ ازلیہ میں آپ نے فرمایا تھا کہ میں خود اپنے آپ کو دفن کروں گا اس سے مراد یہ تھی کہ مجھے کوئی دفن نہ کرے گا۔

دعوائے مسیحیت

اس لڑائی سے پہلے ایک سال جناب قدوس نے اپنے گھر والوں سے کہہ دیا تھا کہ اب کے سال مصائب آئینگے مگر تمہیں صبر کرنا ہوگا آپ کے باپ کا نام آقا صالح تھا۔ جب اس نے پہلی شادی ایک باکرہ سے کی تو معلوم ہوا کہ تین ماہ کا حمل اس پیٹ میں موجود ہے تو آپ نو ماہ کے بعد اپنے باپ کے گھر پیدا ہوئے اور ماں مرگئی، باپ نے دوسرا نکاح کیا' جس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی اور سوتیلی ماں نے آپ کی پرورش کی تھی۔ ایام فتنہ میں

شہزادہ نے سب کو قید کر کے آپ کے والد سے کہا کہ قلعہ میں جا کر اپنے بیٹے سے کہو کہ دعوائے قدوسیت چھوڑ دو۔ آپکا والد قلعہ میں آپ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور عرض کرنے کو ہی تھا کہ آپ نے لفظ بلفظ شہزادہ کا حکم سنا دیا۔ پھر فرمایا کہ چلے جاؤ میں تمہارا بیٹا نہیں ہوں (کیونکہ میں باکرہ کے پیٹ سے تمہارے پہلے نکاح میں پیدا ہوا ہوں) تمہارا بیٹا وہی ہے جو دوسرے نکاح سے پیدا ہوا تھا وہ ایک دن ہیزم فروش کی دکان کے پاس پہنچا تھا تو وہ اسے گھر کا راستہ بھول گیا تھا اس وقت سے وہ فلاں شہر میں موجود ہے۔ جاؤ اسے اپنا بیٹا بناؤ۔ میں تیرا نطفہ نہیں ہوں، میں تو مسیح ہوں جو باکرہ کے پیٹ سے تیرے گھر ظاہر ہوا ہوں اور تم کو مصلحت وقتی ملحوظ رکھ کر باپ بنا لیا تھا۔ باپ نے تلخ جواب پا کر رجوع کیا اور شہزادہ سے ملتجی ہوا کہ جب میرا وہ بیٹا ہی نہیں ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں؟! اسلئے شہزادہ نے اسے رہا کر دیا۔

قاتل قدوس

جناب قدوس کے قتل پر یہ حدیث صادق آئی کہ (ان القائم تقتله سعيدة من اليهود في قار طهران) ''امام الزمان کو سعیدہ یہودن مقام طہران میں قتل کرے گی۔'' یعنی سعید العلماء اسکو مازندران میں قتل کرے گا، کیونکہ وہ زن سرشت تھا، نہ کبھی جہاد میں نکلا اور نہ قلعہ کی لڑائی میں شریک ہوا بلکہ اپنے گھر ہی خوف کھاتا رہا۔ اور شاہی پہرا لگوا دیا تھا اور داڑھی بھی چھوٹی تھی، اس کے آباؤ اجداد یہودی تھے۔ اور قار طہران سے مراد مازندان ہے۔ قتل قدوس کے بعد باقی قیدی بھی بیچ ڈالے گئے

اسیران قدوس

سید عبد العظیم اور ملا صادق علی خراسانی نصیر قزوینی، محمد حسین قمی اور کچھ بار فروش میں مارے گئے اور کچھ ساری میں اور رودبالی نعمت اللہ و مرزا باقر خراسانی آمل میں قتل کیے گئے۔

مرزا باقر کو جب قتل کرنے گئے تو امیر الغضب یعنی جلاد کی زبان سے حضرت قدوس کے شان میں کچھ گندے لفظ نکلے تو مرزا نے فوراً اس کے ہاتھ سے حربہ لیکر اپنی بیڑیاں توڑ کر اس کو اسی کے حربہ سے مار ڈالا۔ اور میدان میں شیر کی طرح گرجنے لگا تو شاہی لوگوں نے دور سے اس پر تیر برسا کر مار ڈالا۔ (قادیانی تعلیم میں قدرت ثانیہ، دعوت مباہلہ، دعوت مناظرہ، پیشگوئیاں، بروز اور تناسخ میں فرق، دعویٰ مسیحیت، تکذیب و تصدیق قتل سرفدایان اور کلام فتنہ اور بداء سب کچھ موجود ہے۔ ناظرین غور سے پڑھیں)

باب ہفتم

جناب مومن هندی نجباء میں سے تھے آپ باب کی تلاش میں چہریق پہنچے تھے جب آپ نے جناب باب سوم کو دیکھا تو یوں کہتے ہوئے سجدہ میں گر گئے کہ ھذا ربی اور جناب باب نے فرمایا کہ (انا القائم الذی ظهر) میں امام الزماں ہوں جو بروزی طور پر ظاہر ہوا ہوں۔ اس کے بعد جناب کی طبیعت بابیہ کی طرف منتقل ہوگئی اور سلماس میں آگئے جہاں لوگوں نے آپ کو سجدہ کیا اور آپ نے چالیس روز تک گلقند کے سوا کچھ نہیں کھایا شہزادہ حاکم خوی کو خبر ہوئی تو آپ کو بمعہ دو ہمراہیوں کے (ملا حسین خراسانی اور شیخ صالح عرب) گرفتار کرلیا اور شیخ صالح عرب وہی ہیں جو باب ثالث کی خدمت میں رہ چکے تھے۔ جناب هندی سے جب پوچھا گیا تو آپ نے اعلان کردیا کہ (انی انا القائم) ''میں ہی امام الزماں ہوں۔'' تو شیخ صالح عرب کو تو درے مار مار کر مار ڈالا اور باقی دو صاحبوں کو درے لگا کر تشہیر کیا اور اس کے بعد صحراء میں چھوڑ آئے۔ تو جناب ہندی شہرارزن الروم میں جا پہنچے اور لوگ وہاں پر بھی جمع ہوگئے اور بابیوں کی جمعیت موجود ہوگئی۔ انہی ایام میں کسی منافق نے اڑا دی کہ طہران پر بابی حملہ آور ہونا چاہتے ہیں، اس لیے بادشاہ نے حکم دیا کہ جو مشتبہ

شخص حضرت باب کو لعنت بھیجے اسے چھوڑ دو، ورنہ دوسرے کو مار ڈالو۔ یہ حکم سن کر ملا اسماعیل قمی عالم کربلا جو حضور کا مخلص عقیدتمند تھا۔ بابیوں میں اثنائے وعظ میں کہنے لگا کہ جب ہم نے حضور کی تصدیق کرلی ہے تو ہم کیسے لعنت کرسکتے ہیں' اس لئے میں تو قتل اختیار کروں گا اور جس کی مرضی ہو میرے ساتھ شامل ہوجائے'' تو چھ بابی آپ کے ہمراہ مرنے کو تیار ہوگئے۔ جن کے نام یہ ہیں قربان علی درویش، سید محمد حسین ترشیزی اور سید علی جو حضور کا خالو تھا، ملا تقی کرمانی، مرزا محمد حسین تبریزی اور ایک مراغہ کا آدمی اور باقی تیس بابیوں نے اپنا مذہب پوشیدہ کرلیا تو یہ بچ گئے اور باقی قتل کئے گئے۔ قربان علی کو قتل کرنے لگے تو رشتہ داروں نے شور مچایا کہ یہ بابی نہیں ہے۔ ویسے ہی شبہ میں گرفتار کرلیا گیا ہے، مگر اس نے زور سے اعلان کردیا کہ میں بابی ہوں۔ اب ساتوں کو قتل کرکے ایک ہی قبر میں دفن کردیا گیا۔ جس جگہ یہ ساتوں دفن کئے گئے اس کو اب سبعہ کا مقام کہتے ہیں۔ (مرزائی تعلیم میں اپنی موت کی خبر، دعوئے امامت اپنی تعلیم کو موجب نجات قرار دینا، اپنے مذہب کی رازداری اور اپنا تقدس سب کچھ موجود ہے)

باب ہشتم

سید یحییٰ کو حضور نے تبلیغ کلمۃ الحق کا حکم دیا تھا تو آپ میں جلال اور انقطاع عن الخلق کے آثار نمودار ہوگئے (گویا بابیت کا مرتبہ حاصل کرلیا) آپ پہلے ہی کہا کرتے تھے کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ مجھے کس نے قتل کرنا ہے اور مجھے کس جگہ مرنا ہے۔ شہر یزد میں وارد ہوئے تو آپ نے تصریح کردی۔ لوگ بیعت میں داخل ہوئے تو حاکم شہر نے گرفتار کرنے کو لشکر بھیجا مگر ایک قلعہ میں پناہ گزین ہوگئے۔ اس لئے لڑائی ہوئی جس میں شاہی آدمی بیس تک مرگئے اور بابی صرف سات ہی مرے۔ کچھ دنوں بعد ہمراہیوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا

تو آپ شیراز کو بھاگ گئے اور وہاں سے اپنے وطن مالوف تبریز میں پہنچے جہاں آپ کی بیوی اور بال بچے تھے۔ تو حاکم شہر نے ان کو شہر بدر کر دیا تو آپ نے ایک پرانے قلعہ میں پناہ لی، جو شہر سے باہر تھا۔ ایک دفعہ مسجد میں منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا کہ ابن رسول ہوں اور میں سچ کہتا ہوں کہ تم میری مدد کرو ورنہ میرے دادا کی شفاعت شامل نہ ہوگی۔ تو ستر ہ آدمی قلعہ میں جمع ہو گئے جن کو والی شہر نے محاصرہ میں لے لیا اور لڑائی ہوئی اور دشمن کو شکست ہوئی۔ اس کے بعد شہزادہ فرہاد نے شیراز سے شاہی لشکر روانہ کیا جس نے گھیرا ڈال لیا اور باہمی مقابلے شروع ہو گئے اخیر پر تنگ آ کر حاکم شہر نے کہلا بھیجا کہ آپ قلعہ سے باہر آ جائیے اور امن وچین سے جو چاہیں کریئے' تو آپ باہر آ گئے۔ اور سرکاری آدمیوں نے آپ کی نہایت تعظیم وتکریم کی اور گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیا۔ دوسرے دن حکم ہوا کہ آپ بارک سے باہر نہ جائیں۔ جب ہمراہیوں نے سنا تو کہنے لگے کہ یہ کوفی ثابت ہوئے ہیں اور انہوں نے وہ کام کیا ہے جو خلیفہ مامون نے علی بن موسیٰ الرضی کے ساتھ کیا تھا۔ اس پر لڑائی چھڑ گئی تو سرکاری آدمیوں نے معافی مانگ کر کہا کہ کسی جاہل نے یہ حکم امتناعی جاری کر دیا تھا ورنہ ہم تو آپ کو چادر (بارک) سے روکنے والے نہیں ہیں۔ اس لئے آپ اپنے مریدوں سے کہہ دیں کہ گھر چلے جائیں' تو جب وہ اپنے اپنے گھر چلے گئے تو فوراً شیخ کو گرفتار کر لیا اور جو کچھ تھا سب لوٹ لیا۔ لوگوں نے کہا کہ امیر غضب بڑا جابر ہے آپ نے فرمایا کہ وہ میرا قاتل نہیں ہے۔ جب وہ آیا تو کہنے لگا کہ سید آل رسول کو میں قتل نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد آپ کے سامنے وہ آدمی پیش ہوا کہ جس کے دو بیٹے شیخ کے ہاتھ سے قتل ہو چکے تھے' تو اس نے آ کر گریبان پکڑ لیا اور دوسروں نے سنگ باری شروع کر دی' یہاں تک کہ آپ مر گئے تو امیر غضب نے آپ کی گردن کاٹ ڈالی اور آپ کے ہمراہیوں کی گردنیں اڑا دیں۔ پھر لاشوں میں بھوسہ بھر کر سروں کے ہمراہ سب کی تشہیر کر دی۔

واقعہ زنجان

روایت ہے کہ جناب ذکر نے جب بابیت کا دعویٰ کیا تھا تو آپ نے محمد علی سے امامت جمعہ کا حکم فرمایا کیونکہ فروع (فقہ شیعہ) میں لکھا ہوا ہے کہ بلا اجازت باب کے کوئی امام جمعہ نہیں ان سکتا، اسے لیے گڑبڑ مچ گئی۔ کیونکہ حاکم شہر نے باب کو ضیافت کے بہانہ سے گھر بلا کر گرفتار کر لیا تو لوگ اس کے گھر پر ٹوٹ پڑے اس لئے مجبوراً اسے چھوڑنا پڑا اور آپ نے ہزار آدمی کی معیت میں ایک قلعہ پر قبضہ جما لیا اور لڑائی شروع ہو گئی۔ جس میں دشمن کو ہار ہا شکست ہوئی یہاں تک کہ نصف زنجان پر بابیوں کا قبضہ ہو گیا۔ اب انہوں نے انیس سنگر (مورچے) بنائے اور ہر ایک سنگر پر انیس انیس آدمی اسم واحد کے برابر مقرر کئے' تو پانچ وقت مناجات کا انتظام یوں ہوا کہ ایک کہتا تھا'' اللہ ابہی ''اور دوسرے اس کی پیروی کرتے جاتے تھے' یہاں تک کہ ترانوے دفعہ اسم محمد کے برابر یہ اسم دہرایا جاتا تھا مگر جب لڑائی سخت زور پکڑ گئی تو کمزور چلے گئے اور باقی تین سو کے قریب بابی قائم رہے اور دشمن کے لشکر میں سے بھی کچھ بابی بن گئے جیسے سید حسین فیروزکوہی اور کچھ مستور الایمان ہو گئے جیسے جعفر قلی خاں وغیرہ۔ کیونکہ اس نے کہا کہ مجھے روس کے مقابلہ پر جانا ہے سادات اور فقراء کے مقابلہ پر مجھے حکم نہیں ہوا۔ کردی فوج نے بھی دشمن کا ساتھ چھوڑ دیا کیونکہ ان کے افسر نے کہا کہ امام الزمان کے ظہور کا یہی وقت ہے۔ چنانچہ ایک علامت سلطان ناصر الدین کے عہد میں ظاہر ہو چکی ہے کہ بازوراں کا داخلہ دربار میں ہوگا۔ کرد قوم کے مذہبی اشعار بھی ہیں جن میں تاریخ ظہور امام معین تھی اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ صاحب الزمان خود خدا ہی ہے۔ اس لئے اس فرقہ کو'' علی اللاھی '' کہتے ہیں۔ شیخ کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ اے صاحب الزمان! گو اس وقت ہم آپ کی امداد نہیں کر سکتے' مگر آپ کی باقی رجعتوں میں

ہم ضرور کوشش کر کے آپ کی اعانت کرینگے۔ بہر حال دشمن کی جمعیت تیس ہزار سے اوپر ہوگئی اور برابر نو ماہ تک یہ فساد قائم رہا۔ بابی صرف تین سو ساٹھ تھے اس لئے باب نے حکومت کو لکھا کہ ہم سلطنت کے طلبگار نہیں ہیں بلکہ ہمارا مقصد تو صرف دین الٰہی ہے اس لئے تمہارا فرض ہے کہ علمائے اسلام کو ہم سے مناظرہ کے لئے جمع کریں' تا کہ حق ظاہر ہو جائے ورنہ ہمیں آزاد کر دیا جائے تا کہ ہم کسی دوسری جگہ چلے جائیں' مگر حکومت نے کہا کہ ہم لڑائی ہی کرینگے تب ممالک غیر سے سفارشیں بھی آئیں مگر مفید نہ پڑیں۔ اس کے بعد روم و روس کے سفیر باب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ ہمارا ان لوگوں سے ظہور حجۃ کے متعلق تنازع ہے جس کا فیصلہ تین طریق سے ہو سکتا ہے کہ یا تو دس روز کا مباہلہ کریں یا مناظرہ کریں اور یا جلتی آگ میں داخل ہو کر صحیح و سلامت نکل کر دکھلائیں' مگر پھر بھی حکومت نے لڑائی کو جاری رکھا دونوں سفیر واپس چلے گئے لڑائی شروع ہوگئی۔ ایک دفعہ حضرت باب سنگر پر چڑھے تو ایک سپاہی نے دور سے آپ کو تیر کا نشانہ بنایا تو آپ وہیں سرد ہو گئے۔ اب بابی لڑتے تھے مگر ان کا سردار کوئی نہ تھا جس سے دشمن کو کمال حیرت ہوئی کہ یہ لوگ اپنے مذہب پر کس جانفشانی سے لڑ رہے ہیں' تو پھر ان کو امن دے کر حکم دیا کہ قلعہ سے باہر آ جائیں' تو نکلتے ہی ان کو مار ڈالا اور حضرت باب کی لاش کو جلا دیا۔ بابیوں کے بال بچے غلام بنائے گئے، مال لوٹ کھسوٹ سے برباد کیے گئے' تو اس وقت حدیث فاطمہ کی صداقت ظاہر ہوگئی کہ الداعی الی سبیلی والخازن لعلمی هو الحسن واکمل ذلک بابنه محمد وهو رحمة للعلمین. علیه کمال موسی وبهاء عیسی وصبر ایوب فتذل اولیاؤه فی زمانه وتتهادی روسهم کروس الدیلم فیقتلون ویحرقون مرعوبین وجلین وتصبغ الارض بدمائهم وتظهر الونة والویل فی نسائهم اولئک اولیائی حقا بهم ادفع کل فتنة عمیاء وبهم

اکشف الزلازل و الاصار والاغلال اولئک علیهم صلوت من ربهم ورحمة واولئک هم المهتدون. میرے مسلک کی طرف دعوت دینے والا اور میرے علم کا خزانچی وہ حسن ہے اور اس کی تکمیل اس کے بیٹے محمد سے ہوئی ہے' وہ رحمۃ للعالمین ہے۔ اس میں کمال موسوی ہے اور جلال عیسوی اور صبر ایوبی۔ اس کے تابعدار ذلیل ہوں گے، ان کے سر کافروں کی طرح پھرائے جائیں گے' ان کو خوفزدہ حالت میں جلایا جائے گا' زمین ان کے خون سے رنگین ہوگی' گریہ وزاری ان کی عورتوں میں ظاہر ہوگی' میرے سچے تابعدار وہی ہیں' ان کے طفیل ہر ایک سیاہ فتنہ دفع ہوگا اور ان کے ذریعہ سے تکالیف دور ہوں گی' ان پر خدا کی رحمت ہوگی اور وہی ہدایت یافتہ ہوں گے۔

باب نہم صبح ازل

جناب ازل کا باپ اراکین سلطنت کا ایک ممتاز فرد تھا جب آپ پیدا ہوئے تو والدہ آپ کی چنداں پروا نہیں کرتی تھی۔ آپ کے بھائی حضرت بہاء کہتے ہیں کہ میری والدہ نے بیان کیا کہ مجھے ایک دفعہ حضور ﷺ اور حضرت علی خواب میں آئے اور فرمایا کہ "اس بچہ کی خوب پرورش کرو، یہ ہماری ملکیت ہے پھر امام قائم کے سپرد کر دینا۔" تب سے والدہ نے کمال محبت سے پرورش کی تو آپ خوردسالی تک فارسی سے کمال رغبت تھی اور عربی سے کچھ میلان بھی نہ تھا تو آپ کی والدہ وفات پا گئیں اور آپ کی پرورش آپ کے بھائی جناب بہاء اللہ نے کی۔ (قول مؤلف نقطۃ الکاف)

ایک دفعہ میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو اس سلسلہ میں کیسے میلان ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میرے بھائی جناب بہاء نے چند مہمانوں کی اپنے گھر پر دعوت کی تو میں نے دیکھا کہ وہ آپس میں حضرت ذکر (رب اعلیٰ) کا تذکرہ کر رہے تھے اور آہ آہ

کی آواز سے مناجاتیں دہراتے تھے تو میرے قلب پر گہرا اثر ہوگیا۔ اور جناب ذکر نے جب اپنے عقیدتمندوں کو خراسان میں جمع ہونے کا حکم دیا تو جناب ازل نے بھی وہاں شامل ہونے کا ارادہ کرلیا مگر جناب بہاء نے آپ کو روک دیا' کیونکہ آپ ابھی پندرہ سالہ لڑکے تھے کچھ عرصہ بعد آپ کے رشتہ دار مازندران کو گئے تو آپ کا ارادہ ہوا کہ انکے ہمراہ چلے جائیں اور وہاں سے خراسان کو سفر کریں مگر جب آپ کے بھائی جناب بہاء حضرت طاہرہ سے مشرف ہوئے اور ارض قدس کی طرف کوچ کیا تو انہوں نے آپ کو پانچ سو تومان تک مالی امداد دی اور آپ کچھ عرصہ سبزوار میں رہے اور وہیں حضرت قدوس کی زیارت سے مشرف بھی ہوئے اور آپ کے اصحاب میں شمار ہونے لگے۔ فتنہ بدشت میں بھی آپ شریک کار تھے اور جناب کی محبت میں اپنا مال خرچ کرڈالا تھا۔ جب بارفروش کو واپس آئے تو راستہ میں آپ کو جناب قدوس کی خدمت میں شرف باریابی حاصل ہوا تو جناب نے آپ کو خلوت میں بٹھا کر خطبہ دیا اور مناجاتیں گا کر سنائیں اس لئے آپ جناب کے دلدادہ ہوگئے۔ اس کے بعد بارفروش کو آئے اور وہاں طاہرہ سے ملاقات ہوئی۔ مگر اس کے بعد جناب قدوس کی زیارت سے مشرف نہ ہوسکے۔ جناب طاہرہ نے آپ کو اپنے زیر تربیت عالم شباب تک پہنچایا (قول مؤلف) جب جناب قدوس قلعہ میں محصور تھے تو امداد کی خاطر دونوں بھائی (جناب ازل و بہاء) قلعہ کو روانہ ہوگئے میں بھی ساتھ ہی تھا ہم تینوں کو دشمنوں نے گرفتار کر کے آمل میں پہنچا۔ دیا راستہ میں حضرت ازل رات کے وقت ایک گاؤں میں روپوش ہوگئے تھے جو آمل سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر تھا اور صبح کے وقت آپ کو اہل قریہ نے آمل پہنچادیا تھا۔ مگر جب راستہ میں جارہے تھے تو مناجات اور اشعار میں مستغرق تھے آمل کے حاکم شرع نے سب کو حد تعزیر لگائی اور جناب ازل کو صحیح سلامت چھوڑ دیا تو سیدھے گھر واپس آگئے۔ (قول مؤلف) میں آپ کا خاص راز دار تھا اس وقت باب کو

حجیت کا دعوی نہ تھا' مگر حضرت قدوس کی مناجاتوں کا آپ کو شغف کمال تک پہنچ چکا تھا۔ آپ کے بھائی صاحب کو خیال ہوا کہ آپ کو طہران بھیج جائے کیونکہ گھر پر خطرہ تھا۔ چنانچہ آپ طہران کو روانہ ہوگئے اور جب چالیس روز کا سفر طے کرچکے تو جناب قدوس کی وفات کی خبر آپ کو پہنچ گئی' تو آپ کو اس غم سے تین روز بخار رہا۔ اسکے بعد آپ میں رجعت قدوس نمودار ہوگئی اور آپ نے حجیت کا اعلان کردیا۔ اور جناب ذکر کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ کو کمال خوشی ہوئی۔ جناب نے آپ کی طرف قلمدان، دوات اور کاغذ معہ تحریرات خاصہ کے روانہ کردیئے اور خاص لباس بھی آپ کو پہنچادیا، اپنی انگوٹھی بھی آپ کو دیدی اور وصیت فرمائی کہ آپ بیان ہشت واحد لکھیں، یہاں تک کہ من یظہر اللّٰہ کا ظہور ہو تو اس وقت اس بیان کو منسوخ کردو۔ اس کے بعد جناب باب (حضرت ذکر) کو اپنے قتل کے حالات معلوم ہوگئے چنانچہ شاہی حکم سے آپ کو چہریق سے تبریز پہنچایا گیا۔ اور پوچھا گیا کہ آپ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں امام قائم ہوں اور میرے دلائل صداقت میرے خطبے ہیں اور مناجات ہیں۔ تو تین روز آپ کو حوالات میں رکھا اس وقت دو بھائی حسن و حسین بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

قتل جناب ذکر

جناب حسین آپ کی خاص خدمت وحی کی کتابت پر مقرر تھے اور آپ کے کاتب السر کہلاتے تھے۔ جناب باب نے اپنی کتاب ''بیان'' میں لکھا ہے کہ حسین سے اس کتاب کے معارف حاصل کرو۔ محمد علی اور سید احمد بھی آپ کے خاص مرید تھے جو تبریز میں آپ کی تبلیغ کرتے تھے اور آپ نے ان کو بھی اتمام حجت کیلئے خطبے لکھ کردیئے تھے' مگر جب حاکم تبریز کو خبر ملی تو اس نے مبلغین بابیہ کی توہین کی۔ اور جناب باب کے آنے تک ان کو بھی

حوالات میں رکھا تھا۔ جناب باب نے اپنی شہادت سے پہلے ایک دن اپنے اصحاب سے کہا کہ تم خود مجھے مار ڈالو تا کہ دشمن کے ہاتھ سے نہ مروں' تو محمد علی نے اس پر آمادگی ظاہر کی تا کہ الامر فوق الادب پر عملدرآمد ہو جائے' مگر باقی اصحاب نے روک دیا۔ اس نے کہا کہ میں تو آپ کا حکم ماننے کو تھا اور چاہتا تھا کہ آپ کو شہید کر کے خودکشی کرلوں تو جناب باب نے مسکرا کر اظہار خوشنودی فرمایا۔ ثم آپ نے اپنے اصحاب کو عموماً اور محمد حسین کو خصوصاً حکم دیا کہ تقیہ کرو اور مجھ پر لعنت بھیجو مگر محمد علی نے کہا میں تو آپ کے ہمراہ قتل ہو جاؤں گا تو آپ نے اس کو منظوری دے دی۔ اسکے بعد باب کی تشہیر کر کے مقتل میں لائے تو محمد علی کو باب کے سامنے یوں قتل کیا کہ پہلے اس سے کہا کہ توبہ کرو اور رشتہ داروں نے کہا کہ وہ دیوانہ ہے اسلئے اسے چھوڑ دو۔ مگر اس نے کہا کہ میں ضرور باب کے ہمراہ قتل ہوں گا' تو باب کی رضا مندی بھی ہوگئی۔ پھر باب کو زنجیروں میں جکڑ کر تیر برسائے مگر وہ سارے زنجیروں پر پڑے اور زنجیر ٹوٹ گئے' تو حضرت باب صحیح سلامت، پاس ہی ایک حجرہ تھا اس میں جا گھسے اور جب غبار ختم گیا' دیکھا تو باب وہاں نہ تھے' کہنے لگے کہ وہ آسمان پر چڑھ گئے ہیں۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ آپ حجرہ میں ہی موجود ہیں' تب آپ نے لوگوں سے منت سماجت کی اور وعظ و نصیحت شروع کیا مگر کسی نے نہ سنی اور دوسری دفعہ زنجیروں میں باندھ کر تیر برسائے' تو آپ کو عدد علی کے برابر تین تیر لگے جن سے آپ کی وفات ہوئی۔ بقول شخصے دوسری دفعہ تیر چلانے والے آرمینیہ کے رہنے والے عیسائی سپاہی تھے۔ بہر حال آپ کی لاش دو دن تک وہیں پڑی رہی اور تیسرے دن دفن کی گئی' مگر آپ کے مریدوں نے محمد علی اور باب دونوں کی لاشیں نکال کر ریشم میں لپیٹ کر وہاں دفن کر دیں جہاں وحید ثانی نے حکم دیا تھا' جہاں آج کل انیس گنبد موجود ہیں اور لوگ ان کی زیارت اور طواف کرتے ہیں۔

باب دہم (ذبیح)

اس کے بعد جناب ازل نے اعلان کیا کہ میرا بروز ایک جوان میں ہوگا''هو شاب ابن الثمانی عشرة سنة شکله ملیح شغله قنادی اسمه ذبیح'' جو خوش شکل قند فروش اٹھارہ (۱۸) سال ہوگا۔ کواکب سبعہ کا غروب ۱۲۶۷ھ میں ہوا تھا اور ذبیح کا ظہور سن سات میں ہوا تھا۔ پس صبح ازل نے اسمیں تجلی ظاہر کی اور جوان نے کہا کہ ''انی انا الله لا اله الا انا'' مگر جناب ازل کو کچھ معلوم نہ تھا بلکہ آپ کو آپ کے احباب نے اس بروز کی خبر دی تھی اور جب آپ سے سوال ہوا تو فرمایا کہ مجھ سے نہ پوچھو میں تو اپنے سوا تمہارا رب کسی کو نہیں جانتا۔ پھر فرمایا کہ اگر مدعی جامع شرائط حجیت ہو تو انکار نہ کرو۔ جناب ذکر کا یہ دعویٰ تھا کہ میں چھ گھنٹہ میں ایک ہزار شعر نظم کر سکتا ہوں اور میں تین گھنٹہ میں ایک ہزار شعر کہہ سکتا ہوں اور جو آج مدعی بابیت ہے اس کا فرض ہے کہ ڈیڑھ گھنٹہ میں ایک ہزار شعر نظم کر سکے۔ اب آپ کے پاس ذبیح کے متعلق شکایات کا تانتا بندھ گیا یہاں تک کہ جناب ازل کو ذبیح کی طرف لکھنا پڑا کہ تین میم اختیار کرو اور اشارہ یہ تھا کہ ''مگو و منویس و منشین با اصحاب'' تو ذبیح نے اپنا دعویٰ ظاہر کرنا چھوڑ دیا۔

باب یازدہم بصیر

ازلیہ کی دوسری شاخ جناب بصیر ہیں جو ایک ہندوستانی سید شریف خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور جن کا مورث اعلیٰ سید جلال تھا۔ ابھی سات سال کے تھے کہ چیچک سے آپ کی بینائی جاتی رہی۔ جب بیس سال کے ہوئے تو حج کو تشریف لے گئے' پھر کربلا گئے اور امام قائم کی تلاش میں ایران پہنچے۔ کیونکہ آپ نے اپنے بزرگوں سے ظہور امام کا یہی وقت معلوم کیا ہوا تھا' مگر آپ کو امام کی زیارت نصیب نہ ہوئی اس لئے واپس بمبئی آ گئے اور وہاں

پر یہ معلوم ہوا کہ ایران میں ایک آدمی نے امامت کا دعوی کر دیا ہے تو فوراً آپ نے اسی طرف سفر کیا مگر امام صاحب اس وقت حج کو جا چکے تھے۔ اس لئے آپ بھی پیچھے ہوئے اور مسجد حرام میں امام صاحب سے ملاقات حاصل کی اور مقام قائم آپ پر منکشف ہوا تو آپ نے جناب امام کی صداقت پر ایمان قبول کرلیا اور واپس ایران آکر شہر بشہر تبلیغ شروع کردی اور جب مازندران کا واقعہ پیش آیا تو آپ اس وقت نور کے مضافات میں مصروف تبلیغ تھے۔ آپ نے ہر چند کوشش کی کہ امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اسی لئے اسم اعظم اعلیٰ (حضرت قدوس) کی خدمت میں کچھ عرصہ تک حاضر رہے اور آپ میں جذب ہوگئے۔ مگر جب اہل قلعہ کی جمعیت پراگندہ ہوگئی تو آپ بھی میرزا مصطفی کردی کے ہمراہ گیلان کو چلے گئے۔ راستہ میں موضع ازل میں فروکش ہوئے تو وہاں کے باشندوں نے بری طرح سے آپ کو نکال دیا اور کھانا بھی نہ دیا۔ یہ جب دونوں بزرگ وہاں سے روانہ ہوگئے تو بستی میں آگ لگ گئی اور لوگوں کا بہت بڑا نقصان ہوگیا پھر جناب قزوین پہنچ کر ارض قدس میں دونوں بھائیوں (الوحیدین الازل والبهاء) کی خدمت میں شرفیاب ہوئے۔ حضرت بہاء نے پہلے تو استغناء دکھایا' مگر جب آپ کا خلوص نیت دیکھا تو آپ نے تربیت شروع کردی' چنانچہ آپ کی ہیکل میں جناب کی ربوبیت ظاہر ہونے لگی۔ انہیں ایام میں حضرت ذبیح سے بھی وہیں آپکا تعارف ہوا، ورنہ اس سے پہلے گفت وشنید بھی نہ تھی اور جب باہمی تبادلہ خیالات ہوا تو آپ ذبیح میں جذب ہوگئے۔ اب جناب بصیر کو مقام فنا حاصل ہوگیا اور دعوی کیا کہ میں بروز حسن رضی اللہ عنہ ہوں اور مجھ میں رجعت حسینیہ ہے اور اسی مضمون پر آپ نے وعظ ونصائح کہنے شروع کردیے اور خطبات توحید انشا فرمائے۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے دونوں بھائیوں (ازل وبہاء) کی خدمت میں ایک مخلصانہ عریضہ ارسال کیا جس کے جواب میں حضرت ازل نے آپ کو الابصر الابصر کے عنوان سے

ممتاز فرمایا اور ارشاد کیا کہ انی قد اصطفیتک بین الناس تو ارض قدس میں آپ سے خوارق اور معجزات ظاہر ہونے لگے اور کثیر التعداد لوگوں نے اطاعت قبول کرلی اور اسرار پنہانی کی خبر بھی دیتے تھے' چنانچہ ایک دفعہ ایک کتا دیکھا کہ وہ زور سے لمبی آواز کے ساتھ بھونک رہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس میں فلاں بدکار آدمی کی رجعت ہے اور متوفی مذکور کے تمام علامات بھی بتادیے۔ اس کے بعد ارض نور سے نقطۃ الکاف (شہر کاشان) میں آئے جہاں نقطۃ الکاف (حاجی کاشانی مؤلف کتاب نقطۃ الکاف) کے گھر قیام کیا اور نقطہ بصیر میں کشمکش اور جذب وانجذاب شروع ہوگیا مگر آخر نقطہ بصیر میں جذب ہوگیا۔ عقیدتمند سب مرتد ہوگئے' مگر نقطہ اپنی حالت پر قائم رہا۔ اس کے بعد آپ کا جناب عظیم سے مناظرہ چھڑ گیا جس میں جناب عظیم نے اپنا ثبوت یوں پیش کیا کہ (انا باب الحضرتین وحلیب الثمرة الازلیة والسلطان المنصور بنصوص عدیدة) میں جناب ازل اور سلطان منصور کی متعدد اور صاف تحریرات سے بیعت لینے پر مامور ہوا ہوں اس لئے تمہارا فرض ہے کہ تم میری اطاعت کرو۔ جناب بصیر نے جواب دیا کہ بیشک آپ سچ کہتے ہیں مگر جو کچھ بھی آپ نے فرمایا ہے عند النقطہ صرف دو امر ہیں۔ اول: مقام عبودیت اور حضور کا تقرب، دوم: شمس تربیت کے ظہور کا دعوی، کہ آپ کی طرف سے ہوا ہے اور مجھے بھی یہ دونوں فخر حاصل ہیں مگر فرق صرف اتنا ہے کہ میری عبودیت جناب کی عبودیت سے بڑھی ہوئی ہے اس لئے آثار ربوبیت میری ذات میں آپ کی نسبت بہت زیادہ ہیں۔ اب جناب عظیم خاموش ہوکر کچھ سوچنے لگے یا تو اس لئے کہ آیت فتنہ ظاہر ہوا اور یا اس لئے کہ یہ مناظرہ درجہ کمال تک نہیں پہنچا تھا۔ اس کے بعد مریدوں نے حضور (ازل) کے پاس شکایات روانہ کیں کہ یہ شخص فلاں فلاں کا مدعی ہے تو آپ نے حضرت بصیر کو خط لکھا کہ (ایا بصیر هل فیک بصیرة القلب موجودة ام تقول بمحض التقلید) ارے کچھ

نور باطن بھی رکھتے ہو یا ایسے ہی اندھی تقلید ہے؟ اب یہ خط بابیوں کیلئے دوسرا فتنہ بن گیا جو چھ ماہ تک قائم رہا اس کے بعد دونوں میں صلح وصفائی ہوئی تو بابیوں کو چین آیا۔ اوران دونوں ظہوروں سے فیض حاصل کرنا شروع کردیا۔ جناب ذکر نے جناب عظیم کو دوظہوروں کی بشارت دی تھی۔ اول ظہور حسنی (یا بقول شخصے ظہور یحییٰ) دوم ظہور حسینی اور فرمایا تھا کہ یہ دونوں ظہور اپنی اپنی ماں کے پیٹ میں چھ ماں سے زائد نہ ٹھہریں گے۔ ان کے علاوہ اور بھی آپ کے ظہور ہیں جیسے ظہور فی ارض الطاء، ظہور ارض الفا، ظہور فی بغداد جس کو ''سید علو'' بھی کہتے ہیں اور ظہور آقا محمد کراوی وغیرہ۔ یہ لوگ سب کے سب صاحب آیات ہیں اوران کے پاس اپنی اپنی صداقت کے پختہ بینات اور دلائل ہیں...... انتہی اقتباس

کتاب نقطة الكاف فی تاریخ البابیة الذی عنوانه المطبوع هكذا(نقطة الكاف در تاریخ ظهورباب وو قائع هشت سال اول از تاریخ بابیه تا لیف حاجی مرزا کا شانی مقتول در ۱۲۶۸ھ بسعی اهتمام ایڈورڈبرائون پر و فیسر زبان(شیرین بیان) فارسی درد ار الفنون کیمرج از بلاد انگلستان وطبع گردید.در مطبع بریل درلید ن از بلا دهلاند سنہ۱۹۱۰ء)

۵......انتخاب مقالہ شخصے سیاح کہ در تفصیل قضیۂ باب نوشتہ است

جناب باب (غ رجن ــــ ھ) میں پیدا ہوئے۔ آپ سید تاجر سید محمد رضا شیرازی کے بیٹے تھے، چھوٹی عمر میں ہی آپ کے والد ماجد انتقال کرگئے تھے تو اپنے ماموں مرزا سید علی تاجر کے پاس شیراز میں تربیت پائی۔ جوان ہوکر اپنے ماموں کے ساتھ ہی تجارت کرتے رہے جب پچیس سال کے ہوئے تو آپ نے بابیت کا دعویٰ کیا کہ میں ایک

مرد غائب کی دعوت دیتا ہوں جو ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ پھر سورہ یوسف کی تفسیر لکھی جس میں مرد غالب سے استمداد کی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ یا بقیة الله قد فدیت بكلی لک ورضیت السب فی سبیلک وما تمنیت الا القتل فی محبتک وکفی بالله العلی معتصما قدیما۔ اس کے علاوہ بہت سے وعظ، مناجات اور تفسیر آیات قرآنیہ میں بھی آپ نے تصنیف فرمائیں۔ جن کا نام صحائف الہامیہ اور کلام فطری رکھا مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ آپ نے وحی کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ مگر چونکہ آپ نے مدارس میں تعلیم نہیں پائی اس لئے آپ کے اس تبحر علمی کو وحی تصور کرلیا گیا۔ آپ کے معتقدین (مرزا احمد ارغندی، ملا محمد حسین بشروی، ملا محمد صادق مقدس شیخ ابوتراب اشتہاردی، ملا یوسف اردبیلی، ملا جلیل اروی، ملا مہدی کندی، شیخ سعید ہندی، ملا علی بسطامی وغیرہ) نے آپ کو رکن رابع اور مرکز سنوح حقائق کا خطاب دیا ہوا تھا۔ اور اطراف ایران میں آپ دعوت تبلیغ دینے میں مصروف ہوگئے تھے۔ جب حج کرکے جناب بوشہر پہنچے تو شیراز میں شور برپا ہوگیا اور جمہور العلماء نے آپ کو واجب القتل قرار دے دیا۔ آپ کے تین مبلغ تھے (محمد صادق، مرزا محمد علی بارفروشی اور ملا علی اکبر اردستانی) ان کو حاکم فارس حسین خان اجودان باشی نے علمائے اسلام کے حکم سے تعزیر لگائی اور تشہیر کرکے کمال توہین کی اور جناب باب کو ہوا کر مجبور کیا کہ آپ اپنا دعویٰ چھوڑ دیں مگر آپ نے انکار کردیا اس لئے اس نے آپ کو تھپڑ رسید کرکے پکڑی اتار ڈالی اور حکم دیا کہ اپنے ماموں کے گھر نظر بند رہیں۔ دوسری دفعہ پھر بلوا کر ترک دعویٰ کے لئے حکم دیا مگر آپ نے اس وقت ایسی تقریر کی کہ سامعین نے یقین کرلیا کہ واقعی امام غائب سے آپ کو تعلیم ملتی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں امام منتظر کے لئے باب نہیں ہوں بلکہ ایک اور شخص (بہاء اللہ) کے لئے تبلیغی وسیلہ ہوں۔ محمد علی شاہ قاچار نے اپنے معتمد

الدولہ سید یحیٰی دارابی کو حالات دریافت کرنے کو بھیجا تو پہلی دو صحبتوں میں صرف تبادلہ خیالات ہی ہوتا رہا مگر تیسری صحبت میں معتمد نے سورہ کوثر کی تفسیر کی درخواست کی جو آپ نے فوراً لکھ دی' جس سے جناب معتمد حیران رہ گئے اور شہر یزدجرد میں جا کر سب سے پہلے اپنے باپ سید جعفر شہیر کشفی کو تبلیغ کی۔ پھر مرزا لطف علی کو تمام واقعات لکھ کر کہا کہ سلطان کی خدمت میں پیش کر دیں۔ اور خود کمال اشتیاق سے اطراف ایران میں دعوت دینے لگے کہ لوگوں نے آپ کو مجنون سمجھا اور آپ کے کلام کو سحر کہنے لگے۔

واقعہ زنجان

اس کے بعد زنجان میں ملا محمد علی بڑے مشہور عالم تھے انہوں نے ایک معتبر آدمی کے ذریعہ حالات دریافت کیے تو جناب باب نے آپ کو اپنی تصانیف بھیج دیں جن کو پڑھ کر ملا صاحب نے فرمایا کہ (طلب العلم بعد الوصول الی المعلوم مذموم) جب مطلب حل ہو گیا تو اب پڑھائی کیسی؟ اور تحریری بیعت کر لی جس کے معاوضہ میں حضرت باب نے کہلا بھیجا کہ میری طرف سے زنجان میں ضرور جمعہ قائم کرو مگر زنجان میں سخت مخالفت ہوئی اور سلطان نے ملا صاحب کو اپنے دربار میں بلوا کر علمائے اسلام سے مناظرہ کرایا جس میں ملا صاحب غالب رہے اور سلطان نے پچاس تومان دے کر واپس زنجان بھیج دیا۔ اب سلطان کو کہا گیا کہ باب کو قتل کرنا ضروری ہے ورنہ سخت فساد ہو گا۔

پہلا مقابلہ شیراز میں

اس لئے باب نے اپنے معتقد جمع کر لئے اور داروغہ کو حکم ہوا کہ رات کو باب پر چھاپا مار کر تمام کو قید کرے مگر اسے اس رات صرف تین آدمی معلوم ہوئے (باب کا ماموں،

باب اور سید کاظم زنجانی) اس لئے وہ ناکام رہا۔ اتفاقاً اسی رات وہاں وبا (طاعون) پھیل گیا۔ اس لئے حاکم شیراز کو حکم دینا پڑا کہ باب شہر بدر ہو جائیں اور خود بھی چلا گیا تو آپ سید کاظم کے ہمراہ اصفہان جا کر امام جمعہ کے گھر چالیس روز ٹھہرے۔ ایک دفعہ امام جمعہ نے آپ سے درخواست کی کہ ''سورہ عصر'' کی تفسیر لکھ دیں تو آپ نے فوراً لکھ دی۔ پھر حاکم اصفہان نے نبوت خاصہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے اثبات میں جواب دیا اس کے بعد مجلس مناظرہ منعقد ہوئی جس میں آقا محمد مہدی اور حسن نوری نے آپ نے صدرا کتاب کے مسائل دریافت کئے تو باب جواب نہ دے سکے اور باقی اہل علم نے کہہ دیا کہ مناظرہ کرنے میں اسلام کی توہین ہے کیونکہ باب صراحتاً اپنے کفر کا اقبال کر رہا ہے مگر حاکم کا یہ منشا ضرور تھا کہ مباحثہ ہو اس لئے اس نے باب کو طہران بھیج دیا اور سلطان کو تمام واقعات لکھ کر مناظرہ کا مشورہ دیا لیکن جب باب مورچہ کے مقام پر پہنچے تو مخفی طور پر حاکم اصفہان نے آپ کو واپس بلا لیا تو آپ وہاں چار ماہ تک ٹھہرے رہے اور کسی کو معلوم نہ تھا کہ باب کہاں ہے مگر گرگین برادرزادہ حاکم کو خبر لگ گئی تو اس نے فوراً حاجی مرزا آقاسی وزیر اعظم کو خبر دیدی اور اس نے اپنے نوکر بھیج کر باب کو روپوشی کی حالت میں طہران بلا لیا۔ مگر جب آپ ''کرو'' کے مقام پر پہنچے تو وزیر نے ''کلین'' کے مقام پر ٹھہرنے کا حکم بھیج دیا اور وہاں سے باب نے سلطان کو چٹھی لکھی کہ ''میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں'' مگر وزیر نے جواب میں لکھوا دیا کہ سلطان اس وقت طہران سے باہر جا رہے ہیں اور عام شورش کا بھی خدشہ ہے اس لئے آپ کو 'ماکو' بھیجا جاتا ہے کہ جب تک سلطان اپنے سفر سے واپس نہ آئیں آپ وہیں سلطنت کے زیر امن قیام کریں پھر آپ کو بلا لیا جائے گا۔

تبریز اور ماکو میں قیام

جس کے جواب میں باب نے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے کہ آپ نے مناظرہ کے لئے اصفہان سے مجھے بلایا مگر اب انکار کر دیا لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ اس لئے محمد بیگ چپرچی کے ماتحت شاہی رسالہ کے ہمراہ آپ کو تبریز پہنچایا گیا جہاں آپ چالیس روز ٹھہرے اور کسی کو اجازت نہ تھی کہ آپ سے ملاقات بھی کر سکے اس کے بعد آپ کو ماکو کے قلعہ پہاڑی میں پہنچایا گیا جہاں آپ نو ماہ رہے اور علی خان حاکم ماکو نے اثنائے قیام میں ملاقات کی قدرے اجازت دے رکھی تھی اور خود بھی عزت کرتا تھا۔ مگر جب اہل آذربیجان کو فساد کا اندیشہ ہوا تو حکومت سے درخواست کی گئی اور آپ کو قلعہ چہریق میں نظر بند کیا گیا جہاں علی خان کرد حاکم تھا اور اس نقل و حرکت سے بابی مذہب کا چرچا جابجا ہونے لگا اور باب صبح و شام الغائب المنتظر کو پکار کر کہا کرتے تھے کہ ”یا غائب انی وان کان المصائب والا لام قداستولت علی نفسی ولکن قلبی فیہ جنۃ بذکرک“ ”اگرچہ مجھ پر مصائب آتے ہیں مگر تیری یاد سے دل میں جنت کا لطف ہے۔“ تین ماہ کے بعد علمائے تبریز نے حکومت سے درخواست کی کہ بابیوں کو تعزیر لگائی جائے۔ وزیراعظم بھی اس پر طوعاً و کرہاً راضی ہو گیا اس لئے باب چہریق سے تبریز کو روانہ ہوئے راستہ میں رومی کا حاکم بہت عزت سے پیش آیا اور جب تبریز پہنچے تو چند یوم کے بعد دارالعدالت میں ان کو طلب کیا گیا جبکہ وہاں علمائے اسلام پہلے ہی موجود تھے (مثلاً نظام العلماء، ملا محمد ماماقانی، مرزا احمد امام الجمعۃ اور مرزا علی اصغر شیخ الاسلام وغیرہ) وہاں آپ نے دعویٰ کیا کہ میں مہدی ہوں۔ نشان صداقت طلب کیا گیا تو آپ نے فرفر عربی کلام میں بولنا شروع کر دیا۔ اعتراض ہوا کہ آپ غلط عربی بولتے ہیں۔ تو آپ نے جواب دیا کہ تمہارے اصول کے مطابق تو قرآن شریف

بھی غلط ہے تو مجلس ختم ہوگئی اور باب واپس اپنے مقام پر آ گئے۔ اس وقت آذربیجان کا حاکم ولی عہد تھا اس نے آپ کو تنگ کرنا چھوڑ دیا مگر اہل علم نے یہ پاس کر لیا کہ ان کو ضرور سزا دی ہونی چاہئے مگر فراشوں نے چوبکاری سے انکار کر دیا۔ لیکن سید علی اصغر نے آپ کو اپنے ہاتھ سے درے لگا کر واپس چہریق بھیج دیا اور پہلے سے زیادہ تنگی شروع کر دی اور گردونواح کے تمام علمائے اسلام کی یہ رائے قرار پائی کہ بابیوں کا خاتمہ کر دینا ازبس ضروری ہے لیکن سلطان نے کہا کہ میں سادات کو قتل نہیں کر سکتا جب تک کہ فساد کا اندیشہ نہ ہو۔ اب بابیوں کو جرأت پیدا ہوگئی اور مباہلہ یا مناظرہ کیلئے کھڑے ہو گئے اور جابجا شور برپا ہو گیا اسی اثناء میں سلطان کو نقرس (پاؤں کے انگوٹھے کی درد) نے مضمحل کر دیا اور وزیراعظم مختار کل ہو گیا مگر کوئی قطعی فیصلہ نہ کر سکا اور بدحواسی میں یوں کہنے لگا کہ ان موسی یقاتل موسی اور کبھی کہتا کہ ان هی الافتنتک اس لئے کبھی علمائے اسلام کے مخالف ہو جاتا ہے اور کبھی موافق۔

دلائل مہدویت

مگر لوگ بڑے جوش میں آ گئے اور اہل علم نے خود حکم دے دیا کہ لوگ بابیوں کا خود انتظام کر لیں۔ اب جابجا منبروں پر شور مچ گیا کہ امام آخر الزمان کی غیبوبیت (شیعہ مذہب میں) ضروری ہے۔ جابلقا اور جابلصاء کیا ہوئے؟ غیبت صغریٰ اور غیبت کبریٰ کہاں گئیں؟ حسین بن روح کے اقوال کیا ہوئے؟ مہزیار کی روایات کہاں گئیں؟ نقباء و نجباء کا ہوا میں پرواز کرنا کیسے ہوا؟ مغرب و مشرق کی فتوحات کہاں ہیں؟ ظہور سفیانی اور خروج دجال کہاں ہیں؟ اور حدیث میں جو باقی علامات مذکور ہیں وہ کیسے پوری ہوئیں؟ روایات جعفریہ تو خواب و خیالات ہیں، اس لئے باب قطعاً کافر ہے اور واجب القتل ہے اگر ہم اپنے مذہب کی

صحیح روایات کو چھوڑ دیں تو مذہب کا نام و نشان نہیں رہتا۔ علاوہ بریں ہم اہلسنّت والجماعت نہیں ہیں کہ عوام الناس کی طرح یہ بھی یقین کرلیں کہ امام آخر الزمان ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر ظاہر ہوگا۔ آپ کی دو بڑی علامتیں ہیں کہ آپ شریف النسب سادات ہیں اور تائیدات الٰہی آپ کے ہمراہ ہمیشہ سے ہیں۔ ہزار سال سے جو مسلسل عقائد چلے آئے ہیں ہم ان کا کیا کریں؟ فرقہ ناجیہ اثنا عشریہ کے متعلق کیا رائے قائم کریں۔ علمائے سابقین کے متعلق کیا کہیں؟ کیا وہ سب کے سب گمراہی پر ہی قائم رہے؟ واشریعتاہ وامذھباہ

بابیوں نے ان دلائل کے جواب یوں دیئے کہ برھان کو روایت پر فوقیت ہے کیونکہ روایت برہان کی فرع ہے اس لئے جو فرع اپنے اصل سے مطابقت نہ رکھے، مردود ہوگی اور یوں بھی کہتے کہ تاویل اصل تفسیر اور جو ہر قرآن ہے اور فتوحات سے مراد فتوحات قلبیہ ہیں اور حکومت سے مراد دلوں پر حکومت ہے کیونکہ امام حسین علیہ السلام امام حق ہو کر مغلوب رہے باوجودیکہ ان جندنا لھم الغالبون آپ کے حق میں وارد تھا۔ یوں بھی کہتے تھے کہ

۱..... باب کی صداقت کا نشان اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ نے کسی سے کچھ بھی نہیں پڑھا۔

۲..... اگر کچھ روایات مخالف ہیں تو مذہب میں آپ کے موافق بھی تو بہت سی روایات ہیں۔

۳..... اقوال سلف بھی آپ کی تائید کرتے ہیں۔

۴..... اگر آپ میں صداقت نہ ہوتی تو اکابر علماء اور بڑے بڑے متقی صوفیائے کرام آپ کی بیعت میں داخل نہ ہوتے۔

۵..... اپنے دعوی پر باوجود کثرت مصائب کے قائم رہنا بھی صداقت کا کھلا نشان ہے۔

۶..... اس سلسلہ میں بڑے بڑے کامل انسان پیدا ہوئے مثلاً مرزا محمد علی (بارفروشی)، مارزند

رانی تلمیذ حاجی کاظم رشتی آپ حضرت باب کے ہمراہ حج کو گئے تھے جب واپس ہوئے تو آپ سے خوارق اور معجزات کا ظہور ہونے لگا اس لئے بابیوں کو یقین ہوگیا کہ حاجی صاحب مقربین بارگاہ الٰہی میں سے ہیں اس لئے تمام بابی آپ کے مرید بن گئے۔ اور حضرت محمد حسین بشروی جو بابیوں کے سردار کل تھے وہ بھی آپ کے سلسلہ بیعت میں داخل ہوگئے۔ (آپ کا مرتبہ قدوسیت تک پہنچ گیا)

آپ نے دعوت باب میں کمال تک تبلیغ کی اور باب آپ پر خوش ہو کر فرمانے لگے کہ اس شخص کی تائید خدا کی طرف سے ہوتی ہے آخر (بڑی لڑائیوں کے بعد) سعید العلماء نے ۱۵ھ میں قتل کردیا۔ قرۃ العین قزوینی بھی ایک بے نظیر عورت تھی اور تبلیغ میں مردوں سے سبقت لے گئی تھی، آخر جب کلانتر کے زیر حراست طہران میں نظر بند ہوئی تو اس وقت اس کے گھر شادی کی مجلس منعقد ہو رہی تھی۔ قرۃ العین نے موقعہ پا کر تبلیغ اس زور سے کی کہ سامعین دنگ رہ گئے اور ان کو تمام راگ ورنگ بھول گیا مگر علمائے اسلام کے فتوی سے ماردالی گئی۔

انقلاب عظیم

ان دنوں ہی سلطان محمد شاہ مرگیا اور ولی عہد تخت نشین نے اپنا وزیر مرزا محمد تقی خان کو منتخب کیا جو نہایت ہی سخت گیر تھا چونکہ شہزادہ ابھی نو عمر تھا اس لئے وزیر نے خود مختار ہو کر بابیوں کو پیسنا شروع کردیا۔ مگر جس قدر تشدد سے کام لیا اسی قدر بابی مذہب دنیا میں ترقی کرتا گیا۔ روایت ہے کہ کاشان میں ایک دفعہ بابیوں کی تشہیر کی جارہی تھی تو ایک مجوسی نے (جو ایک سرائے میں رہتا تھا) اصل واقعہ دریافت کر کے کہا کہ اگر بابی مذہب سچا نہ ہوتا تو اتنے مصائب کے مقابلہ میں کیسے قائم رہ جاتا، اسی صداقت کو دیکھ کر بابیوں میں شامل

ہوگیا۔ بہر حال بابی مقابلہ میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے کیونکہ باب نے ان کو مقابلہ کرنے سے بلکہ اپنے پاس آنے سے بھی روک دیا ہوا تھا اس لئے وہ بے خانماں ہوگئے اور مسکین ہوکر جابجا مانگنے لگے۔ مگر جس جگہ پر ان کی جمعیت کافی تھی وہاں پر انہوں نے مدافعت بھی شروع کردی مازندران میں جب ملا محمد حسین بشروی کے متعلق علمائے اسلام نے فتویٰ دے دیا کہ وہ اور اس کے مرید واجب القتل ہیں۔

فتنۂ قتل بشروی

اور ان کا مال لوٹ لینا واجب ہے۔ بارفروش میں سعید العلماء نے اس فتوے کی رو سے سات بابی مار بھی ڈالے تھے۔ مگر جب بشروی نے دیکھا کہ لوگوں نے آدبایا ہے تو خود تلوار لے کر کھڑا ہوگیا اور سب کو بھگا دیا آخر میں یہ فیصلہ ہوا کہ بابی یہاں سے نکل جائیں اور خسرو کے ماتحت کہیں چلے جائیں مگر خسرو کے آدمی گھات لگائے پہلے ہی بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے ان کو مار ڈالنا شروع کردیا اور بشروی نے اذان دیکر سب کو ایک جگہ اکٹھا کر کے مقابلہ میں کھڑا کردیا تو مرزا لطف علی مستوفی نے خسرو کے جگر پر کاری زخم لگایا جس سے وہ وہیں مرگیا۔ اس کے بعد بشروی ایک قلعہ میں پناہ گزین ہوا جو مقبرہ شیخ طبری کے پاس تھا۔ محمد علی کو مازندرانی کے آدمی بھی آملے جن کی مجموعی تعداد تین سو تیرہ تھی جن میں سے صرف ایک سو دس آدمی سپاہی تھے اور باقی طالب علم یا مولوی تھے۔ مگر سلطانی لشکر نے چار دفعہ حملہ کیا اور چاروں دفعہ ہی ہزیمت اٹھائی۔ چوتھی شکست میں عباس قلی خاں جرنیل تھا اور

۱؎ یہ واقعات نقطۃ الکاف میں حضرت قدوس کے نام پر لکھے جاچکے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ محمد علی اور محمد حسین دونوں ایک دوسرے کے نام پر کارروائی کرتے تھے تب ہی تو جب قدوس گرفتار ہوکر آئے تو شاہزادہ کو جواب میں آپ نے کہہ دیا تھا کہ میں نے تو کچھ نہیں کیا یہ سب کام بشروی کا تھا۔ (دیکھو عنوان بروز رسالت کے بعد حالات قدوس)

نواب مہدی قلی خان امیر لشکر تھا، چوتھی لڑائی رات کو ہوئی تھی۔ بابیوں نے شاہی خیمے جلادیے تھے آگ کی روشنی میں بشروی اپنی جماعت میں جارہا تھا کہ عباس قلی خاں نے (جو اس وقت کسی درخت کی آڑ میں چھپا ہوا تھا) دیکھ کر گولی کا نشانہ بنایا تو بشروی وہیں مرگیا اور فوراً قلعہ میں پہنچایا گیا مگر پھر بھی سلطانی لشکر نے ان پر فتح نہ پائی۔ حالانکہ بابیوں کی رسد ختم ہوچکی تھی۔ گھوڑوں کی ہڈیاں تک کھاگئے تھے اور گرم پانی پر گذارہ کرنے لگے تھے تو لشکر نے ان کو پناہ دی اور چھاؤنی میں بلاکر دعوت دی جب کھانے بیٹھے تو سب کو مار ڈالا اور اس سے پیشتر جو بہادری بھی بابیوں نے دکھائی تھی وہ مغلوبانہ بہادری تھی کیونکہ مثل مشہور ہے کہ کسنور مغلوب یصول علی الکلب گھسیائی بلی کتے پر بھی حملہ کردیتی ہے۔

قتل باب و واقعہ زنجان

ملا محمد علی مجتہد زنجان کا رئیس اعظم تھا اور سید یحییٰ دارابی مازندران میں زعیم القوم (لیڈر) کہلاتا تھا۔ ان دونوں نے بھی مخالفین کے چھکے چھڑا دیے تھے مگر اخیر میں ہر طرف سے ان پر گھیرا ڈال دیا گیا تھا اور دھوکہ سے سب بابیوں کو قلعہ سے نکال کر قتل کردیا تھا (جیسا کہ نقطۃ الکاف میں مذکور ہے) جنگ زنجان کے دنوں میں امیر زنجان کی یہ رائے قرار پائی تھی کہ خود باب کو قتل کیا جاتا کہ سرے سے فساد کا مادہ ہی اٹھ جائے اس لئے اس نے حاکم آذربیجان (شہزادہ حمزہ مرزا) کو اس حکم کے نافذ کرنے کا حکم دیا، مگر شہزادہ خود اس فعل کا مرتکب نہیں ہونا چاہتا تھا اس لئے اپنے بھائی حسن کو لکھا کہ میں تو روس اور افغانوں کے مقابلہ میں جانے والا ہوں اس لئے مجھے فرصت نہیں، آپ اس کام کو سرانجام دیں۔ چنانچہ اس نے امیر سے خط و کتابت شروع کردی جس میں امیر نے صاف لکھ دیا کہ علمائے تبریز نے قتل باب کا صریح فتویٰ دے دیا ہے اس لئے تم آرمینیہ فوج کے ہاتھ سے تمام لوگو

ں کے سامنے باب کو لوہے کی میخوں سے معلق کر کے گولی سے اڑا دو۔ اور باب کو جب خبر ہوئی تو اپنے تمام اوامر و نواہی مکتوبات انگوٹھی اور قلمدان وغیرہ سب کچھ ایک تھیلے میں بند کر کے قفل لگا دیا اور اس کی چابی اپنے جیب میں رکھ لی اور یہ تھیلہ امانت کے طور پر عبدالکریم قزوینی کی طرف ایک اپنے خاص مرید ملا باقر کی وساطت سے روانہ کر دیا' تو اس نے قم شہر میں گواہوں کے سامنے وہ امانت عبدالکریم کے سپرد کر دی۔ حاضرین مجلس نے بہت اصرار کیا کہ اس تھیلہ کو کھول دیا جائے مگر عبدالکریم نے اس میں سے صرف ایک تحریر (لوح آبی) شکستہ خط میں دکھائی جو بشکل انسان تھی۔ جب اسے پڑھا گیا تو اس میں لفظ بہاء سے تین سو ساٹھ لفظ پیدا کر کے ایک نقشہ دکھایا گیا تھا اس کے بعد عبدالکریم نے وہ امانت جہاں پہنچانی تھی، پہنچا دی۔ اب حسن خان نے باب سے سرباز خانہ تبریز میں بلوا کر عمامہ اور شال جو سادات کی علامت ہیں، لے کر اپنے قبضہ میں کر لیں اور فراشوں کا حکم نامہ سنا دیا کہ باب کو قتل کیا جائے اور باب کو اپنے چار مریدوں کے ہمراہ ستر آرمنی سپاہیوں کی حراست میں جیل بھیج دیا جہاں اس کو ایک کوٹھری میں بند کر دیا گیا دوسرے دن صبح کو فراش باشی آقا محمد علی تبریزی کو ساتھ لئے ہوئے جیل خانہ آیا (کیونکہ ملا محمد ماماقانی ملا باقر اور مرتضیٰ قلی وغیرہ نے اس کے قتل کا بھی حکم دے دیا تھا) اور سرتیپ فوج ارمنی سام خان کو دروازہ کی حفاظت سپرد کر دی اور دروازہ کے پایہ میں ایک آہنی میخ ٹھونک کر اس سے ایک رسی باندھ دی۔ جس کے ایک طرف باب کو جکڑ دیا اور دوسری طرف آقا محمد علی تبریزی کو اس طرح باندھ دیا کہ اس جوان کا سر باب کے سینہ پر آ گیا۔ اب فوج کے تین دستے ہو گئے پہلے نے گولی چلائی دوسرے نے آگ پھینکی اور تیسرے نے تیر برسائے مگر خدا کی قدرت سے بعد میں دیکھا گیا تو باب آقا سید حسین کے پاس کوٹھری میں تشریف فرما ہیں اور محمد علی اس میں جکڑا ہوا صحیح

سلامت کھڑا ہے یہ نظارہ دیکھ کر سام خان نے انکار کر دیا کہ میں قتل سادات کا مرتکب نہیں ہو سکتا اس کے بعد آقا جان بیگ (خمسہ سرتیپ فوج خاصہ) کو حکم ہوا تو اس نے پھر اسی میخ سے باب کو باندھ کر گولیوں کا نشانہ بنایا جس سے باب کا سینہ چھلنی ہو گیا اور چہرہ کے سوا باقی اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے اور یہ واقعہ (۲۸ شعبان ۱۲۶۸ء) اٹھائیس شعبان بارہ سو اڑسٹھ میں پیش آیا تھا۔ اس کے بعد دونوں لاشیں خندق میں پھینک دیں دوسرے روز صبح کو روس کا فوٹو گرافر آیا۔ تو اس نے خندق میں سے دونوں لاشوں کا فوٹو حاصل کر لیا اور دوسری رات بابی دونوں لاشیں اٹھا کر کہیں لے گئے تھے لیکن مولویوں نے گپ اڑا دی کہ ان کی لاشوں کو درندے کھا گئے ہیں۔ حالانکہ شہدائے کربلا کی طرح ان کی لاشیں بھی محفوظ تھیں اور کسی درندہ کو جرأت نہ تھی کہ ان سے ذرہ بھر بھی توڑ کر گوشت کھاتا۔ یہ بالکل سچ ہے کہ باب کو معلوم تھا کہ وفات نزدیک ہے اس لئے اپنی تحریرات تقسیم کر چکا تھا اور مصائب کا انتظار کر رہا تھا اسی بناء پر سلیمان خان بن یحییٰ خان آذربیجان سے روانہ ہو کر دوسرے روز تبریز آیا اور وہاں کے کلانتر (حاکم) کے گھر قیام کیا جو اس کا دوست تھا۔ اور بابیوں سے عموماً کاوش بھی نہیں رکھتا تھا اور درخواست کی کہ یہ دونوں لاشیں مجھے مل جائیں کلانتر نے اپنے نوکر اللہ یار خاں کو حکم دیا تو اس نے دونوں لاشیں سلیمان کے سپرد کر دیں۔ صبح کے وقت قراول پہرہ داروں نے مشہور کر دیا کہ درندوں نے دونوں لاشیں کھالی ہیں۔ اس رات ایک میلانی آدمی کے کارخانہ میں وہ لاشیں پڑی رہیں جو باب کا مرید تھا اور دوسرے روز صندوق میں بند کر کے آذربیجان سے لے گئے جس طرح کہ طہران سے پہلے ہی حکم آ چکا ہوا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ۱۲۶۷ ہجری میں چالیس ہزار بابی مارے گئے اور یہ سب کارروائی مرزا تقی خان کے حکم سے ہوئی تھی اس کو خیال تھا کہ یہ تحریک دب جائیگی مگر جس قدر دبایا گیا، زور پکڑتی گئی۔

سلطان پر گولی چلانا

جن دنوں باب آذر بیجان میں تھے۔ محمد صادق نامی آپ کے ایک مرید نے ایک ہمراز کو اپنے ہمراہ لے کر بادشاہ سے بدلہ لینے کی ٹھان لی اور جب طہران پہنچا تو معلوم ہوا کہ سلطان شمران میں ہے وہاں پہنچ کر گولی چلادی مگر خطا گئی اور بادشاہ بال بال بچ گیا۔ اب تفتیش شروع ہوئی اور بابی گرفتار ہونے لگے تو ان پر زمین تنگ ہوگئی۔ بہاء اللہ ان دنوں افجر میں تھے جو طہران سے ایک منزل کے فاصلہ پر واقع ہے آپ گرمیوں کے ایام میں وہیں رہا کرتے تھے اور آپ کا وہاں مکان بھی تھا اور آپ کا بھائی یحییٰ فقیرانہ لباس میں کاسہ گدائی ہاتھ میں لئے ہوئے وہاں آ پہنچا مگر بہاء اس وقت نیاوران کو گئے ہوئے تھے۔ سلطانی لشکر نے آپ کو گرفتار کر کے شمان پہنچا دیا اور پھر وہاں طہران چالان کیا گیا۔ اور یہ سب کاروائی حاجی علی خان صاحب الدولہ کی تحریک سے وقوع پذیر ہوئی تھی۔ اور بہاء کو نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ سلطان نے جب بہاء اللہ سوال کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ تو بہاء اللہ نے کہا کہ محمد صادق کو اپنے پیر کی محبت نے اندھا اور بے عقل کر دیا ہوا تھا۔ اس لئے بغیر اس کے کہ کسی کو خبر کرتا یا کسی سے پوچھتا خود ہی اس فعل کا مرتکب ہوگیا اس کی بدحواسی کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ اس نے طپانچہ میں سا چمہ (چھرہ) داخل کر دیا تھا حالانکہ یہ ایک ایسی حرکت ہے کہ کوئی ذی عقل اس کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ بادشاہ نے اس تصویر کو واقعی سمجھ کر آپ کو رہا کر دیا اور حکم ہوا کہ لشکر نے جو کچھ آپ کا مال و متاع لوٹ کھسوٹ میں حاصل کیا ہے واپس کر دیا جائے مگر چونکہ وہ ہضم ہو چکا تھا اس لئے بہت کم مقدار میں واپس کیا گیا۔ چند ماہ کے بعد حکومت نے بہاء کو اجازت دی تو سرکاری آدمیوں کے ہمراہ آپ عتبات عالیہ کی زیارت کو کربلا تشریف لے گئے۔

تعلیمات باب

باب کی تعلیم مختلف تحریرات، خطبات، مواعظ نصائح، تفسیر الآیات، تاویل آیات، مناجات خطب، ارشادات بیان مراتب توحید، اثبات النبوۃ خصوصاً لسید الکائنات تحریض وتشویق بر تصحیح اخلاق تعلق بمحات اللہ میں قلمبند ہے اور سلسلہ تالیفات میں آپ نے حقیقۃ شاخصہ کا بیان کیا ہے کیونکہ اپنے آپ کو مقام تبشیر میں سمجھے ہوئے تھے اور ظہور اعظم کے انتظار میں شب و روز مشغول رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ انا حرف من ذلک الکتاب وطل من ذلک البحر. اذاظہر ماکتبتہ من الاشارات ویظہر ذلک بعد حین یعنی ۱۲۶۹

۶..... من یظہرہ اللّٰہ

بہاء اللہ شاب یعنی ظہور اعظم اور حقیقۃ شاخصہ

جن دنوں حضرت باب کا ظہور ارض مقدس طہران میں ہوا خاندان وزارت میں ایک نوجوان (شاب) تیز طبع، ذہین، فہیم فخر قوم امیر فیصل مظہر آثار النجابۃ والشرافۃ پیدا ہوا جس کے متعلق یہ خیال تھا کہ تائید الٰہی آپ کے شامل حال رہتی ہے حضرت باب کی طرح آپ بھی امی تھے پڑھا پڑھایا ایک حرف بھی نہ تھا۔ آزاد منش سر کے بال بڑے بڑے اور وہ بھی اڑتے ہوئے نظر آتے تھے، سر پر ٹوپی ہوتی تو وہ بھی ذروسی۔ کسی کو خیال تک نہ تھا کہ باب کے بعد آپ مدعی ہوں گے۔ جب باب نے طہران میں دعویٰ کیا تو بہاء نے اپنے خویش و اقارب میں دعوت دی، پھر مجالس و مساجد میں خطبے دیئے اور لوگ اس قدر مطیع ہوگئے کہ اس مذہب میں قتل ہونے کو شہادت سمجھنے لگے۔ شہر نور کے چار عالم آئے آتے ہی منکر

مفتون ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ ابھی تم تو تعلیم یافتہ ہو الف ب پڑھو۔ اس کے بعد الف اور نقطہ کی تشریح مختلف مجالس میں بیان فرمائی اب آپکا شہرہ بار فروش اور نور تک پہنچ گیا۔ ان دنوں مجتہد اعظم ملا محمد نوری تشلاق میں تھے انہوں نے بہاء اللہ کی خدمت میں دو لائق اور فصیح ابیان مناظر بھیجے کہ آپ کو ساکت کر دیں اور یا کم از کم آپ کا فروغ کم کر دیں' تا کہ لوگ داخل بیعت نہ ہوں، مگر انہوں نے جب دیکھا کہ آپ بحر ناپیدا کنار ہیں تو خود آپ کے مبلغ بن گئے اور مجتہد اعظم نوری کو کہلا بھیجا کہ تم بھی بیعت میں داخل ہو جاؤ۔ اور جب آپ آمل اور ساری کو سفر کر رہے تھے تو مجتہد اعظم سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ مگر مجتہد مذکور نے استخارہ کر کے کہا کہ اس وقت مناظرہ مفید نہیں اس لئے لوگوں نے سمجھ لیا کہ جناب مجتہد بھی مناظرہ میں عاجز آ گئے ہیں اس لئے نوجوان (خوشاب) بہاء اللہ کی مقبولیت اور بھی زیادہ ہو گئی اب اس نوجوان نے تمام اطراف ایران میں تبلیغ باب کا ڈنکا بجا دیا اور عرصہ دراز تک اسی کام میں مصروف رہا یہاں تک خاقان (محمد علی) مر گیا تو اس وقت یہ نوجوان طہران واپس آ گیا۔

رازداری

جناب بہاء کی مخفی خط و کتابت حضرت باب سے ہمیشہ جاری تھی اور ملا عبد الکریم قزوینی درمیانی وسیلہ تھا اور اسی بناء پر جب طہران میں بابی مذہب کی بنیاد پڑ گئی۔ اور باب و بہاء دونوں سیاسی زنجیروں میں جکڑے گئے تو یہ تجویز ہوا کہ مرزا یحیٰی برادر بہاء کو یہ عہد دیا جائے تو اس طریق سے بہاء کی رہائی ہو گئی۔ اور مرزا یحیٰی روپوش ہو کر ایسا گمنام ہوا کہ کوئی بھی اس کی شناخت نہیں کر سکتا تھا۔ اس پر حضرت باب بہت ہی خوش تھے کیونکہ آپ کا ارادہ بھی یہی تھا۔ اب بہاء جب عتبات عالیات کی زیارت کر کے بغداد پہنچے تو آپ نے وہ

دعویٰ ظاہر کر دیا جو باب نے بعدِ حین کے فقرہ میں پوشیدہ رکھا ہوا تھا (یعنی آپ کا دعویٰ عدد حین کے بعد ۹ے میں ہوگا) اب لوگ حیران ہو گئے اور اسی حیرت میں کچھ تو بیعت میں داخل ہوئے مگر عام طور پر مخالفت شروع ہو گئی اور روپوش یحیٰی کبھی کبھی فقیرانہ لباس میں وقتاً فوقتاً ملاقات کرتا تھا۔ ایک سال کے بعد آپ نے عراق عرب سے کردعثمانیہ کے علاقہ میں جا کر اقامت اختیار کر لی اور وہاں دو سال کی اقامت میں ایسی عزت نشینی اختیار کی کہ کسی رشتہ دار اور خدمتگار کو بھی اطلاع نہ تھی اس کے بعد جب جبل سرکلو میں وارد ہوئے تو آپ کی شہرت ہونے لگی اور چاروں طرف سے اہل علم نے آپ سے مشکل مسائل حل کرانے شروع کر دیے اور آپ کی عزت و احترام کرنے لگے اور اب بابیوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ جبل سلیمانیہ میں ایک بزرگ ظاہر ہوا ہے تو وہ شناخت کر کے اپنے وطن لے گئے۔ آپ آئے تو بابی بہت ہی بدنظمی میں تھے آپ نے حکم دے دیا کہ اب مقابلہ بالکل چھوڑ دو تا کہ نقض امن کا الزام تم سے جاتا رہے اور چونکہ عقائد پر کسی کا زور نہیں چلتا اس لئے تبدیل عقائد کا امکان نہ رہا اور اسی طریق پر پینتیس (۳۵) سال گذر گئے اور اس عرصہ میں جب کبھی قتل بابی وقوع پذیر ہوتا تو بابیوں کی طرف سے بالکل خاموشی رہتی اور صبر و استقلال نشر و اشاعت کا باعث ہوتا۔ لأنّ التدبیر سبب التعمیر۔

خاموش مقابلہ

روایت ہے کہ ایک تعلیم یافتہ بابی نے مقابلہ شروع کر دیا تو دوسروں نے خاموشی کی تعلیم دی اس لئے اس غلطی کو محسوس کر کے مازندران چلا گیا مگر مسلمانوں نے اسے پکڑ کر جبراً زیر سیاست کر دیا جب کپڑے اتارے تو اس کی جیب سے یہ تحریر نکلی قال بہاء اللہ ان اللہ بریٔ من المفسدین ان تقتلوا خیرلکم من ان تقتلوا. فاذا عوقبتم

فعلیکم بولاة الامور ولا ذا بجمهور. وان اعلمتم فوضوا الامور الی الرب الغیور. هذا سمة المخلصین وصفة الموقنین۔

افسر نے کہا کہ اس رقعہ کے بموجب بھی تمہیں سزا ملے گی تو اس نے بسر وچشم قبول کر کے سزایابی کو برداشت کرنے کا اظہار کیا۔ اس پر افسر نے مسکرا کر اسے رہا کر دیا۔ بہر حال جناب بہاء اللہ کی تعلیم میں امور ذیل کی بنیاد کو مستحکم کرنا منظور تھا۔ تعلیمات بہائیہ جو خاموش مقابلہ پر مبنی ہیں اور جنہوں نے حکومت کو نیچا دکھایا تھا۔ ان کی مختصر فہرست یہ ہے کہ تشویش بحسن اخلاق تحصیل معارف فی الآفاق ہو۔

تعلیمات بہائیہ

جمیع اقوام عالم سے حسن سلوک، ہر ایک کی خیر خواہی اور الفت واتحاد، اطاعت وانقیاد، تربیت اطفال، بہم رسانی ضروریات انسانی، تاسیس سعادت حقیقیہ وغیرہ۔ ان واقعات کے متصل ہی آپ نے اطراف ایران میں صحائف روانہ کر دیے جو آج سوائے چند تحریرات کے بدخواہ دشمن کی دستبرد سے تمام کے تمام ناپید ہیں، ان میں بھی یہی تعلیم تھی کہ تہذیب اخلاق کی طرف توجہ دلائی جائے اور اہل فساد سے شکایت اور اپنے بے لگام مریدوں کو سرزنش کی تھی۔

ایک تحریر کا خلاصہ یہ بھی تھا کہ مجھے قید میں ذلت نہیں بلکہ وہ میرے لئے باعث عزت ہے لیکن جو میرے عقیدت مند مجھ سے تعلق پیدا کر کے بعد میں شیطان اور نفس کے تابع ہو چکے ہیں ان کا وجود میرے لئے باعث ذلت ہے۔ منهم من اخذ الهوی واعرض عما امرو منهم من اتبع الحق بالهدی. فالذین ارتکبوا الفحشاء وتمسکوا بالدنیا انهم لیسوا من اهل البهاء..... خدا تعالیٰ نے ہر ایک دور زمانہ میں

اپنا ایک امین مبعوث کیا ہے تاکہ معدن انسانی سے جواہر معانی کا استخراج کرے۔ دین الٰہی کی بنیاد یہ ہے کہ اختلاف مذاہب کو بغض وعناد کا سبب نہ سمجھا جائے لان لها مطلعاً واحداً والاختلاف انما هو بمصالح الوقت والزمان اے اہل بہاء، توحید کیلئے اٹھو اور سب کو ملا دو تا کہ درمیان سے اختلاف مذہبی رفع ہو جائے محبت الٰہی اور مخلوقات پر رحم کرنے کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔ مذہبی کینہ سخت آگ ہے جس کا فرو کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے امید ہے کہ تمہاری کوشش سے یہ آگ بجھ جائے گی۔ کئی دفعہ دو حکومتیں اسی باعث سے آپس میں ٹکرا کر باہمی ہلاکت کا سبب بن چکی ہیں اور کئی ایک شہر اسی کے نذر ہو چکے ہیں آج ان کا نشان تک بھی نہیں ملتا۔ هذه الکلمة مصباح لمشکوة البیان اے اہل عالم تم سب ثمر واحد ہو اور ایک ٹہنی کے پتے ہو، اتحاد سے معاشرت کرو اقسم بشمس الحقیقة نور اتفاق سے اطراف عالم منور ہوتے ہیں۔ الله رقیب بما اقول لکم پوری کوشش کرو صیانت عالم اور حفاظت انسانی کے اعلیٰ مراتب پر پہنچ جاؤ۔ هذا هو قصر سلطان الآمال ومامول ملیک المقاصد۔ ہمیں خدا تعالیٰ سے امید ہے کہ سلاطین عالم کو شمس عدل کی تجلیات سے منور کریگا اور وہ اس سے دنیا کو منور کریں گے۔ نحن قلنا مرة بلسان الشریعة ومرة بلسان الحقیقة والطریقة والمقصود اظهار هذا المقام الاعلی وکفی بالله شهیدا۔ دوستو! روح وریحان سے معاشرت کرو۔ اگر کلمۂ خیر تمہارے پاس ہو اور غیر کے پاس نہیں تو اسے پہنچا دو منظور کرے تو بہتر ورنہ جانے دو۔ اور اس کے حق میں نیک دعا کرو، بے رخی اور جفا کاری کا برتاؤ اس سے مت کرو لان لسان الشفقة جذاب للقلوب ومائدة الروح بمثابة المعانی للالفاظ وکالافق الاشراق الحکمة والعقل۔ اگر اس آخری زمانہ میں لوگ خاتم المرسلین (بروح ماسواہ

فداہ) کی شریعت پر عمل پیرا رہتے تو ان کی حکومت کا قلعہ کبھی مسمار نہ ہوتا اور ان کے آباد شہر کبھی ویران نہ ہوتے بلکہ امن وامان کے طرہ امتیاز سے مزین ہو جاتے۔ مگر اختلاف امت کی ظلمت سے ملت بیضا کا چہرہ سیاہ ہو چکا ہے۔ لو عملوا بها لما غفلوا عن شمس العدل یہ مظلوم (یعنی بہاء اللہ) ایام ظہور سے لیکر آج تک غافلوں کے ہاتھ میں مبتلا رہا ہے۔ کبھی عراق بھیجا گیا اور کبھی اورنہ (اڈریانوپل) اور کبھی "عکا" میں جلاوطن کیا گیا۔ الذی هو منفی للصوص و القاتلین اور اس وقت معلوم نہیں کہ ہمیں کہاں پر جلاوطن کیا جائیگا، اب جو ہو سو ہو مگر ہمارے احباب کا فرض ہے کہ اصلاح عالم میں کوشاں رہیں، کیونکہ جو کچھ بھی ہم پر مصیبت گذرتی ہے وہ رفعت کلمۂ توحید کا باعث ہے۔ خذوا امر الله وتمسكوا به انه نزل من لدن امر حكيم، فاقسم بشمس الحقيقة اس بہاء کا اصلاح عالم کے سوا کوئی اور مقصد نہیں ہے صدق اور صفا پر ان کی بنیاد ہے اور ظاہر و باطن یکساں ہے۔ اعمالهم عليهم شاهدة ان کے اعمال دیکھ کر پتہ لگ جاتا ہے کہ ان کا اصل مقصد کیا ہے۔ ایام عراق (بغداد) میں مجھے ہر ایک مذہبی فرقہ سے الفت تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو منافق بن کر بھی ہماری جماعت میں داخل ہوا وہ مومن بن کر نکلا۔ فضل کا دروازہ ہر ایک موافق ومخالف کیلئے کھلا ہوا ہے۔ لعل المجرمين يهتدون الى بحر رحمة اسم ستار کے تجلیات ظاہر ہو رہے ہیں اور اشرار بھی ابرار کی صف میں آ کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ لوگ ہم سے کنارہ کش ہیں کس لئے؟ اس کے دو سبب ہیں۔ اول علمائے ایران کی مخالفت، دوم جاہل بابیوں کے اعمال۔

علماء سے مراد وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو بحر رحمت پر آنے سے روکتے ہیں ورنہ جو ان میں سے عامل ہیں وہ تو دنیا کی جان اور روح رواں ہے۔ وہ عالم بڑا ہی خوش نصیب ہے،

جس کے سر پر تاج عدل ہے اور بدن پر انصاف کا لباس نمودار ہے فيوصى قلم النصح للاحباب بالمحبة والشفقة والحكمة والمدارة المظلوم مسجون اليوم وناصر جنود اعماله واخلاقه لا الصفوف والجنود ولا المدافع ولا القذائف نیک عمل ایک بھی ہو تو مٹی کو جنت بنا دیتا ہے۔ دوستوں (مجھ) مظلوم کی اعانت اخلاق مرضیہ اور اعمال طیبہ کے ساتھ کرو۔ ہر ایک کا فرض ہے کہ ذرۂ کمال پر پہنچے اپنی کمالیت پر نظر نہ ڈالے بلکہ خدا کی رحمت پر نظر ہونی چاہیے۔ اپنے منافع پر نظر نہ کرو بلکہ وہ اشیاء پیش نظر رکھو کہ جن سے کلمۂ توحید بلند ہو۔ اور ہوا و ہوس سے نفس کو پاک رکھو کیونکہ مومن اور متقی کا ہتھیار تقویٰ ہے تقویٰ ہی وہ زرہ ہے جس پر بغی اور فحشاء کے تیر نہیں پڑتے۔ اس کا علم فتح مند رہا ہے اور ایک زبردست لشکر شمار کیا گیا ہے۔ بها فتح المقربون مدن القلوب باذن الله دنیا پر تاریکی چھائی ہوئی ہے اور اس میں روشنی صرف حکمت وسائنس سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہر حالت میں اس کے مقتضیات کا خیال ضرور ہونا چاہیے۔ ہر ایک کام اور ہر ایک بات کی موقعہ شناسی ایک بڑا فلسفہ ہے ومن الحكمة الحزم لان الانسان لايجب عليه ان يقبل ما قاله كل نفس تم خدا سے ہی اپنے حاجات کی درخواست کرو لانه لايحرم عباده من رحيق المختوم وانوار اسمه القيوم. يا احباء الله يوصيكم قلم الصدق بالامانة الكبرى. لعمر الله نورها اظهر من نور الشمس. قد خسف كل نور عند اشراقها لمطلب من الحق ان لا نحرم من اشراقاتها نحن دللنا الجميع بالامانة والعفة والصفاء والوفاء واوصينا هم بالاعمال الصالحة الطيبة والاخلاق المرضية لتكون الكلمة قائمة مقابل السيف او الصبر مقابل السطوة والالقيام فى مقام الظلم والتفويض عند الشهادة.

جومصائب اس مظلوم جماعت پر عرصہ تیس سال سے نازل ہورہے ہیں ان کو صبر
وشکر سے جھیل رہی ہے ویشھد بذلک کل من لہ عدل وانصاف۔ اس مظلوم نے
نصائح شافیہ اور مواعظ حسنہ کے ذریعہ سے اپنے آپ کو تیر مصائب کا نشانہ صرف اس لئے
بنایا ہوا ہے کہ جو نفوس میں خزانے مضمر ہیں وہ سب ظاہر ہوجائیں۔ کیونکہ تنازعات مذہبی
انسانی اعمال صالح کیلئے ارندے ثابت ہورہے تھے۔ تبارک الرحمن الذی خلق
الانسان علمہ البیان۔ مگر باوجودان مصائب کے نہ امرائے ملک کو رحم آیا اور نہ ہی
علمائے ملت نے ترس کھایا کہ حضور سلطان کے خدمت میں ایک ہی سفارش کا کلمہ بیان
کرتے لن یصیبنا الا ماکتب اللہ لنا انہوں نے کوئی احسان نہ کیا اور ایذارسانی میں
کچھ کوتاہی نہ کی اس لئے انصاف عنقاء ہوگیا ہے۔

شکایت از اہل زمان

اور صدق کبریت احمر و نیا انصاف کی دشمن ہے اور اہل حق کی طرح ان کو اس سے نفرت ہے۔
سبحان اللہ۔ لم یتکلم احد بما حکم بہ اللہ فی مقدمۃ ارض۔ اپنی وفاداری اور
اقتدار بڑھانے کیلئے انہوں نے اچھی بات کو برے پیرایہ میں ظاہر کیا اور مصلح کو مفسد بتایا
اسی قسم کے آدمی ذرے کو سورج بنادیتے ہیں اور قطرہ کو سمندر ظاہر کرتے ہیں اور مصلحین
عام کو مفسد ثابت کرتے ہیں۔ بخدا یہ لوگ صرف اظہار وفاداری اور شکم پروری کرنا چاہتے
ہیں۔ دوستو! خدا سے درخواست کرو کہ جو دنیا کرنا چاہتی ہے اسے پورا کرے اور خدا سلطان
کی امداد کرے تاکہ تمام مزین طراز امن سے مزین ہوجائیں اور اس مظلوم کی وفاداری پر
نظر کرتے ہوئے رہا کردے اور اسے حریت کا تمغہ عطا فرمائے۔ مجھے ایک گذارش کرنا بھی
ضروری ہے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضور کی خدمت میں جناب نواب اعظم معتمد الدولہ مرزا

فرہاد نے اس مظلوم کے متعلق کچھ جھوٹ موٹ شکایت کی ہے جس کا ذکر کرنا میں مناسب
نہیں سمجھتا۔ میں ایسے آدمیوں سے میل جول ہی نہیں رکھتا۔ ہاں مجھے اتنا یاد ہے کہ جب
میرا مقام اسیری شمران میں تھا تو ایک دفعہ عصر کے وقت مجھے ملے تھے اور دوسری دفعہ صبح
جمعہ کو ملاقات ہوئی تو مغرب سے پہلے واپس آگئے تھے مگر آپ کا فرض تھا کہ سچ بات کہتے
جو آپ کو معلوم ہوا۔ یا ابن الملک میری درخواست آپ سے صرف یہی ہے کہ عدل
وانصاف سے دیکھیں کہ اس مظلوم پر کیسے مصائب آئے تھے اور آرہے ہیں طوبی لنفس
لم یمنعہ شبہات اہل الھوی من اظہار العدل ولم یحرمہ من انوار نیر
الانصاف یا اولیاء اللہ فی اخر القول نوصیکم مرۃ اخری بالعفۃ والصفاء
والامانۃ والدیانۃ والصدق ضعوا للمنکر وخذوا المعروف ھذا ما امرتم
بہ فی کتاب اللہ العزیز الحکیم. طوبی للعلمین فی ھذا الحین ینوح القلم
ویقول یا اولیاء اللہ کونوا ناظرین الی افق الصدق منقطعین عمن سواہ
احرار طلقا لاحول ولاقوۃ الاباللہ۔ بہرحال اس جماعت کے متعلق ممالک ایران
میں ایسی روایات مشہور ہوچکی تھیں جو انسانی تہذیب کے خلاف ہیں اور مؤہبت الٰہیہ کے
مخالف ہیں مگر جب انکا صحیح مسلک معلوم ہوگیا تو وہ تمام شکوک رفع ہوگئے اور حقیقت حل
کھل گئی اور ثابت ہوگیا کہ ان روایتوں کی بنیاد صرف ظنون فاسدہ پر تھی ہمیں لوگوں کے
اخلاق پر اعتراض نہیں مگر بعض عقائد پر ضرور ہم معترض ہیں۔

مسئلہ عراق

خلاصہ یہ ہے کہ جوں جوں اس جماعت کو تنگ کیا گیا اس کی شہرت بڑھتی گئی اور
جس قدر اسے دبایا گیا اسی قدر ابھرتی گئی۔ یہاں تک کہ غیر ممالک کے لوگوں نے بھی ارادہ

کرلیا کہ اس جماعت سے مل کر اپنے کاروبار میں ترقی حاصل کریں۔ مگر شیخ طائفہ (حضرت بہاء) اس قدر ہوشیار تھے کہ کسی کو اپنا راز دار نہ بناتے تھے اور صرف نیک نیتی اور مقاصد خیر کی نصیحت کر کے رخصت کر دیتے تھے۔ چنانچہ عراق میں یہ مسلک بہت مشہور ہو گیا۔ ممالک غیر کے ماموریں بھی آپ سے عقد اخوت پیدا کرنا چاہتے تھے مگر آپ نے اپنی حکومت کے خلاف ان سے کوئی پخت و پز نہیں کی۔ یہاں تک کہ اگر شاہی خاندان میں سے کسی ایک نے بھی اس مخالفانہ تحریک میں حصہ لیا تو اس کو بھی ڈانٹ دیا اور فرمایا کہ یہ کیسی قبیح حرکت ہے کہ انسان شخصی فوائد کی خاطر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال کر دینی اور دنیاوی رسوائی حاصل کرے۔ ممکن ہے کہ انسان تمام جرائم کی برداشت کر سکے مگر ہم وطنوں سے خیانت کی تاب نہیں لاسکتا۔ علی ہذا القیاس۔ تمام گناہ قابل مغفرت ہیں مگر اپنی حکومت سے غداری اور بے وفائی کرنے کا گناہ قابل معافی نہیں ہے کیونکہ اس سے انسان کا دین بھی خراب ہو جاتا ہے اس لئے وہ حکومت کے خیر خواہ ثابت ہوئے اور حقوق وفاداری میں مقدس سمجھے گئے تو اہل عراق نے ان کی تحسین کی اور محبان وطن نے ان کا شکریہ ادا کیا اس لئے خیال تھا کہ حکومت ایران کو صحیح رپورٹ دی جائے گی مگر راستہ میں بعض مشائخ کی مہربانی سے کچھ ایسی الٹ پلٹ باتیں گھڑی گئیں کہ سن کر حیرت ہوتی ہے اور خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ باتیں صرف رفعت دنیاوی حاصل کرنے کیلئے گھڑی گئی تھیں کہ بادشاہ کے حضور میں اقتدار دنیوی حاصل ہو جائے۔

جنرل بغداد کی ناکامی

اور چونکہ شاہی دربار میں ارا کین سلطنت آزادی سے کلام نہیں کر سکتے تھے اور وزراء بھی کسی مصلحت کی وجہ سے خاموش تھے اس لئے مسئلہ عراق کے متعلق بہت سی جھوٹی

روایات شائع ہو کر کدورت مزاج شاہی کا باعث بن گئیں اور چغل خوروں نے دل کھول کر جو چاہا گھڑ لیا اور مسئلہ عراق نے بڑی اہمیت پیدا کر لی مگر جنرل قونسلوس نے جب اصلیت پر پوری پوری اطلاع پائی تو استقلال سے اس مسئلہ کو حل کرنے میں کھڑے ہو گئے لیکن جب مرزا بزرگ خان بغداد کے جنرل قونسل مقرر ہوئے تو چونکہ ناعاقبت اندیش تھے عموماً اپنے اوقات عزیز کو غفلت میں گذار دیتے تھے تو مشائخ عراق نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اس گروہ کا استیصال کر دیا جائے۔ اور جس قدر بھی ہو سکتا تھا حکومت ایران کو اس ارادہ کے پورے کرنے میں تقریر و تحریر کے ذریعہ سے بڑے زور سے برانگیختہ کرنے کیلئے روزانہ شکایات کا ایک بڑا طومار لکھ کر روانہ کرتے تھے مگر چونکہ ان شکایات کی کچھ اصلیت نہ تھی اس لئے خدا کی طرف سے ان پر عملدرآمد کرنے میں تاخیر اور دیر پڑتی گئی۔ آخر تنگ آ کر خود جنرل بغداد اور مشائخ بغداد نے باہمی مشاورت کیلئے کاظمین میں ایک جلسہ منعقد کیا جس میں علمائے نجف اور علمائے کربلائے معلی کی حاضری ضروری قرار دی گئی تو تمام مجتہد تشریف لائے مگر کچھ تو واقعات پر اطلاع پا کر تشریف لائے تھے اور کچھ صرف تعمیل حکم سلطانی کیلئے حاضر ہو گئے ورنہ ان کو اصلی حالات سے اطلاع نہ تھی۔ چنانچہ حضرت خاتمۃ المحققین شیخ مرتضیٰ رئیس الکل بھی لاعلمی کی حالت میں آ کر شامل ہو گئے۔ مگر جب آپ کو اصل حقیقت منکشف ہوئی تو فرمانے لگے کہ مجھے ابھی تک بابی مذہب کی واقفیت نہیں اور بظاہر مجھے یہ فرقہ قرآن شریف کے خلاف معلوم نہیں ہوتا اس لئے مجھے معذور سمجھا جائے اور تکفیری فتویٰ دینے میں ہر ایک کو مجبور نہ کیا جائے۔ اب جنرل بغداد اور مشائخ کو ناکامی اور ندامت کا منہ دیکھنا پڑا۔ جلسہ برخواست ہوا اور لوگ واپس گھر چلے گئے۔ انہی ایام میں مفسدہ پرداز اور معزول شدہ وزیر بھی پیچھے پڑ گئے اور جھوٹی افواہیں اڑا دیں کہ حکومت ایران بابیوں کی بیخ کنی کا فیصلہ کر

چکی ہے اور عنقریب تمام بابی گرفتار ہو کر ایران پہنچائے جائیں گے مگر وہ آرام سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ اب بزرگ خان نے لوگوں کو بابیوں کے خلاف اشتعال دلانا شروع کر دیا تا کہ لوگ ہر ایک جگہ فساد برپا کر کے ان کو دق کریں۔ لیکن جب یہ دوسری چال بھی نہ چلی تو پورے نو ماہ تک ان کے خلاف علمائے اسلام سے مشورہ کرتا رہا اور چند بابیوں نے مصلحت وقتی کی بنا پر حکومت عثمانیہ کی تابعداری اختیار کر لی جس سے یہ چال بھی فیل ہو گئی۔ بہر حال عراق میں جناب بہاء اللہ گیارہ سال یا کچھ زیادہ عرصہ تک مقیم رہے اور بابیوں کی شہرت اس قدر دور دور تک پھیل گئی کہ ہر ایک فرقہ ان سے خوش تھا اور بڑے بڑے علمائے اسلام اپنی مشکلات حل کرانے کو آپ کے پاس حاضر ہوتے اور لوگ خیال کرتے کہ آپ کا علم جادو ہے یا کوئی عجیب قسم کا غیبی فیضان ہے۔ اسکے بعد حکومت عثمانیہ نے حکم دے دیا کہ بابی بغداد چھوڑ دیں اس وقت اور اس سے پہلے گیارہ سال کے قیام میں بھی مرزا یحییٰ بدستور سابق بھیس بدل کر ہی ادھر ادھر گھومتا رہا اور اسرار نویسی کا کام کرتا رہا اور جب یہ قافلہ ادرنہ کو روانہ ہوا

اڈریانوپل کو روانگی

اور حکومت عثمانیہ نے راستہ کی حفاظت ہر طرح سے اپنے ذمہ لی تو پھر بھی یحییٰ نے اپنی طرز معاشرت نہ چھوڑی اور اپنے آپ کو غیر جانبداری ظاہر کرتا رہا، کبھی معلوم ہوتا کہ ہندوستان جائے گا کبھی یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہیں ٹرکی میں رہے گا مگر بعد میں کوک اور رانبل جانے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا جہاں پر اس قافلہ کو گذرنا تھا پھر موصل بھی پہنچ گیا مگر وہاں قافلہ سے کچھ فاصلہ پر ڈیرہ جما لیا۔ گو کسی قسم کا خطرہ نہ تھا مگر وہ اپنی شناخت کرانا نہیں چاہتا تھا تا کہ کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہ ہو۔ اس کے بعد قافلہ استنبول پہنچا تو حکومت نے کمال عزت

و توقیر کے ساتھ فروکش کیا۔ پہلے قیام ایک سرائے میں تھا مگر جب زائرین زیادہ ہو گئے تو تین یوم کے بعد دوسری جگہ تبدیل کرنی پڑی، مگر وہاں دشمنوں نے اڑا دیا کہ یہ لوگ گو بظاہر خوش مزاج اور نیک خصال ہیں مگر در حقیقت فساد و بغاوت کا مجسم شعلہ آتش ہیں اور ہر قسم کی سزا کے مستوجب ہیں۔ اس وقت گو بعض اراکین سلطنت یہ نے بھی مشورہ دیا کہ حکومت سے درخواست کی جائے کہ اس قسم کی شکایات بے جا ہیں اس لئے ہمیں واپس اپنے وطن ایران کو بھیجا جائے مگر بابیوں نے کہا کہ حکومت عثمانیہ جو حکم دے ہمیں منظور ہے اس سے سرتابی نہیں کر سکتے اور ایسا استقلال دکھایا کہ جو اراکین سلطنت بھی ملاقات کو آتے تھے ان سے بھی شکایت کی بجائے مسائل الٰہیہ کی بحث شروع رہتی تھی اور علوم و فنون پر بحث جاتی تھی اور یہ بھی کہا کہ اگر خود حکومت کو مطلوب ہو تو ہمارے حالات کا مطالعہ کرے، ورنہ ہمارے کہنے سے حقیقت حال کا انکشاف مشکل ہوگا اس لیے ہماری ذاتی رائے کوئی بھی نہیں ہے۔ قل کل من عند الله ان یمسسک الله بضر فلا کاشف له لنا برھان شافی کچھ عرصہ بعد حکم ہوا کہ صوبہ رومیلی ادرنہ میں چلے جائیں تو وہاں جا کر بابیوں نے ڈیرے ڈال دیئے اور مکانات تعمیر کر لئے۔

مرزا محمد یحییٰ کی علیحدگی

اس امن و راحت کے ایام میں سید محمد اصفہانی نے مرزا یحییٰ سے آپس میں گفتگو کیا کہ تم یہاں سے نکل چلو کہ میں مرید ہوں اور تم پیر اور تبلیغ کے کام میں مصروف ہوں۔ احباب نے ہر چند سمجھایا کہ تم اپنے بھائی بہاء اللہ کی گود میں اتنے بڑے ہو کر صاحب مراتب عالیہ ہوئے ہو اب ان کا ساتھ نہ چھوڑو مگر اس احسان یاد دہانی کا کوئی اثر نہ ہوا تو انہوں نے اپنے مبلغ سرایہ میں بھیج دیئے اور وہاں جا کر چندہ شروع کر دیا۔ مگر جب حضرت

بہاء کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ کو بہت ملال ہوا اور اسی غصہ میں آکر دونوں (یحییٰ و محمد) کو ادرنہ سے نکال دیا تو دونوں اسلام بول پہنچ گئے اور اصفہانی نے یوں کہنا شروع کر دیا کہ جس کی شہرت عراق میں عالمگیر تھی وہ سید محمد یحییٰ تھے بہاء اللہ نہ تھے تو کسی فتنہ پرداز نے مشورہ دیا کہ یہاں تبلیغ کا کام شروع کر دو، کامیابی ہوگی۔ اسی دھوکہ میں آکر خوب تبلیغ کی اور ان ہی فتنہ پردازوں نے لوگوں کو ان دونوں کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا اور حکومت کو توجہ دلائی کہ بابی فساد کا مادہ ہیں، سلطنت سے ان کا اخراج ضروری ہے اس لئے حکم ہوا کہ صرف بہاء اللہ کو ادرنہ سے جلاوطن کیا جائے اور کوئی بابی ہمراہ نہ جانے پائے اور یہ نہ بتایا کہ کہاں جلاوطنی ہوگی اس لئے کمال اضطراب میں بابی آتش درنعل ہو گئے اور التجا کی کہ ہم اپنے شیخ کی ساتھ ہی جلاوطن ہوں گے مگر حکومت نے منظور نہ کیا۔ تو اسی اضطراب و مایوسی میں حاجی جعفر آپ کے فراق میں دیوانہ ہو گیا اور خودکشی کر لی۔ اب حکومت نے اجازت دیدی کہ بہاء اللہ کو اپنے احباب کے ہمراہ عکا بھیجا جائے اور یحییٰ کو ماغوسا میں نظر بند کیا جائے۔

حکومت ایران کی خدمت میں درخواست

جب بہاء اللہ ادرنہ میں قیام پذیر تھے تو وہاں ایک درخواست سلطان ایران کی طرف لکھی تھی جس میں اپنی صداقت دعوی، حسن نیت اور شعار بابیت کو درج کیا تھا اور وہ درخواست کچھ فارسی میں تھی اور کچھ عربی میں۔ بہر حال اسے لفافہ میں بند کر کے یوں معنون کیا کہ باسم سلطان ایران، اب کوئی بابی یہ درخواست پہنچانے کو تیار نہ ہوا۔ آخر مرزا بدیع خراسانی نے حوصلہ کر کے عرض کی کہ میں یہ درخواست ایران پہنچادوں گا۔ تو وہ روانہ ہوا جب وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ سلطان اس وقت شہر سے باہر تشریف رکھتے ہیں۔ اس لئے راستہ کے قریب تین روز ایک پتھر پر قیام کیا جو شاہی خیموں کے محاذ پر تھا۔ اور شب و روز صوم

وصلوٰۃ میں مصروف رہ کر منتظر تھا کہ سلطان کا یہاں پر گذر ہو تو وہ درخواست پیش کر دوں۔ مگر اس انتظار میں بھوکا پیاسا اس قدر کمزور ہو گیا کہ صرف تنفس ہی باقی رہ گیا تھا۔ چوتھے روز سلطان دوربین سے دیکھ رہے تھے کہ آپ کی نظر بدیع پر پڑی تو فی الفور اسے حاضر کیا گیا اور اس سے درخواست لے کر اسے نظر بند کر لیا گیا۔ اب سلطان اگرچہ شدت پسند نہ تھے مگر اراکین سلطنت نے اس کو سزا دینا شروع کر دیا کیونکہ یہ ان بابیوں میں سے تھا جو بلغار اور سلاب وغیرہ میں جلاوطن کئے گئے تھے اور یہ خیال کیا کہ اگر اس کو سزا نہ دی گئی تو آئے دن ان کے قاصد آنے شروع ہو رہیں گے۔ اب اسے شکنجہ میں کھینچا تاکہ باقی پارٹی کے حالات بھی بتائے مگر اس نے صبر و سکوت سے کام لیا اور پھر اسے زنجیروں میں جکڑ کر تشہیر کیا' وہ اس میں بھی خاموش رہا۔ آخر جب کوئی حیلہ کارگر نہ ہو سکا تو اس کی تصویر لے کر اسے قتل کر دیا گیا۔ (قول مصنف) میں نے وہ خود تصویر دیکھی ہے۔ سلطان نے جب درخواست پڑھی تو بعض فقرات نے آپ کے دل پر گہرا اثر کیا اور جب معلوم ہوا کہ بابی مذکور قتل ہوا ہے تو آپ نے ناراضگی میں کہا کہ کیا قاصد کو پیغام رسانی کے جرم میں قتل کیا جا سکتا ہے؟ پھر حکم دیا کہ علمائے شہر اس درخواست کا جواب لکھیں تو شہر کے سرکردہ علمائے اسلام نے جواب میں عرض کیا کہ قطع نظر اس سے کہ وہ اسلام کے مخالف ہے، آئین حکومت کے بھی خلاف ہے اس لئے اس گروہ کا استیصال از حد ضروری ہے۔ مگر سلطان کو اس جواب سے اطمینان نہ ہوا کیونکہ اس درخواست میں حکومت اور اسلام کے خلاف کوئی بات درج نہ تھی۔

اقتباسات درخواست

ذیل میں ہم اس درخواست کے چند فقرات بطور نمونہ درج کرتے ہیں۔

کہ اس درخواست کے باب اول میں یہ امور درج ہیں۔ مراتب ایمان و ایقان، فدائے

روح فی سبیل اللہ، مقام تسلیم ورضا، کثرت مصائب وآلام، دشمنوں کی شکایت سے بدنامی، اپنی برأت مفسدہ پردازوں سے بیزاری، خصوص ایمان بخصوص القرآن، لزوم خلائق الرحمن امتیاز عن سائر الخلق، اتباع الاوامر، اجتناب عن النواہی، ظہور قضیہ باب بتائید الٰہی، اہل دنیا کا اس کے مقابلہ سے عاجز ہونا، باب کا مصائب میں پڑنا، تعلیم کے بغیر موہبت ایزدی کا حصول، غیب الٰہی سے استفاضہ، اشراق علم لدنی، باب نصیحت کرنے میں معذور تھا۔ اکتساب کمالات لانسانیہ، اشتغال بالمحبۃ الالٰہیہ، تشویق حصول مقام اعلیٰ جو سلطنت سے بھی اوپر ہے، المناجات والابتہال وغیرہ۔

باب دوم میں اصل مقصد شروع ہوتا ہے جس کا اقتباس ذیل میں درج ہے کہ

یاالٰہی ھذا کتاب لوبدان ارسلہ الی السلطان. انت تعلم انی ما اردت الا ظھور عدلہ لخلقک وبروز الطافہ لاھل مملکتک وشیتک غایۃ رجائی اید یا الٰہی حضرۃ السلطان علی اجراء حدودک بین عبادک واظھار عدلک بین خلقک لیحکم علی ھذہ الفئۃ الباغیۃ کان یحکم علی من دونھم انک انت العزیز المقتدر الحکیم. حسب الحکم حضور سلطان کے بندہ طہران سے عراق کو جلاوطن ہوکر وہاں بارہ سال مقیم رہا اور اس عرصہ قیام میں مجھے یہ قدرت نہ تھی کہ حضور کی خدمت میں اپنا حال لکھ کر پیش کرتا یا کم از کم غیر ممالک میں اپنا حال لکھ کر بھیجتا۔ اس کے بعد ایک سرکاری آدمی نے ہم فقیروں کو ستانا شروع کردیا اور علمائے اسلام کو ہمارے خلاف برانگیختہ کرتا تھا۔ حالانکہ ہم سے حکومت کے خلاف کوئی امر سرزد نہیں ہوا تھا اور صرف اس امر کو ملحوظ رکھ کر ہم سے کوئی امر مخالف سرزد نہ ہوجائے اپنا تمام حال لکھ کر مرزا سعید خان کو دیا' تا کہ آپ کی خدمت میں پیش کرکے جو حکم صادر ہو ہم پر نافذ کرے مگر بہت

عرصہ گذرنے پر بھی کوئی شاہی حکم جاری نہ ہوا۔ اس لئے ہم معدودے چند عراق کو چلے گئے تاکہ مخلوق خدا کی خونریزی نہ ہو۔ اگر حضور غور فرمائیں تو یہ سب کچھ مصلحت عامہ کو مدنظر رکھ کر پیدا ہوا ہے کیونکہ ہم جہاں کہیں ہوتے حکام وقت کو ہمارے خلاف اکسایا جاتا تھا' مگر اس عبد فانی (بہاء اللہ) کا ہمیشہ یہی حکم ہوتا تھا کہ کوئی بابی فتنہ پردازی میں حصہ نہ لے اس پر میرے اعمال شاہد ہیں اور تمام دنیا جانتی ہے کہ بابی گو اس وقت پہلے کی بہ نسبت زیادہ ہیں لیکن فتنہ وفساد سے متنفر ہیں۔ آج پندرہ برس ہورہے ہیں کہ صبر وتسلیم سے زندگی بسر کررہے ہیں جب بندہ فانی اور نہ آیا تو کسی نے مجھ سے سوال کیا کہ نصرۃ کا مفہوم کیا ہے؟ تو اس کو کئی ایک طرح جواب دیئے گئے ان میں سے ایک جواب یہاں بھی ذکر کیا جاتا ہے تاکہ حضور بھی معلوم کرسکیں کہ اصلاح عالم کے بغیر ہمارا کوئی مقصد نہیں ہے۔ اگرچہ حضور پر وہ الطاف الٰہیہ تو منکشف نہیں ہوسکتے جو خدا تعالیٰ نے بغیر استحقاق کے انعام کئے ہیں' مگر تاہم اس قدر جناب کو ضرور معلوم ہوجائے گا کہ مجھے عقل وفراست سے ضرور آراستہ وپیراستہ کیا ہوا ہے (ای لست مجنونا کما یظنہ الاعداء) ہاں ایک جواب جو سائل کو لکھ بھیجا تھا وہ یوں تھا کہ ھواللہ تعالیٰ یہ ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ دنیا ومافیہا سے مستغنی ہے اس کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ کوئی کسی سے لڑائی کرے سلطان یفعل مایشاء، بحر وبر کی حکومت اس نے سلاطین کے سپرد کردی ہوئی ہے اس لئے وہ قدرت الٰہیہ کے اپنے اپنے مقدور کے مطابق مظاہر ہیں اور جو کچھ اس نے اپنے لیے مخصوص کر رکھا ہے وہ دل ہے جو علوم الٰہیہ، ذکر وشغل اور محبت الٰہی کا مخزن ہوتا ہے اور ہمیشہ سے خداوند تعالیٰ کا یہ ارادہ بھی چلا آتا ہے کہ دنیا ومافیہا کے کچھ اشارات اپنے بندوں کے دلوں پر منکشف کرے تاکہ اپنے تجلیات کے قبول کرنے کیلئے ان دلوں کو مستعد کرے۔ اس لئے ضروری ہے کہ مدینہ قلب میں غیر کو دخل نہ

دیا جائے تا کہ حبیب اپنے مکان میں قیام کر سکے۔ یعنی خدا کے اسماء وصفات کی تجلی قلوب پر ہو ورنہ تو ذات باری صعود ونزول سے پاک ہے۔ اب ''نصرت'' کا معنی یہ نہیں ہے کہ کسی پر اعتراض کیا جائے یا لسانی بحث کی جائے بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ ان مدائن قلوب کو فتح کیا جائے جو ہوا وحرص اور آزادی کے لشکروں کی دستبرد میں فنا ہو چکے ہیں اور حکمت وبیان کی تلوار چلا کر اپنے قبضہ میں کر لیا جائے ھذا ھو معنی النصرة فساد خدا کو پسند نہیں ہے اور جاہل (بابی) اس سے پیشتر جو فساد کر چکے ہیں وہ بھی پسندیدہ نہیں ہو سکتا اور جو شخص نصرة کا ارادہ رکھتا ہے اس کا فرض ہے کہ سیف بیان ومعانی کے ساتھ پہلے اپنے قلب پر تصرف کرے اور غیر اللہ کی یاد سے اس کو چاروں طرف سے روک دے اس کے بعد مدائن قلوب العباد کو رخ کرے ھذا ھو المقصود بالنصرة خدائے تعالیٰ کی رضا میں مار ڈالنے سے خود مر جانا بہتر ہے۔ احباب کو چاہیے کہ ایسی شان دکھائیں جس سے مخلوق الٰہی تسلیم ورضا کا راستہ دیکھیں۔ اقسم بشمس افق التقدیس خدا کے بندوں کی نظر مٹی اور احوال اراضی کی طرف ہرگز نہیں ہوتی اور خدا تعالیٰ بھی محض فضل وکرم سے صرف دلوں کو دیکھتا ہے تا کہ وہ دل اور نفوس فانیہ خاکی آلائشوں سے پاک ہو کر مقامات عالیہ میں پہنچ سکیں' ورنہ اس سلطان حقیقی کو کسی طرح کے نفع ونقصان سے تعلق نہیں ہے۔ کل الیه راجعون والحق فرد واحد مستقر فی مقره مقدس عن الزمان والمکان والذکر والبیان والاشارة والوصف والعلو والدنو ولایعلم ذلک الا ھو ومن عنده علم الکتاب لا اله الا ھو العزیز الوھاب۔ انتہی

اب سلطان کا فرض ہے کہ عدل ورحم سے اس امر مہم میں کام کریں اور لوگوں کی معروضات پر توجہ نہ کریں، کیونکہ وہ سب فرضی اور بغیر دلیل کے ہیں۔ اس کے بعد ہمیں حکم

ہوا تو استنبول حاضر ہوئے مگر وہاں بھی حکومت عثمانیہ کے حضور اپنے اصلی حالات پیش کرنے کا موقع نہ ملا اور ہم نے خود بھی ارادہ نہ کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ ہمارا ارادہ کسی قسم کے فساد اور بغاوت کا نہیں ہے۔ سلطان ظل الٰہی ہوتا ہے جس طرح خدا کی تربیت کسی خاص انسان سے مختص نہیں ہے اسی طرح ظل الٰہی کی تربیت بھی کسی خاص بنی نوع انسان سے مخصوص نہیں ہونی چاہیے تا کہ رب العالمین کی تجلی تربیت میں ظاہر ہو اس اصول پر بابی قائم ہیں اور سب کو معلوم ہے کہ انہوں نے اپنے مقاصد چھوڑ کر مشیت ایزدی کو پیش نظر رکھا ہوا ہے اور اس سے بڑھ کر اس صداقت کا نشان اور کیا ہو سکتا ہے کہ محبت الٰہی میں اپنی جان قربان کر رہے ہیں، ورنہ بغیر کسی خاص مطلب کے کوئی عقلمند اپنی جان ضائع نہیں کرتا۔ کہا جاتا ہے کہ ہم مجنون اور پاگل ہیں مگر ایک دو شخص مجنون اور دیوانے ہوں تو ممکن ہوگا۔ لیکن ایک بڑی جماعت کا دیوانہ ہونا ممکن نہیں ہو سکتا جس نے اس اصول کو قائم کرنے کی خاطر اپنی جان ومال قربان کر دیے ہیں۔ پس اگر یہ لوگ اپنے دعاوی میں سچے نہیں ہیں تو مخالفین کے پاس کیا ثبوت ہے کہ ہم جھوٹے ہیں؟ حاجی مرحوم سید محمد نے روس کی لڑائی میں جہاد کا فتویٰ دیا اور خود بھی اس جہاد میں شریک ہوئے اگرچہ آپ علامہ زمان تھے مگر ان پر بھی یہ راز منکشف نہ ہوا کہ تربیت ایک بہت بڑا کام ہے۔ بیس برس ہو رہے ہیں کہ بابی دور دراز ملکوں میں جلاوطن کیے جا رہے ہیں اور ان کے بچے یتیم اور مائیں بے اولاد کر دی گئیں ہیں اور ان کو سطوت سلطانی سے اس قدر بھی قدرت نہیں کہ اپنی اولاد پر نوحہ کر سکیں' باوجود اس کے پھر بھی محبت الٰہی ان میں جلوہ گر ہے۔ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے مگر ان کے اس عقیدہ میں فرق نہ آیا' جس سے ثابت ہو گیا کہ وحدت رحمانیہ کی طرف بالکل جذب ہو چکے ہیں۔ گو علمائے ایران نے سلطان کا دل ہماری طرف سے مکدر کر دیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ مجھے یہ

موقعہ نہیں دیا گیا کہ آپ کے رو برو تبادلہ خیالات کیلئے ان سے گفتگو کروں۔ اب بھی گذارش کرتا ہوں کہ مجلس مناظرہ منعقد کر کے ہمارے دعاوی پر مباحثہ ہو جائے۔ ﴿فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ﴾ میں صداقت کی علامت تمنائے موت قرار دی گئی ہے۔ اب خود بتائیں کہ خدا کی راہ میں کس قوم نے اپنی قربانی دی ہے اور کس کا ظاہر و باطن یکساں نظر آرہا ہے؟ بعض علمائے ایران نے بغیر اس کے کہ مجھے دیکھا ہو یا میرے مقاصد پر غور کیا ہو، میری تکفیر کا فتوی دیدیا ہے حالانکہ دعوی بلا دلیل تسلیم نہیں ہوسکتا اور نہ ہی ظاہری زہد و تقوی کسی کام آتا ہے۔ اب میں صحیفہ فاطمیہ سے جو کلمات مکنونہ کی عنوان سے مشہور ہے چند فقرات ایسے علمائے اسلام کی کلی کھولنے کیلئے پیش کرتا ہوں جس میں آپ نے ایسے علماء کیلئے یوں فرمایا تھا کہ اے دھوکہ بازو! تم کیوں حظ نفس کا دعوی کرتے ہو حالانکہ تم بھیڑیے ہو؟ تمہاری مثال صبح کا ستارہ ہے کہ بظاہر روشن اور چمکدار ہے اور باطن میں رہروان۔ ممالک بعیدہ کیلئے ہلاکت کا باعث ہے (کیونکہ اس وقت رہزن لوٹ مار کرتے ہیں) یا کڑوا پانی تمہاری نظیر ہے کہ بظاہر مصفے اور دلربا نظر آتا ہے مگر باطن میں ایسی تلخی رکھتا ہے کہ ایک قطرہ بھی زبان پر نہیں رکھا جاسکتا۔ خدا کی تجلی ہر ایک پر ہے مگر مٹی اور فرقد ستارہ میں قبولیت روشنی کی رو سے بڑا فرق ہے۔ حدیث قدسی میں خدا فرماتا ہے کہ "کئی دفعہ اے ابن دنیا میں نے تجھ پر صبح کو اپنی تجلی ڈالی مگر تم بستر راحت پر سوئے رہے اور غیر سے مشغول ہوتے دیکھ کر میں واپس جا کر خاموش رہا اور اپنے فرشتوں کو بھی نہیں بتایا کہ تم کو ندامت نہ ہو۔" دوسری روایت میں ہے کہ الداعی لمحبتی قد ھبت علیک تسیم عنایتی ووجدتک نائما علی فراش الراحۃ فبکیت علی حالک ورجعت۔ انتہی

اس لئے ضروری ہے کہ سلطان ہمارے مخالفین کی بے دلیل شکایت پر توجہ نہ کریں۔ قرآن مجید میں ہے کہ ﴿اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا﴾ اور حدیث شریف میں ہے کہ لاتقبلو النمائم "چغل خور کی بات نہ مانو۔" بہت سے علماء نے مجھے دیکھا بھی نہیں اور جنہوں نے دیکھ لیا ہے وہ تسلیم کر چکے ہیں کہ ہم اس امر پر عمل پیرا ہیں کہ جس کا ہمیں خدا نے حکم دیا ہے اور ان کو یہ آیت پیش نظر ہے کہ ﴿هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ﴾ ہماری نظریں آپ کے توجہ کریمانہ کی طرف لگی ہوئی ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ اس شدت کے بعد ہمیں ضرور آرام ملے گا مگر معروض الامر صرف یہی ہے کہ حضور خود اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش کریں۔ یا الٰہی ان قلب السلطان بین اصبعی قدرتک لوتری قلبہ الی شطر الرحمۃ الک انت المقتدر المنان لاالہ الا انت العزیز المستعان۔ ہاں جو علمائے اسلام اپنے نفس کو محفوظ رکھے ہوئے ہیں، دین کے محافظ ہیں ہوائے نفس کے مخالف ہیں اور فرمان الٰہی کے تابع ہیں تو عوام کا فرض ہے کہ ایسے علماء کی تقلید کریں۔ اگر سلطان ان بیانات پر نظر ڈالیں جو مظہر الہام الرحمن (بہاء اللہ) پر ظاہر ہوئے ہیں تو یقیناً سمجھ لیں گے کہ جو عالم صفات مذکورہ سے متصف ہوسکتا ہے وہ کبریت احمر (سرخ گندھک) سے بھی زیادہ کمیاب ہے اور جو اس وقت کے علمائے اسلام ہیں شَرُّ فُقَهَاءٍ تَحْتَ ظِلِّ السَّمَاءِ کے حکم میں داخل ہیں مِنْهُمْ الْفِتْنَةُ خَرَجَتْ وَاِلَيْهِمْ تَعُوْدُ۔ اگر ان روایات میں شک ہو تو بندہ ثابت کرنے کو حاضر ہے مگر جو سید مرتضی مرحوم جیسے علمائے اسلام غیر جانبدار ہیں ان کے متعلق ہمیں کوئی شکایت نہیں ہے۔ ان لوگوں نے اصل مقصد سے چشم پوشی کی ہوئی ہے اور صرف بابیوں کی ایذا پر تلے ہوئے ہیں۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ تم نے کون سی اسلامی خدمت انجام دی ہے یا کسی امر متعلقہ ترقی

حکومت پر توجہ کی ہے کہ جس سے ملکی یا سیاسی ترقی ہو، تو خاموش رہ کر کہتے ہیں کہ یہ معترض بابی ہے، پھر اسے قتل کروا کر مال لوٹ لیتے ہیں۔ جیسا کہ تبریز کا واقعہ مشہور ہے اور سلطان تک خبر بھی نہیں پہنچنے دیتے۔ کیونکہ اس جماعت کا کوئی معین و مددگار نہیں ہے۔ اب ایسے لوگ جب سلطان کی رعایا بننے کا حق رکھتے ہیں ان کے سوا اور مذاہب بھی ظل عاطفت میں پرورش پارہے ہیں تو اس جماعت کو بھی ملک میں رہنے کی اجازت ہونی چاہئے اور ارا کین سلطنت کا فرض ہے کہ ایسے قواعد پاس کریں کہ تمام مذہبی فرقے امن وامان سے زندگی بسر کرسکیں اور ملک میں ترقی ہو کیونکہ خدا کا منشا صرف یہی ہے کہ عدل وانصاف سے رعایا کی حفاظت کی جائے۔ ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ﴾ یہ امر بعید ہے کہ ایک شخص کی بدعملی سے ایک جماعت کو سزا دی جائے۔ ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ نیک و بد ہر ایک فرقہ میں ہوتے ہیں مگر عقلمند برائی کا مرتکب نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اگر وہ طالب مولیٰ ہے تو اس کو ایسے افعال کے ارتکاب کی طرف مطلقاً توجہ نہ ہوگی۔ اگر وہ طالب دنیا ہے تو وجاہت طلبی اس کو ایسے امور سے مانع ہوگی کہ کہیں لوگ اس سے برگشتہ نہ ہوجائیں۔ سبحنک اللهم یا الهی تسمع خیبی وتری حالی وضری فان کان ندای خالصا لوجهک فاجذب به قارب بریتک الی افق سماء عرفک وقلب السلطان الی یمین اسم عرشک الرحمٰن. ثم ارزقه النعمة التی نزلت من سماء کرمک لینقطع عما عنده ویتوجه الی شطر الطافک ای رب ایده علی اعانة المظلومین واعلاکلمتک وانصره بجنود الغیب والشهادة لیسخر المدائن باسمک لا اله الا انت العزیز اگر ہم میں سے کوئی فعل قبیح کا مرتکب ہوجاتا ہے تو یہ لوگ شکایت کردیتے ہیں کہ یہ فعل قبیح بھی ان کے مذاہب میں داخل

ہے۔ حاشا و کلا میں نے کبھی ایسے مکروہ افعال کی اجازت نہیں دی بالخصوص ان افعال قبیحہ کی کہ جن کی تصریح قرآن شریف میں موجود ہے۔ دیکھئے شراب نوشی کی ممانعت قرآن شریف میں موجود ہے اور یہ لوگ بھی ممانعت کرتے ہیں مگر پھر بھی لوگ اس کا ارتکاب کرلیتے ہیں تو سزایابی کے مستوجب صرف یہی غافل نفوس قرار پاتے ہیں نہ یہ کہ علمائے اسلام پر کوئی امر عائد کیا جاتا ہے۔ بلی ان هذا الحزب یعلم ان الله یفعل مایشاء ویحکم ما یرید۔ اعتراضات ہمیشہ ہر ایک عالم وجاہل دونوں پر ہوتے چلے ہیں۔ دیکھئے انبیاء علیہم السلام اعتراضات سے نہ بچ سکے تو بھلا یہ فرقہ کیا حقیقت رکھتا ہے۔ وهمت کل امة برسولها لیاخذوه وجادلوا بالباطل لیدحضوا به الحق وما یاتیهم من رسول الا کانوا به یستهزؤون۔ حضور خاتم المرسلین کا ظہور ہوا تو چاروں طرف سے جبر واستبداد کی کالی گھٹائیں آپ پر چھا گئیں اور لوگ ایذا رسانی کو کار ثواب سمجھنے لگے اور علمائے یہود ونصاریٰ نے حق سے چشم پوشی کی اور اس نیر اعظم کو تاریک کرنے میں کوشاں ہوگئے۔ کعب بن اشرف، وہب بن راہب اور عبداللہ بن ابی جیسے لوگ مقابلہ کے لئے کھڑے ہوگئے، آخر یہ مشورہ ہوا کہ حضور ﷺ کو قتل کیا جائے۔ ﴿اِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ﴿وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ﴾ غرضیکہ مطلع انوار الٰہیہ کے وقت ایسے واقعات پیش آیا کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر علمائے یہود نے کفر وطغیان کا فتویٰ لگادیا تھا اور مفتی حنان اور قاضی قیافا کے حکم سے آپ کو وہ حالات پیش آئے جو قابل ذکر نہیں ہیں (الی ان رفعه الله الی السماء) اگر سلطان حکم دیتے تو میں آپ کی خدمت میں اپنے وہ بیانات تسلی بخش پیش کردیتا جن سے جناب کو یقین ہوجاتا کہ عنده علم الکتب اگر اب بھی علمائے اسلام کی رنجیدگی کا خوف نہ ہوتا تو ایک ایسا مقالہ سپرد قلم کرتا جو

موجب اطمینان ہوتا مگر مقتضائے وقت سے قلم کو روک دیا گیا ہے۔

سبحنک اللھم یاالٰہی تحفظ سراج امرک بزجاجۃ قدرتک لئلا تمر علیہ ارباح الانکار من الذین غفلوا من اسرار اسمک ولاتدعنی بین خلقک وارفعنی الیک واشربنی من زلال عنایتک۔ حضور اتمام اطراف میں کجروی کی آگ بھڑک اٹھی ہے یہاں تک کہ میرے اہل وعیال کو قید کر لیا گیا ہے۔ یہ کوئی پہلا موقعہ نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے لوگوں نے آل رسول کو قید کر لیا تھا اور جب دمشق پہنچے تو جناب امام زین العابدین سے پوچھا گیا کہ کیا تم خارجی ہو؟ تو فرمایا کہ نہیں ہم تو عباد اللہ ہیں کہ جن کی بدولت ایمان کی سرحد روشن ہوئی۔ ”امنا باللہ وایاتہ“ اور ہماری طفیل دنیا سے ظلمت اٹھ گئی اور روشنی پھیل چکی ہے ونحن اصل الامر ومبداہ واول خیر ومنتہاہ پھر سوال ہوا کہ کیا تم نے قرآن شریف چھوڑ دیا؟ فرمایا کہ فینا انزلہ الرحمن پھر پوچھا گیا کہ کیا تم نے خدا کے حلال وحرام کو تبدیل کر ڈالا تھا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ ”نحن اول من اتباع اوامر اللہ“ سب سے پہلے ہم نے ہی تو قرآن کی تابعداری کی تھی۔ آخر یہ پوچھا گیا کہ پھر تم ایسے مصائب میں کیوں گرفتار ہوئے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ ”لحب اللہ وانقطاعنا عما سواہ“ خدا کی محبت اور دنیا سے دل اٹھا لینے کی وجہ سے ہم پر مصائب نازل ہو گئے ہیں۔ ہم نے حضور ﷺ کا فرمان صرف لفظی رنگ میں پیش نہیں کیا تھا بلکہ اس کے بحر حیات میں سے ایک قطرہ پیش کیا تھا تاکہ مردہ دل زندہ ہو جائیں اور ان کو معلوم ہو جائے جو اس بدبخت قوم سے ہم پر نازل ہوا ہے۔ تاللہ ما اردت الفساد بل تطہیر العباد عما منعہم من التقرب الی اللہ۔ میں تو سو رہا تھا اچانک عنایت الٰہی نے مجھے جگا دیا۔ مرت علی نفحات ربی الرحمٰن وایقظتنی من

النوم یشہد بذلک سکان جبروتہ وملکوتہ واہل مدائن عزہ ونفسہ الحق مجھے آلام ومصائب سے کچھ گھبراہٹ نہیں قد جعل اللہ البلاء غادیۃ لہذہ الدسکرۃ الخضراء وذبالۃ مصباحہ الذی بہ اشرقت الارض والسماء جس قدر لوگ مر چکے ہیں ان کو ان کے مال ودولت نے کچھ فائدہ نہیں دیا اور آج مٹی میں مل کر شاہ وگدا یکساں ہو گئے ہیں۔ تاللہ لقد رفع الفرق الا لمن قضی الحق وقضی بالحق این العلماء والفضلاء والامراء. این انظارہم واین خزائنہم المستورۃ و زخارفہم المشہودۃ وسررہم الموضونہ ہیہات صارا لکل بورا جعلہم قضاء اللہ ہباء منثورا فاصبحوا لاتری الا مساکنہم الخالیۃ وسقوفہم الخاویۃ. ایما رای القوم وہم یشہدون. لم ادرفی ای وادی یہیمون الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبہم لذکراللہ. طوبی لمن قال بلی یارب حان وا ان. ہیہات لایحصد الامازرع. ولا یوخذ الاما وضع. ہل لنا من العمل ما یزول بہ العلل. ویقربنا الی مالک العلل. یا ملک انی رایت فی سبیل اللہ مالاعین رات ولا اذن سمعت. قد انکر فی المعارف وضاق علی المخارف. کم من بلایا نزلت وتنزل قد استہل ومعی. الی ان بل مضجعی تاللہ راسی تشتاق الرماح. فی موجب مولاہ. وما مررت علی شجر الا وقد خاطبہ فوادی مالیت قطعت لاسمی وصلب علیک جسدی. فی سبیل ربی. بل بما لدی الناس یعمہون. غدا یرون مایہکرون. سوف ننقل من ہذا المنفی الی سجن عکاء. ومما یقولون انہا اخرب مدن الدنیا واقبحہا صورۃ. واردأہا ہواء وانتنہا ماء. کانہا دار

حکومة الصدی. ارادوا ان یحبسوا العبد فیها ولسید واعلی وجوها ابواب الرخاء تالله لوینهکنی اللغب ویهلکنی السغب ویجعل فرشی من الصخرة الصماء. ومونسی وحوش العراء لاجزع واصبر کما صبر اولوا العزم و نرجو من الله عتق الرقاب من السلاسل والا غلال. نسال الله ان یجعل هذا البلاد الادهم ورعا لهیکل اولیائه. وبه یحفظهم من سیوف شاهده و قضب نافذه هذه سنة قد خلت فی القرون الخالیه. والا عصار الماضیه. فسوف یعلم القوم مالا یفقهونه الیوم.الی شیء یرکبون مطیة الهوی.و یهیمون فی هیماء الغفلة والغوی.ای سریر ماکسر.وای سریر مافقرلوعلم الناس ماوراء الختام. من رحیق رحمة ربهم العزیز العلام لنبذوا الملام واسترضوا عن الغلام. اما الان حجبونی بحجاب الظلام.الذی نسجوه بایدی الظنون والاوهام. سوف تشق الید البیضاء جیبا هذه اللیلة الدلماء یومئذ یقول العباد ماقالته اللائمات من قبل لیظهر فی الغایات مابدا فی البدایات. یومئذ یقوم الناس من الاجداث.ویسالون عن التراث.طوبی لمن لا تنؤبه الاثقال.فی الیوم الذی فیه تمر الجبال. ویحضر الکل للسوال.فی محضرالله المتعال انه شدید النکال.نسال الله ان یقدس قلوب بعض العلماء من الضغینة والبغضاء. ویصدهم الی مقام لا تقلبهم الدنیا وریاستها عن النظر الی الافق الاعلی. ولا یشغلهم المعاش عن یوم یجعل فیه الجبال کالفراش. ولو یفرحون بما راوه علینا من البلاء فسوف یاتی یوم فیه یبکون. وربی لو خیرت بین ما هم فیه من الغناء وما انا

فیه من البلاء لاخترت ما انا فیه الیوم۔ اہل بینش جانتے ہیں کہ میں ایک غلام ہوں میرے سر پر ایک بال کے ساتھ لٹکی ہوئی تلوار ہے ابھی پڑی کہ پڑی۔ پھر بھی خدا کا شکر گذار ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ سلطان کا سایہ دراز ہو کہ مخلص اور موحد بھی اس کی طرف دوڑیں اور اس کو توفیق دے کہ افق اعلیٰ کے قریب ہو اور رعایا کو نظر عنایت سے دیکھے اور اسے کجروی سے باز رکھے اپنے حکم کا ناصر بنائے تا کہ لوگوں پر بھی ویسا ہی عدل کرے جیسا کہ اپنے اہل قرابت پر کرتا ہے۔ انه لهو المقتدر المتعالی المهیمن القیوم۔ انتہی

الواح بہاء

اب جناب بہاء کے اخلاقی احکام لکھے جاتے ہیں جو مختلف الواح سے منتخب کئے گئے ہیں۔ عاشروا الادیان بالروح والریحان کل بدء من الله ویعود الیه. قدمنعتم من الفساد والجدال فی الصحف والالواح. ماارید به الاسمو کم نسال الله ان یمد اولیاء کم و یوفق من حولی علی العمل بما امروا به من القلم الاعلی.انتم جمیعا ثمرة غصن واحد واوراق غصن واحد.لیس الفخر لمن یحب الوطن بل لمن یحب العالم ان الذی ربی ابنه اوابنا من الابناء کانه ربی احدا من ابنائی علیه بهاء الله وعنایة یا اهل البهاء انتم مطالع العنایة الالهیة لاتلوثوا لسانکم بالطعن واللعن. واحفظوا عینکم مما لاینبغی ماعندکم فاعرضوه للناس فان قبلوا فبهاوالا فدعوهم ولا تعرضوا بهم لا تکونوا سبب الحزن والغم فضلا عن الفساد. دین الله ومذهبه اتحاد اهل الدنیا واتفاقهم لاغیر لاتجعلوه سببا للاختلاف والنفاق.تربیة العالم من اصول الله علی الامراء ان یحفظوا هذا المقام. لانهم مظاهر العدل. و علی الملوک ان یطلبوا امرالرعیة تفحصا من عند نفسهم حزباحزبا

لیرتفع الاختلاف من البین لانهم مظاهر القدرة ما یطلبه هذا العبد انما هو الانصاف. لا تکتفوا بالاصغاء فقط ماظهرمنی فتکفروا فیه. اقسم بشمس البیان لم نجعل مانطقنابه محل الشماتة ومفتریات العباد.

درخواست اہل بصیر

۱۲۵۸ھ بہاء مع اصحاب عکا میں پہنچ گئے اور مرزا یحییٰ ماغوسا میں۔ اس کے بعد اہل البصیر باب نے ارا کین سلطنت سے درخواست کی کہ سلطان خود بابیوں کے حالات دریافت کریں' کیونکہ جو کچھ کہا جاتا ہے وہ کچھ تو مبالغہ ہے اور کچھ جھوٹ ہے۔ دراصل بابیوں کو سیاسیات سے کچھ بھی تعلق نہیں بلکہ اس مذہب کی بنیاد صرف امور روحانی، تحقیق اشارات اور تربیت نفوس پر ہے۔ اور حکومت کا اصول ہے کہ ہر ایک فرقہ کی نگہداشت کرے اس مذہب کی تحریرات جو جناب کو موصول ہو چکی ہیں، ان میں بھی منع عن الفساد اور ارشاد الی الطاعة والانقیاد کا حکم موجود ہے۔ اگرچہ حکومت نے عقائد پر قبضہ کرنا چاہا مگر ناکامی رہی بلکہ جس قدر دبایا اور ابھرتے گئے' اس لئے حکومت کا فرض ہے کہ دوسری حکومتوں کی طرح یہ بھی بابیوں کو آزادی بخشے۔ کیونکہ جب چھیڑ چھاڑ بند کی جاتی ہے تو ایسے مذہب خود بخود فرو ہو جاتے ہیں۔ زمانہ بدل چکا ہے اب تعرض کا موقعہ نہیں رہا۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ سیاسی جماعت کو دبایا جائے کیونکہ وہ حفظ امن کے خلاف ہے اور اس جماعت میں سے بھی جو کمینہ پن کرتے ہیں ان کی طرز عمل کو مذہب قرار نہ دیا جائے کیونکہ ہر ایک مذہب وملت مساوات کو ملحوظ رکھتی ہیں۔ تیس سال گذر چکے ہیں بابیوں کو فتنہ وفساد سے کوئی تعلق نہیں رہا بلکہ سکون وانقیاد سے زندگی بسر کرنا اپنا شعار مذہبی بنائے ہوئے ہیں۔ مذہبی مداخلت آئین حکومت کے خلاف ہے جب تک حکومت ایران کا یہ مسلک رہا

حکومت ترقی کرتی رہی اور جب سے مذہبی مداخلت شروع ہوئی بڑے بڑے علاقے ہمدان، توران اور آشور وغیرہ ہاتھ سے نکل گئے۔ اگر فتویٰ شرعیہ کا یہ مقتضا ہو تو موجودہ دوسرے مذہبی فرقے (متشرعہ نصیریہ، شیخیہ، صوفیہ اور ساترہ وغیرہ) کا اخراج بھی ضروری ہوگا ورنہ آج فتاویٰ شرعیہ پر حکومت نہیں چل سکتی۔ حکومت برطانیہ جو صرف شمالی حصہ میں قائم تھی آج دنیا کے ۵/۱ پر حکومت کر رہی ہے کیونکہ اس نے مساوات مذہبی کو قائم رکھا ہے اور مداخلت مذہبی کو خلاف حکومت سمجھتی ہے آج ہندوستان بھی اس حکومت پر مفتخر ہے اور عدل وانصاف کے نیچے زندگی بسر کر رہا ہے۔ متوسط زمانہ میں (جو حکومت روما کے تنزل سے شروع ہو کر فتح اسلام قسطنطنیہ تک ختم ہوتا ہے) یورپ میں بھی علمائے مذہب کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور رہی ہے تو دنیا کو چین نصیب نہیں ہوا۔ اور جب مذہبی حکومت اٹھ گئی تو دنیا کو آرام حاصل ہو گیا اور ہر ایک مذہبی جماعت امن کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگی۔ اب یہ حال ہے کہ ایشیاء کی بڑی سے بڑی حکومت بھی یورپ کی چھوٹی سے چھوٹی حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ خلاصہ یہ ہے کہ (وجدان انسانی) اور مذہبی نکتہ نگاہ ایک ایسا امر مقدس ہے کہ جس قدر اسکو وسعت اور آزادی دی جاتی ہے حکومت ترقی پذیر ہوتی ہے اور جس قدر اس کو تنگ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اسی قدر حکومت کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے' کیونکہ مذہب خدا کی امانت ہے اس پر انسان کا دخل نہیں اور دل اور روح خدا کے قبضہ میں ہیں حکومت کے قبضہ میں نہیں آسکتے۔ اور نکتہ خیال ہر ایک کا الگ ہوتا ہے کوئی دو شخص بھی آپس میں متحد الخیال نہیں پائے جاسکتے ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَنْسَكًا﴾ حکومت نے جس قدر بابی مذہب کے خلاف ہمت خرچ کی ہے اگر وہ اصلاح حکومت میں خرچ ہوتی آج ایران سب پر ممتاز ہوتا۔

حکومت کا رویہ

(درخواست بہاء اللہ اور درخواست بصیر کے بعد) حکومت ایران نے خود حالات کی پڑتال شروع کر دی تو معلوم ہوا کہ تمام شکایات وجاہت طلبی اور مذہبی عداوت یا ذاتی مفاد پر مبنی تھیں۔ اس لئے حکومت نے تمام شکایات کا سلسلہ بند کر دیا اور جو مظالم بابیوں پر ڈھائے جاتے تھے یک دم بند کر دیے گئے، ورنہ اس سے پیشتر بارہ سال کا عرصہ ہوا ہے کہ دو بھائی طباطبائی خاندان کے سید حسن اور حسین نامی اصفہانی میں کمال دیانت کے ساتھ تجارت کیا کرتے تھے اور ملا محمد حسین خطیب جامع مسجد اصفہان سے ان کا لین دین تھا۔

قتل حسنین

جب حسابات کی پڑتال ہوئی تو خطیب کی طرف اٹھارہ ہزار روپے کی رقم نکلی۔ چک سربمہر لکھ دینے کو کہا گیا تو خطیب نے برا منایا اور اپنے بچاؤ کیلئے لوگوں پر یہ ظاہر کر دیا کہ یہ دونوں تاجر بابی مذہب کے پیرو ہیں اس لئے واجب التعزیر اور مستوجب غارت ہیں۔ اس لیئے لوگوں نے ان کا باقی مال بھی لوٹ لیا۔ اب اس خیال سے کہ کہیں سلطان تک یہ شکایت نہ پہنچ جائے۔ خطیب نے تمام علماء اسلام سے فتویٰ حاصل کر کے دونوں کو قتل کروادیا۔ وہ دونوں بھائی بھی اپنے وجدانیات پر ایسے قائم رہے کہ ہر چند ان سے کہا گیا کہ صرف اتنا کہہ دو کہ (لسنا من هذه الطائفة) ہم بابی نہیں ہیں تو تم کو رہا کر دیا جائے گا۔ مگر انہوں نے ایک نہ مانی اور ایسے برے طریق سے ان کا قتل وقوع پذیر ہوا کہ غیر مذاہب بھی چونک اٹھے، مگر اس وقت حکومت ایران میں کسی کو ایسے واقعات پیدا کرنے کی جرأت باقی نہیں رہی۔ الحمد لله علی ذلک من فرغ من کتابته کاتبه المسکین حرف الزاء لیلة الجمعة ۱۸ / شهر جمادی الاولی ۱۳۰۷ هجری

رباعیات ''نقطۃ الکاف''

اس کتاب کا انتخاب پہلے درج ہو چکا ہے اب ہم وہ اصول درج کرتے ہیں کہ بابیوں کے نزدیک جن کے اجزاء چار چار ہیں'' اور نقطۃ الکاف'' نے کتاب کے شروع میں لکھے ہیں:

۱ ... اعداد: احاد (فی الناسوت) عشرات (فی الملکوت) مئات (فی الجبروت) الوف (فی اللاهوت).

۲ ... مراتب القلم: مشیئة (مقام نار) اراده (مقام هوا) قدر (جهة ماء) قضاء (عنصر تراب).

۳ ... مراتب خلق: العلقة والمضغة. العظام العروق والاعصاب. اللحم والجلد.

۴ ... ظهورات نبوت: ادم ونوح، ابراهیم وداؤد (بلا کتاب)، موسٰی وعیسٰی۔ محمد ﷺ (بالکتاب).

۵ ... انہار اربعہ: اول نہر رسالت متعلقہ۔ محبت رسول۔ رکن بیضاء۔ مقام اور جنت درہ بیضاء۔ رنگ سپید از زہرہ قاتل۔ دوم نہر ولایت مقام اور جنت زبرجد۔ لباس زرد رنگ زرد۔ از زہر شمشیر عبدالرحمٰن بن ملجم۔ سوم نہر حسن مقام اور جنت زمرد۔ لباس سبز رنگ سبز از زہر۔ چہارم نہر حسینی مقام او یاقوت لباس سرخ۔ رنگ سرخ از خون شہادت۔

۶ ... قیامت۔ اصغر (قیامت ملک) صغیر (قیامت ملکوت) کبیر (قیامت جبروت) اکبر (قیامت لاہوت)

۷ ... اسفار اربعہ: من الخلق الی الحق. فی الحق بالحق من الحق الی

الحق. فی الخلق بالحق.

۸..... اهل باطن اهل فواد اهل عقل اور اهل نفسوس طيبة.

۹..... اهل ظاهر: متصرف بعلويات متصرف بالحيوان متصرف بالنبات متصرف بالجماد ات.

۱۰..... لوازم نبوت: عدم دعوائے محال۔ اظہار آیت۔ اقتران آیت بادعا۔ آیت از صنف ادعا۔

۱۱..... توديد رب سامرية. لم يره الا النبی اعطی المعجزتين. ظهور عصمة موسی. تعليم بداء۔

۱۲..... فتنة ابراهيم. معرفت الهيبة. القاء فی النار. ذبح اسماعيل. فتنۂ مال کہ ملائکہ خواستند۔

۱۳..... اركان اربعة. كلمه توحيد. اقرار نبوت. اقرار ولايت وامامت اقرار بالابواب الاربعة۔

۱۴..... مقام فنا۔ درفواد۔ درعقل۔ درنفس۔ درجسم

۱۵..... چہار فرقہ۔ حکما واخباری عرفا وعلمائے اصول شیخیہ وعلمائے فقہ۔ بالاسری والشرقی

۱۶..... ضرب اول کہ احاد است دریں چہار ملک یک سال ناسوت درلاہوت ہزار سال میشود۔ وضرب دوم دہ ہزار وضرب سوم صد ہزار سال وضرب چہارم ہزار ہزار۔ چونکہ ہر ملکے را دو دو آسمان (غیب وشہادت) مے باشد ازیں جہت آسمان ہشت شد۔ ازیں درضرب دوم ہر آسمانی دہ ہزارے مے باشد وہفت آسمان ہفتاد ہزار۔ وایکہ وارد است کہ غلظت ہر آسمان وما بین ہر یک پانصد ہزار سال ست۔ ہرگاہ چہار ملک بگیرید درضرب دوم مے شود۔

وہرگاہ ہشت فلک مراد باشد۔ درضرب چہارم محسوب میگردد معنی آنکہ یوم قیامت پنجاہ ہزار سال ست بایست دریں ملک قیامت واقع شود وپنج سال ناسوتی قیام نماید کہ ہر سال درضرب اول ہزار شد ودرضرب دوم دہ ہزار۔ لہٰذا پنج سال پنجاہ ہزار سال لاہوت مے باشد۔ وبایست کہ یوم اللہ درملک ملکوت ظاہر شود ودرناسوت درہیکل شعیہ ظاہر گردد۔

۱۷..... دو ہزار سال تک زمین خالی رہی پھر دو ہزار سال تک پانی اور اس کی مخلوقات رہی۔ پھر نباتات (نے زار) کا زمانہ دو ہزار سال تک رہا۔ پھر حیوانات کا زمانہ دو ہزار سال رہا۔ جس میں چار پاؤں کا بادشاہ گھوڑا تھا اور پرندوں کا گدھ۔ پھر دو ہزار سال تک فرشتے رہے اور خلق آدم کا مشورہ ہوتا رہا۔ پھر جان بن جان کا زمانہ آیا جس میں عزازیل معلم الملکوت رہا۔ اخیر میں ظہور الٰہی آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو سجدہ کا حکم ہوا مگر عزازیل نے کہا کہ خدا کا فیض بند ہو چکا ہے، اس لئے سجدہ نہ کیا۔

۱۸..... اس دور بدیع کا ظہور اول آدم علیہ السلام ہیں۔ اس کا یہ نام اس لئے پڑا کہ اس سے پہلے غیر متناہی دور گذر چکے تھے جیسا کہ روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک ٹیلہ پر آواز دی تو ایک فرشتے نے جواب دیا کہ آپ سے پہلے ہزاروں موسیٰ ہو گذرے ہیں' جن کی تعداد اس ٹیلہ کی ریت کے دانوں سے بھی زائد ہے اور جن کی آواز بھی آپ کی آواز جیسی تھی۔

بہائی مذہب کے مزید حالات

عبدالبہاء، عباس آفندی

جناب بہاء اللہ کے صاحبزادے عبدالبہا یوم جمعہ کو طہران میں ۲۳ مئی ۱۸۴۴ء مطابق یکم محرم الحرام ۱۲۶۰ ہجری نصف رات کو پیدا ہوئے اور اسی روز جناب باب نے مہدی ہونے کا

دعوٰی کیا تھا۔ جب بہاء اللہ بغداد گئے تو یہ صاحبزادہ آپ کے ہمراہ تھا۔ اور اس وقت اس کی عمر صرف آٹھ سال تھی اور جب بہاء اللہ جبل سلیمان سے بغداد کو واپس آئے تو پھر بھی آپ کے ہمراہ تھا اور اس وقت اس کی عمر بارہ سال تھی۔ مگر آتے ہی بڑے بڑے اہل علم کو نیچا دکھلانے لگا اور فخریہ کہتا تھا کہ مجھے سب کچھ اپنے باپ کے طفیل حاصل ہوا ہے ورنہ میں نے مکتب میں کچھ بھی حاصل نہیں کیا اس لئے اس کا نام شاب حکیم رکھا گیا اور حسن و جمال کی رو سے بھی نوجوانان بغداد میں ممتاز تھا۔ گیارہ سال کے بعد حکومت ترکیہ نے جب آپ کو استنبول بلا لیا تو اس وقت بھی یہ صاحبزادہ آپ کے ہمراہ رہا۔ استنبول سے پانچ ماہ کے بعد آپ کو اور نہ جانے کا حکم ہوا۔ تو یہ صاحبزادہ آپ کے ہمرکاب تھا۔ اور وہاں پانچ سال مقیم رہے عکا کی جلاوطنی میں بھی عبدالبہاء ساتھ ہی رہے اور چونکہ آپ بہت کچھ مشہور ہو چکے تھے اس لئے آپ کا لقب سرکار آقا پڑ گیا تھا۔ آپ باپ کی خدمت میں آخری دم تک حاضر رہے یہاں تک کہ بہاء اللہ ۷۵ سال کی عمر میں ۱۸۹۲ء کو وفات پا گئے۔ عکا میں جب کچھ عرصہ گذر گیا تو حکومت نے خاص خاص حدود میں نظر بند کر کے بیڑیاں اٹھالی تھیں۔ اور بستان نجی آپ کی رہائش تھی۔ اور عبدالبہاء کڑاکے کی گرمی میں بھی پیدل چل کر آپ کی حاضری سے مشرف ہوتے تھے۔ کسی نے کہا کہ سواری کیوں نہیں خرید لیتے، تو جواب میں کہا کہ جب مسیح بہاء اللہ پیدل سفر کرتے ہیں تو کیا میں ان سے افضل ہوں کہ سواری پر سفر کروں؟ آپ گو خاندانی امیر تھے۔ مگر حکومت نے آپ کی تمام جائیداد پر قبضہ کر لیا ہوا تھا۔ مگر تاہم پانچ پانچ سو تک فقرا پر روپے تقسیم کیا کرتے تھے اور آپ اپنے باپ کی خدمت میں پچاس سال کی عمر تک شریک مصائب رہے۔ (کوکب ۲۵ نومبر ۲۵)

خلاصہ یہ ہے کہ بہاء اللہ۔ ۱۸۶۸ء میں عکا کو روانہ کیا گیا تھا۔ اور عبدالبہاء عباس

آفندی نے باپ کی وفات کے بعد گدی نشین ہو کر تبلیغ شروع کر دی تو حکومت نے آپ کو اسی وہیں نظر بند کر دیا اور ۱۹۰۸ء جبکہ آپ کی عمر چونسٹھ سال ہو چکی تھی رہا کر دیا۔ تو امریکہ یورپ کا سفر تین سال تک سرانجام دیا اور ۱۹۲۱ء میں وفات پائی۔ آپ کے بعد شوقی آفندی گدی نشین قرار دیے گئے۔

شوقی آفندی

جو جناب عبدالبہاء کی بیٹی کے بیٹے ہیں اور آکسفورڈ یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ ہیں اسی سال کے عرصہ میں بیس ہزار بابی قتل ہوا (شمشیر آبدار سے، نشتر یا آرہ سے، گرم پانی یا آگ سے) اور ۱۹۲۳ء میں شیخ عبدالمجید ملقب بصدیق العلماء قتل ہوئے اور آپ کے ہمراہ ایک امریکہ کا سفیر بھی قتل ہوا جو بہائی خیال کر لیا گیا تھا اس وقت مذہب بہائیت کی نشر و اشاعت کیلئے گیارہ رسائل جاری ہیں۔ سٹار آف دی ویسٹ۔ نجم باختر۔ ورلڈ فیلوشپ کا رڈن امریکہ۔ خورشید خاور روس۔ شمس حقیقت جرمنی۔ حقیقت جرمنی۔ نجم خاور جاپان۔ ہیرلڈ آف دی ریسٹ کانپور۔ دی ڈان رنگون۔ الاشراق رنگون۔ کوکب۔ دہلی (کوکب ۹ فروری ۲۵ء)۔

بہاء اللہ

مرزا حسین علی صاحب نوری (منسوب بقریہ نور) ۱۸۱۷ء کو طہران میں پیدا ہوئے اور ۱۸۴۴ء میں جناب باب سے تعلق پیدا کیا۔ اپنے شیخ کی وفات کے بعد اور نہ میں اپنا دعوٰی کر دیا۔ اور سلاطین یورپ کو تبلیغی خطوط روانہ کئے جو بابی آپ کے تابع ہوئے بہائی کہلائے، اور ۲۹ مئی ۱۸۹۲ء کو وفات پائی۔ اور آپ کا بڑا بیٹا عبدالبہاء عباس آفندی گدی نشین ہوا۔ یہودی مسیح کے منتظر تھے۔ عیسائی مسیح کے ظہور ثانی کے لئے چشم براہ تھے، اہل

اسلام کو اپنے موعود کا انتظار تھا۔ بدھ مذہب کے پیرو پانچویں بدھ کے منتظر تھے، زرتشت کی امت شاید بہرام کی راہ دیکھ رہے تھے، ہندو کہتے تھے کہ کرشن دوم آنے والا ہے اور دہریہ خیر انتظام کے اور بہترین انتظام کے منتظر تھے اس لئے جناب بہاء نے تمام مذاہب کو دعوت اتحادیہ کی تعلیم دی اور دو کتابیں لکھیں: ''کتاب اقدس'' اور ''کتاب مبین''، بہت سی الواح بھی ہیں جو لکھ کر بادشاہوں کو روانہ کی تھیں۔ جو لوگ عبادات پر عامل رہیں وہ بہائی مذہب میں داخل نہیں ہو سکتے کیونکہ اس مذہب کا دارومدار کام پر ہے اس لئے بچوں کی تعلیم ضروری ہے اور نکاح بھی ضروری ہوا۔ اور ہر ایک ملک کیلئے اپنا اپنا رسم ورواج اور فقہی ذخیرہ کارآمد ہو سکتا ہے ورنہ بیت العدل کی طرف رجوع کرنا پڑے گا سلاطین کا احترام فرض ہے کوشش کی جائے کہ ساری دنیا کی ایک زبان ہو جائے۔ جہاد اور بحث ومباحثہ ختم کرنا ضروری ہے (کوکب ۱۲۵ اپریل ۲۵ء) یکم محرم الحرام ۱۲۶۰ ہجری (۲۳ مئی ۱۸۴۴ء) کو سید علی محمد شیرازی پچیس برس کے تھے، کیانی خاندان وزارت کے ممتاز فرد بہاء اللہ ستائیس برس کے تھے اور عبد البہاء عباس آفندی اس روز پیدا ہوئے تھے۔ اسی روز سید علی محمد باب نے دعویٰ کیا کہ میں مہدی موعود اور قائم آل محمد ہوں اور من یظہر اللہ کا مبشر ہوں اور ۱۸۵۰ء میں اسی میدان میں قتل کئے گئے جو پہلے سے ہی میدان صاحب الزمان کے نام سے مشہور تھا۔ آپ کی وفات کے بعد جناب بہاء اللہ نے اس مذہب کی دعوت دی تو اس قدر زنجیروں میں جکڑے گئے کہ ان کو اٹھا بھی نہیں سکتے تھے۔ چار سو گاؤں جاگیر تھے حکومت نے سب پر قبضہ کر لیا اور عوام الناس نے گھر کا تمام اثاثہ لوٹ لیا اور چار ماہ تک محبوس رہے پھر مع اہل وعیال اور نوکر چاکروں کے بغداد بھیجے گئے وہاں بارہ سال رہے اس عرصہ میں روپوش ہو کر دو سال برقعہ پوش ہو کر جبل کردستان میں عبادت گذار رہے اور چند ماہ بعد اورنہ کو جلاوطن ہوئے وہاں اعلان کیا کہ باب نے جس کی بشارت دی تھی۔ وہ میں ہی ہوں اب بابی بہائی بن گئے اور

عکا کے قلعہ میں روانہ کئے گئے اور وہاں قصر البہجہ میں نظر بند رہے اور ۱۸۹۲ء میں آپکی وفات ہوئی۔ عبد البہاء نے ۱۹۰۸ء میں رہائی پا کر امریکہ میں آپکا مذہب پہنچایا اور ۱۹۲۱ء میں وفات پائی۔ آپ کی یہ تعلیم تھی کہ ترک تقلید کرتے ہوئے تمام مذاہب سے آزاد ہو اور اصل حقیقت کی تلاش میں رہو تاکہ تم پر منکشف ہو جائے کہ سب ادیان اور مذاہب ایک ہی ہیں۔ اخوت عامہ، صلح عمومی، محبت نوعیہ، تعلیم عمومی وجوب کسب اموال (بقوله تعالى جعلنا اشتغالكم بالامور نفس العبادة الله) وحدة اللسان مجلس الاقوام (کوکب ۹ فروری ۲۵ء) سلطان پر گولی چلانے کا واقعہ بغداد کو جلاوطن ہونے سے پہلے واقع ہوا تھا۔ دو سال کی روپوشی کے بعد پھر بغداد میں آٹھ سال قیام کیا پھر قسطنطنیہ کو ۱۸۶۳ء میں روانہ ہوئے اور اورنہ کے بعد عکا میں حبس دوام کیلئے بھیجے گئے۔ جہاں چوبیس سال نظر بند رہے اور اسی نظر بندی میں الواح سلاطین نازل ہوئیں جو سلطان ایران نپولین ثالث سلطان فرانس، ملکہ وکٹوریہ، زار روس، پوپ روما، صدر ممالک امریکہ کو روانہ کی گئیں۔ آخری عمر میں عکا سے نکل کر چار میل کے فاصلہ پر قصر بہجت کے مقام پر جبل کرمل کے قریب دو سال تک قیام کیا ۷۵ برس میں ۱۸۹۲ء کو وفات پائی (کوکب ۲۰ اگست ۲۹ء) کوکب کنونشن بمبئی نمبر ۵ ہے کہ علی محمد تاجر پشمینہ کے بیٹے تھے۔ ۲۰ اکتوبر ۱۸۱۹ء کو شیراز میں پیدا ہوئے اور ۱۸۴۴ء، ۱۲۶۰ھ میں ۲۵ برس کی عمر میں باب الوصول الى معرفة الله کا دعویٰ کیا۔ مکہ شریف میں حجاج کے سامنے پہلے اعلان کر چکے تھے کہ میں قائم بامر اللہ ہوں۔ جب بوشہر واپس آئے تو ایران میں تہلکہ مچ گیا اور حکومت نے آپ کو قید کر لیا اور تبریز میں ۱۸۵۰ء کو شہادت پائی۔ آپ کی تعلیم یہ تھی، عبادۃ الٰہی۔ تخلق بمکارم اخلاق۔ مساوات زن ومرد در حقوق وغیرہ اپنی وفات سے پہلے نو سال کہا کہ من يظهر الله آتے ہیں۔ ۱۸۵۲ء میں تیس ہزار بابی مارے گئے۔ مرزا حسین علی خاندان وزارت طہران کا بہترین فرزند

طہران میں ۱۸۱۷ء کو پیدا ہوا۔ باپ دادا وزیر تھے۔ باب کی طرح آپ کو بھی عطائی علم تھا۔ ۲۷ برس کی عمر میں باب سے بیعت کی اور قید ہوا پھر چار ماہ کے بعد بغداد گیا۔ اور وہاں گیارہ برس رہا اور جب قسطنطنیہ کو سفر کیا تو بغداد سے بارہ دن کے فاصلہ پر نجیب پاشا کے باغ میں اپنے بیٹے اور مریدوں کے سامنے اعلان کیا کہ میں من یظھرہ اللہ ہوں۔ جس کی بشارت باب اور انبیاء سابقین نے دی ہے اور کہا ہے کہ زمین پر حکومت الٰہی قائم کرے گا۔ ابھی قسطنطنیہ میں پانچ ہی ماہ قیام کیا تھا کہ اور نہ کو جلاوطنی کا حکم آ گیا۔ جہاں صرف یہود ونصاریٰ رہتے تھے۔ اور وہاں تین سال قیام کیا اور ۱۸۶۶ء و ۱۸۶۹ء کے درمیانی عرصہ میں سلاطین عالم کو تبلیغی خطوط روانہ کئے۔ جن میں دعویٰ کیا کہ ''مجھ میں خدا ظاہر ہوا ہے'' ملکہ وکٹوریہ نے جواب دیا کہ اگر تم خدا کے مظہر ہو تو دیر تک قائم رہو گے ورنہ تم ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ جواب الجواب میں آپ نے لکھا کہ تم دیر تک حکومت کرو گی۔ زار روس نے آپ کے خط کی عزت کی۔ پوپ نے برا منایا آپ نے لوح ثانی لکھ کر روانہ کی کہ بہت جلد تم کو رسوائی ہوگی تو فرانس وجرمن کی جنگ میں ملک عمانوآئیل نے اس کو قلعہ میں قید کر دیا۔ شاہ جرمن فریڈرک تھرڈ جب ملک شام میں آیا اور مقامات مقدسہ کی زیارت کی اثناء میں آپ کے پاس نہیں آیا۔ باوجودیکہ آپ نے اسے بلا بھی بھیجا تھا تو آپ نے فرمایا کہ تم کو حکومت نہ ملے گی۔ چنانچہ جب اس کی تاج پوشی ہوئی تو قریب الموت تھا اور ایک روز بھی حکومت نہ کر سکا۔ نپولین ثالث سلطان فرانس نے جواب میں کہا کہ اگر تم ایک خدا کے مظہر ہو تو ہم دو خداؤں کے مظہر ہیں اور میں خود خدا ہوں تو آپ نے لوح ثانی میں اس کو جواب دیا کہ تم اپنے وطن سے باہر مرو گے اور بہت جلد حکومت سے محروم کئے جاؤ گے تو جب فرانس وجرمن میں ۱۸۷۰ء کو لڑائی ہوئی تو حکومت جمہوریہ قائم کی گئی اور نپولین کو انگلستان میں پناہ ملی اور وہیں مرا۔ ۱۸۶۸ء میں بہاء اللہ کو عکہ میں جلاوطن کیا گیا۔ جہاں کی آب وہوا ناموافق

تھی۔ اور آپ کے ساتھی آپ کے ہمراہ دو کوٹھریوں میں دو سال تک نہایت کم خوراک پر گذارہ کرتے رہے۔ پھر آپ کیلئے ایک بڑا وسیع مکان بنایا گیا اور حکم ہوا کہ تم عکہ کے آس پاس سیر کر سکتے ہو تو قصر بہجہ میں ۲۹ مئی ۱۸۹۲ء کو وفات پائی اور تحریر وتقریر میں اپنے بیٹے عبد البہاء کو خلیفہ بنا دیا تھا۔

عبدالبہاء کی شخصیت

آپ وہ ہیں کہ جس کے متعلق عیسائیوں کا خیال تھا کہ اپنے باپ کے جلال میں ظاہر ہوگا۔ زبور ۹۷/۳۷ میں ہے کہ انه یدعونی اباه واجعله ابنا واحدا اور زکریا ۱۲/۱۶ میں کہ ذلک الذی اسمه غصن یملک ارض اللہ ویکھن۔ زبور ۲/۲ میں ہے۔ انی اجلست سلطانی علی جبل صیھون (کرمل) اور عبدالبہاء نے اپنے مقاصد میں کامیابی پا کر یہود ونصاریٰ، زرتشتی اور مسلمانوں کو ایک دسترخوان پر جمع کر دیا۔ عکہ میں جب بابی موی بخار سے بیمار ہوئے تو آپ ہی ان کی تیمارداری کرتے تھے (اس وقت بابیوں کی تعداد ستر تھی) ترکوں نے آپ کو وہیں قید رکھا مگر ۱۹۰۸ء میں آپ کو رہا کر دیا تو آپ نے ۱۹۱۹ء میں عکا چھوڑ دیا اور یہاں آپ چالیس برس قید رہے تھے۔ رہائی کے بعد آپ مصر آئے اور دس ماہ تک وہاں قیام کیا۔ پھر سوئٹزرلینڈ، امریکہ اور فرانس کا سفر کر کے اسکندریہ کو واپس تشریف لے گئے۔

قرۃ العین

''نکتہ الکاف'' میں لکھا جا چکا ہے کہ واقعہ بدشت کے بعد زرین تاج قرۃ العین کو شہر نور میں بھیج دیا گیا تھا اور وہاں پہنچتے ہی اس نے تبلیغ اس سرگرمی سے شروع کر دی کہ علمائے اسلام کو شاہی امداد لینی پڑی۔ چنانچہ وہاں فریقین میں سخت لڑائی ہوئی۔ اور قرۃ العین گرفتار ہو کر سلطان ناصر الدین قاچار کے سامنے حاضر کی گئی۔ مگر جب اس نے شاہی دربار میں

ایک تبلیغی خطبہ دیا اور اپنے حسن و جمال کا جلوہ دکھایا۔ تو سلطان نے بے ساختہ کہہ دیا کہ ''این را مکشید که طلعتی زیبا دارد'' اسے قتل نہ کرنا کیونکہ یہ بہت ہی خوبصورت ہے مگر اس کو محتسب بلدہ محمد خان کے پاس نظر بند کر دیا گیا اور وہ بدستور تبلیغ میں مصروف رہی اور بابی لگاتار آتے تھے کچھ عرصہ کے بعد محتسب نے کہا کہ اگر تم اپنے پیر و مرشد باب کو ایک ہی دفعہ برا کہہ دو تو میں ابھی تم کو نجات دلا سکتا ہوں مگر اس نے نہ مانا۔ دوسرے دن بادشاہ کے دربار میں پیش کی گئی تو جاتے ہی تبلیغی خطبہ دینا شروع کر دیا جس میں اپنے تمام عقائد کا خاکہ کھینچ کر سامنے رکھ دیا۔ کہ مشیت اولی آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی۔ رفتہ رفتہ تمام انبیاء میں ظاہر ہوتی رہی۔ اور آج میں اسے باب کے چہرہ میں دیکھ رہی ہوں۔ اس پر سلطان نے قتل کا حکم جاری کر دیا تو اخیر اگست ۱۸۵۲ء میں قتل کر کے بستان ایلخانی میں ایک ویران کنوئیں کے اندر اس کی لاش پھینک دی گئی اور اوپر اس قدر پتھر پھینکے گئے کہ لاش پتھروں میں دب گئی۔ کہتے ہیں کہ اس کا قتل یوں وقوع میں آیا کہ مرنے کیلئے دیدہ زیب لباس میں ایک باغ میں لائی گئی تھی تو اس کی زلفیں خچر کے دم سے باندھ کر خچر کو دوڑایا گیا تھا۔ مگر کوکب ہند ۲۲ نومبر ۱۹۲۹ء میں لکھا ہے کہ اس کو گلا گھونٹ کے مار ڈالا گیا تھا۔ قرۃ العین کی ادبی لیاقت کے چند اشعار ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔ جن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مدعی بروز محمدی نبی قادیان کی ادبی لیاقت مدعیٔ بروز فاطمہ قرۃ العین طاہرہ قزوینی کے سامنے کوڑوکا وزن رکھتی ہے۔ ؎

چہ نسبت خاک را با آسمان پاک

روایت ہے کہ ذیل کے اشعار میں قرۃ العین نے اپنے شیخ باب کو حضور ﷺ پر ترجیح دے کر جب سلطان کے سامنے تبلیغی خطبہ دیا تھا تو سلطان کو اسلامی غیرت نے آپے سے باہر کر دیا تھا اور فوراً حکم دے دیا تھا۔ کہ اسے مار ڈالو بڑی گستاخ ہے۔ بہرحال وہ اشعار تین

قصیدوں کی شکل میں ہدیہ ناظرین ہیں۔ تاکہ ان کو قادیانی اور ایرانی ادبیت کے توازن میں آسانی ہو۔

قصیدہ اول مشتمل بر درخواست رحم و اظہار شان باب

جذبات شوقک الجست بسلاسل الغم والبلا ۱ ہمہ عاشقان شکستہ دل کہ دہند جاں خود برملا[1]

معات وجھک اشرقت بشعاع وجھک اعتلی ۲ زچہ رو الست بربکم نزنی؟ بزن کہ بلی بلی

اگر آں صنم زسر ستم پئے کشتن من بیگناہ ۳ لقد استقام بسیفہ فلقد رضیت بما رضی

[illegible] قاتل از مئے وشہدی پئے مرد عابد و زاہدی ۴ چہ کنم کہ کافر و جاحدی زخلوص نیت اصطفا[2]

تو و ملک و جاہ سکندری من و رسم و راہ قلندری ۵ اگر آں خوش ست تو درخوری اگر ایں بدست مرا سزا

بجواب طبل الست تو زولا چو کوس بلی زوند ۶ ہمہ خیمہ زد بدر دلم سپہ غم و حشم و بلا

چہ شود کہ آتش حیرتے زنی ام بقلہ طور دل ۷ فصککتہ و دککتہ مندکدکا متزلزلا

پئے خوان دعوت عشق او ہمہ شب زخیل کرو بیاں ۸ رسد ایں صفیر مہیمنے کہ گروہ غمزدہ الصلا

بلہ اے گروہ امامیان بکشید ولولہ رامیاں ۹ کہ ظہور دلبر ما عیاں شدہ فاش و ظاہر و برملا

گر تاں بود طمع بقادر تاں بود ہوس لقا ۱۰ ز وجود مطلق مطلقا بر آں صنم بشوید لا

علامت زقدس بشارتے کہ ظہور حق شدہ برملا ۱۱ بزن اے صبا تو بحشرش بگروہ زندہ دلاں صدا

بلہ اے طوائف منتظر زعنایت شہ مقتدر ۱۲ مہ مستتر شدہ مشتہر متبھیا متھللا

دو ہزار احمد مجتبے از بروق آں شہ اصفیا ۱۳ شدہ مختفی شدہ در خفا متلد قرا متزملا

تو کہ فلس ماہئے حیرتی چہ زنی زبحر وجود دم ۱۴ بنشیں چو طاہرہ و مبدم بشنو خروش نہنگ لا

---

[1] بردوالا [2] اصفیا [3] بلہ اے گروہ عمائیاں بکشید صہلہ ولا۔

قصیدہ طاہرہ دوم

طلعات قدس بشارتی کہ جمال حق شدہ برملا ۱ بزن اے صبا تو بساحتش بگرو و غمزدگان صلا

شدہ طلعت صمدی عیاں کہ بپا کند علم بیاں ۲ زگمان و وہم جہانیاں جبروت اقدس اعتلا

بسریر عزت و فخر شان بنشستہ آں شہ بے نشاں ۳ بزد آں صلا بلا کشاں کہ گروہ مدعی الولا

چو کسے طریق مراد و کشش ندا کہ خبر شود ۴ کہ ہر آنکہ عاشق من شود زبد زمحنت و ابتلا

کسی از نکر د اطاعتم نگرفت حبل ولایتم ۵ کشمش بعید زساحتم دہمش قہر بلا

صمدم ز عالم سرمدم احدم زشیع اوحدم ۶ بے اہل افدہ آمدم ھدمھم الینا مقبلا

قبسات نار مشیتی نادت الست بر بکم ۷ بگذر بساحت قدسیاں بشنو صفیر بلی بلی

منم آں ظہور بمستی منم آں نبیت بے منی ۸ منم آں سفینۂ ایمنی ولقد ظہرت مجلجلا

شجر مرقع جاں منم ثمر عیاں ونہاں منم ۹ ملک الملوک جہاں منم ولی البیان وقد علا

شہدائے طلعت نار من بدوید سوئے دیار من ۱۰ سر و جاں کنید نثار من کہ منم شہنشہ کربلا

بزنید نغمہ زہر طرف کہ زوجہ ماطلعت ماعرف ۱۱ رفع القناع وقد کشف ظلم اللیال قد انجلی

برسید با سپہ طرب صمی عجم صمدی عرب ۱۲ بدمید شمس بدے غرب بدوید الیہ مھرولا

فوران نار زارض فا نوران نور زشہر طا ۱۳ ظہران روح زشطرھا ولقد علا و قد اعتلا

طیران العماء تکفکفت ورق البہاء تصعصقت ۱۴ دیک الضیاء تذ ورقت متجملا متحلا

زظہور آں شہ آلہہ زالست آں مہ مالہ ۱۵ شدہ آلہہ ہمہ والہہ اتغنیات بلی بلی

بتموج آمدہ آں یمے کہ کمر بلاش بخرے ۱۶ متظہر الست بہر دے دو ہزار وادی کربلا

زکمان آں رخ پر ولہ زکمند آں مہ دلہ ۱۷ دو ہزار فرقہ وسلسلہ متفر فا متسلسلا

ہمہ موسیان کماکیش ہمہ عیسیان سماکیش ۱۸ ہمہ دلبران بقاکیش متولہا متزملا

بحر الوجود تموجت لعل الشہود تولجت ۱۹ صعق الحمود تلجلحت بلقائہ متجملا

ظلل جمال زطلعتش قلل جبال زرفعتش ۲۰ دول جلال زسطوتش متخشعا متزلزلا

والم از دو زلف سیاہ او زفراق روی چو ماہ او ۲۱ بتراب مقدم راہ او شدہ خون من متبلبلا

زغم تو ای مہ مہرباں زفراقت ای شہ دلبراں ۲۲ شدہ روح ہیکل جسمیاں متخففا متخلخلا

تو و آں تشعشع روئے خود تو و آں طلیع موئے خود ۲۳ کہ رسانیم تو بکوئے خود متسرعا متعجلا

من و عشق آں مہ خوبرو کہ چو زد صلائے بلی براو ۲۴ بنشاط و قہقہ شد فرو کہ انا الشہید بکربلا

بو شنید نا مرگ من بے وساز من شو برگ من ۲۵ فمشی الی مہرولا وبلی علی مجلجلا

تو آں نگار ستمگرم قدم نہاد بہ بسترم ۲۶ واذارایت جمال طلع الصباح کانما

زچہ چشم فتنہ شعار او زچہ زلف غالیہ بار او ۲۷ شدہ نافہ ہمہ ختن شدہ کافری ہمہ خطا

ہمراہ و زلف معلقی بے اسب وزین مغرقی ۲۸ ہمہ عمر منکر مطلقی زفقیر فارغ بے نوا

بگذر ز منزل ماو من بگزیں بملک فنا وطن ۲۹ فاذا فعلت بمثل ذا فلقد بلغت بما تشا

طلحت و صلک اوقدت حرات شرق فی الحشا ۳۰ زغمت بہ سینہ کم آتشی کہ شد زدو زبانہ کما تشا

بو شیخ زلف تو بے شکن گرہے فتادہ بکار من ۳۱ بگرہ کشائی زلف خود کہ زکار من گرہے کشا

ہمہ اہل مسجد صومعہ بے ورد صبح و دعائے شب ۳۲ من و ذکر طرہ و طلعت تو من الغداۃ الی العشا

قصیدہ طاہرہ سوم

مشتمل بر اظہار اشتیاق زیارت باب

کیونکہ اسکو مدت سے شیخ کی ملاقات نصیب نہیں ہوئی

گر بتو افتدم نظر چہرہ بچہرہ روبرو ۱ شرح دہم غم تر انکتہ بنکتہ موبمو

از پے دیدن رخت ہمچو صبا فتادہ ام ۲ خانہ بخانہ در بدر کوچہ بکوچہ کو بکو

دو ر دہان تنگ تو عارض عنبریں خطت ۳ غنچہ بغنچہ گل بگل لالہ بلالہ بو ببو

میر ود از فراق تو خون دل از دو دیدہ ام ۴ دجلہ بہ دجلہ یم بیم چشمہ بچشمہ جو بجو

مہر ترا دل حزیں بافتہ بر قماش جان ۵ رشتہ برشتہ نخ بنخ تار بتار پو بپو

در دل خویش طاہرہ گشت ونیافت جز ترا ۶ صفحہ بصفحہ لا بلا پردہ بپردہ تو بتو

یہ قصیدہ بھی چونکہ آمد کا بہترین نمونہ ہے۔اس لئے اس کا ترجمہ کر دینا بھی مناسب ہے کہ:

۱.....اے باب اگر میری نظر تیرے چہرہ پڑے اور ہم روبرو ہو کر ملاقات کریں۔تو میں اپنے غم کی تفصیل ذرہ ذرہ اور بال بال کر کے بتا دوں۔

۲.....آپ کا چہرہ دیکھنے کو باد صبا کی طرح در بدر کوچہ بکوچہ اور خانہ بخانہ پھر رہی ہوں۔

۳.....آپ کا تنگ حلقہ دار منہ غنچہ پر غنچہ نظر آ رہا ہے اور آپ کے رخسار گل لالہ نظر آ رہے ہیں اور آپ کے رخسار پر خط عنبریں (یعنی معطر ریش مبارک) خوشبو در خوشبو دے رہا ہے۔

۴.....آپ کے فراق میں میرا خون دل دونوں آنکھ سے اس کثرت سے جاری ہے کہ گویا دجلہ پر دجلہ ہے۔یا ندی پر ندی اور یا چشمہ پر چشمہ۔

۵.....میری دکھیا جان نے اپنے دل پر آپ کا عشق اور محبت تار تار تہ بہ تہ لپیٹ رکھا ہے۔

۶.....طاہرہ نے اپنے دل پر دہ پردہ ٹکڑہ ٹکڑہ ٹٹول ڈالا۔تیرے سوا اس میں کسی کو نہیں پایا۔

مختصر تواریخ بابیہ

”کوکب ہند“ نے جولائی ۱۹۳۱ء میں اپنے شیوخ کی سوانح عمری مختصر طور پر درج کی ہے۔جس کا خانہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

۱.....سید علی محمد باب نیر اعظم شیراز میں ۲۰ اکتوبر ۱۸۱۹ء پیدا ہوئے۔۳۰ مئی ۱۸۴۴ء کو دعویٰ کیا کہ میں ایلیا اور مہدی موعود ہوں۔۱۸۴۴ء سے ۱۸۵۰ء تک چھ سال کام کرتے

رہے۔آپ کی کل عمر ۳۱ برس تھی۔

۲.....ظہور اعظم بہاء اللہ حسین علی نوری ۱۲ نومبر ۱۸۱۷ء کو طہران میں پیدا ہوئے پہلے آپ نے ۱۸۵۳ء میں دعویٰ کیا۔پھر ۱۸۶۳ء میں اعلان کر دیا کہ میں وہ ظہور اعظم ہوں کہ جس کی بشارت تمام انبیاء نے دی تھی۔حکومت ایران وترکی نے بغداد سے قسطنطنیہ پہنچایا وہاں آپ چار مہینے رہے۔دسمبر ۱۸۶۳ء میں آپ کو ایڈریانوپل بھیج دیا گیا اور وہاں چار سال اور دو ماہ رہے۔۱۸۶۸ء میں بمقام عکہ (ملک شام) پہنچا دیئے گئے اور نظر بند رہے۔۲۸ مئی ۱۸۹۲ء کو وفات پائی (تبلیغی عمر ۳۹ سال ہوئی اور طبعی عمر ۷۵ سال)۔

۳.....غصن اعظم عبدالبہاء (عباس آفندی) ۲۳ مئی ۱۸۴۴ء کو پیدا ہوئے اور اخیر تک اپنے والد کے ہمراہ رہے والد کے وفات کے بعد گدی نشین ہوئے (عکا کی نظر بندی سے) ستمبر ۱۹۰۸ء میں حکومت ترکی نے رہا کر دیا۔اگست ۱۹۱۱ء میں یورپ کو روانہ ہوئے۔ستمبر ۱۹۱۱ء میں لندن پہنچے پھر پیرس گئے۔دسمبر میں مصر واپس آئے۔۱۹۱۲ء میں امریکہ گئے ۵ دسمبر کو گریٹ برٹن گئے۔لورپول،لندن،برسٹل،اڈنبرا پھرتے پھراتے پیرس میں واپس آگئے پھر سٹٹ گارٹ جرمنی میں گئے۔پھر بوڈاپسٹ (ہنگری) اور ڈین (دار الخلافہ آسٹریا) مئی ۱۹۱۳ء کو مصر اور ۵ دسمبر ۱۹۱۳ء کو حیفا پہنچے اور ۲۵ نومبر ۱۹۲۱ء کو ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔

۴.....قائد اعظم شوقی آفندی ربانی۔نواسہ اکبر جن کو عبدالبہاء نے حسب وصیت اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔آپ حیفا (فلسطین) میں رہے۔عربی،فارسی،ترکی،انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کے ماہر ہیں۔

تعلیمات

اسی رسالہ میں یہ تعلیمات شائع ہوئی ہیں۔ کہ خدا کے مظہر کا پہچاننا فرض ہے مظہر کی ملاقات خدا کی ملاقات ہے کیونکہ وہ خدا کا نائب ہے۔ حقیقت خداوندی ادراک سے باہر ہے۔ خدا کے مظہر اول ازاول سے ہیں اور آخر تا آخر رہیں گے۔ مظہر کے احکام پر چلنا واجب ہے۔ کیونکہ ایمان واعمال لازم ملزوم ہیں۔ جس طرح انسان مختلف لباس بدلتا ہے اسی طرح مصلحت وقتی سے دین الٰہی بھی مختلف رنگ بدلتا رہا ہے۔

اس لئے وحدت ادیان کا عقیدہ فرض ہوگا۔ یہ نہ کہو کہ میرا دین اچھا ہے اور تمہارا برا۔ سب پیغمبر اور اوتار ایک ہیں سب میں ایک ہی روشنی ہے۔ فانوس مختلف ہیں۔ تم روشنی دیکھو فانوس کی رنگت کے عاشق مت ہو۔ اب بھی اگر کوئی نبی آجائے تو اسے بھی تسلیم کرلو۔ بنی نوع انسان سب مساوی ہیں۔ ایک ہی کنبہ کے آدمی ہیں۔ زن ومرد میں روح مساوی ہے اس لئے تعلیم وتربیت اور مال میں بھی زن ومرد کے حقوق مساوی ہوں گے۔ بچوں کی تعلیم ابتدائی جبریہ ہے۔ ورنہ ان کو جاہل رکھنا قتل کرنے کے برابر ہوگا۔ اور یہ گناہ قابل معافی نہیں۔ عبادت کی طرح کاروبار کرکے مال دولت حاصل کرنا بھی فرض ہے۔ کیونکہ کسب مال عین عبادت ہے، اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے۔ گداگری کو بند کرو کیونکہ وہ تباہ کن بلا ہے۔ اور افلاس قہر الٰہی ہے۔ محتاج لوگوں کے لیے محتاج خانہ تیار کرو۔ جس میں ان کی پرورش کا انتظام ہو۔ تعصب مذہبی نے فساد قائم کیا ہوا ہے۔ اور ناجائز کاموں کو حلال کردیا ہوا ہے۔ اسے چھوڑ دو۔ قومی، نسلی، وطنی، سیاسی، رنگ وزبان کا، رسم ورواج کا، شکل اور لباس اور اس قسم کے تمام تعصب چھوڑ کر ایک بن جاؤ۔ سب کی زبان اور خط ایک ہونا ضروری ہے۔ اس لیے اس پرنتو زبان جو اسی مقصد کیلئے بنائی گئی ہے سیکھنا ضروری ہے۔

مزدوروں کو سرمایہ داروں میں حصہ دار بناؤ۔ کیونکہ سرمایہ داری کا تعصب بہت خطرناک ہے۔ غریب مالداری حاصل کریں اور مالدار ان کو مالدار بنانے میں کوشش کریں۔ محکمہ ...ے قائم کرو۔ جس میں مختلف مذاہب کے فیصلے ہوا کریں۔ گاؤں کے نمائندے تحصیل میں آئیں وہاں سے انتخاب ہوکر ضلع میں جائیں پھر وہاں سے انتخاب ہوکر صوبہ میں جائیں پھر وہاں سے انتخاب پاکر صدر مقام پر جائیں۔ اور یہاں ہر ایک ملک کے نمائندے منتخب ہوکر مجلس بین الاقوام قائم کریں۔ اس کے فیصلے تمام اقوام کے لئے ناطق ہوں۔ تبلیغ مذہب میں تشدد نہ کرو۔ اگر کوئی نہیں سنتا تو اس کے حق میں دعا کرو ورنہ چھوڑ دو اور لعن طعن نہ کرو۔ کیونکہ یہ بہت برا ہے جنگ وجدال تو شیطان سے بھی نہ کرو۔ اپنے مذہب کا نمونہ بن کر تبلیغ کرو۔ جنگ کو قانون سے منع کرو، جنگ سے نہ روکو، کیونکہ خون کا دھبہ خون سے صاف نہیں ہوتا۔ تبلیغ کی راہ میں تکلیف پہنچے تو صبر کرو۔ شروع بلوغ سے نماز روزہ فرض ہے۔ بیمار اور بوڑھوں کو معاف۔ مریض، مسافر، حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں روزہ نہ رکھیں۔ کسی انسان کے ہاتھ نہ چومو اور نہ ہی کسی کے سامنے اپنی برائیوں کا اظہار کرکے توبہ کرو۔ سونے چاندی کے برتن استعمال کرسکتے ہو۔ اور کھانے میں ہاتھ ڈال کر نہ کھاؤ اور صفائی وپاکیزگی برتو۔ صبح وشام خدا کی آیات اس قدر پڑھو کہ تم پر بوجھ معلوم نہ ہو۔ منبر پر نہ چڑھو۔ جو تمہارے سامنے آیات تلاوت کرے اور اس کو کرسی پر بٹھاؤ جو تخت پر رکھی ہوئی ہو اور باقی کرسیوں پر تم بیٹھو۔ بردہ فروشی بند کرو۔ وہ علوم اور زبان حاصل کرو جن سے روحانی یا جسمانی فائدہ ہو اور وہ علم نہ پڑھو جو حروف سے شروع ہوکر حروف پر ختم ہو جاتے ہیں۔ نئے موجد اور مفید کام کرنے والوں کی عزت تم پر فرض ہے۔ بحث ومناظرہ اور لفظی جنگ وجدال میں نہ پڑو۔ ریاکاری کی عبادت مقبول نہیں ہوتی۔ سننے والا بے رخی کر

ے تو نہ ستاؤ۔ موت فنا کا نام نہیں بلکہ نقل مکانی کا نام ہے۔ مرنے کے بعد فوراً اجزا منتشر ہو جاتے ہیں
جاتی ہے اور روح کو اسی وقت ایک باقی رہنے والی شکل دی جاتی۔ کسی دور دراز زمانہ کا امتحان
نہیں رہتا۔ موت کے بعد آرام پانا جنت ہے اور تکلیف میں رہنا دوزخ ہے۔ ان کا باعث
اعمال نیک و بد ہیں اور امر حق پر ایمان لانا یا انکار کرنا تو گویا ابھی سے جنت و دوزخ شروع
ہیں۔ مظہر الٰہی (نبی جدید) کا پیدا ہونا قیامت ہے۔ اس پر ایمان لانے والے اپنی قبروں
سے نکلنے والے ہیں۔ ندائے تبلیغی صور (قرنائے قیامت) ہے شریعت اول کا رفع
ہو جا کر آسمان کا ٹوٹ جانا ہے اور نئی شریعت کا اجراء نیا آسمان ہے۔ پہلے نبی کی روشنی کم
ہو جانا سورج کی سیاہی ہے اور نور روایت کا روپوش ہو جانا چاند کی سیاہی ہے۔ علمائے امت
کی گمراہی ستاروں کا ٹوٹنا ہے۔ احکام شریعت کی منسوخی سلطنتوں کے بربادی اور بڑوں کی
پستی پہاڑوں کا اڑنا۔ مظہر امر پر ایمان لانے والے کامیابی کے جنت میں داخل ہوتے ہیں
اور سرتابی کرنے والے ناکامی کے دوزخ میں رہتے ہیں۔ اور یہی حساب کتاب ہے خدا کا
عدل میزان ہے۔ نئی شریعت پل صراط ہے۔ جس سے لڑکھڑانا جہنم میں جانا ہے۔ قیامت
کی یہی حقیقت ہے باقی سب اوہام ہیں۔ اسی قسم کی قیامت صغریٰ ہر نبی کے وقت ہوتی رہی
ہے۔ مگر قیامت کبریٰ جس میں اب ہم جا رہے ہیں واقع ہو چکی ہے کیونکہ باب اعظم نے
دعویٰ کیا تھا۔ تو نفخہ اولی اور پہلا صور پھونکا گیا تھا اور بہاء اللہ نے امر اللہ کا اعلان کیا تھا۔ تو
دوسرا صور پھونکا گیا تھا۔ جو کلام الٰہی اب نازل ہوا ہے اس میں بار بار اس کو دہرایا گیا ہے۔
خدا کے مظہر کا دیدار خدا کا دیدار ہے۔ کیونکہ وہ آنکھوں سے دیکھا نہیں جا سکتا۔ چنانچہ بہاء
اللہ کی ہستی جلوہ گاہ الٰہی ہے۔ ایمان سے جلوہ نظر آتا ہے۔ انکار سے نظر نہیں آتا۔ قیامت کو
جس ہیکل میں ظہور خداوندی لکھا ہے وہ ایسا مقام ہے جو کسی نبی کو نہیں ملا۔ اور ظہور نبی یا

الٰہی رسول کے لقب سے ملقب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ دور نبوت حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو چکا
ہے اور اس دور جدید کے متعلق یہ حکم ہے کہ ھذا یوم اللہ لا یذکر فیہ الا ھو یہ خدا کا دن
ہے اس میں اس کے سوا کسی کا ذکر نہیں۔ حضرت بہاء کا قول ہے کہ اس مقام پر وجود انسانی
بالکل بے نام و نشان ہے اور یہ مقام فنا فی النفس اور بقا باللہ کا مقام ہے۔ کوکب ۸ ستمبر ۱۹۲۹ء
میں ہے کہ یہود و نصاریٰ اور ہنود کے معابد میں جاؤ کیونکہ سب کا دین ایک ہی ہے اندھی
تقلید چھوڑ دو کیونکہ اس سے دل مرجاتا ہے اور نور تحقیق جاتا رہتا ہے۔ سلسلہ روایات آج
سے بند ہے کیونکہ اس سے انتظام معاشرت میں خلل پڑتا ہے اور دھڑے بندی پیدا ہوتی
ہے۔ گندہ دہانی اور بدزبانی تحریری و تقریری قطعاً بند ہے۔ بعثت محمدی اس طرح پر ہے کہ
ولئن قلت إنکم مبعوثون ای بعثتم (ھود)، ءاذا متنا و کنا ترابا ءانا لفی خلق
جدید (رعد)، بل ھم فی لبس من خلق جدید، نفخ فی الصور..... جاء ت
کل نفس (زمر)، لوگوں سے کہا گیا کہ تم نئی نبوت کے دور میں ہو تو انہوں نے کہا کہ ہم پر
جادو چلایا گیا ہے۔ کہا کہ جب ہم موت غفلت سے مر چکے ہیں تو کیا نئی نبوت کی ہستی میں
ہم کو دھکیل دیا گیا ہے۔ نہیں نہیں ان پر یہ امر ابھی تک مشتبہ رہا ہے۔ حالانکہ نفخ صور ہو چکا
اور ہر ایک نفس حاضر ہو چکا ہے۔ بعثت بہاء یوں ہے کہ قال محمد ﷺ ان لکم یوم
الفصل. قال المسیح یحیی ابن ادم فی جلالہ ویجزنی کلا باعمالہ (متی)
الملائکۃ یجمعون للکفرۃ فی النار ویلتمع الصادقون فی الملکوت
کالشمس (متی) قال بطرس ھو زمان البھجۃ والنضارۃ ای دور البھا
وظھور الذی ذکرہ الانبیاء ھو ظھور البھاء۔

امراض اختلاف کا علاج ضروری ہے تا کہ صحت وحدت حاصل ہو گو اختلاف

طبائع سے اختلاف رائے کا ہونا ضروری ہے مگر یہ اختلاف رائے خدا تعالیٰ کو صرف اس حد تک منظور ہے کہ ان میں جنگ و جدال پیدا نہ ہو ورنہ وہ سب اہل نار ہوں گے۔ بیان وحکمت کی تلوار نکال کر خدا کی راہ میں جہاد کرو کیونکہ لوہے کی تلوار سے گلے کٹتے ہیں اور اس سے کٹے ہوئے گلے درست ہو جاتے ہیں۔ اس لئے قتال مطلقاً حرام ہے، خواہ تلوار سے ہو یا قلم اور زبان سے ہو، لان اللہ یقول ان اللسان لذکری لاتلوثوہ بالمنکرات والتکفیر والتلعین والشتم والجدال والقتال۔ کوکب ۲۸ ستمبر ۱۹۲۷ء میں لکھا ہے کہ لوگوں کے درمیان مال تقسیم کرو اور وارث کی ترتیب میں وسعت دے کر تمام وارثوں پر مال تقسیم کیا جائے اور جو اس مال متروکہ پر سود حاصل ہو وہ فقراء اور مساکین کی معین تعداد پر تقسیم کیا جائے۔ نئی تحریک جب پیدا ہوتی ہے تو یوں سمجھو کہ خدا تعالیٰ اپنا کوئی نیا مظہر پیدا کرنا چاہتا ہے۔ جس کو نبی کہا جاتا ہے اور جس کا کام یہ ہے کہ وحشیت سے نکال کر دنیا کو بام ترقی پر پہنچائے۔ وعظ کر کے مال مت کماؤ کیونکہ ایسی کمائی بالکل حرام ہو چکی ہے اور کمائی کر کے پیٹ پالنا واجب ہو چکا ہے۔ عورتوں کو فلسفہ، تاریخ اور زبانی کے علوم پڑھانے میں بہت زور دیا جائے اور کوشش کی جائے کہ ”قرۃ العین“ کے مرتبہ پر پہنچ جائیں جس نے برقعہ اتار کر کمال دلیری کے ساتھ اپنے تبلیغی مناظروں میں مخالفین کو نیچا دکھایا تھا۔ کثرت ازدواج سے روکا جائے۔ منگنی کی رسم یوں ادا کی جائے کہ فریقین کو کچھ روز آزادی دی جائے تاکہ وہ ایک دوسرے کے حسن و قبح پر اطلاع پاسکیں۔ نکاح کے لئے صرف یہی لفظ کافی ہیں کہ (نَحنُ رَاضُونَ بِمَا رَضِیَ بِهِ اللّٰهُ) ”ہم خدا کی مرضی پر راضی ہیں“ صرف اتنا کہنے سے نکاح بندھ جائے گا۔ طلاق بالکل حرام ہے۔ ضرورت پڑے تو ایک سال تک یہ معاملہ زیر غور رہے تو پھر اگر رضامندی ہو جائے تو فبہا ورنہ خود بخود طلاق ہو جائے گی۔ یہ امر پایہ

یقین تک پہنچ چکا ہے کہ دنیا کی کوئی ابتدا نہیں ہے اگرچہ ہر ایک قسم کی خاص خاص مخلوقات کی ابتداء ضرور ہے مگر عام مخلوقات کی کوئی ابتدا نہیں ہے۔ ورنہ یہ لازم آئے گا کہ خدا کو کسی وقت اس حالت میں مانا جائے کہ وہ ہے اور مخلوق نہیں تو خلق کی صفت منتفی ہونے سے خود خدا کی نفی ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کے صفات بعینہ اس کی ذات ہیں اس لیئے صفات کی نفی سے ذات کی نفی ہو جائے گی۔ مظہر الٰہی کی شعاع کا حاصل کرنا دنیا میں جنت ہے اور اس سے محروم رہنا دوزخ ہے۔ جن کو قرب الٰہی حاصل ہے ان کی شفاعت ہوگی۔ کیونکہ اس دنیا میں گنہگار توبہ سے ترقی پاتا ہے اور دوسری دنیا میں کسی کی سفارش سے کمال تک پہنچ سکتا ہے۔ انسان بننے سے بڑھ کر کوئی کمال نہیں ہے مگر انسانیت کے مدارج بے شمار ہیں۔ بہائی مذہب کی جنتری میں انیس انیس دن کے انیس مہینے ہوں گے۔ جن کے نام یہ ہیں: (۱) بہاء (۲) جلال (۳) جمال (۴) عظمۃ (۵) نور (۶) رحمۃ (۷) کلمات (۸) کمال (۹) اسماء (۱۰) عزۃ (۱۱) مشیۃ (۱۲) علم (۱۳) قدرۃ (۱۴) قول (۱۵) مسائل (۱۶) شرف (۱۷) سلطان (۱۸) ملک (۱۹) عطاء۔ تمام الہامی کتابیں حق ہیں خواہ کسی مذہب کی ہوں۔ قدیم زمانہ کی آسمانی کتابوں میں مجاز اور استعارہ بہت استعمال کیا گیا ہے۔ جناب بہاء نے بھی اپنے الواح میں مجاز و استعارہ بہت استعمال کیا ہے۔ تو جو لوگ غور نہیں کرتے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ بہائی مذہب کے اصول فطرت انسانی پر مبنی ہیں۔

سورہ احزاب اور سورہ آل عمران میں مذکور ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے عموماً اور حضور ﷺ سے خصوصاً یہ عہد لیا گیا ہے کہ ایک نبی (بہاء اللہ) آنے والا ہے اس کی تصدیق کرنا تم پر لازم ہے۔ ہر ایک نبی کے لئے ایک مدت مقرر ہوتی ہے اور جب دوسرا آتا ہے تو اس کی شریعت منسوخ ہو جاتی ہے اور یہ سلسلہ ہمیشہ کیلئے جاری رہے گا۔ شریعت محمدی کا دور

دورہ بہاء اللہ کے آنے سے ختم ہو گیا ہے۔ دور محمدی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ دوسرے انبیاء کے زمانہ میں نبی غیر تشریعی آتے رہے ہیں۔ یحکم بھا النبیون مگر دور محمدی میں کوئی نبی نہیں آیا(لَانَبِیَّ بَعْدِیْ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ فَسَیَکُوْنُ خُلَفَاء. سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ کُلُّهُمْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِیُّ اللہ) سورہ آل عمران وسورہ احزاب میں دونوں میثاق تصدیق کے لئے مذکور ہیں، یہ نہیں کہ ایک تو تصدیق کے لئے ہو اور دوسرا تبلیغ کے لئے کیونکہ مشہور ہے کہ القرآن یفسر بعضه بعضا قرآن شریف اپنی مختصر عبارتوں کو خود ہی مفصل عبارتوں سے حل کر لیا کرتا ہے۔ اس لئے اگر ایک آیت میں میثاق کا ذکر مختصر ہے۔ تو دوسری آیت اس کی تشریح کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ جب یہ قاعدہ ہے کہ تبلیغ اور تصدیق لازم وملزوم ہوتے ہیں تو یہ فرق کرنا کہ ایک میثاق تبلیغ ہے اور دوسری میں میثاق تصدیق بالکل بے سود ہوگا۔ کوکب ۲۷ ستمبر ۱۹۲۹ء میں ہے کہ وضع قانون عوام کا حق ہے، بچپن میں نکاح نہ کرو، جناب بہاء اللہ نبی نہ تھے کیونکہ نبوت کا دور آدم سے شروع ہو کر محمد ﷺ خاتم النبیین تک ختم ہو چکا ہے اور اب دور بہائی ہے جس میں امر اللہ ظاہر ہوا ہے اور یہی یوم عظیم ہے خدا نے ہیکل بہاء میں اپنا ظہور کیا۔ (بلا حلول و بروز) جس طرح وادی مقدس میں ایک درخت پر ظہور کیا تھا۔ اور اسی ظہور کی طرف ان آیات میں اشارہ بھی ہے کہ یوم یاتی اللہ، وجوہ یومئذ ناضرة الی ربها ناظرة (القیامہ) اس لئے جناب بہاء مظہر الٰہیہ تو نہیں ہیں بلکہ مظہر اللہ ہیں جس کی خبر پہلے انبیاء دے چکے ہیں۔ جب انسان کہتا ہے کہ میں مجروح ہوں تو اس سے مراد جسمانی حالت ہوتی ہے۔ جب کہتا ہے کہ میں خوش ہوں تو اس کا تعلق روح سے ہوتا ہے اور جب کہتا ہے انی اوحیت کذا وکذا میں نے فلاں کی طرف وحی بھیجی ہے تو اس وقت اس فقرہ کا تعلق ذات باری سے ہوگا جیسا کہ قرآن

مجید میں ہے وما رمیت...... بل هو قول رسول کریم۔ ''کتاب اقدس'' صفحہ ۳۰ میں ہے کہ ان السجدة کانت لحضرة الغیب ولا یجوز السجدة لهیکل الظهور والا فتوبوا ان اللہ غفور رحیم. اگر ہیکل ظہور کو سجدہ کیا جائے تو وہ درحقیقت ذات باری کو سجدہ ہوتا ہے۔ ورنہ صرف ہیکل کو سجدہ نا جائز ہوگا۔ بہاء اللہ کے بعد مظہر ثانی آیات بینات لے کر ایک ہزار سال بعد آئے گا تو اس وقت تعلیمات بہائیہ کی طرف لوگ خود بخود متوجہ ہو جائیں گے اور تمام فیصلہ جات بیت العدل سے کرائیں گے جو اسی کام کے لئے بنایا گیا ہوگا۔ تم انبیاء کو تسلیم کرو مگر احکام وہی واجب التعلیم سمجھو جو بہاء اللہ نے جاری کئے ہیں۔ رسالہ ''پیام اسلام'' جالندھر ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۱ء میں عبدالحق عباس مدیر رسالہ ہذا اور احکام بھی لکھتے ہیں کہ واحد کے اعداد ۱۹ ہیں اس عدد کو قائم رکھتے ہوئے لکھا ہے کہ جو شخص کسی کو ایک قدم کا سفر بھی جبراً کرائے یا بلا اجازت اس کے گھر میں داخل ہو جائے یا اس کا مال بلا اجازت اپنے قبضہ میں کرلے تو انیس روز اس کی بیوی اس پر حرام رہے گی۔ جو شخص کسی کو ایک سال تک ستاتا رہے وہ اپنی ایذا رسانی سے باز آجائے ورنہ ۱۹ دن اس پر اپنی بیوی حرام ہو جائے گی۔ توبہ کرے تو بہتر ورنہ جس کو ستاتا ہے اسے ۱۹ مثقال سونا دینا ہوگا۔ جو شخص کسی کو حبس میں رکھے تو اس کی بیوی ہمیشہ کیلئے حرام ہو جائے گی تو پھر اگر اس بیوی کو اپنے گھر لانا چاہے تو ۱۹ ماہ تک فی ماہ انیس انیس مثقال جرمانہ ادا کرے، ورنہ وہ ایمان سے خارج کر دیا جائے گا اور کبھی داخل نہ ہوگا۔ اور نہ ہی توبہ منظور ہوگی۔ ''کتاب اقدس'' میں لکھا ہے کہ انیس آدمیوں کی ضیافت ۱۹ روز کرو۔ اگرچہ تمہارے پاس کچھ بھی نہ رہ جائے۔ ایسے کپڑے نہ پہنو کہ جن سے تمہارے بچے ڈر جائیں۔ غیر کا خط نہ پڑھو اور نہ دیکھو۔ جس زبان میں خط لکھا ہوا ہو اسی زبان میں جواب لکھو۔ بھول جاؤ تو آسان زبان میں لکھو۔ جو خط کا جواب

نہیں دیتا یا اسے پھینک دیتا ہے وہ مذہب سے خارج ہوگا۔ بھیک مانگنا حرام ہے اور بھیک مانگنے والوں کو دینا بھی حرام ہے۔ شادی کے موقع پر ریشم کے سوا دوسرا کپڑا نہ پہنو۔ مسکرات سے کنارہ کشی فرض ہے چہرہ کو بال سے صاف رکھو تا کہ فطرتی خوبصورتی سے بڑھ جاؤ۔ پردہ اٹھادو اور عورتوں کو وہاں لے جاؤ۔ جہاں تم جاتے ہو تا کہ وہ بھی قوم کی رہبری کریں۔ (یہ مسائل بھی ان کی طرف منسوب ہیں) کہ نو رکعت نماز فرض ہے۔ دو صبح، دو مغرب اور پانچ پچھلی رات کو۔ نماز جنازہ چھ رکعت ہے۔ نماز کسوف وخسوف منسوخ ہیں۔ نماز جنازہ کے سوا جماعت کی ضرورت نہیں۔ عید نوروز کا روزہ فرض ہے۔ راگ سننے میں کوئی حرج نہیں۔ خروج منی سے غسل واجب نہیں، کوئی چیز نجس نہیں، مشرک بھی نجس نہیں، میت کو ریشم کے پانچ کپڑوں میں لپیٹو یا کم از کم ایک میں۔ مہینے میں کم از کم ایک دفعہ ضیافت ضرور کرو اگرچہ پانی ہی سے ہو۔ میت کو اتنی دور نہ لے جاؤ کہ گھنٹہ سے زائد وقت لگ جائے وضو اور سجدہ معاف ہیں۔ بہاء اور جلال میں عید کرو۔ ''ابیان'' کے سوا کوئی مذہبی کتاب نہ پڑھو۔ نماز جمعہ حرام ہے نکاح میں والدین سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ روزے ۱۹ ہیں۔ قبلہ عکاء ہے۔ ''البیان'' قرآن سے افضل ہے۔ بیت اللہ شریف گرا کر شیراز میں مکان خرید سکتے ہو۔ مردے کو سونے کی انگوٹھی اور ہیکل پہناؤ۔ ''کتاب مبین'' میں ہے کہ اگر بہاء نہ ہوتا تو کوئی صحیفہ آسمانی نازل نہ ہوتا کیونکہ آپ سلطان الرسل اور محبوب رب العلمین ہیں۔ گالیاں دینے والے کو ۵۰ مثقال جرمانہ لگاؤ۔ ہر ایک شہر میں بیت العدل قائم کرو تا کہ تعلیم عم ہو۔ (کوکب ۹ مارچ ۱۹۲۲ء میں ہے کہ) یہودی کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی کو سانپ بنایا۔ من وسلویٰ اتارا اور ہاتھ سے روشنی نکالی۔ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردہ زندہ کئے، مادر زاد اندھے بینا کئے، کوڑھیوں کو اچھا کیا، سمندر کو

اشارہ دکھائی تو ساکن ہوگیا اور خود قبر سے زندہ ہوکر نکلے۔ اور مسلمان کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے چاند دو ٹکڑے کیا، براق پر سوار ہوئے، رفرف پر چلے اور گوہ اور پتھر سے کلام کیا اور کلمہ توحید کہلوایا۔ مگر یہ معجزہ نہیں ہے بلکہ معجزہ یہ ہے کہ اپنے دعاوی میں دشمنوں پر فتح حاصل کی جائے۔ جیسا کہ بہاء اللہ نے کر دکھایا ہے۔

(کوکب ۷ امارچ ۱۹۱۱ء) میں ہے کہ انسان کی روحانی ترقی ہفت عالم میں ہوتی ہے (جس کو ہفت منزل، ہفت کبر، ہفت آسمان شہر یا ہفت درجات بھی کہتے ہیں) گویا یوں سمجھو کہ انسان کی روح پر گنڈھے کی طرح سات پردے آئے ہوئے ہیں۔ جوں جوں پردے اترتے ہیں الوہیت کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے تو پہلی دنیا ''عالم ناسوت'' ہے جس میں کھاتا پیتا ہے اور مرتا جیتا ہے اس کے بعد دوسری دنیا ''عالم مثال'' ہے اس میں اس کو وہ شفاف اور نورانی جسم دیا جاتا ہے جو اس وقت بھی اس کے اندر پوشیدہ طور پر موجود ہے مگر زندگی کے بعد موت آنے پر جب بیرونی جسم چھوڑتا ہے تو اب ''عالم مثال'' کے نورانی جسم کے اندر روح رہنے لگتی ہے تیسری دنیا ''عالم روح'' ہے۔ جب انسان یہاں پہنچتا ہے تو دنیاوی تعلق نہیں رہتے اور بجلی کی طرح تمام دنیا کی سیر کرسکتا ہے اور دریافت کرنے میں اس کو کسی عضو یا آلہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ چوتھی دنیا ''عالم نور'' ہے۔ جس میں پہنچ کر ''جمال الٰہی'' کے نور میں غرق ہوجاتا ہے۔ پانچویں دنیا ''عالم صفات'' ہے اس میں خدا کا چہرہ دیکھتا ہے۔ چھٹی دنیا ''عالم حرارت'' ہے جس میں الوہیت کی گرمی محسوس کرتا ہے گویا یوں سمجھو کہ الوہیت کے دروازے پر بیٹھا ہوا ہے۔ ساتویں دنیا ''عالم اختلاط'' ہے اس میں انسان اور خدا آپس میں مل جاتا ہے اور اپنی شخصیت بھی ضائع نہیں کرتا جیسے کہ لوہا آگ میں اپنی شخصیت قائم رکھتے ہوئے آگ بن جاتا ہے ان سات دنیا کی سیر زندگی میں ہی ہوسکتی

ہے۔ بشرطیکہ کسی نبی وقت کی تابعداری کی جائے۔ روح شیشہ ہے جس پر غبار پڑا ہوا ہے تم اسے صاف کر کے ملکوت کی دریافت پر قادر ہو سکتے ہو۔ عبدالبہاء کا قول ہے کہ اگر تم انبیاء کی پیروی نہیں کرو گے تو ہم کہیں گے کہ تم ان کو مانتے ہی نہیں۔ بحوالہ مذکور ''کتاب مبین'' ص ۶۷ میں ہے کہ کیا لوگوں نے ہم کو اس لئے نظر بند کیا کہ ہم تجدید دین کیلئے کھڑے ہوئے تھے؟ اگر تجدید قابل اعتراض تھی تو انجیل یا تورات کو کیوں چھوڑ دیا تھا؟ اگر تجدید جرم تھا تو ہم سے پہلے خود حضور ﷺ اس کے مرتکب ہو چکے ہیں اور آپ سے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام بھی اس جرم میں ملوث ہو چکے ہیں۔ اگر اعلائے کلمۃ اللہ جرم ہے تو ہم سب سے اول اس جرم کے اقبالی ہیں۔ تجدید شریعت کے منکر یہ آیات تلاوت فرمائیں۔ ما یاتیھم من ذکر محدث..... قالوا ید اللہ مغلولۃ (ای یبخل فی تجدید الشرائع) یمحو اللہ مایشاء.. یفعل اللہ مایشاء..... لاتبدیل لکلمت اللہ..... مانفدت کلمات اللہ..... عندہ ام الکتاب۔ جو شخص ''کتاب اقدس'' یا ''ایقان'' اور ''کتاب مبین'' یا ''بیان'' کو معترضانہ حالت میں پڑھے گا نقصان اٹھائے گا۔ لایزید الظلمین الاخسارا۔ اور جو شخص صدق دل سے پڑھنا چاہے تو اس پر فرض ہے کہ پہلے اپنا دل صاف کرے تاکہ اس میں معارف کی تصویر صحیح طور پر آسکے ورنہ ہاتھ بھی نہ لگائے۔ ظہور بہاء کی طرف اس قسم کی آیات میں اشارہ ہے۔ ففزع من فی السموات.. کل اتوہ داخرین.. وجوہ یومئذ ناضرۃ.. وجوہ یومئذ باسرہ.. انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون (نکتۃ الکاف صفحہ ۲۰۵ میں ہے کہ) واقعہ کربلا کو واقعہ مازندران نے مٹا دیا ہے کیونکہ مقابلۃً اس میں وہ مصائب پیش آئے ہیں جو اس میں نہیں تھے کیونکہ

اول اہل کربلا را بہشت نشان دادند وایشاں را مجال چون وچرا نبود۔ دوم قتیل

اوشان گفت اورکی یا ابا عبداللہ پس ملاطفت نمودز وایشاں دیدند کہ سید الشہداء را حضرت قدوس با سر عصا پرت دادند۔ سوم اسیری زنان اوشان بعد ممات بود واسیری زنان ایشاں در حیات۔ چہارم اوشاں را غربت دہ روز بود وایشاں را غربت نہ ماہ پنجم اوشاں را قتال با اعداء یک شب ونصف روز بود وایشاں را نوزدہ روز۔ ششم اوشاں راسہ شبانہ روز نعش با صحرا بود وزنان بنی اسد دفن نمودند وایشاں را دفن نہ نمودند۔ ہفتم اوشاں را در لشکر اعدا ہفتاد ہزار حامل قرآن بودند وایشاں را کسے حامل قرآن در لشکر اعدا نبود۔ ہشتم مردان اوشاں را اسیر نہ نمودند وایشاں را (مرداں را) اسیر نمودند وکلاہ کاغذی بر سر ایشاں نہادہ شماتت نمودند۔ نہم دشمناں اوشاں را بمردانگی شہید نمودند وایشاں را بنامردی شہید کردند۔ دہم اوشاں بظاہر شریعت دعوت نمودند وایشاں یعنی حضرت قدوس بباطن شریعت دعوت نمودند۔ یازدہم اوشاں قوت یافتند وایشاں نوزدہ روز قوت نیافتند۔

ڈاکٹر براون ''مقدمۃ الکتاب'' میں لکھتا ہے کہ:

باب اول باب بودند ودر سنہ دوم ذکر گشتند وعنوان باب محمد حسین بشروی عطا کردند ونام خود ہم عطا نمودند پس محمد حسین محمد علی نامیدہ شد۔ بعد از شہادت ایشاں مقام بابیت ورکن رابع ومنصب سید الشہداء او بجناب حسن رسید۔ عمر عالم باب سال بود۔ درجات ترقی ومعرفت ایں ست، اول علو عارف از معروف۔ دوم علو معروف از عارف وہو مقام الطلیۃ۔ سوم تساوی درمیان عارف ومعروف چہارم اتحاد درمیان عارف ومعروف۔

نفس کے درجات بھی چار ہیں۔ اول نفس ملہمہ جس کا ادراک شک ہے۔ دوم نفس لوامہ جس کا ادراک ظن ہے۔ سوم نفس مطمئنہ جس کا ادراک یقین ہوتا ہے۔ چہارم نفس امارہ: جس کا ادراک جہالت ہے۔ یقین تین قسم ہے۔ علم الیقین۔ عین

الیقین اور حق الیقین۔ علی محمد باب کے نام یہ ہیں واسطہ، باب اول، قائم، ذکر، ذات حروف سبعہ، مہدی، نقطہ اور اعلیٰ۔ حسین علی اور مرزا یحییٰ سوتیلے بھائی تھے حسین علی کے نام یہ ہیں بہاء اللہ نوری، مازندرانی اور وحید اول اور مرزا یحییٰ کے نام یہ ہیں۔ صبح ازل، باب دوم کیونکہ اول کے بعد پانچویں سال ظہور کیا تھا۔ اسم الوجود اور وحید ثانی نور یشرق من صبح الازل فیلوح علی ھیاکل التوحید اثارہ۔ حضرت قدوس کہ ۳۱۳ تن بنصرتش بود اسم اول اسم نبوت واسم ولایت است یعنی محمد علی۔ من کلام المعصوم کلامنا صعب مستصعب لایتحمله ملک مقرب ولانبی مرسل ولا مومن ممتحن وفی روایة لایحتمله الا...... کوکب ۲۰ اگست ۱۹۲۹ء میں عبدالبہاء کا قول مذکور ہے کہ ہمیں آسمان کی زبان اور روح کی زبان سے بولنا چاہئے یہ زبان ہماری زبان سے ایسی مختلف ہے جیسے یہودیوں کی زبان ہماری زبان سے مختلف ہے روح کی زبان کے ساتھ ہم خدا سے باتیں کرتے ہیں۔ نماز قطعاً فرض ہے۔ انسان کسی بہانہ سے بھی اس سے معاف نہیں کیا گیا البتہ اگر اس میں کوئی دماغی فتور ہو یا کوئی اور ناقابل گذر عذر اس کی راہ میں ہو۔

مقام بہجی شہر عکہ سے چار میل باہر ہے اور کرمل کے پاس ہے اس میں دو سال آپ نظر بند رہے۔ شاہوں کے شہنشاہ، موعود کل ادیان، انسانی شکل میں شمس حقیقت کے مظہر، ۷۵ سال تک زندہ رہے اور ۱۸۹۲ء میں وفات پائی۔ کوکب ۲۲ نومبر ۲۹ء میں جناب بہاء اللہ کا قول یوں مذکور ہے کہ روپیہ اور چاندی سونے کا سود حلال طیب اور پاک ہے تاکہ مخلوق خدا کی یاد میں مشغول ہو، شریعت بہائیہ کے مطابق ہر شخص آزاد ہے کہ وہ اپنی حین حیات میں جس طرح چاہے اپنی ملکیت کا انتظام کرے۔ ہر شخص پر فرض ہے کہ وصیت نامہ لکھ کر تیار رکھے۔ اگر کوئی بلا وصیت مرجائے تو اس کی جائیداد، اولاد، شوہر یا بیوی، باپ، ماں، بھائی،

بہن اور استاذ کے درمیان مخصوص مناسبت سے تقسیم کر دیا جائے۔ اگر ایسا کوئی وارث نہ ہو تو وہ مال بیت المال میں داخل کرو جو غریبوں، یتیموں اور رفاہ عام کے کاموں میں خرچ ہوگا۔ اگر صرف ایک شخص کیلئے وصیت ہو تو بھی جائز ہے۔

''کوکب'' ۲۲ رنومبر ۱۹۲۹ء میں ہے کہ تربیت کیلئے نمونہ زیادہ موثر ہے۔ والدین، استاد اور دوستوں کا چال چلن اہم عنصر ہے۔ مظہر الٰہی اعلیٰ معلم ہیں اس لئے سب سے پہلے کلمات بہائیہ سکھائے جائیں ان کو ''الواح الرحمن'' یاد کراؤ تاکہ وہ ''مشرق الاذکار'' میں اپنی سریلی آواز سے پڑھیں۔ برے کام کا انجام بھی برا ہے لیکن ہیئت اجتماعیہ کو تحفظ ومدافعت کا حق حاصل ہے۔ اخلاق اچھے ہوں تو انتقام کی ضرورت نہیں رہتی۔ ''کوکب ۲۵ اپریل ص ۱۲'' ۱۹۲۵ء میں ہے کہ امریکہ یعنی بہاء اللہ اور یکہ بمعنی اتحاد۔ یعنی جب بہائی تعلیم امریکہ میں پہنچے گی تو اتحاد پیدا ہو جائے گا۔ اور یہی امریکہ کی وجہ تسمیہ ٹھہری۔

۶...... صداقت بابیت وبہائیت

بابی اور بہائی اپنی صداقت یوں پیش کرتے ہیں کہ اولاً تورات میں ظہور امام کا وقت یوم اللہ اور یوم الرب ظہور ایلیا اور ظہور اللہ مذکور ہے انجیل میں اسکو یوم الرب ظہور یحییٰ اور ظہور ثانی بتایا گیا ہے قرآن شریف میں یوم القیمة، یوم الساعة، یوم الجزاء اور یوم الدین کہا گیا ہے۔ احادیث میں ظہور ثانی (بہاء حسین نوری) آیا ہے ثانیاً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوم اللہ یعنی ظہور امام کی ۵۰۰ سال پہلے انجیل میں خبر دی تھی تو حضرت مسیح ارض مقدس میں پیدا ہوئے اور انہوں نے دعوت دی کہ توبوا الی اللہ قد اقترب ملکوت اللہ۔ ۶۲۰ سال گذرے تو حضرت خاتم المرسلین کی بعثت ہوئی تو آپ نے فرمایا

کہ اتی امر اللّٰہ فلا تستعجلوہ۔ اقترب للناس حسابھم. انا علی نسو
الساعۃ اور اس کے وعدے کے مطابق ۱۲۶۰ میں حضرت باب شیرازی پیدا ہوئے آپ
نے سات سال دعوت دی کہ بشری بشری صبح الھدی قد تنفس اور الواح
مقدسہ سے دنیا کو آگاہ کیا اور چونکہ یہ وارد تھا کہ لابدلنا من اذربائیجان تو حکومت وقت
نے قید کے بعد آپ کو تبریز میں شہید کیا (تو وفات پائی) آپ کے بعد "قصبہ نور" سے مرزا
حسین علی الملقب بہاء اللہ الاقدس الابھی مسیح موعود ظاہر ہوئے اور حکومت ایرانی وترکی نے
آپ کو عکا شہر میں ۲۴ سال تک نظر بند رکھا تو احادیث کا مفہوم صادق ہوا کہ ظہور امام عکا
ہے۔ آپ نے الواح مقدسہ سے تبلیغی احکام شاہان وقت کے نام بھیجے اور "کتاب اقدس
" نازل ہوئی جس میں موجودہ علم وعمل کی تلقین کی گئی اور اسلام سے سبکدوش کر دیا۔ تب یہ
وعدہ پورا ہوا کہ تری الارض غیر الارض۔ اشرقت الارض بنور ربھا لکل
امری منھم یومئذ شان یغنیہ۔ اخیر عمر میں کتاب "عہد اقدس" لکھی اور ۲ ذی قعدہ
۱۳۰۹ھ،۱۸۹۲ء میں شہادت پائی۔ تاثا الم لا الہ الا اللّٰہ میں امام حسن ظاہر ہوئے
المص میں سفاح پیدا ہوا۔ المر کے شامل ہونے پر ۱۲۷۱ کو حضرت باب ظاہر ہوئے جو
حروف مقطعات بلا تکرار جمع کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ رابعاً ۲۲۶ کو حسن بن علی امام
عسکری پوشیدہ ہوگئے۔ فلا اقسم بالکنس کا اشارہ آپ کی طرف ہی ہوا تو آپ کے بعد
اختلاف پیدا ہوگیا۔ حدیث میں ہے کہ "لوگ امام کو بوڑھا سمجھیں گے۔ مگر آپ عند الظہور
جوان ہوں گے۔" امام جعفر صادق کے نزدیک آپ کی عمر ۴۵ سال ہوگی۔ حضرت علی کا قول
ہے کہ مشرقی ستارہ کی تابعداری کرو تمہیں منہاج رسول پر چلائے گا۔ اور تم سے شریعت
اسلام کا بوجھ اتار دے گا۔ سرگین چشم، درمیانہ قد، تن اور رخسار پر خال سیاہ، مشرق سے

ہوگا اور شہر عکا میں قیام کرے گا۔ ظلمت کو دور کرے گا۔ نئی روشنی پھیلائے گا اور علم
وعمل سے لوگوں کو مالا مال کر دے گا اور اپنی کتاب سے اس قدر قلوب کی اصلاح کرے گا
کہ قرآن سے نہیں ہو سکی۔ آپ کے حواری اہل عجم ہوں گے۔ مگر عربی میں کلام کریں
گے۔ آپ کا محافظ خاص وزیر ہوگا جو اس قوم سے نہ ہوگا۔ سب قتل ہوگئے۔ آپکا نزول مرج
عکا میں ہوگا۔

"کتاب الغیبۃ" میں ہے کہ امام کا ظہور گھنے درختوں میں ہوگا جو بحیرہ طبریہ کے
کنارے پر ہوں گے۔ عکا بھی "بحیرہ طبریہ" کے پاس ہی نہر اردن کے پاس واقع ہے جو
"ہیرودس" نے نکالی تھی۔ اور شہر طبریہ ارض مقدس میں ہے۔ یہ ملک کثرت نباتات سے
"بلاد سوریہ" کہلاتا ہے۔ خاصا تورات میں مقام بیعت جبل کرمل بیت المقدس کے پاس
مذکور ہوا ہے جس کی طرف یوم ینادی المنادی من مکان قریب میں اشارہ ہے
تو روح اللہ عکا میں تھے اور ندا مہدی حضرت باب میں تھی۔

علامہ مجلسی اپنی کتاب "بحار" میں لکھتے ہیں کہ اہل اسلام امام کے ساتھ ان کفار
سے بھی بڑھ کر بدسلوکی کریں گے جو انہوں نے حضور ﷺ سے کی تھی۔ "کافی" میں ہے کہ
بکمال موسیٰ، وبھاء عیسیٰ وصبر ایوب امام کے حواری مقتول ہوں گے ذلیل ہوں گے اور ان
کے خون سے زمین رنگین ہوگی۔ وہی خدا کے پیارے ہیں اور اولئک ھم المھتدون
حقا۔ حسن بن علی فرماتے ہیں کہ اس وقت منہ پر تھوکا جائے گا۔ لعنتیں برسائی جائیں گی۔
امام ابو جعفر کا قول ہے کہ اہل حق چھن چھن کر صاف رہ جائیں گے تو امام کے اصحاب بنیں
گے اور خدا کے نزدیک عزت پائیں گے۔ حضرت علی کا قول ہے کہ کما بدا کم تعودون
اہل حق ابتدائے اسلام میں مظلوم تھے، اخیر میں بھی مظلوم ہی ہوگئے۔ یہ بھی فرمایا کہ جیسا

اللہ ہمیشہ موجود ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو دنیا غرق ہو جائے۔ مگر لوگ اسے نہیں شناخت کرتے اور
برادران یوسف کی طرح حجۃ اللہ ان کو شناخت کرتے ہیں۔ ''کافی'' اور ''کتاب البحار'' میں
ہے کہ امام دعوت جدیدہ (کتاب اقدس) دے گا جیسے کہ حضور ﷺ نے دعوت
جدیدہ (قرآن) پیش کی تھی۔ ذیل کی تحریرات بھی اس کی مؤید ہیں۔ یخالف فی
احکامہ مذھب العلماء (یواقیت) بنا یختم اللہ الدین کما فتح بنا (ملا علی قاری
) یختم بہ الدین کما فتح بنا (مشارق الانوار) یقوم القائم بامر جدید علی العرب
شدید یبایع الناس بامر جدید و کتاب جدید و سلطان جدید من السماء (۱)
نصیر فی البحار) اول من یتبعہ محمد و علی الثانی (مجلسی) اب یہ کہنا کہ ختم
رسالت اور انقطاع وحی اسلامی عقیدہ ہے غلط ہوگا۔ کیونکہ یہ تحریرات اس کی تردید کر رہی
ہیں۔ **سادساً** کاہنوں نے عہد نمرود میں نجم خلیل کی خبر دی تھی۔ (ابن اثیر) اور عہد فرعون
میں نجم موسیٰ کی (مثنوی مولانا روم) یہودیوں اور مجوسیوں نے نجم المسیح کی (انجیل)
یہودیوں اور چند آدمیوں نے نجم احمد خاتم المرسلین علیہ السلام کی اور نجومیوں اور دو معتبر عالموں
نے ''نجم القائم'' کی خبر دی ہے۔ جن کے نام نامی یہ ہیں شیخ احمد احساوی اور سید کاظم رشتی
۔ انہوں نے ولادت امام سے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ تیمور خوارزمی کا قول ہے کہ جو ستارے
۱۲۳۰ سے ۱۲۵۰ تک نمودار ہوئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ انقلاب عظیم ہوگا۔ مرزا
آقا خاں منجم منوچہر کا قول ہے کہ ایک آدمی پیدا ہوگا جو شریعت جدیدہ کی دعوت دے
گا۔ **سابعاً** سریانی زبان قدیم ہے حضرت آدم علیہ السلام کی زبان بھی یہی تھی۔ مذہب
صابی حضرت شیث علیہ السلام سے منقول ہے یہی دین اقدام الادیان ہے۔ اس میں کمزوریاں
پیدا ہوگئی تھیں تو ان کے رفع کرنے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے پھر کمزوریاں

پیدا ہوئیں تو حضرت ختم المرسلین تشریف لائے اخیر زمانے میں جب اس دین میں تغیر نہ
ہوا تو حضرت بہاء تشریف لائے اور کتاب اقدس کی تعلیم دی۔

قال فی عمدۃ التنقیح فی دعوۃ المھدی والمسیح یدبر الامر
(الاسلام)من السماء الی الارض (ینزلہ من السماء)ثم بعد المائتین
یرجع (ذلک الدین) الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون. (ای
یشرع (رفع الدین) بعد ۲۶۰ اذھو زمان اختفاء الامام الی ۱۲۶۰ (۲)
لاتحرک بہ لسانک الایۃ فالمراد فیہ بالبیان الحدیث اذبہ فصل القرآن
ثم صار تکمیل الحدیث الی ۲۶۰ (وھو زمان تصنیف صحیح المسلم)
فشرع زمان الرجوع الی الالف فتم التدبیر والرجوع الی ۱۲۶۰ وھو
زمان ظھور الباب من آل فارس (وھو الشیراز) حیث جبل بیستون ویقال
لہ مطلع العلوم ومطلع اھل فارس اذلایبقی من الاسلام الارسمہ ولا من
القرآن الا اسمہ وفی الحدیث اقرء والقران قبل ان یرفع فنالہ رجل من
الثریا۔ وفی الحجج المراد بقولہ علیہ السلام الایات بعد المائتین اما ایات
صغری وھی شرور حدثت فی الاسلام واما ایا ت کبری بعد الالف ای فی
المائۃ الثالثۃ عشر. قال ابو البرکات فی کتابہ التوضیح ھذہ الایات تقع
فی المائۃ الاخیرۃ من الیوم الذی وعد بہ علیہ السلام امتہ بقولہ ان
صلحت امتی فلھا یوم وان فسدت فلھا نصف یوم من ایام الرب وان یوما
عند ربک کالف سنۃ مما تعدون ھکذا فی الجواھر ثم قال المجلسی ان
لکل امۃ مدۃ معلومۃ منتقی بعدھا لقولہ تعالی: ولکل امۃ أجل فإذا جاء

اجلهم لا یستاخرون ساعة ولا یستقدمون. وهی لهذه الامة الف سنة لقوله تعالیٰ یدبر الامر الایة. ولما مضی ۲۶۰ سنہ الی زمان الامام العسکری حسن بن علی وغاب عن الناس وظهرت الفتن بعده فظهر القائم بعده بعد یوم الرب ای الف سنة ۱۲۶۰ سنة والیه نظر قوله تعالیٰ: ویستعجلونک بالعذاب، واذ قالوا اللهم ان کان هذا هو الحق من عندک فامطر علینا حجارة من السماء او ائتنا بعذاب الیم، فقال لهم الله تعالیٰ: لکم میعاد یوم لا تستأخرون عنه ساعة ولا تستقدمون. قال الآسی هذه الاستدلالات وان کانت علی غیر شیء لکنها عند الخصم علی شی خطیر.

۷.....اقتباس از کتاب مستطاب ’’ایقان‘‘

بسم الله العلی الاعلی. العباد لن یصلوا الی العرفان الا بالانقطاع عن الکل. قدسوا انفسکم لعل تصلن الی مقام قدرالله وتدخلن فی سرادق جعله الله فی سماء البیان مرفوعا. غیر کی بات پر کان نہ دھرو، تاکہ معرفت حاصل ہو۔ کیونکہ مباحثہ سے کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ دیکھو پہلے لوگ منتظر تھے کہ جمال موعود نظر آئے مگر موقع آیا تو سب نے تکذیب کی۔ ما یأتیهم من رسول الا کانوا به یستهزء ون. (یس)، وهمت کل امة برسولهم لیأخذوه. (غافر) ’’سورۃ ہود‘‘ میں غور کرو تو معلوم ہوجائے گا کہ نوح علیہ السلام نے ۹۵۰ سال نوحہ کیا، مگر کسی نے نہ مانا بلکہ مارنے کو آئے۔ کلما مر علیه ملأ من قومه سخروا منه. (ہود) جب آپ اپنے تابعداروں کی فتح مندی کا وعدہ کرتے تو بدا (تبدیلی مشیت ایزدی) کا ظہور ہوجاتا ہے تو تابعدار بگڑ جاتے، چنانچہ آپ کے تابعدار صرف چالیس یا بہتر تک رہ گئے، آخرالامر آپ نے

بددعا کی کہ: رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا. (نوح)، اور بداء میں حکمت یہ تھی کہ سچے اور جھوٹے تابعدار ممتاز ہوجائیں۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وهم لا یفتنون. (عنکبوت)۔ اس کے بعد حضرت ہود علیہ السلام سات ۷۰۰ سو آدمی یا کم وبیش کی دعوت توحید میں ایک سو سال تک مصروف رہے مگر آپ کو بھی تسلیم نہ کیا گیا، لا یزید الکفرین کفرهم الا خسارا. (فاطر)۔ تو وہ عذاب صیحہ (آسمانی گونج) سے ہلاک ہوگئے۔ پھر جناب ابرہیم علیہ السلام سے بھی ایسا ہی ہوا الا الذین عرجوا بجناحی الایقان الی مقام جعله الله عن الادراک مرفوعا. آپ کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے امر اور ید بیضائے معرفت کے ساتھ کوہ فاران محبت اور ثعبان قدرت کے لئے ظہور کیا۔ مگر فرعون نے آپ کی تکذیب کی اور ایک مومن نے کہا کہ: اتقتلون رجلا ان یقول ربی الله (مومن) تو اسکو بھی مار ڈالا۔ غور کا مقام ہے کہ ہر نبی نے بعد میں آنے والے نبی کی بشارت دی مگر لوگ مخالف رہے۔ افکلما جاء کم رسول بما لا تهوی انفسکم استکبرتم. (بقرہ)۔ اور کیوں مخالف رہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ اتمام حجت نہیں ہوئی تھی تو صاف جھوٹ ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ خدائے تعالیٰ اتمام حجت کے بغیر کسی شریعت کا حکم دے بلکہ اصل وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے علمائے مذہبی کی پیروی میں ڈوب کر حالات حاضرہ پر روشنی ڈالنے کی تکلیف گوارا نہ کی تھی ورنہ وہ ضرور ایمان لے آتے۔

کسی کو حب ریاست مانع تھی۔ کوئی اپنے علم پر نازاں تھا۔ اور بہت سے لوگ جاہل تھے اس لئے ان کی میزان عقل میں انبیاء کا ظہور ناممکن تھا۔ اور جس نے دعویٰ کیا اس کے قتل پر آمادہ ہوگئے۔ علمائے عصر کے متعلق سنئے۔ یا اهل الکتاب لم تکفرون

بآیات اللہ وانتم تشھدون. (آل عمران)۔ تاریخ شاہد ہے کہ صراط مستقیم سے روکنے والے علمائے عصر ہی تھے یہ بھی ثابت ہے کہ تاویل کلمات مظہر الٰہی کے سوا دوسرا کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا۔ وما یعلم تاویلہ إلا اللہ والراسخون فی العلم. (آل عمران)۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو یہود نے کہا کہ ظہور مسیح کی علامات پوری نہیں اتریں اور اس نے طلاق اور سبت کو منسوخ کر دیا ہے حالانکہ تورات پر عامل ہونا اسے ضروری تھا۔ آج تک اسی وجہ سے ظہور مسیح کے قائل ہیں۔ کیا معلوم کہ ان کا خیالی مسیح کب نازل ہوگا؟ در حقیقت یہود خود تورات نہیں سمجھتے تھے اس لئے لقاء اللہ سے محروم ہو گئے۔ ہم اس مسئلہ کو ایک صاحب کی درخواست پر عربی میں ظاہر کر چکے ہیں اور اب فارسی میں ظاہر کرتے ہیں لعل یجری من ھذا القلم ما یحیی بہ الافئدۃ الناس. جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا سے رخصت ہونے لگے۔ تو فرمایا کہ ”میں پھر آؤں گا اور یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد ایک اور آئے گا جو میری تعلیم کو مکمل کرے گا“ درحقیقت دونوں کلام کا مطلب ایک ہی ہے کیونکہ آپ کے بعد جب جناب خاتم النبیین تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ میں تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور میرا نام عیسیٰ ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ کی واپسی کا معنی آپ کا ظہور ہی تھا کیونکہ دونوں قائم بامر اللہ تھے اور دونوں ہی ناطق بذکر اللہ تھے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر سورج کہے کہ میں پھر آؤں گا یا یوں کہے کہ کل اور سورج نکلے گا۔ تو دو عبارتوں کا مفہوم یہی ہوتا ہے کہ سورج ایک ہی ہے اور صرف مطلع میں فرق ہے اسی اصول سے تمام مظاہر کا ظہور حل ہو سکتا ہے پھر حضرت عیسیٰ نے اپنے ظہور کا نام اور علامات کو مختلف مقامات میں بیان فرمایا تو آپ کے شاگردوں نے عرض کی کہ یہ رجعت کب ہوگی؟ تو آپ نے ہر ایک رجعت کا وقت اور نشان بتا دیا اور یہ مظلوم (بہاء اللہ) جب بغداد میں نظر بند تھا اس کی تشریح

کر چکا ہے۔ اب پھر احسان کے طور پر ظاہر کرتا ہے۔ لا نرید منکم جزاء ولا شکورا. (دہر)۔ مائدہ سماوی ہرگز ہرگز منقطع نہیں ہوا اور نہ ہوگا، انزل علینا مائدۃ من السماء. (مائدہ)۔ کیونکہ وہ شجرہ طیبہ ہے۔ أصلھا ثابت وفرعھا فی السماء، تؤتی اکلھا کل حین. (ابراہیم)۔ افسوس ہے کہ ہم اس مائدہ سے محروم رہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ (یا احباء اللہ) دل کے کان کھول کر باغ قدس کا نغمہ سنو کیونکہ غنیمت ہر وقت نہیں حاصل ہوتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی رجعت کے متعلق یوں فرمایا تھا کہ ایک وقت لوگوں پر تنگی ہوگی سورج سیاہ ہو جائے گا اور ستاروں میں نور نہ ہوگا۔

نزول مسیح کی پیشینگوئی اور بہائی تحریف

ارکان ارض متزلزل ہوں گے تو اس وقت ابن انسان آسمان سے بڑے جاہ وجلال کے ساتھ ابر سے فرشتوں کے ساتھ نزول کرے گا (متی) عیسائیوں نے جب اصل مقصد نہ سمجھا اس لئے حضور خاتم الانبیاء کی شریعت سے محروم رہے اور کہنے لگے کہ یہ علامات ظاہر نہیں ہوئے۔ حضور کے بعد صور ثانی پھونکا گیا۔ قبور غفلت سے مردہ دل جاگ اٹھے۔ مگر لوگ پھر بھی منتظر ہیں کہ کب یہ علامات ظاہر ہوں گی۔ حضرت عیسیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ زمین وآسمان ٹل جائیں گے مگر میرا کہا نہیں مٹے گا۔ یہاں سے عیسائیوں نے سمجھ لیا کہ انجیل منسوخ نہ ہوگی۔ اسی بناء پر انہوں نے جناب محمد رسول ﷺ کی تکذیب کی تھی۔ اگر ایسے کلام کا مفہوم مظہر الٰہی سے پوچھ لیتے تو گمراہ نہ ہوتے‘ کیونکہ تنگی ایام سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ یقین اٹھ جائے گا۔ ظنون فاسدہ پھیل جائیں گے اور جاہلوں کے ہاتھ میں ان کی باگ ڈور ہوگی۔ آج کل یہی حالت ہے کہ باوجودیکہ ابواب علم الٰہی مفتوح ہیں۔ مگر یہ سمجھتے ہیں کہ ابھی وہ بند ہیں۔ ان کو تو ابواب علم کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ ہاں یہ چاہتے

ہیں کہ ابواب نان کھلے رہیں' کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی عزت میں فرق آ جائے۔ اگر کوئی معارف الٰہی پر نظر ڈالتا ہے تو درندوں کی طرح اس کا ماس کھا جاتے ہیں۔ اب بتائیے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا تنگی ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس! ہر ظہور کے وقت اس قسم کی تنگی ہوا کرتی ہے اور اسی تنگی کو احادیث میں ظلمت کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ معارف الہیہ سے تنگی مراد ہے کہ ایام غروب شمس حقیقت میں خدا رسیدوں کو پہنچتی ہے اور کسی کے پاس پناہ نہیں لے سکتے کَذٰلِکَ نُعَلِّمُکَ مِنْ تَاوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ سورج میں سیاہی آئے گی اور ستاروں میں روشنی نہ رہے گی۔ اور زمین پر گریں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شمس حقیقت کا طلوع ہوگا تا کہ ایقان وتوحید کے اشجار و اثمار اس کی روشنی سے حرارت محبت الٰہی میں پایۂ تکمیل تک پہنچ سکیں۔ منها ظهرت الاشياء والى خزائن امرها رجعت ومنها البدؤ واليها العود. اگرچہ ان پاک ہستیوں کی تعریف وتوصیف ناممکن ہے سبحان الله من ان يعرف اصفيائه بغير صفاتهم او يوصف اوليائه بغير انفسهم مگر شمس وقمر کا اطلاق ان پر وارد ہے چنانچہ ''دعائے ندبہ'' میں مذکور ہے کہ این الشموس الطالعة. این الاقمار المنيرة. این الانجم الزاهرة؟ یعنی انبیاء، اولیاء اور اصحاب کو شمس وقمر اور ستارے کہا گیا ہے۔ اور دوسرے مقام پر شمس وقمر ستاروں سے مراد وہ علمائے عصر بھی ہیں جو ظہور قبل اور ظہور بعد کے درمیانی زمانہ میں موجود ہوتے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ شمس حقیقت سے نور حاصل کریں تو روشن ہوں گے ورنہ سیاہ ہو جائیں گے۔ علم وفضل میں شہرت کی وجہ سے ان کو ''شمس'' کہا گیا ہے' مگر شمس حقیقت کے سامنے ان کا نور ماند پڑ جاتا ہے۔ پس اگر شمس حقیقت سے نور حاصل کریں۔ تو ان کو ''شموس عالیہ'' کہتے ہیں ورنہ ان کو

''شموس کثیفہ'' کہا جاتا ہے۔ الشمس والقمر بحسبان (رحمن)۔

نوٹ: شمس وقمر موافق عقائد شیعہ لکھے گئے ہیں کیونکہ اس کتاب کے لکھنے سے ہمارا مطلب صرف یہ ہے کہ ان کو ہدایت ہو (نشهد انهم من المفترين الا من اتى بقلب سليم)۔ اَیُّھَا السَّائِلُ! ہمیں عروۃ الوثقیٰ ہاتھ میں لانا ضروری ہے تا کہ نفی سے اثبات میں آئیں اور نار حسبان سے آزاد ہو کر وجہ منان کی نور سے مشرف ہوں۔ والسلام

شمس وقمر ونجوم کا دوسرا معنی

شمس وقمر سے ایک اور مقام پر شریعت کے احکام مرتفعہ مراد ہوتے ہیں۔ چونکہ ہر شریعت میں صوم وصلوٰۃ کی کیفیت جداگانہ رہی ہے اس لئے تنسیخ وتجدید کے رو سے شمس وقمر کہا گیا ہے۔ ليبلوكم ايكم احسن عملا. (ملک)۔ حدیث میں ہے کہ (الصوم ضياء والصلوة نور۔ میں ایک روز اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ صوم سے چونکہ حرارت پیدا ہوتی ہے اس لیے اس کو شمس کہا گیا اور صلوة الليل سے سردی کا عالم نظر آتا ہے اس لیے اس کو قمر کہا گیا مگر اصل حقیقت سے وہ مولوی صاحب واقف نہ تھے میں نے کہا کہ یہ معنی تو عوام الناس کو بھی معلوم ہے مگر اس کا ایک اور معنی بھی ہے کہ قرآن شریف آسمان ہے اور صوم وصلوٰۃ اس میں شمس وقمر ہیں اور تاریکی شمس وقمر سے مراد ان کی تنسیخ ہے، جو اس ظہور سے معلوم ہو سکتی ہے' جس کو ابرار کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ ان الابرار يشربون من كاس كان مزاجها كافورا. (دہر)۔

یہ مسلم ہے کہ ہر ایک ظہور بعد کے وقت ظہور قبل کے احکام اور امر ونواہی منسوخ ہو جاتے ہیں اور یہی معنی شمس وقمر کے سیاہ ہونے کا ہے' اگر عیسائی اس معنی کو سمجھ لیتے اور اس فقرہ کا معنی ''معدن علم'' سے اخذ کر لیتے تو گمراہ نہ ہوتے۔ کیا ان کو ابھی معلوم نہیں ہوا کہ

شمس موعود افق ظہور سے روشن ہو چکا ہے اور ظہور کے علوم واحکام تاریک ہو چکے ہیں؟ دوستو! راہ راست پر آجاؤ۔ تاکہ تم کو یہ اسرار اپنی آنکھ سے نظر آجائیں۔ ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل علیهم الملائكة (سجدہ)۔

روحانی قدم اٹھا کر دور دراز کی منزل طے کر کے ان معارف تک پہنچ جاؤ۔ فلا اقسم بوب المشارق والمغارب (معارج)۔ میں بھی یہی اشارہ ہے کیونکہ ہر ایک شمس حقیقت کیلئے الگ الگ مشرق ومغرب ہوتا ہے۔ علمائے عصر چونکہ جاہل تھے اس لئے ان کو ان معارف کی خبر نہیں ہوئی۔ اس لئے کہتے ہیں کہ چونکہ روزانہ نقطہ طلوع وغروب بدلتا رہتا ہے۔ اس لیئے مشارق ومغارب کہا گیا یا فصول اربعہ کی تبدیلی مشرق مغرب کی تبدیلی سے مراد ہے۔ ہماری تشریح سے آسمان کے پھٹنے کی کیفیت بھی کھل جاتی ہے۔ اذا السماء انفطرت (انفطار)۔ کیونکہ آسمان سے مراد یہاں ایک شریعت ہے جو شریعت جدیدہ کے ظہور سے پھٹ جاتی ہے یعنی منسوخ اور باطل ہو جاتی ہے۔ آسمان شریعت کا پھٹنا آسمان بلا کے پھٹ جانے سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ جس کی جاہل مولویوں کو خبر نہیں ہے۔ اس کے بعد یہ خیال کرو کہ مظہر الہٰی تمام اہل ارض کے بالمقابل حدود الٰہی قائم کرنے میں کس قدر زحمت اٹھاتے ہیں اور قوم کی ایذا رسانی میں کس طرح صبر کرتے ہیں۔

تبدیل ارض

تبدیل ارض کا معنی بھی یہی ہے کہ دلوں کی زمین میں طرح طرح کے توحیدی پودے لگا کر بیل اور پھولوں سے مزین کر دیتے ہیں۔ اگر تبدیل ارض کا یہ معنی مراد نہ ہو تو کس طرح وہ لوگ جو کبھی ایک حرف بھی تعلیم نہیں پاتے اور استاذ کی شکل بھی نہیں دیکھی اور نہ ہی کسی مکتب میں قدم اٹھا کر جاتے ہیں معارف ومعانی بتانے لگتے ہیں کہ جن کو کوئی دوسرا

محدود علم کا حاصل کرنے والے سمجھ ہی نہیں سکتا۔ گویا ان میں مٹی علم سرمدی ہوتی ہے اور پانی اسرار حکمت کا ہوتا ہے۔ جس سے خمیر پکر ان کی سرشت تیار ہو جاتی ہے۔ (اَلْعِلْمُ نُوْرٌ يقذفه الله فِيْ قَلْبِ مَنْ يَشَاء)۔ ورنہ سر دردی کے دوسرے علوم جو ایک دوسرے سے سرقہ کر کے حاصل کرتے ہیں بھی قابل تعریف نہیں ہوسکتے۔ اے کاش لوگوں کے دل ان کلمات محدودہ اور خیالات محجوبہ سے پاک ہو جاتے اور شمس علوم حکمت لدنی سے منور ہو جاتے۔ اگر قلوب کی زمین تبدیل نہ ہوسکتی ہوتی تو کیسے ان میں علوم الوہیت کا ظہور ہوتا۔ یوم تبدل الارض غیر الارض (ابراہیم)۔ اس وقت سلطان وجود کی عنایت سے ارض ظاہر بھی تبدیل ہو چکی ہے۔ لو انتم فی اسرار الظهور تتفکرون، الأرض جمیعا قبضته یوم القیامة والسماوات مطویات بیمینه (زمر)۔ اگر اس آیت سے یہ سمجھا جائے کہ

طی الارض

خدا تعالیٰ زمین وآسمان کو اپنے ظاہری ہاتھ میں لے کر چھپالے گا۔ تو بالکل بے معنی بات ہو جاتی ہے اور صریح کفر لازم آتا ہے اگر یوں کہو کہ مظاہر امر قیامت کو ایسا کریں گے تو یہ حرکت بھی فضول نظر آتی ہے۔ بلکہ مراد یہاں ارض معرفت اور آسمان شریعت ہے جو آج خدا نے سمیٹ کر دوسری زمین اور دوسرا آسمان پیدا کر دیا ہے۔ اور شمس وقمر ونجوم جدیدہ سے ان کو آراستہ کر کے مزین کر دیا ہے اور یہ رموز واشارات جو مصادر امریہ سے ظاہر ہوتے ہیں ان میں سخت امتحان مضمر ہوتا ہے کہ دیکھیں ارض قلوب میں سے کس قدر اچھی ہے اور کس قدر بری؟ ’’آیت قبلہ‘‘ میں بھی غور کرو کہ ہجرت سے پہلے حضور ﷺ بیت المقدس کو سجدہ کرتے تھے جو بعض کو ناگوار گذرتا تھا۔ پھر یہ حکم نازل ہوا کہ قد نری تقلب

وجهک فی السماء. (بقرہ)۔ ایک روز آپ نماز ظہر پڑھ رہے تھے اور ابھی دو رکعت باقی تھیں کہ حکم ہوا۔ فول وجهک شطر المسجد الحرام تو آپ نے اسی وقت بیت اللہ کی طرح رخ تبدیل کر لیا۔ اس میں بھی امتحان ہی مطلوب تھا۔ ورنہ اگر وہی بیت المقدس سجدہ گاہ بنا رہتا تو کیا بعید تھا۔ کیونکہ پہلے انبیاء اسی کو سجدہ کرتے رہے تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے تھے۔ یوں تو تمام روئے زمین کو خداوند تعالیٰ سے ایک ہی نسبت حاصل ہے (فاینما تولوا فثم وجه الله) مگر اسے اختیار ہے کہ ایک زمین کو اپنے لئے مخصوص کر کے اپنے بندوں کا امتحان کرے۔ إلا لنعلم من يتبع الرسول ممن ينقلب على عقبيه. (بقرہ)۔ کہ کون نماز توڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ. (مدثر)۔ اس قسم کی تبدیلیوں میں اگر غور کیا جائے تو تمام مطالب حل ہو سکتے ہیں کیونکہ خدا کو کسی کی عبادت کی ضرورت نہیں اور یہ تبدیلیاں صرف تربیت نفس کیلئے ہیں اور خدا چاہتا ہے کہ بندہ اپنی ذاتی اغراض سے نکل کر احکام الٰہی کے ماتحت ہو جائے۔ اس لئے اس کے امتحانات ہر وقت بارش کی طرح نازل ہوتے رہتے ہیں۔ اگر انبیائے سابقین پر نظر دوڑاؤ تو تمام شبہات دور ہو جائیں گے۔ دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک قبطی کو قتل کر کے مدین کو دوڑ جاتے ہیں۔ وہاں حضرت شعیب کے پاس رہ کر واپس آتے ہیں تو وادی ایمن میں مامور من اللہ بن جاتے ہیں۔ اسکے بعد فرعون کو دعوت توحید دیتے ہیں تو قتل کا الزام لگا کر انکار کر دیتا ہے اور خود بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ فعلتها إذا وأنا من الضالين. (شعراء)۔ اس سے پہلے فرعون کے گھر ہی تیس سال پرورش پاتے رہے۔ اگر ابتلاء خدا کو منظور نہ ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کو انکے الزامات سے روکا جا سکتا تھا۔ مریم علیہا السلام کو دیکھئے کہ تولد عیسیٰ کے بعد تنگ آ کر یوں کہتی ہیں کہ یلیتنی مت قبل هذا (مریم)۔

ئے میں اس سے پہلے ہی مر جاتی'' اور دشمنوں کو ان کے تحقیر آمیز کلمات کا کوئی جواب نہیں دیتیں، پھر بے پدر بیٹے کو خدا نے پیغمبری بخشی تو اور ابتلا ہوا۔ اور لوگوں کے خواہش کے مطابق خدا نے نہ کیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایسے تمام واقعات بری لوگوں کیلئے باعث نفرت ہوا کرتے ہیں اور نیک سرشت لوگوں کے حق میں رحمت ہوتے ہیں۔ اگر اس وقت ایسے واقعات رونما ہوں تو ایک بھی تسلیم نہ کرے گا اور کہیں گے کہ بے پدر کیسے پیغمبر ہو سکتا ہے اور قاتل بے گناہ کس طرح پیغمبری مل سکتی ہے۔ اور موجودہ ظہور میں اگر چہ اس قسم کے واقعات رونما نہیں ہوئے مگر پھر بھی دیکھئے مخالفوں نے کیا کیا مصائب ڈھائے ہیں۔ جب ہم یہ بیانات ختم کر چکے ہیں تو ہمیں خدا کی طرف سے تازہ بشارات حاصل ہوئی ہیں اور اس یار بے نشان سے بیشمار عنایات پہنچی ہیں۔ جن کو ہم بیان نہیں کر سکتے۔ اسرار و دقائق ہمارے سینہ میں ودیعت رکھ دیے ہیں۔ اور اس قدر عنایات ہوئی ہیں کہ روح القدس بھی کمال حسرت میں خاموش ہے۔ گبریلے کو مشک نافہ کی امید ہو رہی ہے۔ جسمانی قبروں سے مردے اٹھ رہے ہیں۔ دوستو اول میں روحانی چراغ جلاؤ اور عقل کی چمنی لگا کر محفوظ رکھو کہ کہیں باد مخالف سے گل نہ ہو جائے۔ عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ اس وقت ابن انسان ابر میں ظاہر ہو کر کمال جلال میں نازل ہوگا۔

ظہور عیسیٰ علیہ السلام کا مفہوم

اس سے مراد یہ ہے کہ مظہر الٰہی سے پہلے شریعت سابقہ کے منسوخ ہونے کے وقت آسمان پر ایک ستارہ نظر آئے گا کہ جس سے اس کی تصدیق ہوگی۔ اور زمین پر ایک تصدیقی اور بشارت آمیز آواز بلند ہوگی جو ظہور مظہر سے پہلے لوگوں کو سنائی دے گی (جیسا

کہ ظہور بہاء کے اول ستارہ نمودار ہوا۔ اور وہ مبشر احمد وکاظم بھی تبلیغ کرتے رہے) اور یہ
قاعدہ ہے کہ مظہر الٰہی کے اول آسمان پر ایک تصدیقی ستارہ نمودار ہوتا ہے اور زمین پر ایک
بشارت دینے والی آواز آتی ہے چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے نمرود کو خواب آیا
تو نجومیوں نے بتایا کہ ایک ستارہ نمودار ہوا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ہستی ایسی
زبردست ظاہر ہونے والی ہے کہ تیری تباہی اس کے ہاتھ سے ہوگی۔ اس کے علاوہ ایک
مبشر بھی پیدا ہوا جو لوگوں میں حضرت خلیل علیہ السلام کی خبر سنایا کرتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کی
ولادت کا ستارہ بھی کاہنوں نے فرعون کو بتا دیا تھا۔ اور ایک عالم ایسا بھی پیدا ہوا تھا جو بنی
اسرائیل کو ظہور موسیٰ علیہ السلام کی بشارت دیا کرتا تھا۔ حضرت مسیح ظاہر ہوئے تو یہودیوں نے
ستارہ کی خبر دی اور حضرت یحییٰ مبشر بن کر پہلے آچکے تھے۔ حضور ﷺ کے وقت ایک تیس کی
جزار آثار سماوی ظہار ہوئے تھے اور چار مبشروں نے پہلے ہی خبر دیدی تھی۔ جن کی ہدایت
سے روزبہ (سلمان فارسی) مشرب باسلام ہوئے تھے۔

مسیح کا ابر سے اترنا

اور عام نجومیوں نے بھی بتا دیا تھا کہ حضور علیہ السلام کا ظہور قریب ہے۔ مسیح علیہ السلام
کا یہ فرمانا کہ اس وقت تمام روئیں گے تو ابن انسان کمال جلال میں ابر سے اترے گا اس کا یہ
معنی ہے کہ جب شمس الٰہی کا فقدان ہوگا اور قمر علم سیاہ ہو جائے گا اور انجم حکمت لدنی پوشیدہ
ہو جائیں گے تو لوگ روئیں گے۔ اس وقت مشیت ایزدی کے آسمان سے شمس الٰہی کا ظہور
ہوگا اور ابر سے ظاہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کینونات قدیمہ ہمیشہ سے قالب بشری میں
نمودار ہوتے ہیں۔ اور ماں کے پیٹ سے نکلتے ہیں مگر باطن میں سماوات امر سے نازل
ہوتے ہیں اور گو بظاہر کھاتے پیتے چلتے پھرتے جسمانی قویٰ سے نظر آتے ہیں۔ مگر حقیقت

میں عالم ارواح میں بے پر اڑتے ہیں۔ بے قدم چلتے ہیں۔ ایک لمحہ میں مشرق ومغرب کی
خبر حاصل کرتے ہیں اور آسمان کا لفظ شموس معانی کے متعلق مختلف مراتب کمال پر استعمال کیا
جاتا ہے مثلاً کہتے ہیں۔ سماء مشیئة، سماء ارادہ، سماء عرفان، سماء
ایقان، سماء تبیان، سماء ظہور، سماء بطون وغیرہ۔ اور ہر مقام پر سماء کا معنی وہ
مراد ہوتا ہے جو ابرار کے سوا کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ قرآن شریف میں ہے کہ وفی
السماء رزقکم۔ (ذاریات)۔ حالانکہ خوراک زمین پر ہے یہ بھی وارد ہے کہ اَلسَّمَاءُ
تَنَزَّلُ مِنَ السَّمَاءِ۔ جب تک ظاہری علوم سے نکل کر حقیقی علوم کی روشنی میں ان معانی کے
سمجھنے کی کوشش نہ کرو گے یہ تمام امور خلاف ظاہر نظر آئیں گے۔ علم دو قسم ہے: اول الٰہی جو
الہام سے حاصل ہوتا ہے اور اس کا معلم خود خدا ہے اِتَّقُوا اللّٰہَ یُعَلِّمُکُمُ اور اس سے صبر
وعرفان اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ دوم شیطانی۔ جو وساوس نفسانی اور ظلمات نفس سے حاصل
ہوتا ہے اس کا معلم شیطان ہے۔ اور وساوس نفسانی العلم الحجاب الاکبر اور اس سے
کبر وغرور ونخوت پیدا ہوتی ہے ظلہ نذر مہلک وثمرہ سم قاتل ۔

تمسک باذیال الهوی فاخلع الحیا
وخل سبیل الناسکین وان جلا

یہ اوصاف کے بغیر علم الٰہی حاصل نہیں ہوتا۔ السالک فی النهج البیضاء والرکن
الحمراء لن یصل الی وطنه الا اللف الصفر عما فی ید الناس۔ خلاصہ یہ کہ مسیح
کا ابر سے اترنا یہ ہے کہ مسیح کے خلاف توقع خواہشات اہل زلیغ نازل ہوگا۔ مثلاً تغییر احکام
تبدیل شرائع، ارتفاع قواعد ورسوم عادیہ وتقدم مومنین بر معرضین از علماء وجہلاء یا ابر سے مراد
مسیح کا عوارض بشریہ سے ملتبس ہونا ہے جیسے کھانا پینا، نوم ویقظہ وغیرہ اور یہی

ابر ہے کہ جس سے علم وعرفان کا آسمان پھٹ جائے گا۔ ویوم تشقق السماء بالغمام (فرقان)۔ اسی ابر سے شمس حقیقی نظر نہیں آتا۔ وقالوا مال هذا الرسول یاکل الطعام۔ (فرقان)۔ یہ لوازم جسمانی اور بھوک، پیاس، یا غم والم ایک رکاوٹ پیدا کر دیتے ہیں کہ ایسا آدمی کس طرح اپنے آپ کو تمام دنیا کی ہستی کا سبب ثابت کرسکتا ہے لَو لَاکَ لَمَا خَلَقتُ الاَفلَاکَ اور یہی سیاہ ابر ہے کہ شمس حقیقت کو دیکھنے نہیں دیتا۔ سالہا سال گذر جاتے ہیں آباواجداء کی تقلید میں زندگی بسر ہوتی ہے۔ احکام وشرائع جاری ہیں۔ اور انکا خلاف کفر سمجھا جاتا ہے۔ مگر دور جدید آتا ہے۔ اور شمس حقیقت دوسری دفعہ چمک کر احکام جدید ولاتا ہے تو احکام سابقہ کے سیاہ ابر میں لوگ پھنسے ہوئے فوراً مظہر الٰہی کو کافر اور واجب القتل سمجھتے ہیں۔ جس کا ثبوت ہر ایک نبی کی سوانح حیات سے مل سکتا ہے اور اس وقت بھی موجود ہے۔ هل ينظرون الا ان یاتیهم الله فی ظلل من الغمام. (بقرہ)۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہی قیامت کے ایک روز خدا ابر سے ظاہر ہوگا۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ ظہور جدید کے وقت لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ گذشتہ شریعت لے کر ہی یہ ظہور بھی آئے گا۔ کیونکہ خدا کا آنا مظہر کا آنا ہے اور ابر سے مراد شریعت قدیمہ ہے اور یہ مضمون بار ہا کتب سماویہ بھی دہرایا گیا ہے۔ یوم تاتی السماء بدخان مبین. (دخان)۔ میں بھی یہی مضمون ہے کہ مخالفین کیلئے شریعت جدیدہ عذاب الیم اور دخان عظیم کا نمونہ بن جاتا ہے۔ اور جس قدر ظہور جدید کو رفعت حاصل ہوتی ہے یہ لوگ اسی قدر اضطراب میں پڑ جاتے ہیں عہد حاضر میں بھی جب مخالف سامنے آتا ہے تو سوائے اقرار وتصدیق کے کچھ نہیں کرسکتا مگر جب خلوت میں جاکر اپنے ہم مشربوں سے ملتا ہے تو وہی سب وشتم شروع کر دیتا ہے۔ إذا لقوکم قالوا آمنا وإذا خلوا عضوا عليكم الأنامل. (آل عمران)۔ امید ہے کہ بہت

جلد ہماری تعلیم تمام روئے زمین پر پھیل جائیں گی۔ ان آیات کو چونکہ لوگوں نے وہمی قیامت پر چسپاں کر دیا ہوا ہے اس لئے اصل مقصد سے بے بہرہ رہے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ مسیح ابر سے فرشتوں کے ساتھ ظاہر ہوگا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ہمراہی قوت روحانیہ کی وجہ سے فرشتہ صفت ہوں گے کیونکہ حضرت صادق کا قول ہے کہ قوم من شیعتنا خلف عرش پھر فرمایا کہ المومن کبریت احمر جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اصل مومن بہت کم ہیں۔ اس وقت بے ایمانوں نے اہل ایمان پر ظالمانہ طور پر کفر کے فتوے لگا دیئے ہیں۔ عیسائیوں کو چونکہ اس پیشین گوئی کی اصلیت کا پتہ نہیں چلا اس لئے جب بھی ظہور جدید ہوا اس سے انکار ہی کرتے رہے ہیں۔ اتنا نہیں سوچا کہ اگر مظہر جدید کے تمام نشان ویسے ہی ظاہر ہوں جس طرح کہ لوگوں نے اپنے وہم میں بٹھا رکھے ہیں۔ تو ابتلاء الٰہی کیسے قائم رہ سکتا ہے۔ اور شقی وسعید میں امتیاز کیسے ہوگا؟ کیونکہ انجیل کی پیشین گوئی کے مطابق اگر ظہور جدید کی آمد تسلیم کی جائے تو کسی کو انکار کا موقع ہی نہیں رہتا بلکہ ابر سے فرشتوں کے ساتھ اترنے والے مسیح پر ایمان بالمشاہدہ پر مجبور ہو جائیں گے مگر چونکہ اصل مقصد کچھ اور تھا۔ عیسائیوں نے ظاہری الفاظ پر زور دے کر حضور ﷺ کے ظہور پر بھی وہی اعتراض جڑ دیا کہ فرشتہ کہاں ہے جو آپ کی صداقت ظاہر کرتا ہو۔ لولا انزل إليه ملک فيكون معه نذيرا. (فرقان)۔ اور یہ بیماری ہر ظہور کے وقت چپلتی رہی ہے اور اگر علمائے عصر سے پوچھتے ہیں۔ تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ابھی فلاں علامت نہیں پائی گئی۔ اور اپنے اجتہاد سے ظہور جدید کا انکار کر دیتے ہیں روایت ہے کہ حدیثنا صعب مستعصب لایحتمله الا ملک مقرب اونبی مرسل اوعبد امتحن الله قلبه الایمان۔ اس کے ہوتے ہوئے بھی ان کو خیال پیدا نہیں ہوتا کہ علامات کا تصفیہ

خود ظہور جدید سے کرالینا ضروری ہے، در حقیقت یہ غافل ہیں کیونکہ تمام نشان موجود ہو چکے ہیں پل صراط رکھا جاچکا ہے والمومنون کالبرق علیه یمرون وهم لظهور العلامة ینتظرون. جب ان سے سوال ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے ظہور کے وقت بھی تو تمام ظاہری علامات پیدا نہیں ہوئی تھیں تو جواب دیتے ہیں کہ اہل کتاب نے ان کو بدل ڈالا تھا ورنہ سب کا ظہور یقینی تھا۔ حالانکہ قرآن خود شاہد ہے کہ یہ کتب سابقہ من عند اللہ ہیں۔

تحریف

تحریف صرف ایک واقع میں ہوئی ہے کہ رجم کے متعلق ابن سوریا سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ بے شک تورات میں رجم کا حکم موجود ہے۔ مگر جب بخت نصر کے زمانہ میں یہودی کم ہو گئے تھے تو علمائے عصر نے رجم کا حکم منسوخ کر دیا تھا۔ یحرفون الکلم عن مواضعه. (نساء)۔ لوگ بے سمجھی کی وجہ سے کہہ دیتے ہیں کہ یہود نے حضور ﷺ کے علامات ظہور بھی بدل ڈالے تھے، حالانکہ یہ بات غلط ہے کیونکہ تورات صرف مکہ مدینہ میں نہ تھی بلکہ تمام عرب میں موجود تھی۔ اگر کسی نے تبدیلی کی ہوتی تو دوسرا صحیح نسخہ اس کی تکذیب کر سکتا تھا۔ ہاں ''تحریف'' سے مراد صرف یہ ہے کہ اپنے خیالات کے مطابق تورات کی تفسیر کی جاتی تھی۔ جیسا کہ آج قرآن شریف کی تفسیر اپنی خیالات کے مطابق خود مسلمان کر رہے ہیں اس لئے ان کو بھی حضور ﷺ کے ظہور میں تامل پیدا ہو گیا تھا۔ یسمعون کلام الله ثم یحرفونه من بعد ما عقلوه. (بقرہ)۔ ورنہ وہ محو کلمات تورات کے مرتکب نہیں ہوئے تھے۔ یکتبون الکتاب بایدیهم ثم یقولون هذا من عند الله. (بقرہ)۔ عہد حاضر میں علمائے عصر اپنے خیال کے مطابق تفسیر کر کے کہہ دیتے ہیں کہ ظہور بہاء قرآن کے خلاف ہے کچھ احمق یوں کہہ دیتے ہیں کہ اصل انجیل آسمان پر اٹھالی گئی ہے اور عیسائیوں کے پاس

نہیں رہی مگر یہ غلط ہے کیونکہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام فلک چہارم پر ارتقاء فرما کر قوم سے غائب ہو گئے تو جب انجیل بھی ساتھ ہی لے گئے تھے تو لوگوں کے لیے کونسا دستور العمل چھوڑ گئے تھے جس پر عمل پیرا ہو کر نجات پاسکتے تھے؟ کیا چھ سو سال لوگ گمراہی میں ہی پڑے رہے اور خدا تعالیٰ نے اپنا فیض بند کر دیا تھا اور بخل سے کام لے کر نجات کی راہ بند کر دی تھی فنعوذ بالله عما یظن العباد فی حقه فتعالیٰ عما هم یعرفون.

دوستو! صبح ازل نمودار ہو گئی ہے۔ کمر ہمت باندھ لو تاکہ انا للہ کے مقام میں داخل ہو کر الیه راجعون تک رسائی پاسکو۔ کیونکہ حق تعالیٰ کا وجود محتاج دلیل نہیں کیونکہ انسان جب روح و ریحان کی ہوا میں پرواز کرتا ہے تو خدا کے سوا اسے کچھ نظر نہیں آتا اگر دلیل پر توجہ ہو تو یہی آیت کافی ہے کہ اولم یکفهم انا انزلنا علیک الکتاب. (عنکبوت)۔ امید ہے کہ آپ لوگ اصل مقصد پر اطلاع پا کر کتاب کی بعض عبارتوں پر اس قسم کے اعتراضات پیدا نہ کریں گے جو کور فرق (خرد ماغ) پیدا کیا کرتے ہیں، کیونکہ خدا قادر ہے کہ قبض روح کرے یا اپنی عنایت سے تمام کو حیات بدیعہ بخشے۔ تم اسی کے منتظر رہو کیونکہ اصل مقصد اس کا لقاء ہے، لیس البران تولوا وجوهکم. (بقرہ)۔ اسمعوا یا اهل البیان ما وصیناکم بالحق لعل تسکنن فی ظل کان فی ایام الله ممدودا.

شمس حقیقت

الباب المذکور فی بیان ان شمس الحقیقه ومظهر نفس الله لیکونن سلطانا علی من فی السموات والارض وان لن یطیعه احد من اهل الارض وغنیا عن کل من فی الملک وان لم یکن عنده دینار. کذلک

نظہرلک من اسرار الامر ونلقی علیک من جواھر الحکمة لتطیرن بجناحی الانقطاع فی الھواء الذی کان عن الابصار مستورا. ہر زمانہ میں مظہر الٰہی موجود ہوتا ہے جس کو شمس حقیقت کہتے ہیں اور ایک زبردست سلطنت کے ساتھ ظاہر ہو کر یفعل اللہ مایشاء ویحکم ما یرید. (انعام) کا مکمل بروز بنتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ذات باری بروز، ظہور، صعود، نزول، دخول، خروج اور ادراک بالبصر وغیرہ سے پاک ہے لا تدرکہ الابصار. (انعام)۔ کیونکہ ممکنات سے اس کو نسبت، ربط، فصل، وصل اور قرب و بعد یا جہت و اشارہ کا تعلق نہیں ہے اور جملہ کائنات کلمہ امر سے موجود ہوئی ہے اور ... کے ارادہ اور مشیت سے معرض وجود میں آئی ہے۔ بلکہ ممکنات اور کلمہ الٰہیہ کے درمیان ... کوئی تعلق نہیں ہے۔ یحذرکم اللہ نفسہ. (آل عمران)۔ کان اللہ ولم یکن معہ ... تمام انبیاء واصفیاء واولیا معترف ہیں کہ اس کی کنہ ذات کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اس ... تقاضائے رحمت الٰہیہ یوں ہوا کہ جواہر قدس نورانی کو عالم روح ریحان سے انسانی ... میں ظاہر فرمائے تاکہ وہ ذات باری کی ترجمانی کریں۔ اس لئے ان مرایائے قدسیہ کا قدرت، سلطنت، جمال اور ظہور اسی کا علم وقدرت اور اسی کا جمال اور سلطنت اور اسی کا ظہور ہوتا ہے۔ اور علوم ربانی کا مخازن اور فیض نامتناہی کے مظاہر ہوتے ہیں اور شمس لایزالی کے مطلع بھی یہی ہیں۔ لَافَرْقَ بَیْنَکَ وَبَیْنَھُمْ اِلَّا بِاَنَّھُمْ عِبَادُکَ وَخَلْقُکَ اور یہی وہ مقام ہے کہ اَنَا ھُوَ وَھُوَ اَنَا. کائنات کا ہر ذرہ مکمل بروز صفات الٰہیہ ہے اور اس میں نامتناہی کمالات مرکوز ہیں مگر انسان خصوصیت کے ساتھ تمام صفات الٰہی کا مکمل مظہر ہے الانسان سرّی وانا سرّہ، سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی أنفسھم. (حم سجدہ) وفی انفسکم افلا تبصرون. (ذاریات)۔ کالذین نسوا اللہ فانساھم

انفسھم. (حشر)۔ (قال علی) ایکون لغیرک من الظھور مالیس لک حتی یکون ھوالمظھرلک. عمیت عین لا تراک مارایت شیئا الا وقد رایت اللہ فیہ او قبلہ اوبعدہ. نور اشرق من صبح الازل فیلوح علی ھیاکل التوحید اثارہ اور جو انسان کامل ہوتے ہیں وہ شمس حقیقت کا مظہر بنتے ہیں۔ اور باقی کائنات ان کے ارادہ سے موجود ہے اور انہی کے فیض سے متحرک ہے (لولاک لما خلقت الافلاک) یہ ہیاکل قدسیہ مرایائے اولیہ ازلیہ ہوتے ہیں ان ہی سے اسماء و صفات کا ظہور ہوتا ہے گو اس کمال میں تمام مظاہر مساوی ہیں مگر بعض میں چند صفات کا ظہور نہیں ہوتا اس لیے ان میں کچھ فرق پیدا ہو گیا ہے۔ فضلنا بعضھم علی بعض (بقرہ)۔ اور چونکہ تمام مظہر اسمائے وصفات الٰہیہ ہیں اس لئے تمام کے تمام میں سلطنت وعظمت کا پایا جانا ضروری ہے گو اس کا ظہور ان کے حین حیات میں ہو یا بعد میں۔ مخالف چونکہ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے اس لئے ان کے بارے میں نازل ہوا ہے کہ وان یروا سبیل الغی یتخذوہ سبیلا. (اعراف)۔ غفلت کی وجہ سے ان کو راہ راست نہیں ملا۔

قیام سلطنت

ہم سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ القائم بامر اللہ کی سلطنت حسب روایات ظاہری طور پر معلوم ہوتی ہے۔ عہد بہاء میں اسکے برخلاف ظلم وستم تجبر واستبداد اور قتل وغارت کے آثار نمودار ہو رہے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس قدر انبیاء ہو گذرے ہیں ہر ایک نے دوسرے کی سلطنت کی خبر دی ہے اسی طرح حضور ﷺ نے بھی قائم بامر اللہ کے متعلق سلطنت کی خبر دی ہے اس لئے جس طرح انبیاء میں سلطنت کا ظہور ہوا ہے۔ اسی طرح قائم بامر اللہ میں بھی ظہور تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ وہ سلطنت اور دیگر صفات الٰہیہ کے مظہر اتم

ہوتے ہیں علاوہ بریں سلطنت سے مراد غلبہ اور تمام ممکنات پر قبضہ یا احاطہ ہے خواہ یہ معنی سلطنت ظاہری سے پیدا ہو یا باطن سے اور نبی کے عہد حیات میں یا بعد از حیات، یہ سب خدا کی مرضی پر منحصر ہے۔ جب چاہے اس کا ظہور کرے بلکہ سلطنت سے مراد ''احاطہ باطنی'' ہے۔ اور آہستہ آہستہ ''احاطہ ظاہری'' بھی نمودار ہوتا چلا جاتا ہے۔ حضور ﷺ کو دیکھئے کہ کفار اور علماء عصر نے کس قدر آپ پر ظلم ڈھائے اور کس قدر آپ کو ایذا رسانی سے اپنی تحصیل ثواب میں کوشاں رہے۔ اور کس قدر عبداللہ بن ابی، ابو عامر راہب، کعب بن اشرف اور نضر بن حارث وغیرہ علمائے عصر نے آپ کی تکذیب کی۔ اب بھی علمائے عصر اگر کسی کو کافر کہہ دیتے ہیں۔ تو کس قدر اس کی شامت آ جاتی ہے جیسا کہ اس مظلوم پر وارد ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ ما اوذی نبی بمثل ما اوذیت اور قرآن شریف میں بھی آپکے یہ جانفرسا واقعات مذکور ہیں کہ جو شخص آپ کی حمایت کرتا تھا اس کی بھی شامت آ جاتی تھی۔ ایک دفعہ حضور کمال پریشانی میں تھے تو یہ حکم ہوا کہ: وان کان کبر علیک اعراضھم. (انعام)۔ لیکن آج یہ حال ہے کہ سلاطین عالم آپ کی غلامی کو طرہ امتیاز بنائے ہوئے ہیں اور آپ کا نام کمال تعظیم و تکریم سے لیا جا رہا ہے۔ یہی سلطنت ظاہرہ کا مقام ہے جو ہر نبی کو نصیب ہوتا ہے خواہ حین حیات میں یا بعد از عروج موطن حقیقی۔ اور سلطنت الٰہی ہمیشہ ان کے ساتھ رہتی ہے ایک دم جدا نہیں ہو سکتی۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ایک ہی آیت سے آپ نے نور و ظلمت میں فرق کر دیا اور حشر و نشر حساب و کتاب تمام امور بھی اسی سے ظاہر ہو گئے اور یہی آیت ابرار کے لیے رحمت بن گئی (ربنا سمعنا واطعنا) اشرار کے لئے معصیت ثابت ہوئی سمعنا و عصینا، اور یہی سیف اللہ ثابت ہوئی جس سے مومن و کافر جدا ہو گئے۔ عاشقوں نے معشوق چھوڑ دیئے اور باپ بیٹے کے درمیان تفرقہ ڈال دیا۔ مگر دو

سری طرف سالہا سال کی عداوت کا خاتمہ بھی کر دیا۔ اور مدت کے دشمن آپس میں ایسے ہو گئے کہ گویا صلبی بھائی ہیں اور مختلف المذاہب و مختلف المزاج جب اس توحید جدید میں داخل ہوئے تو متحد الخیال بن گئے۔ اور بھیڑیے بکری کا نظارہ پیش ہو گیا کہ ایک گھاٹ سے پانی پی رہے ہیں۔ مگر جاہل ابھی تک منتظر ہیں کہ نظارہ کب ہوگا۔ لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا. (اعراف)۔ اور یہ بھی دیکھ لیجئے کہ ایک ہی آیت کے نازل ہونے سے کس طرح تمام مخلوقات کا حساب ہو گیا ہے کہ سیئات معاف ہو کر حسنات کو سبقت کر رہی ہیں فصدق انہ سریع الحساب. کذلک یبدل اللہ السیئات بالحسنات لو تتفرسون ہر مومن نے حیوۃ ابدیہ حاصل کر لی ہے اور منکر موت ابدی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اور اس مقام پر موت و حیوۃ سے مراد ایمانی موت و حیات ہے۔ حضور ﷺ نے بھی اپنے اہل عصر پر موت و حیات، حشر و نشر کا حکم لگایا تو تحول کرنے لگے۔ اسی طرح ہمارے زمانہ میں معرض وجود میں آیا ہے۔ ولئن قلت انکم مبعوثون من بعد الموت. (ھود)۔ اگر ان سے کہا جائے کہ تم موت کے بعد اٹھے ہو تو کہتے ہیں کہ یہ دھوکا ہے۔ فعجب قولھم ائذا کنا ترابا ائنا لفی خلق جدید (رعد)۔ یہ ان کی بات بہت عجیب ہے کہ ہم تو مٹی تھے کیا ہم مبعوث ہو چکے ہیں بل ھم فی لبس من خلق جدید. مشرک اس نئی ہستی کے متعلق شک کر رہے ہیں۔ نادانوں نے غلط تفسیر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اذا حرف شرط یہاں موجود ہے اس لئے ان آیات کا تعلق آئندہ عالم آخرت سے ہوگا۔ مگر جب وہ آیات پیش کی جاتی ہیں کہ جن میں 'اذا' موجود نہیں تو حیران رہ جاتے ہیں جیسے نفخ فی الصور (ق) نکل بج گیا اور یہی یوم وعید ہے پھر یا تو ''اذا'' اپنی طرف سے لگا دیتے ہیں یا یوں عذر کرتے ہیں کہ قیامت چونکہ ایک ثابت شدہ حقیقت

ہے اس لئے اس کو فعل ماضی کی شکل میں بیان کیا گیا ہے حالانکہ اس جگہ تجلی محمدی مراد ہے اور قیامت سے مراد آپ کا قیام ہے اور آپ نے مردہ دلوں کو نور ایمان سے زندہ کیا تھا کیونکہ یہ صاف مذکور ہے کہ فسینغضون الیک رؤوسھم ویقولون متیٰ ھو. (اسری)۔ مخالف کہیں گے کہ یہ کب ہوگا تو آپ کہ دیں۔ کہ شاید وہ بالکل قریب ہے مگر لوگوں نے نہ سمجھا اور علمائے عصر کے خیالی بتوں کی پرستش کرتے رہے حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام پہلے فرما چکے تھے کہ لابد لکم بان تولد وا مرۃ اخری تم کو ایک دفعہ اور پیدا ہونا پڑے گا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ من لم یولد من الماء والروح لایقدر ان یدخل ملکوت اللہ. المولود من الجسد جسد ھو. والمولود من الروح روح ھو. جو شخص آب معرفت اور روح عیسوی سے پیدا نہیں ہوتا وہ خدا کی حکومت میں داخل نہیں ہوگا۔ کیونکہ جو جسم ظاہری پیدا ہوگا وہ جسم ہی ہوگا اور جو نفس عیسوی سے پیدا ہوگا وہ خاص روح ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص مظاہر قدس کے نفحہ اور روح سے تولد پا کر زندہ ہوتا ہے تو اس کا حشر جنت محبت الٰہی میں ہوتا ہے۔ اور جو لوگ اپنے زمانہ کے روح القدس سے فیضیاب نہیں ہوتے۔ ان پر موت، نار، عدم بصر وغیرہ کا حکم لگ جاتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے ایک عقیدتمند کا باپ مر گیا تو اس نے کفن دفن کیلئے اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا کہ ''دع الموتی یدفنوہ الموتی'' جانے دو مردے خود مردوں کو دفن کریں گے حضرت علی کے پاس ایک آدمی بیع نامہ تیار کرایا جانے کو آیا تو آپ نے منشی سے فرمایا کہ لکھو'' قد اشتری میت عن میت بیتا محدودا بحدود اربعۃ. حد الی القبر وحد الی اللحد وحد الی الصراط وحد اما الی الجنۃ واما الی النار'' اگر اس کاغذ کے دونوں فریق (بائع ومشتری) بعثت علوی کو تسلیم کیے ہوتے تو ہرگز آپ ان کو میت

اور مردہ نہ کہتے۔ کیونکہ کبھی بھی انبیاء اولیاء کے نزدیک حشر۔ بعث اور حیات سے بجائے حقیقی معنی کے رواجی معنی نہیں لئے گئے اور ''حیات حقیقی'' سے مراد حیات قلب (زندہ دلی) ہے جو صرف ایمانداروں کو ملتی ہے۔ جس کے بعد موت نہیں آتی ''المومن حی فی الدارین'' اب ہم اپنے مدعا پر ایک روشن دلیل پیش کرتے ہیں کہ امیر حمزہ جب مسلمان ہوئے تھے اور ابوجہل ایمان سے باز رکھا گیا تھا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی کہ أفمن کان میتا فاحییناہ. وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمات لیس بخارج منھا (انعام)۔'' جناب حمزہ مردہ دل تھے ہم نے ان کو زندہ دل کر دیا ہے۔ اب کیا ابوجہل ان کے برابر ہو سکتا ہے جو ابھی تک ظلمت کفر میں پڑا ہوا ہے اور نکلنے کو تیار نہیں ہے''۔ لوگوں نے کہا کہ حمزہ کب مردہ دل تھے کہ اب زندہ ہو گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ معارف سے آشنا نہ تھے۔ آج بھی چھوٹے بڑے جعل ہائے ظلمانی اور مظاہر شیطانی کی پیروی کرتے ہیں اور انہی سے مشکل مسائل پوچھتے ہیں۔ جن کا جواب وہ اس طرح دیتے ہیں کہ ان کے تقدس میں فرق نہ آئے حالانکہ جعل سرشتوں کو خوشبوئے معرفت نصیب نہیں ہوئی۔ تو دوسروں کو کیا خوشبو پہنچا سکتے ہیں۔ لن یفوز بانار اللہ الا الذین ھم اقبلوا الیہ واعرضوا عن مظاھر الشیطان. کذلک اثبت اللہ حکم الیوم من قلم العزۃ علی لوح کان علی سرادق الغر مکنونا.

ان تمام بیانات سے ہمارا مطلب یہ تھا کہ سلطان السلاطین حقیقی ثابت کریں سو ناظرین خود انصاف کریں کہ کیا چند دن کی ظاہری سلطنت جو اعانت اور امن رعایا کی محتاج ہے بہتر ہے یا وہ سلطنت افضل ہے جو صرف ایک کلمہ سے غالب اور قاہر رہتی ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے اس کے حکم رائج رہتے ہیں۔ ماللتراب ورب الارباب؟ ہاں سلطنت

کے اور بھی بہت معانی ہیں کہ جن کے بیان کرنے پر نہ میں طاقت رکھتا ہوں اور نہ لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں (فسبحان اللہ عما یصف العباد فی سلطنتہ وتعالی عما ھم یذکرون)۔ اگر سلطنت کا ظاہری معنی لیکر یہ سمجھا جائے کہ اس سے دوست آرام پاتے ہیں اور دشمن ذلیل ہوتے ہیں تو ذات باری میں یہ معنی نہیں پایا جا سکتا کیونکہ اس کے دوست ہمیشہ تکلیف میں رہتے ہیں اور دشمن آرام میں رہتے ہیں۔ جناب حسین بن علی ارض طف میں جام شہادت پیتے ہیں اور لولاہ لم یکن فی الملک مثلہ کا طرہ امتیاز حاصل کئے ہوئے ہیں مگر وان جندنا لھم الغالبون۔ (صافات) کا مصداق نہیں بن سکتے۔ اس لئے یہاں غلبہ ظاہری مراد نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح کفار نے انبیاء کو نیچا دکھا کر قتل تک پہنچا دیا مگر حکم یہ ہوتا ہے کہ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون جس سے مراد یہ ہے کہ غلبہ حقیقی سے نور کی تکمیل ہوگی چنانچہ جناب حسین کا خون جس مقام پر گرا ہے اس کا ایک ذرہ بیماریوں کی شفا ثابت ہو چکا ہے اور گھر میں رکھنا موجب خیر و برکت اور کثرت مال وحفاظت مال وجان ہوتا ہے اور اس میں اس قدر فوائد ہیں کہ اگر بیان کروں تو لوگ کہیں گے کہ ''تم تو مٹی کو خدا سمجھنے لگ گئے ہو'' اسی طرح جناب کو کمال کسمپرسی میں بلا غسل وکفن دفن کیا گیا آج یہ عزت ہے کہ چاروں طرف سے لوگ زیارت کے لئے آپ کی آستان پر جبہ سائی کر رہے ہیں اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ نے فناء کلی کے مقام پر خدا کی راہ میں مال وجان قربان کر دیا تھا۔ اس لئے یہ اعزاز حاصل کیا تھا ہمیں بھی امید ہے کہ ہماری جماعت میں سے بھی اس مقام پر بہت سے لوگ پہنچیں گے مگر ابھی تک سوائے معدودے چند کے ہم کسی کا کامیاب نہیں دیکھتے۔ کذلک نذکر لکم من بدائع امر اللہ ونلقی علیکم من نغمات الفردوس۔ لعلکم بمواقع العلم تصلون۔ ومن ثمرات العلم ترزقون۔ یہ

لوگ اگرچہ مفلس ہوں پھر اپنے آپ کو غنی سمجھتے ہیں ذلیل ہوں تو دماغ عرش پر ہوتا ہے عاجز ہوں تو سلطان وقت بنتے ہیں اور غیر کے قبضہ میں گرفتار ہوں تو اپنے آپ کو غالب اور فتح مند جانتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے ایک دن کرسی پر بیٹھ کر یوں فرمایا تھا کہ بظاہر میری غذا گھاس ہے جس سے میں اپنی بھوک بند کر لیتا ہوں اور بستر وسطح زمین ہے چراغ چاند کی روشنی اور سواری میرے دونوں پاؤں ہیں۔ مگر اس ناداری پر ہزار مالداری نثار ہیں اور اس ذلت پر لاکھوں عزت قربان ہیں جناب صادق کے پاس ایک عقیدت مند نے ناداری کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ تم تو غنی ہو وہ حیران ہوا کہ میں کیسے غنی ہوں؟ تو آپ نے فرمایا کہ آیا تم میری محبت رکھتے ہو؟ کہا ہاں۔ فرمایا کیا تم اس کو ہزار دینار سے بیچو گے؟ کہا نہیں۔ تو فرمایا جب تمہارے پاس ایسی قیمتی چیز موجود ہے تو پھر تم کیسے مفلس ہو؟ اس لئے خدا کے نزدیک سب فقیر ہیں انتم الفقراء الی اللہ واللہ ھو الغنی۔ غیر سے استغناء کا نام مالداری ہے اور خدا کی طرف محتاج ہونے کا نام ناداری ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام جب پلاطوس اور فیافا کے سامنے گرفتار ہو کر آئے تو پوچھا گیا کہ جناب نے یوں نہیں کہا کہ میں مسیح ہوں، شہنشاہ ہوں، صاحب کتاب ہوں اور رب یوم سبت ہوں؟ تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ابن انسان قدرت وقوت الٰہی کے دائیں ہاتھ بیٹھا ہوا ہے؟ اس کا مطلب یہ تھا کہ بظاہر گو میں گرفتار ہوں۔ مگر قدرت باطنی رکھتا ہوں جو تمام عالم پر محیط ہے اس جواب پر لاجواب ہو کر قتل کرنے کو آئے تو فلک چہارم پر آپ کو جانا پڑا۔ لوقا لکھتا ہے کہ ایک دن ایک فالج زدہ آپ سے شفا حاصل کرنے آیا تو آپ نے اسے فرمایا کہ تمہارے گناہ معاف ہو گئے ہیں۔ کھڑے ہو جاؤ۔ یہودیوں نے اعتراض کیا کہ کیا خدا کے سوا کوئی گناہ بخش سکتا ہے؟ کہا کہ ابن انسان کو بھی گناہ بخشنے کا اختیار دیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کو اسی

قسم کی سلطنت حقیقی دی گئی ہے مگر لوگ ناواقف ہیں۔ اور ہم پر بعینہ وہی اعتراض کرتے ہیں
جو یہود ونصاریٰ نے حضور ﷺ کے زمانہ میں آپ پر کئے تھے۔ ذرهم فی خوضهم
یلعبون. (انعام)، لعمرک انهم لفی سکرتهم یعمهون (حجر)۔ حضور ﷺ پر یہود
نے ایک یہ بھی اعتراض کیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا ہاں ایک مظہر کا
ظہور لکھا ہے کہ وہ توراۃ کی اشاعت کرے گا اسی کی طرف یہ اشارہ ہے کہ قالت الیهود
یدالله مغلولة. (مائدہ)، ید الله فوق ایدیهم. (فتح)۔ یہود کہتے ہیں کہ خدا کے ہاتھ
جکڑ دیئے ہوئے ہیں۔ اب کسی کو پیغمبر بنا کر نہیں بھیج سکتا۔ نہیں نہیں اس کے ہاتھ دونوں
کھلے ہوئے ہیں اور ہر وقت نبی بھیج سکتا ہے۔ اس مقام پر بھی لوگوں نے سخت ٹھوکر کھائی
ہوئی ہے اور توہمات میں پھنسے ہوئے نظر آتے ہیں یوں تو یہودیوں پر اعتراض کرتے ہیں مگر
خود بھی وہی بات کہتے ہیں جو یہود کہہ چکے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے
اور ایسے بے سمجھ اور نادان جانور ہیں۔ کہ خدا کے فضل وکرم کی وسعت کو انہوں نے محدود
کر دیا حالانکہ اس کی وسعت بے انتہا ہے۔ ان کی ذلت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ لقاء اللہ
سے محروم ہو رہے ہیں۔ جس کا وعدہ تمام مومنین کو دیا گیا تھا۔ اور باوجود بے شمار نشانات
صداقت کے پھر بھی انکار کر رہے ہیں۔ ﴿وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ولقائه اولئک
یئسوا من رحمتی واولئک لهم عذاب الیم. (عنکبوت)، أنهم ملاقوا
ربهم. (بقرہ)، أنهم ملاقوا الله. (بقرہ)، من کان یرجوا لقاء ربه. (کہف)، لعلکم
بلقاء ربکم توقنون. (رعد)۔ ان آیات سے لقاء اللہ کا وعدہ ثابت ہوتا ہے مگر یہ لوگ منکر
ہیں۔ اگر یوں کہا جائے کہ ان آیات میں تجلی الٰہی مذکور ہے جو قیامت میں ہوگی تو ہم کہتے
ہیں کہ کیا تجلی الٰہی اس وقت ہر چیز میں موجود نہیں ہے؟ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ہر ذرہ

کائنات کا بروز الٰہی ہے مگر انسان اس کا کامل بروز ہے۔ دیکھئے ارشاد ہے کہ: وان من
شیء الا یسبح بحمده. (بنی اسرائیل)، کل شیء احصیناه کتابا. (نبا)۔ تو جب ہر
چیز میں اس کی تجلی موجود ہے تو پھر قیامت کو کس تجلی کی ضرورت ہوگی۔ اگر اس سے مراد فیض
اقدس اور تجلی اول ہو تو وہ چونکہ ذات غیب سے مخصوص ہے اس لئے کسی کو وہاں تک رسائی
ممکن نہیں تو پھر اس کا کیوں وعدہ دیا گیا ہے؟ اگر اس سے مراد تجلی ثانی اور فیض مقدس ہو تو
اس سے مراد ظہور اولیٰ اور بروز بدعیہ ہوگا جو انبیاء اولیاء سے مخصوص ہے کیونکہ یہ لوگ ذات
باری کے لئے شیشہ ہیں۔ اس لئے ان کا لقاء لقاء اللہ ہوتا ہے انکا علم علم الٰہی ہوتا ہے اور ان
کی ظاہریت وباطنیت اسی کی ظاہریت وباطنیت ہوتی ہے هو الاول والاخر والظاهر
والباطن (حدید) علی هذا القیاس وہ تمام اسمائے صفاتی کا مظہر ہوتے ہیں۔ پس جو شخص
ان سے ملاقی ہوا وہ خدا سے ملاقی ہوا اور جنت ابدی میں داخل ہوگیا۔ اور یہ لقاء الٰہی قیامت
کے بغیر حاصل نہیں ہوتا یعنی اس وقت کہ خدا کسی میں روپ لے کر قائم ہو جائے۔ اور اس
روز سے عظیم تر کوئی دوسرا روز نہیں ہے تو پھر انسان کس طرح توہمات میں پڑ کر ایسے روز کی
برکت سے محروم رہ سکتا ہے؟ اذا قام القائم قامت القیامة، هل ینظرون الا ان
یاتیهم الله فی ظلل من الغمام. (بقرہ)۔ ان کی تشریح ائمہ معصوم نے وہی کی ہے جو ہم
نے لکھ دی ہے دوستو! قیامت کا معنی خوب سمجھ لو۔ اور مردودوں کی بات نہ سنو اس روز کا عمل
ہزار سال کے عمل سے بڑھ کر ہے بلکہ اس کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے" ھج رعاع "یعنی بے
عقل اور نادانوں نے جب قیامت اور لقاء الٰہی کا معنی نہیں سمجھا اس لئے فیض الٰہی سے محروم
رہ گئے ہیں۔ خود غور کرو کہ ظہور حق کے روز اگر کوئی ہزار سال تک کا ظاہری علوم پڑھا ہوا انکار
کر دے تو کیا اس کو عالم کہا جا سکتا ہے؟ نہیں نہیں بلکہ ایک ناخواندہ جب اس روز کی

شناخت کرتا ہے تو وہ اس عالم سے بڑھ کر ہوگا۔ اور علمائے ربانی میں شمار ہوگا۔ یہ انقلاب بھی نشان صداقت ہے، روایت ہے کہ یجعل اعلاکم اسفلکم و اسفلکم اعلاکم۔ اورآیت ہے کہ ونرید أن نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلهم ائمة ونجعلهم الوارثین. (قصص)، چنانچہ آج کئی ایک عالم جہالت کے گڑھے میں گر گئے ہیں اور کئی ایک ناخواندہ جہالت سے نکل کر رفعت علم پر پہنچ گئے ہیں اور یہ خدا کی قدرت ہے۔ یمحو اللّٰہ ما یشاء ویثبت. (ابراہیم)۔ اس لیے کہتے ہیں کہ طلب الدلیل عند حصول المدلول قبیح والاشتغال بالعلم بعد الوصول الی المعلوم مذموم۔ قل یا اهل الارض هذا فتی نادی یرکض فی بریة الروح ویبشرکم بسراج اللّٰہ ویذکرکم بالذکر الذی کان عن افق القدس فی شطر العراق تحت حجبات النور بالستر مشهودا۔ اگر قرآن مجید کو غور سے مطالعہ کرو تو تمکو یقین ہو جائے گا کہ جو امور حضور علیہ السلام کی رسالت کے منکروں کو پیش آئے تھے آج بھی وہی ہماری صداقت کے منکروں کو پیش آئے ہوئے ہیں۔ علی ھذا القیاس اسرار رجعت اور غوامض بعثت پر تم کو اطلاع ہو جائے گی۔ ایک دفعہ مخالفین نے بطور طنز یوں کہا تھا کہ إن اللّٰہ قد عهد إلینا الا نؤمن لرسول حتی یأتینا بقربان تأكله النار۔ (آل عمران)۔ خدا نے ہمیں اس رسول پر ایمان لانے کو کہا ہے جو ہابیل وقابیل کا معجزہ ناری ظاہر کرے تو آپ نے فرمایا کہ قد جاء کم رسل من قبلی بالبینات وبالذی قلتم فلم قتلتموهم (آل عمران)۔ ایسے معجزات مجھ سے پہلے رسول تمہارے پاس لا چکے ہیں تو پھر تم نے ان کو کیوں قتل کیا تھا؟ اب دیکھنا یہ ہے کہ گذشتہ مخالفین کا الزام قتل وغیرہ موجودہ مخالفین کے سر پر حضور علیہ السلام نے کیوں تھوپ دیا؟ کیا جھوٹ یا لغو الزام تھا؟ نہیں

نہیں بلکہ آپ نے اپنے زمانہ کے مخالفین کو وہی مخالف رسالت سمجھا جو پہلے ہو گذرے تھے اس مقصد پر چونکہ انکی رسائی نہ تھی اس لئے آپ کو جنون سے نسبت دینے لگ گئے۔ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا۔ (آل عمران)۔ آپ سے پہلے یہی لوگ مخالفین پر الٰہی فیصلہ چاہتے تھے۔ مگر جب حضور ﷺ تشریف فرما ہوئے تو منکر ہو بیٹھے۔ اس موقع پر بھی اگلوں اور پچھلوں کو ایک ہی قرار دیا ہے کیونکہ ہر زمانہ میں مخالفین رسالت کی نوعیت ایک ہی ہوا کرتی ہے اسی طرح تمام مخلوق کی نوعیت ایک ہوا کرتی ہے کیونکہ ارشاد ہے کہ: لما جاء هم ما عرفوا کفروا به جس جس نبی کو انہوں نے شناخت کرلیا ہوا تھا۔ جب سامنے آیا تو نا آشنا بن بیٹھے اب یہ مسئلہ صاف ہوگیا کہ ان آیات میں تسلیم کیا گیا ہے کہ نبی بعد اپنے پہلے کی رجعت تھا اور مخالفین عہد رسالت پہلے مخالفین رسالت کے رجعت تھے کیونکہ جس قدر مظاہر حق ظاہر ہوئے ہیں وہ سب کے سب گویا یک ذات اور یک نفس تھے اور شجرہ توحید سے خوراک حاصل کرتے تھے اور در حقیقت ان کے دو مقام ہیں اول مقام تجرید اور امتیازی حالت جس میں وہ الگ الگ نظر آتے ہیں مگر جب ان کو ایک اسم اور ایک ہی صفت سے موسوم و موصوف کرو تو کوئی بری بات نہیں ہوگی۔ کیونکہ ارشاد ہوا ہے کہ: لانفرق بین احد من رسله۔ (بقرہ)۔ تم ہو کہ ہم ان میں تفریق کے قائل نہیں ہیں اور حدیث میں آیا ہے: اَمَّا النَّبِیُّوْنَ فَاَنَا، تمام انبیاء کا بروز میں ہی ہوں۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں ہی آدم اول ہوں، میں ہی نوح، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام ہوں اور اسی مضمون کو حضرت علی نے دہرایا ہے خدا کا فرمان ہے کہ ما امرنا الا واحد. (قمر)۔ جب امر ایک ہوا تو تمام مطلع امر اور انبیاء بھی ایک ہی ہوئے، روایت ائمہ معصومین بھی اسی کی موید ہے کہ "اَوَّلُنَا مُحَمَّدٌ ﷺ وَاَوْسَطُنَا مُحَمَّدٌ ﷺ وَاٰخِرُنَا

مُحَمَّدٌ ﷺ ’’ ہمارے اول آخر اور درمیان حضور ہی حضور ﷺ ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ تمام انبیاء امر الٰہی کے مختلف ہیاکل ہیں کہ مختلف رنگوں میں ظاہر ہوئے ہیں مگر غور سے معلوم ہوسکتا ہے کہ تمام ایک ہی جنت رضوان میں ساکن ہیں ایک کلام کے ناطق ہیں اور ایک ہی حکم کے بتانے والے ہیں۔ تو اگر کوئی نبی کہے کہ میں تمام انبیاء کا بروز اور رجوع ہوں تو صادق ہوگا اور رجوع اول کی تصدیق کرے گا۔

رجوع و بروز انبیاء و اولیاء

جب قرآن وحدیث سے رجوع انبیاء ثابت ہوگیا تو رجوع اولیاء بھی ثابت ہوگیا بلکہ رجوع اولیاء ایسا ظاہر ہے کہ کسی دلیل کا محتاج ہی نہیں حضرت نوح علیہ السلام بھی ایک نبی تھے آپ کی بعثت پر جو ایمان لائے ان کو حیات جدیدہ نصیب ہوگئی کیونکہ اس ایمان سے پہلے وہ ایسے مقلدانہ علایق میں پھنسے ہوئے تھے کہ اگر ان کو قتل بھی کیا جاتا تو اس تقلید کو نہ چھوڑتے انا علی آثارهم مقتدون. (زخرف)۔ مگر جب ایمان لائے تو ان میں ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ زن وفرزند اور مال ومنال سے الگ ہوئے اور خلق جدید میں موجود ہوگئے اور اس سے پہلے اپنی جان کو لومڑی سے بھی محفوظ رکھتے تھے۔ لیکن اب وہ ایسے دلیر ہیں کہ گویا اپنی جان سے بیزار ہیں اور چاہتے ہیں کہ خدا کی راہ میں اپنی جان مفت دے دیں۔ اس دور جدید سے پہلے وہ وہی تھے جو اب ہیں۔ مگر قدرت نے ایسا انقلاب پیدا کیا ہے کہ ان میں طبعی اور اصلی حالات ہی تبدیل ہوگئے ہیں۔ مشہور ہے کہ تانبا اپنی کان میں ستر (۷۰) سال پڑا رہے تو سونا بن جاتا ہے اور بعض کا قول ہے کہ خود سونے میں کمال یبوست آجاتی ہے وہ تانبا بن جاتا ہے بہر حال پہلی روایت کے بموجب یہ ماننا پڑتا ہے کہ عمل اکسیری نے اس میں ایسا انقلاب پیدا کر دیا ہے کہ اب اس کو تانبا نہیں کہہ سکتے علی ہذا

القیاس نفوس ترابی کو اکسیر الٰہی ایک ہی آن میں عالم قدس میں پہنچا دیتی ہے اور وہ مکان سے لامکان تک پہنچ جاتے ہیں۔ تم کو چاہئے کہ یہ اکسیر حاصل کرو اور ظلمت جہالت سے نکل کر صبح نور میں داخل ہو جاؤ اگر سونے کو اس وقت تانبا کہہ سکتے ہیں تو ان نفوس کو بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ وہ پہلے ہی نفوس تھے۔ اب ان بیانات سے رجوع۔ بعثت اور خلق جدید کا مفہوم ثابت ہوگیا ہے۔ اور جو لوگ ظہور قبل میں ایماندار ہیں۔ اسم واسم اور فعل وفعل یا امر کے لحاظ سے بعینہ وہی نفوس ہیں جو ظہور بعد میں پیدا ہوئے ہیں کیونکہ ہر دو ظہور بھی تو خود متحد فی الذات ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان میں بیرونی عوارض مختلف پائے گئے ہیں۔ مگر تم اس پودے کی شاخیں دیکھ کر تکثر کے قائل نہ ہو بلکہ خوشبو اور ذاتی آثار کی رو سے اسے متحد سمجھو۔ نقطہ فرقان (جناب محمد رسول اللہ ﷺ) کے وقت جن لوگوں نے اس راز کو سمجھ کر سب کے اول ایمان قبول کیا انہوں نے حضور پر اپنا مال وجان سب قربان کر دیا اور ایسے راسخ الایمان واقع ہوئے کہ شہادت پانے کو بھی موجب فخر سمجھتے تھے۔ اسی طرح اس وقت نقطہ بیان (بہاء اللہ) پر ایمان لانے والے بھی ایسے جان نثار واقع ہوئے ہیں کہ تمام سے انقطاع کلی حاصل کرکے اپنی جان قربان کر رہے ہیں۔

بروز محمدی

کیونکہ یہ دونوں ایک ہی شمع کے پروانے ہیں اور ایک ہی درخت کے پھل اور پھول ہیں۔ ’’ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ مِنْ خَلْقِهٖ‘‘ پس اگر آخر الآخرین قائم بامر اللہ ظاہر ہوں تو اول الاولین قائم بامر اللہ کی شکل ان میں ضرور ظاہر ہوگی۔ جس طرح کہ دورہ شمسی میں دنیا کا پہلا سورج دکھائی دینے والا بھی وہی ہے جو آج دکھائی دے رہا ہے یا دنیا کے آخری دن میں دکھائی دے گا۔ گو بظاہر ہر روز اپنے عوارض کی وجہ سے مختلف نظر آتا ہے۔ مگر درحقیقت ایک ہی ذات ہے جو بارہا ظاہر ہو رہی ہے۔

ختم نبوت

اس موقع پر ختم نبوت کا انکشاف ہوگیا ہے کیونکہ جب حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ "اما النبیون فانا۔ انا ادم ونوح وموسٰی وعیسٰی. کنت نبیا وادم بین الماء والطین" میں سب سے پہلے نبی ہوں اور درمیان میں آدم ونوح وموسیٰ وعیسیٰ بھی ہوں اور انکے علاوہ تمام انبیاء خود میں ہی ہوں۔ تو اگر آپ کو آخری نبی اور خاتم النبیین کہا جائے تو کونسی مشکل نظر آئے گی۔ کیونکہ جب خود خدائے تعالیٰ اول وآخر ظاہر و باطن اور مختلف صفات سے موصوف ہے تو اس کے مظاہر بھی اول وآخر اور ظاہر و باطن کے اوصاف سے متصف ہوں گے ورنہ اگر صرف ذاتی تجرد کا لحاظ کیا جائے تو یہ سب اوصاف خارج نظر آتے ہیں کان اللہ ولم یکن معہ شیء. یہ مسئلہ اکثر دفعہ ہم سے پوچھا گیا ہے۔ اور لوگوں کو ابھی تک اس راز کی حقیقت منکشف نہیں ہوئی۔ اس لئے اسی حجاب میں پڑ کر انوار الٰہی سے محروم ہو رہے ہیں۔ اور ایک بہت بڑا حجاب علمائے عصر ہیں جو وجاہت طلبی کی وجہ سے امر اللہ کو تسلیم نہیں کرتے اور نہ ہی اس کی بات سنتے ہیں، یجعلون اصابعھم فی اذانھم اور ان کے تابعدار چونکہ ان کو اَوْلِیَاءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ بنائے ہوئے ہیں۔ اس لئے ان جیسے پیروں کے رد وقبول کے منتظر رہتے ہیں کانھم خشب مسندۃ، کیونکہ وہ خود سمع، بصر اور عقل نہیں رکھتے کہ حق و باطل میں تمیز کرسکیں حالانکہ انبیاء واولیاء واصفیاء کا حکم ہے کہ انسان خود اپنے حواس کو استعمال کرے اور دوسروں کی تقلید میں نہ رہے۔ مگر یہ ایسے پھنسے ہیں کہ اگر کوئی ناخواندہ دعوت تبلیغ دیتا ہے کہ یقوم اتبعوا المرسلین تو جواب دیتے ہیں کہ اگر یہ شخص مرسل ہوتا تو سب سے پہلے علمائے عصر اور فضلائے دہر اس کی پیروی کرتے۔ پس یہی ایک بات ہے جو ہر زمانہ میں حق قبول کرنے سے مانع رہی ہے اور

جو بھی نبی مبعوث ہوا ہے اس کی راہ میں علماء عصر ہی رکاوٹ پیدا کرتے رہے ہیں فاتلھم اللہ بما فعلوا من قبل ومن بعد ما کانوا یفعلون. دوستو! اس حجاب اکبر سے بڑھ کر کوئی اور حجاب نہیں ہے جس کا اٹھا دینا بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ وفقنا اللہ وایاکم یا معشر الروح لعلکم بذلک فی زمن المستغاث توفقون ومن لقاء اللہ فی ایامہ لاتحتجبون. دوسرا حجاب اکبر مسئلہ ختم رسالت کا ہے جس میں یہ ھمج رعاع نادان فرقہ مولویاں بھٹک رہا ہے۔ کیا انہوں نے حضرت امیر کا یہ قول بھی نہیں پڑھا کہ نکحت الف فاطمۃ کلھن بنت محمد خاتم النبیین میں نے ہزار فاطمہ سے نکاح کیا ہے جن میں سے ہر ایک محمد خاتم النبیین کی بیٹی تھی۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی پیدائش اول ازاول تھی۔ اور پھر اس کے مظاہر جمال غیر متناہی اور بے شمار ہوں گے اور اسی طرح جناب حسین بن علی علیہ السلام جناب سلمان فارسی کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ کنت مع الف ادم بین کل احد منھم خمسون الف سنۃ وعرضت علی کل منھم ولایۃ ابی الی ان قال قاتلت فی سبیل اللہ الف مرۃ اصغرھا غزوۃ خیبر التی حارب فیھا ابی بالکفار. میں ہزار آدم کے ساتھ رہا ہوں جن میں سے ہر ایک آدم کا زمانہ پچاس ہزار سال تھا اور ہر ایک پر میں نے اپنے باپ کی ولایت کا مسئلہ پیش کیا ہے۔ اسی سلسلہ بیان کو دور تک چلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں ہزار دفعہ خدا کی راہ میں ایسی لڑائیاں لڑا ہوں کہ خیبر کی لڑائی جو میرے باپ نے لڑی تھی ان کے مقابلہ میں بہت معمولی ہے۔ ان دو روایتوں سے ختم رسالت، رجع اور لااولیت اور لاآخریت کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ مگر مخالفین اس کو نہیں سمجھ سکتے، بلی لایعرف ذلک الا اولوا الالباب۔ قل ھو الختم الذی لیس لہ ختم فی الابداع ولا بدء فی الاختراع. اذاً یا ملأ الارض فی ظھورات البدء

تجلیات الختم تشہدون. تعجب ہے کہ یہ لوگ اپنے مطلب کی روایات مان لیتے ہیں اور دوسری روایات کو تسلیم نہیں کرتے۔ قل افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض. (بقرہ)، ما لکم کیف تحکمون الا تشعرون. (صافات)

حالانکہ قرآن مجید میں آیت خاتم النّبیین کے بعد لقاء اللہ کا وعدہ دیا گیا ہے۔ جس میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہے فھنیا لمن فاز بہ فی یوم اعرض عنہ اکثر الناس کما انتم تشہدون قیامت کا شبہ تھا تو وہ بھی ثابت کر دیا ہے مگر وہ اب بھی اسی شبہ میں پڑے ہوئے ہیں اور یوم قیامت لقاء اللہ اور ختم وبدء سے محجوب ہو رہے ہیں۔ ولو یؤاخذ اللہ الناس بما کسبت ایدیھم ما ترک علی ظھرھا من دابۃ. (ملائکہ) اگر یہ لوگ صرف یہی دیکھ لیتے کہ "یفعل اللہ مایشاء" تو خدا پر کوئی اعتراض نہ کرتے " بِیَدِہٖ الْاَمْرُ وَالْقَوْلُ وَالْفِعْلُ. مَنْ قَالَ لِمَ وَبِمَ فَقَدْ کَفَرَ " یہ لوگ اگر کچھ بھی غور کریں تو جان لیں گے کہ وہ ایسے شبہات کی وجہ سے دوزخ میں گرتے جا رہے ہیں۔ کیونکہ وہ تو اتنا بھی نہیں جانتے کہ لا یسأل عما یفعل. (انبیاء)۔ وہ جو چاہے کرتا ہے کوئی اس پر معترض نہیں ہو سکتا اس سے بڑھ کر اور نادانی اور جہالت کیا ہو سکتی کہ یہ لوگ اپنے ارادہ اور علم کو تو مانتے ہیں۔ مگر جب مشیت ایزدی اور ارادہ الٰہی کا ذکر آجاتا ہے تو فوراً منکر ہو جاتے ہیں۔ واللہ اگر قدرت میں مہلت نہ لکھی ہوتی تو یہ سب معدوم ہو جاتے لکن یؤخر ذلک الی میقات یوم معلوم ۔ دیکھئے آج بارہ سو اسی سال ہو رہے ہیں اور یہ تمام ھج رعاع روزانہ قرآن شریف کی تلاوت بھی کرتے ہیں مگر ان مطالب قدسیہ پر اطلاع پانے سے محروم چلے آئے ہیں حالانکہ تلاوت سے مقصد تو یہ تھا کہ معانی پر بھی غور کرتے کیونکہ تلاوت بے معرفت چنداں مفید نہیں ہوتی۔ مجھے ایک سے قیامت حشر نشر علامات قیامت اور حساب خلائق کے متعلق مباحثہ چھڑ گیا تو کہنے لگا کہ اگر ظہور بدیع (یعنی آپ کے زمانہ) میں یہ سب

کچھ واقع ہو چکا ہے تو بتائیے تمام مخلوقات کا حساب کیسے لیا گیا ہے حالانکہ کسی ایک کو بھی معلوم نہیں کہ اعمال کا حساب بھی ہونے کو تھا یا نہیں، تو میں نے جواب دیا کہ حساب وکتاب زبانی مراد نہیں ہے کیونکہ ارشاد ہے کہ فیومئذ لا یسأل عن ذنبہ انس ولا جان. یعرف المجرمون بسیماھم فیؤخذ بالنواصی والاقدام. (رحمٰن)۔ اس روز لوگوں سے زبانی حساب نہیں ہوگا۔ بلکہ مجرم اپنے نشانات سے پہچانے جائیں گے اور اس شناسائی سے ہی حساب ہو جائے گا۔ جیسا کہ آج خود ظاہر ہے کہ اہل ہدایت، اہل ضلالت سے روز روشن کی طرح ظاہر اور ممتاز ہیں اگر خالصاً لوجہ اللہ یہ لوگ ان آیات میں غور کریں تو تمام امور زیر بحث ظاہر ہو سکتے ہیں حتیٰ کہ ان کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ کس طرح مظہر صفات الٰہیہ اپنے وطن اور مال ومنال سے نکال کر بے وطن اور بے خرچ کر دیا گیا ہے ولکن لا یعرف ذلک الا اولوا الالباب. اختم القوم بما نزل علی محمد من قبل لیکون ختامہ المسک الذی یھدی الناس الی رضوان قدس منیر ھو قولہ تعالیٰ: واللہ یدعو الی دار السلام. (یونس)، لھم دار السلام عند ربھم وھو ولیھم. (انعام)۔ لیسبق ھذا الفضل علی العالم والحمد للہ رب العالمین۔ اس مطلب کو ہم نے بار بار اس لئے بیان کیا ہے کہ اگر کسی کو ایک طرز بیان سے سمجھ نہیں آیا تو دوسری طرز پر سمجھنے کی کوشش کر سکے لیعلم کل اناس مشربھم۔ واللہ مجھے وہ راز سمجھائے گئے ہیں کہ جن میں سے میں نے ابھی تک کچھ بھی بیان نہیں کیا۔ شاید کسی آئندہ وقت میں ظاہر ہوں گے۔ وما من امر الا بعد اذنہ وما من قدرۃ الا بحولہ. وما من الہ الا ھو لہ الخلق والامر وکل بامرہ ینطقون. ومن اسرار الروح یتکلمون. یہاں تک کہ مشارق الٰہیہ کا پہلا مقام ذکر ہوا ہے اب دوسرا مقام ذکر کرتا ہوں کہ جس میں حدود بشریہ کی تفصیل موجود ہوتی ہے کیونکہ اس مقام پر ہر ایک مظہر کی حدود

مخصوص ہوا کرتی ہیں اور ہر ایک کا اسم اور صفت الگ الگ ہوتے ہیں اور شریعت جدیدہ پر مامور ہوتے ہیں، فضلنا بعضهم علی بعض. (بقرہ)۔ اس لئے ان کی زبان پر مختلف بیانات ظاہر ہوا کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ لوگ ظاہری بیانات پر مطلع ہو کر مسائل الٰہیہ سے جو صرف ایک کلمہ میں منحصر ہیں غافل ہو جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان مظاہر پر ربوبیت والوہیت واحدیت صرفہ اور ہویت محتہ کا اطلاق ہوا کرتا ہے اور ہونا بھی چاہئے۔ کیونکہ تمام مظاہر ظہور الٰہی کے عرش پر ساکن ہیں اور بطون اللہ کی کرسی پر واقف ہیں یعنی ظہور الٰہی انکے ظہور سے وابستہ ہے اور دوسرے مقام میں تمیز وتفصیل اور تحدید واشارات یا عبودیت صرفہ اور فقر محت یا فنائے باث ان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ. وَمَا اَنَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اگر یہ مظاہر انی انا اللہ کہہ دیں تو وہ بھی بجا ہوگا۔ کیونکہ ان کے ظہور اور اسماء صفات سے ہی ظہور الٰہی اور ظہور اسماء وصفات الٰہیہ ہوا کرتا ہے وما رمیت اذ رمیت. (انفال)، انما یبایعون اللہ. (فتح)۔ اگر تمام انبیاء یا حضور ﷺ نے انی رسول اللہ کا اعلان کیا ہے تو وہ بھی بجا ہوگا۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ۔ اس مقام میں انبیاء شریک ہیں اگر تمام انبیاء انا خاتم النبیین کا دعویٰ کریں تو بھی غلط نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ تمام یک ذات ویک روح ویک جسد اور ایک ہی امر کے مالک ہیں اسی طرح سب کے سب مظہر بدئیت وختمیت، اولیت اور آخریت یا ظاہریت وباطنیت ذات باری تعالیٰ کے واسطے ثابت ہو چکے ہیں اگر یہ کہیں کہ نحن عباد اللہ تو یہ بھی درست ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ استغراق کی حالت میں ان بزرگوں کی زبان پر دعوائے الوہیت کا اجرا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اس وقت اپنی ہستی کو معدوم سمجھ کر اس کا ذکر شرک اکبر جانتے ہیں۔ کیونکہ اس مقام پر کسی قسم کی ہستی کا ذکر بھی غلط ہوتا ہے تو بھلا اپنی ہستی کا ذکر کیسے کر سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان کے مقام مختلف ہیں کسی میں ذکر ربوبیت ہوتا ہے، کسی میں رسالت اور

کسی میں عبودیت۔ اس لئے انکی رسالت، عبودیت، الوہیت اور ولایت یا امامت تمام دعاوی حق ہیں۔ ایسے مقامات سے اطلاع پانے کی کوشش کرنا ضروری ہے ورنہ کسی ایسے شخص سے دریافت کرنا ضروری ہوتا ہے جو ان مقامات سے بخوبی واقف اور مطلع ہوتا ہے نہ یہ کہ اپنی رائے ناقص سے خود ایسے مقامات کی تشریح کر کے اعتراض پر اعتراض کرنے لگ جائیں۔ جیسے کہ آج علمائے عصر اپنی نادانی کو علم سمجھ بیٹھے ہیں اور ظلم کو عدل قرار دیتے ہیں۔ ان کی عادت ہے کہ جب سوال کا جواب اپنی سمجھ کے مطابق نہیں پاتے تو مظہر الٰہی کو جاہل بتانے لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ سے لوگوں نے پوچھا تھا کہ یہ ہلال کیا ہیں تو آپ نے فرمایا تھا کہ (مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ) وقت شناسی کی نشان ہیں تو انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ جواب ناواقفیت ظاہر کرتا ہے، روح کے متعلق سوال ہوا تو یوں جواب دیا کہ الروح من امر ربی. (بنی اسرائیل)، تو شور مچا دیا کہ جس کو روح کی خبر نہیں ہے تو بھلا وہ علم لدنی کیا رکھتا ہوگا۔ عہد حاضر کے مسلمان بھی حضور ﷺ کو تقلیدی طور پر مانتے ہیں ورنہ یہ لوگ اس وقت بھی سوال کرتے تو یقیناً کبھی نہ مانتے۔ چنانچہ اب بھی وہی طریق اختیار کر رہے ہیں کیونکہ مظاہر الٰہی ان علوم مجہولہ سے منزہ ہوتے ہیں اور ان کے نزدیک یہ تمام علم افک محض اور صاف جھوٹ ہیں اور جو کچھ ان مخازن الٰہیہ سے ظاہر ہوتا ہے حقیقت میں وہی علم ہوتا ہے باقی سب جہالت ہے۔

علم وجہالت

العلم نقطة كثرها الجاهلون والعلم نور يقذفه الله في قلب من يشاء مگر لوگوں میں جو کچھ مظہر جہالت سے پیدا ہوا ہے اس کو علم سمجھ رکھا ہے چنانچہ ایک علامہ زمان اس عہد حاضر میں بھی موجود ہیں۔ جو اہل حق پر سب وشتم بڑے زور سے کیا

کرتے ہیں۔ اوران کے رسائل بھی شائع ہوتے رہتے ہیں مجھے خیال پیدا ہوا کہ ان کی تصنیفات کا بھی مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ تلاش کرنے پر ان کی عربی تصنیفیں تو میسر نہ ہوئیں۔ مگر کسی نے بیان کیا کہ ان کی ایک تصنیف ارشادالعوام یہاں ملتی ہے گو اس کا نام ہی بتارہا تھا کہ اپنے آپ کو وہ بڑا عالم سمجھتے ہیں اور دوسروں کو جاہل قرار دیتے ہیں کبر اور نخوت کا شکار ہوچکے ہیں۔ مگر بادل ناخواستہ وہ کتاب منگا کر چند روز میں نے اپنے پاس رکھ لی۔ اگرچہ مجھے غیر مذہب کی کتابوں کا شوق مطالعہ نہیں مگر تاہم اس فاضل کی تصانیف کا شوق مطالعہ دامن گیر ہوگیا۔ ایک دو مقام دیکھنے کا اتفاق ہوا تو مجھے نظر پڑا کہ جناب نے حدیث معراج نبوی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا کہ حدیث معراج کو سمجھنے کے واسطے بیس علوم کی ضرورت ہے جن میں سے جناب نے علم فلسفہ مردود اور علم کیمیا وسیمیا کو بھی ضروری قرار دیا تھا۔ حقیقت میں اس فاضل علامہ نے علوم حقیقہ کو بدنام کردیا ہے اور ان پر ہزاروں اعتراضات کا دروازہ کھول دیا ہے شعر

مہتم داری کسانے را کہ حق ۔۔۔ کرد وامین مخزن ہفتم طبق

یہ کس کو معلوم نہیں کہ اس قسم کے مردود علوم علمائے حقیقی کے نزدیک حدیث معراج سمجھنے کیلئے شرط نہیں ہیں کیونکہ خود حضور ﷺ نے ان علوم میں سے ایک حرف بھی تعلیم نہیں پایا تھا شعر

جملہ ادراکات بر خرہائے لنگ ۔۔۔ حق سوار باد پراں چوں خدنگ

واللہ اگر کوئی حدیث معراج کا مفہوم سمجھنا چاہے تو اگر اسے یہ علوم مردودہ حاصل بھی ہوں تو سب سے پہلے ان سے اپنے قلب کو صاف کرلینا ضروری ہوگا یہی وجہ ہے کہ اس وقت بھی جو لوگ علوم الٰہیہ میں مستغرق ہیں ایسے علوم کی تعلیم کو ممنوع قرار دیتے ہیں العلم حجاب الاکبر بناء محبت۔ یار سوختیم بایں افتخارے نمائیم کہ بحمد اللہ سبحات جلال۔ جمال محبوب

سوختیم۔ وجز مقصود در دل جاندارم۔ نہ بعلمی جز علم باد متمسک ایم ونہ بمعلومے جز تجلی انوار ومشہت۔ مجھے تعجب ہوا کہ باوجودیکہ اس فاضل علامہ کو علم حقیقی سے ایک ذرہ بھی حاصل نہیں۔ لوگوں کو اپنے علم وفضل کی طرف توجہ دلاتا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ تعجب ہوا کہ لوگ ایسے جاہل کے گرویدہ کیسے ہورہے ہیں کہ جس کے ہاتھ میں صرف مٹی ہے اور بلبل کا نغمہ چھوڑ کر کوے کی کائیں کائیں پر دل لگائے بیٹھے ہیں۔ غرض کہ اس قسم کے اور کلمات مجہولہ اس کتاب میں اس قدر ہیں کہ میں بیان کرنا نہیں چاہتا۔ ہاں اس نے علم کیمیا کا بھی دعویٰ کیا ہے اگر سچا ہے تو تجربہ سے اس کو ثابت کردکھلائے۔ تاکہ حق وباطل ظاہر ہوجائے۔ مگر لوگ بگڑے ہوئے ہیں اور ان کے جفا کا اثر ابھی تک میرے تمام جسم پر نمایاں ہے۔ قرآن شریف میں اس کے علوم کے متعلق یوں ذکر کیا گیا ہے کہ ان شجرۃ الزقوم۔ طعام الاثیم۔ذق انک انت العزیز الکریم۔ (دخان)، کیونکہ اس فاضل نے خود اپنی کتاب میں اپنا نام اثیم ظاہر کیا ہے ”اثیم فی الکتاب عزیز بین الانعام وکریم فی الاسم“ دیکھ قرآن شریف نے اس کے متعلق کیا عمدہ فیصلہ کردیا ہے لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین. (انعام)۔ لوگ باوجود اس کے موئے عجم سے روگرداں ہوکر سامری جہالت کی طرف متوجہ ہورہے ہیں' حالانکہ قلوب صافیہ کے سواء کسی اور جگہ علوم الٰہیہ نہیں ملتے۔ البلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ والذی خبث لا یخرج الا نکدا. (اعراف)۔ پس ضروری ہے کہ مسائل مشکلہ کا حل ان لوگوں سے کرانا چاہیے جن پر افاضات الٰہیہ ہوئے ہیں نہ ان لوگوں سے جن کا علم اکتسابی ہوتا ہے۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون. (انبیاء)۔ صاحبان! جو شخص معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے اس کا فرض ہے کہ ایسے علوم سے دل کو پاک وصاف کرے کیونکہ وہ دل تجلی اسرار کا محل بروز ہوتا

ہے اور اغیار کی محبت سے بکلی صاف کر دے تاکہ راستے میں رکاوٹ پیدا نہ ہو۔

نصائح بہائیہ

ان روحیوں کی وجہ سے لوگ معرفت الٰہی سے محروم ہو رہے ہیں۔ خدا پر توکل کرے لوگوں سے منہ موڑ لے اپنے آپ کو کسی سے بہتر نہ سمجھے، فخر و غرور نہ کرے صبر کرے، خاموش رہے اور کثرت کلام سے رک جائے' کیونکہ زبان کی آگ روح کو جلا دیتی ہے غیبت نہ کرے۔ کیونکہ اس سے دل کی روشنی مر جاتی ہے۔ قلیل پر قناعت کرے۔ جن کو انقطاع الی اللہ کا مقام حاصل ہے ان کی مجلس کو غنیمت سمجھے۔ سحری کے وقت ذکر میں مشغول ہو جایا کرے۔ ماسوائے اللہ کی محبت چھوڑ دے۔ غفلت چھوڑ دے۔ حصہ داروں کو حصہ دے۔ ناداروں پر احسان و اعطاء کرنے میں دریغ نہ کرے، جانوروں کی رعایت کرے۔ انسان اور اہل بیان اور خصوصاً جانان جان سے دریغ نہ کرے۔ شماتت خلق سے نہ گھبرائے۔ آنچہ بر خود نہ پسندی بدیگراں پسند۔ کہے تو پورا کرے، باوجود قدرت کے قصوروار کا قصور معاف کرے، معافی دے۔ غیر کو بنظر تحقیر نہ دیکھے' کیونکہ حسن و قبح کا فیصلہ موت پر ہوتا ہے۔ ماسوائے اللہ کو فانی سمجھے۔ یہ تمام نصائح ان لوگوں کیلئے ہیں جو راہ معرفت اور علم الیقین میں چلنا چاہتے ہیں۔ اس مقام کے بعد طالب صادق کے لئے لفظ مجاہد استعمال کیا گیا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا. (عنکبوت)۔ اور اس کے لئے راہ ہدایت کھل جاتا ہے۔ جب اس مجاہدہ کی روشنی قلب میں پھیل جاتی ہے تو شک و شبہ کی ظلمت دور ہو جاتی ہے۔ اور روح القدس کی تائید سے حیات تازہ حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اپنے اندر نئی روشنی، نئی بینائی، نیا دل اور نئی گویائی و شنوائی پاتا ہے اور مخفی امور پر اطلاع پانے لگتا ہے اور مخفیات الانفسیہ کھل جاتے ہیں اور ہر ایک ذرہ میں اس کو ایک دروازہ کھلا ہوا ملتا ہے، جس سے وہ

عین الیقین، حق الیقین اور نور الیقین تک پہنچ جاتا ہے اور ہر جگہ اس کو تجلیات الٰہیہ نظر آنے لگتے ہیں۔ واللہ اگر سالک اس مقام پر پہنچ جائے تو رائحۂ حق کو دور دراز کے فاصلہ سے دریافت کر سکتا ہے اور حق و باطل اس کے نزدیک ایسے ظاہر ہو جاتے ہیں کہ گویا ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور آثار حق ممتاز طور پر دیکھ لیتا ہے اور تمام علوم ملکوتیہ پر اطلاع پاتا ہے گویا اسرار رجوع کو اپنی آنکھ سے مشاہدہ کر رہا ہے اور جب مجاہد ماسوائے اللہ سے منقطع ہو جاتا ہے۔

مدینہ روحانی

تو مدینہ روحانی میں ایسا انس پکڑتا ہے کہ ایک لحظہ بھی اس سے جدائی پسند نہیں کرتا اور وہ مدینہ روحانی زیادہ سے زیادہ ایک ہزار سال بعد از سر نو تعمیر ہوتا ہے۔ طالبان حق کو اس مدینہ میں پہنچنا لازم ہے اور اس مدینہ روحانی سے مراد کتب الٰہیہ ہیں۔ چنانچہ عہد موسیٰ میں توراۃ تھی۔ عہد عیسوی میں انجیل۔ عہد محمدی میں فرقان اور اس عہد حاضرہ میں "بیان" اور من یظھرہ اللہ کے عہد میں خود اس کی کتاب ہے جو تمام کتب الٰہیہ پر شامل ہے، اس میں توحید کا سبق ملتا ہے' مثلاً فرقان امت محمدیہ کیلئے ایک محفوظ قلعہ تھا کہ شیطانی حملوں سے بچ کر لوگ اس میں داخل ہوتے رہے ہیں۔ اور فواکہ طیبہ ثمر اسرار توحید، و غیر آن معرفت اور تمام مایحتاج الیہ اس سے حاصل کرتے رہے ہیں اور سنہ ساٹھ تک اسی کے اتباع کا حکم تھا۔ اس کے بعد ظہور بدیع کا وقت آیا۔ جس میں طالبان ہدایت اصل مقصد کو پہنچ گئے ہیں مگر یہ فخر روایات اور احادیث کو حاصل نہیں ہے کیونکہ انکا اعتبار قرآن سے وابستہ ہے اور ان میں اختلاف بہت دور تک چلا گیا ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی۔ اگر احادیث کا اعتبار ہوتا تو آپ اس فقرہ

میں احادیث کو درج فرماتے اور جب عترۃ کا وجود بھی نہیں رہا اس لئے صرف کتاب اللہ قرآن ہی قابل تمسک رہا۔ الم ذلک الکتاب لاریب فیه. هدی للمتقین. حروف مقطعہ میں اشارہ ہے کہ اے محمد! ہم نے تیری طرف یہ کتاب بھیجی ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ وہ متقین کے لئے راہ ہدایت ہے اس آیت نے فیصلہ کر دیا۔ کہ ثقل اعظم (قرآن) ہی خدا کی طرف سے مقرر ہے۔ اس کے مقابلہ پر فلاں وفلاں کا قول معتبر نہیں ہے کیونکہ اگر ان کی تصدیق کا حکم ہوتا تو اس آیت میں ضرور ذکر کیا جاتا اور یہ ظاہر ہے کہ جو شخص کتب سابقہ کا معترف نہیں وہ قرآن کو بھی نہیں مانتا کیونکہ یہ ان کی تصدیق کرتا ہے۔ اس آیت کے اگر اسرار بیان کئے جائیں تو دنیا ختم ہونے تک بھی ختم نہ ہوں دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ ان کنتم فی ریب مما نزلنا. اگر تم کو ان آیات میں شک ہے جو ہم نے اپنے رسول پر نازل کئے ہیں تو اپنے علمائے عصر کو بلا کر اس کی مثل پیش کرو۔ اس سے ثابت ہوا کہ آیات نازلہ اعظم ترین دلیل قاطعہ ہوتے ہیں۔ اور دوسری دلائل قطعیہ ان کے مقابلہ پر شمس کی مقابلہ میں ستارہ کا حکم رکھتی ہیں۔ اور ان میں دو قسم کی تاثیر ہے کہ تابعداروں کو حب الٰہی میں ترقی دیتی ہیں اور دشمنوں کو غفلت میں سرد کر دیتی ہیں۔ آیت فبای حدیث بعد اللہ و آیاته یؤمنون. (جاثیہ)۔ میں بتایا ہے کہ ظہور حق اور آیات نازلہ چھوڑ کر کس کو ماننا صحیح ہے؟ پھر فرمایا کہ ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ . يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا﴾ (جاثیہ) جو شخص آیات اللہ ماننے میں غرور کرتے ہیں ان کو سخت عذاب ہوگا۔ فی هذه الآیة کفایة لکل من فی الارض لو کانوا فی ایات ربهم یتفرسون مگر افسوس ہے کہ آج آیات نازلہ سے بڑھ کر لوگوں کے نزدیک کوئی نکمی چیز نہیں ہے۔ یہ وہی کہیں گے جو ان کے باپ کہتے چلے آئے ہیں۔ فالنار مثواهم. فبئس مثوی الظلمین، وإذا علم من آیاتنا شیئا اتخذها هزوا

اولئک لهم عذاب مبین. (جاثیہ)۔ یہ ایک مخول ہے کہ آیات کے ہوتے ہوئے کوئی اور معجزہ مانگا جائے کہ ﴿فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ﴾ (شعراء)۔ ہم پر آسمان کا ٹکڑا گرا دو یا امطر علینا حجارة من السماء. (انفال)۔ آسمان سے پتھر برسا دو۔ یہودیوں نے آسمانی مائدہ کی تبدیلی میں لہسن، پیاز حاصل کیا تھا۔ اور یہ لوگ بھی آیات منزلہ کو ظنون فاسدہ سے تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ مائدہ معنویہ آسمان سے نازل ہو رہا ہے۔ اور وہ کتوں کی طرح مردار پر جمع ہو رہے ہیں۔ تعجب ہے کہ سورج دیکھ کر اس کے وجود پر دلیل مانگتے ہیں۔ ہاں ہاں اندھے ہیں جن کو صرف سورج کی گرمی محسوس ہوتی ہے اور قرآن سے بھی ان کو صرف حروف کی شکلیں ہی نظر آتی ہیں۔ قالوا ائتوا بآبائنا ان کنتم صادقین. (جاثیہ)۔ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادے واپس لا کر دکھاؤ حالانکہ آیات نازلہ سے مردہ دل زندہ ہو گئے جو خلق سماوات سے بھی زیادہ تر مشکل کام ہے اور ہر ایک آیت تمام دنیا پر حجت کامل ہے لو کنتم فی ایات اللہ تتفکرون. یہ عذر بالکل قابل شنوائی نہیں کہ آیات الٰہی کو عوام نہیں سمجھ سکتے کیونکہ قرآن شریف تمام عالم کیلئے آیا ہے اگر عوام میں ادراک نہ ہوتا تو اس کی صداقت کیسے ظاہر ہوتی؟ ہاں معرفت الٰہی مشکل ہے جو عوام نہیں پا سکتے مگر فہم آیات اور معرفت الٰہی دو امر الگ الگ ہیں اصل بات یہ ہے کہ ایسے بہانوں سے علمائے عصر حق سے اعراض کر رہے ہیں سچ پوچھو تو ان سے وہ عوام ہی اچھے ہیں۔ جو فوراً حق قبول کر لیتے ہیں۔ کیونکہ ادراک حق کے لئے کسی خاص علم کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ ضرورت صرف اس امر کی ہوتی ہے کہ اپنے ظنون فاسدہ سے خالی ہو کر ادراک حق کیلئے پیش ہوں۔ فطوبی للمخلصین من انوار یوم عظیم. والذین کفروا بآیات اللہ ولقائه اولئک یئسوا من رحمتی وأولئک لهم عذاب الیم. (عنکبوت)، ویقولون أئنا لتارکوا آلهتنا لشاعر مجنون. (صافات)۔ حضور

ﷺ کے متعلق ان کا خیال تھا کہ ادھر ادھر کی باتیں جمع کر کے اساطیر الاولین بنا کر پیش کر دیتا ہے۔

ادبی لیاقت

اس وقت میرے متعلق بھی یہی کہتے ہیں کہ غلط سلط عربی لکھ کر کہہ دیتا ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے قد کبر قولھم وصغر شانھم وحدھم، لوگوں نے کہا تھا کہ موسیٰ وعیسیٰ کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آئے گا۔ کیونکہ ایسے نبی کی ضرورت ہے جو پہلی شریعت کی تجدید کرے تو یہ نازل ہوا کہ لقد جاء کم یوسف من قبل (مومن)۔ یوسف علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے تو تم کو ان کے متعلق ہمیشہ شک رہا۔ مگر جب انتقال فرما گئے تو تم نے کہہ دیا کہ اب کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ وہمیوں کو خدا تعالیٰ ایسا ہی گمراہ کیا کرتا ہے۔ یہ مرض تمام امتوں میں پھیلا ہوا ہے عیسائی کہتے تھے کہ انجیل کا نسخ نہیں ہو سکتا۔ اب محمدی بھی کہتے ہیں کہ چونکہ حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں اس لئے کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آ سکتا ہے۔ حالانکہ خود یہ بھی ساتھ ہی پڑھتے ہیں کہ وما یعلم تاویله إلا الله والراسخون في العلم. (ال عمران)۔ راسخ فی العلم اور خدا کے سوا اس کی تشریح کوئی نہیں جانتا "مگر جب کوئی راسخ فی العلم تشریح کر دیتا ہے تو ایسی ویسی باتیں کہنے لگتے ہیں، کیونکہ ان کی مطلب کی بات نہیں ہوتی۔ درحقیقت علمائے عصر نے ان کو بگاڑا ہوا ہے اور یہ سب ان کی شرارت ہے کہ جن کا مذہب پیسہ ہے اور کہ جن کا خدا اپنا نفس امارہ ہے۔

مخالفین پر فتوائے کفر

اور حجاب علم میں آ کر گمراہ ہو چکے ہیں أفرایت من اتخذ إلهه هواه. (جاثیہ)۔ دیکھا جنہوں نے نفس امارہ کو اپنا خدا بنا لیا ہے اور باوجود تعلیم یافتہ ہونے کے ان کو

خدا نے گمراہ کر دیا ہے اور سمع وبصر پر مہر لگا دی ہے۔ آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے اب ان کو ہدایت کرے تو کون کرے۔ اس آیت میں علمائے عصر کا حال مذکور ہوا ہے، کہ اپنے علوم پر نازاں ہو کر علوم الٰہیہ سے غافل ہو رہے ہیں هو نبا عظیم۔انتم عنه معرضون (ص)، ما هذا إلا رجل یرید ان یصدکم عما کان یعبد اباؤکم. (سبا)، ما هذا الا افک مفتری. کہتے تھے کہ یہ آدمی تم کو اپنے باپ دادوں کی طرز عبادت سے روکنا چاہتا ہے۔ اور کچھ پیش کرتا ہے وہ خدا کے ذمہ افترا باندھا ہوا ہے۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ یہ بے ایمان کرنے آیا ہے اور جو کچھ آپ کو مجنون کہتے تھے۔ آج بھی یہی حالت ہے آیات آسمان سے بارش کی طرح نازل ہو رہی ہیں اور اس قدر فیوضات الٰہیہ ظاہر ہو رہے ہیں کہ اس سے پیشتر ان کی نظیر نہیں ملتی کیونکہ جس قدر پہلے انبیاء آئے ان کی کتابیں محدود اوراق میں بند تھیں۔ مگر یہاں اس قدر نزول آیات الٰہیہ ہے کہ ابھی تک کسی کو خبر نہیں کہ ان کی انتہا کہاں تک ہے؟ چنانچہ اس وقت ہمارے ہاتھ میں بیس مجلد موجود ہیں اور کئی ایک کتابیں ابھی تک دستیاب نہیں ہوئیں۔

بیشمار نزول آیات سے انکار

اور کچھ ایسی بھی کتابیں ہیں کہ مشرکوں کے قبضہ میں ہیں غرض کہ اس وحی کی کوئی انتہا ابھی تک معلوم نہیں ہوئی۔ ہاں جس قدر دستیاب ہوئی ہیں ان پر عمل کرو۔ اور خدا کے فضل میں جگہ پاؤ۔ والله بعباده لغفور رحیم. (مائدہ)، یا أهل الکتاب هل تنقمون منا. (آل عمران) جب لوگوں نے اسلام کو کفر قرار دیا تھا اور صحابہ کو کہتے تھے کہ تم کیوں ایک مفتری اور ساحر کذاب کے قبضہ میں آ گئے ہو اور ہر طرح سے سب وشتم اور رجم وزجر سے ان کو ستاتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ ان سے کہہ دو کہ کیا تم صرف اس لئے ہمیں ستاتے

ہو کہ ہم شریعت جدیدہ کے قائل ہو گئے ہیں۔ حالانکہ ہم پہلے انبیاء کو بھی مانتے ہیں۔ اب کیا یہ جائز ہے کہ جو آیات بدیعہ مشرق و مغرب تک پھیل چکی ہیں۔ یہ لوگ ان سے معرض ہو کر ایماندار رہ سکتے ہیں؟ یا یہ کہ خود خدائے تعالیٰ اقرار کرنے والوں کو کافر قرار دے سکتا ہے حاش وکلا اذا نہ مثبت الحق بایاتہ ویحقق الامر بکلماتہ انہ لھو المقتدر المھیمن القدیر. ولو نزلنا علیک کتابا فی قرطاس فلمسوہ بأیدیھم لقال الذین کفروا إن ھذا إلا سحر مبین. (انعام) اس قسم کی آیات بہت ہیں مگر ہم نے اختصار سے کام لیا ہے۔ اب خود خیال کرو کہ منکرین اور تخول کرنے والوں پر نار جہنم کا وعدہ نازل ہوا ہے اس وقت اگر کوئی مبعوث ہو کر روزہا آیات خطب یا صحائف اور مناجات پیش کرے۔ بغیر اس کے کہ اس نے کسی سے تعلیم حاصل کی ہو تو پھر کیسے اعتراض ہو سکتا ہے، کیا صرف حدیث کی بناء پر کہ جس کی اصلیت خود نہیں سمجھتے یا کسی ایسے شخص کے کہنے پر جو شیطان عصر بن کر لوگوں کو بہکا رہا ہے۔ ایسے شخص سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ جس نے کئی ایک کتابیں بھی مرتب کی ہوں؛ جیسے کہ بعض انبیاء پر کتابیں نازل ہوئی تھیں۔ اب ان کو اقرار کرایا جائے تو کس طریق سے کرایا جائے؟ بلی ولکل وجھة ھو مولیھا فقد ھدینا ک السبیلین ثم امش علی ما تختار لنفسک وھذا قول الحق. وما بعد الحق الا الضلال.

چارسو علمائے عصر کی شہادت

گذشتہ انبیاء کی تصدیق جب معمولی آدمیوں نے کی تو ذی وجاہت اعتراض کرتے تھے کہ اراذل الناس کے سوا کسی نے پیروی نہیں کی فقال الذین کفروا من قومہ ما نراک الا بشرا مثلنا ما نراک الا اتبعک الذین ھم اراذلنا بادی

الرای. (ھود)۔ ہاں اگر اہل علم ایمان لاتے تو قابل توجہ بھی ہوتا مگر اس وقت ظہور الحق کی بعثت کو بہت سے علماء عصر نے بھی تسلیم کر لیا ہوا ہے تو اب کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ زیادہ اطمینان کے لئے چند فقہائے عصر کا نام پیش کرتا ہوں۔ اول محمد حسین جو محل اشراق شمس ظہور ہوئے ہیں لولاہ ما استوی اللہ علی عرش حمایتہ وما استقر علی کرسی صمدانیتہ، دوم آقا سید تکی جو وحید عصر تھے، سوم محمد علی زنجانی، چہارم ملا علی بستامی، پنجم ملا سعید بارفروشی، ششم نعمت اللہ مازندرانی، ہفتم ملا یوسف اردبیلی، ہشتم ملا مہدی خوئی، نہم آقا سید حسین ترشیزی، دہم ملا مہدی کندی، یازدہم اس کا بھائی باقر، دوازدہم عبد الخالق یزدی، سیزدہم ملا علی برقانی وغیرہ، چار سو تک ہیں جنکے نام لوح محفوظ الٰہی میں درج ہیں، ان سب نے ایمان کے جوش میں مال و جان بھی فدا کر دیا تھا اور مشرکوں کے ہاتھ سے قتل بھی ہو چکے تھے، تو کیا ان لوگوں کی شہادت منظور ہو سکتی ہے یا ان لوگوں کی جو زخارف دنیا میں مشغول ہو کر منکر ہو رہے تھے تاھت العقول فی افعالھم وتحیرت النفوس فی اصطبارھم وبما حملت اجسادھم ۔ کیا ایسا انکار کسی شریعت میں جائز ہو سکتا؟ اور سنئے جناب حسین کی شہادت کو صداقت کی علامت قرار دیا جاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ ان نفوس مقدسہ کی شہادت کو علامت صدق نہ قرار دیا جائے حالانکہ جناب امام کی شہادت صرف صبح ظہر تک جاری تھی اور ان کی شہادت کا سلسلہ پورے اٹھارہ برس جاری رہا اور وہ مصائب اٹھائے جو حضرت امام کو پیش نہ آئے تھے۔ کیا ان لوگوں نے وجاہت دنیاوی کے لئے اتنے مصائب برداشت کئے تھے؟ یا کیا زمانہ ان سے بڑھ کر کوئی ایسی جماعت پیش کر سکتا ہے کہ جنہوں نے اس جانفشانی سے کام کیا ہو؟ سوچو تو یہی نشان صداقت کافی ہو گا لو کان الناس فی اسرار الامر یتفکرون. وسیعلم الذین کفروا ای منقلب ینقلبون (شعراء) فتمنوا الموت ان کنتم صدقین (جمعہ)۔ اس

آیت میں نشان صداقت تمنائے موت قرار دیا گیا ہے جوان نفوس مقدسہ میں پایا جاتا ہے۔ اس کسوٹی پر امتحان کرلینا چاہئے کہ آیا ان لوگوں کی شہادت قولی بھی معتبر ہوسکتی ہے کہ جنہوں نے مال کے پیچھے دین بھی ضائع کردیا ہوا ہے اور اسلام میں ایک ذرہ بھی خرچ نہیں کیا۔ یا ابن الانسان قد مضت علیک ایام واشتغلت فیہا بما تہوی بہ نفسک من الظنون والاوہام. الی متی تکون راقدا علی بساطک فارفع راسک عن النوم فان الشمس قد ارتفعت فی وسط الزوال. لعل تشرق علیک بانوار الجلال والسلام۔ ان میں سے کوئی عالم ذی وجاہت نہ تھا کہ جس کے ہاتھ میں لوگوں کی تکمیل ہوتی۔ شاید ایک دو ایسے بھی ہوں تو تعجب نہیں کیونکہ وارد ہے کہ وقلیل من عبادی الشکور. (سبا) حالانکہ رب اعلیٰ نے ہر ایک نامور عالم اور فقیہ کے نام تبلیغی مکتوب بھی روانہ کردیئے تھے۔ اب یہ شبہ بھی رفع ہوگیا جو اہل بیان کو دوسری قیامت میں پیدا ہوسکتا تھا۔ کیا وجہ ہے کہ ظہور بیان میں تو علمائے نامور کی ایک جماعت بھی شامل ہوگئی تھی اور اس ظہور میں کوئی عالم نامور شامل نہیں ہوا۔ ایک اور دلیل یہ ہے کہ عالم شباب میں جناب نے اس استقامت سے اپنے دعویٰ پر قیام کیا کہ ہرگز کسی سے خوف نہیں کیا۔ تو کیا یہ جنون تھا؟ جیسے انبیاء قبل کے متعلق خیال کیا گیا تھا اور یا حب ریاست نے یہ سب کام کروا ڈالے تھے؟ واللہ نہ یہ جنون تھا اور نہ ہی حب ریاست نے اس پر آمادہ کیا تھا کیونکہ اپنی پہلی تصانیف میں کہ جن کو قیوم اسماء کے نام ملقب کیا ہے ان میں اپنے قتل کی صاف شہادت پیش کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ یابقیۃ اللہ قد فدیت بکلی لک ورضیت السب فی سبیلک. وما تمنیت الا القتل فی محبتک. وکفی باللہ العلی معتصما قدیما. اور تفسیری تحریرات میں لکھتے ہیں: کانی سمعت منادیا ینادی فی سری افد احب الاشیاء لدیک فی سبیل اللہ کما فدی الحسین.

فلولا کنت ناظرا بذلک السر الواقع فوالذی نفسی بیدہ لو اجتمعوا ملوک الارض لن یقدروا ان یاخذوا منی حرفا فکیف عبید الذی لیس لہم شان بذلک وانہم مطرودون..... لیعلم الکل مقام صبری ورضائی وفدائی فی سبیل اللہ۔

اب منکرین کو دیکھئے کہ کس قدر ان میں نسناس اور بندر ہیں جو حق کو نہیں دیکھتے اور مطالع قدسیہ کو طرح طرح کی نسبت دیتے ہیں کذلک نذکر لک ما اکتسبت ایدی الذین کفرو اوعرضوا عن لقاء اللہ فی یوم القیمۃ وعذبہم اللہ فی نار شرکہم واعد لہم فی الاخرۃ عذابا تحترق بہ اجسادہم وارواحہم. ذلک بانہم قالوا بان اللہ لم یکن قادرا علی شی. وکانت یدہ عن الفضل مغلولۃ. یہی استقامت علامت صداقت ہے چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ شیبتنی الایتین مجھے دو آیتوں نے بوڑھا کردیا یعنی ان دو آیتوں نے کہ فاستقم کما امرت (ہود) صداقت کی ایک اور دلیل یہ بھی ہے کہ غلبہ اور قدرت خود بخود پیدا ہوتا چلا گیا ہے آپ شیراز میں ۶۰ھ میں ظاہر ہوکر مصروف تبلیغ ہوئے تو چار اطراف میں آپ کی تبلیغ اس سرعت سے پھیل گئی کہ مخالفین ہر طرف سے رد وقدح پر آمادہ ہوگئے۔ ہزاروں صاف باطنوں نے آپ کو قبول کرلیا اور کئی ایک علوم لدنی کے کرشمے ظاہر ہوئے اور سینکڑوں نے اس راہ میں اپنی جانیں قربان کردیں۔ ادھر سے رضا بالقضاء کا منظر تھا اور ادھر اذیت وظلم کا نقارہ بج رہا تھا اور ان کی جان لینے کو موجب ثواب قرار دیا گیا تھا اور کسی تاریخ عالم میں اس کثرت سے نہ کسی پر ظلم ہوا اور نہ کسی نے اس صبر واستقلال سے اپنی جان دینے میں رضا بالقضاء کا اظہار کیا ہے۔ ایک اور دلیل صداقت یہ بھی ہے کہ لوگوں نے ہر طرف سے لعن وطعن کیا اور رد وسب کے مقابلہ پر ان شہسواران میدان رضا نے انقطاع کلی اور تسلیم کامل

اختیار کی۔ اور جو کچھ بھی وقوع میں آیا اس کی خبر پہلے ہی کتب میں دی گئی تھی روایت ہے کہ اذا ظہرت رایۃ الحق لعنہا اہل الشرق والغرب. ساعۃ خیر من عبادۃ سبعین سنۃ. آخر غور کرنا چاہے کہ اس قدر لعن وطعن کیوں پیدا ہوا اور کس لئے جمیع من فی الارض مخالفت پر تل گئے؟

تنسیخ شریعت

جواب ظاہر ہے کہ تمام اطراف عالم میں یہ مشہور تھا کہ ان کی شریعت قابل تنسیخ نہیں۔ اور یہ رسوم ورواج قیامت تک جاری رہیں گے۔ اگر یہ نفوس قدسیہ تنسیخ شریعت کے لئے کھڑے نہ ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ کوئی بھی مخالفت کرتا۔ مگر منظور خدا یہی تھا کہ تبدیل شریعت ہو ورنہ مظہر حق کا مبعوث کرنا بے فائدہ ثابت ہوتا ہے۔ یہ لوگ اگر تنسیخی روایات کا بھی مطالعہ کرتے تو ضرور اس حکم کی بھی تعمیل کرنے پر آمادگی ظاہر کرتے۔ مگر کیا کریں اس قسم کی روایات کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ اس لئے ہمیں ان کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اول قرآن شریف میں ہے کہ یوم یدع الداع الی شیء نکر. (قر) ایک دن داعی الی الحق ایک نئی شریعت کی دعوت دے گا۔ اور چونکہ یہ ندائے الٰہی ان کے ہوائے نفسانی کے خلاف ہوگی۔ اس لئے اس کی شیء نکر سمجھیں گے اس قسم کے آیات اور بھی ہیں جن سے تنسیخ شریعت کا اظہار ہوتا ہے مگر یہ لوگ امر بدیع کے منتظر تو ہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ شریعت قرآنی پر عمل پیرا ہونے کا حکم دے گا۔ جیسے یہود ونصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح تورات وانجیل پر عامل ہوگا۔ دوم "دعائے ندبہ" میں ہے کہ (ابن المدخر لتجدید الفرائض والسنن وابن المتخیر لاعادۃ الملۃ والشریعۃ.) سوم زیارت قبور میں ہے کہ السلام علی الحق الجدید. سئل ابوعبداللہ عن سیرۃ المہدی کیف سیرتہ قال یصنع ماصنع رسول اللہ ﷺ ویہدم ماکان قبلہ کما ہدم رسول اللہ امر الجاہلیۃ چہارم "کتاب العوالم" میں ہے کہ یظہر من بنی ہاشم صبی ذو کتاب واحکام جدید واکثر اعدائہ العلماء. پنجم اسی میں ہے کہ قال صادق بن محمد ولقد یظہر صبی من بنی ہاشم ویامر الناس ببیعتہ وہو ذو کتاب جدید. یبایع الناس بکتاب جدید علی العرب شدید فان سمعتم منہ شیئا فاسرعوا الیہ۔ مگر برعکس اس کے لوگ اسی صبی کی طرف تلواریں لے کر دوڑے اور علمائے اسلام نے کینہ وغضب کی برچھیاں چلائیں وہ اگر جوہر حق کو بیان فرماتے ہیں تو فوراً تکفیری فتویٰ شائع ہو جاتا ہے کہ یہ قول ائمہ دین کے خلاف ہے۔ ششم "اربعین" میں ہے کہ یظہر من بنی ہاشم صبی ذو احکام جدید فیدعو الناس فلم یجیبہ احد واکثر اعدائہ العلماء. فاذا حکم بشئی لم یطیعوہ فیقولون ہذا خلاف ماعندنا من ائمۃ الدین۔ اور مخالفین کو یہ پتہ نہیں کہ جناب امام کو یفعل مایشاء ویحکم ما یرید کا مرتبہ حاصل ہے ہفتم۔ "بحار الانوار"، "عوالم" اور "ینبوع" میں امام صادق سے روایت ہے کہ العلم سبعۃ وعشرون حرفا وجمیع ماجاءت بہ الرسل حرفان ولم یعرف الناس حتی الیوم غیر الحرفین فاذا قام قائمنا اخرج الخمسۃ والعشرین حرفا۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب کا مرتبہ تمام انبیاء، اولیاء اور اصفیاء سے بلند تر ہے، کیونکہ وہ از آدم تا خاتم صرف دو حرف ہی ظاہر کر سکے۔ مگر امام الزمان پچیس حرف قائم کر کے پورے ستائیس حرف بتائے گا اور تعلیم الٰہی کی تکمیل ہوگی۔ کیونکہ اس کی تعلیم ۲۷ حروف میں مضمر ہے۔ تعجب ہے کہ انبیاء سابقین تو ۲۵ حرف نہیں بتا سکے مگر علمائے عصر (ہمج رعاع) جناب کی مخالفت میں اتر کر تمام علوم کے مدعی بنے بیٹھے ہیں اور اپنے آپ کو انبیاء سابقین سے بھی زیادہ عالم تصور کرتے ہیں۔ ام

تحسب أن أكثرهم يسمعون أو يعقلون إن هم إلا كالانعام بل هم اضل سبيلا. (فرقان) ہشتم ''کافی'' میں ہے کہ جاء فی لوح فاطمة فی وصف القائم عليه بهاء عيسى وكمال موسى وصبر ايوب فيذل اولياء ہٗ فی زمانه وتتهادى رؤسهم كما تتهادى رؤس الترک والديلم فيقتلون ويحرقون ويكونون خائفين مرعوبين وجلين. تصبغ الارض بدمائهم. ويفشق الويل والرنة فی نسائهم اولئک اوليائی حقا اگر شریعت جدیدہ درمیان میں نہ ہوتی تو ایسے علامات کیوں ظاہر ہوتے۔ نہم ''روضۂ کافی'' میں بروایت معاویہ بن وہب عن ابی عبداللہ مذکور ہے کہ قال اتعرف الزوراء قلت جعلت فداء ک يقولون انها بغداد قال لا. ثم قال دخلت الری قلت نعم. قال دخلت سوق الدواب قلت نعم. قال رأيت جبل الاسود عن يمين الطريق. تلک الزوراء. يقتل فيها ثمانون رجلا من ولد فلان كلهم يصلح الخلافة قلت من يقتلهم قال يقتلهم اولاد العجم. لوگ دیکھ چکے ہیں کہ ان اصحاب کو شہر ''رے'' میں بدترین عذاب کے ساتھ قتل کیا جا چکا ہے مگر ان خراطین الارض کو پھر بھی عقل نہیں آتی اور صرف چند روایات لے کر منکر ہو گئے ہیں مگر سب شرارت علمائے عصر کی ہے کہ جن کے متعلق امام صادق کا قول ہے کہ فقهاء ذلک الزمان شر فقهاء تحت ظل السماء منهم خرجت الفتنة واليهم تعود۔ اب میں علمائے عصر کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ اس مظہر علوم کا مقابلہ چھوڑ دیں اور اپنے علوم وفنون کو بالائے طاق رکھ کر مظہر علوم نامتناہی کی طرف رجوع کریں۔ مگر ایک رجل اعور جو رئیس القوم ہے۔ اور جس کے اشارے پر سب چلتے ہیں اس نے مخالفت پر خوب کمر بستہ ہو کر اظہار عداوت کر رکھا ہے جس کی وجہ سے اہل حق جلاوطن ہو گئے ہیں اور کچھ مارے بھی گئے ہیں امید ہے کہ اہل بیان ہماری اس تقریر سے مستفید

ہوں گے اگرچہ حسد وبغض کی ہوا دور تک چلی گئی ہے۔ جس کی نظیر ابتدائے آفرینش عالم سے (اگرچہ اس کی کوئی ابتداء نہیں) آج تک نہیں ملتی۔ اور اس عہد کے مخالفت میں طرح طرح کی اذیت کے وسائل سوچ رہے ہیں حالانکہ میں کسی سے مخالفت نہیں کرتا۔ ہر ایک کا مصاحب رہا ہوں کسی پر فخر نہیں کیا۔ اور علمائے وفضلاء کے سامنے بھی سر تسلیم خم رکھا ہے۔ میں جب یہاں آیا تو پہلے سے ہی مجھ کو معلوم ہو چکا تھا کہ نئی نئی شرارتیں کھڑی کی گئی ہیں۔

ہجرت

تو میں نے ہجرت کی ٹھان لی اور پورے دو سال ہجرت میں گذارے۔ حالت یہ تھی کہ آنکھوں سے چشمہ جاری تھا اور دل سے غم والم کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ مگر اس تنہائی میں پھر بھی مجھے سرور کامل حاصل تھا اور یہ خیال بھی نہ تھا کہ میں واپس جاؤں گا اور موجب اختلاف ثابت ہوں گا۔ مگر مصدر حکم سے حکم جاری ہوا کہ واپس جاؤ مجبوراً واپس آیا تو وہ حالات دیکھے کہ جن کے بیان سے قلم قاصر ہے اب واپس آئے ہوئے بھی دو سال ہو رہے ہیں کہ لوگ میری جان کے درپے ہیں اور میں بکمال تسلیم اپنی جان ہاتھ پر رکھ کر حاضر ہوں کہ میری جان خدا کی راہ میں چلی جائے۔ واللہ اگر یہ مقصد نہ ہوتا تو میں مدت سے اس شہر کو خیرباد کہہ کر چلا جاتا۔ اختم القول بلاحول ولاقوة الابالله وانا لله وانا اليه راجعون. دہم مفضّل کی روایت میں ہے کہ سئل عن الصادق فكيف يامولای فی ظهور فقال فی سنة الستين يظهر امره ويعلو ذكره۔ اس میں زمانہ ظہور ظاہر کیا گیا ہے۔ یازدہم فی البحار ان فی قائمنا اربع علامات من اربعة نبی: العلامة من موسى الخوف والانتظار واما العلامة من عيسى ما قالوا فی حقه والعلامة من يوسف السجن والتقية والعلامة من محمد ﷺ يظهر بآثار مثل

القرآن۔ مجھے امید نہیں کہ مخالف اب بھی ہماری گذارش پر کان دھریں گے۔ الامن شاء ربک ان اللہ مسمع من یشاء وما انا بمسمع من فی القبور. واضح رہے کہ

ابتلاء وامتحان

کلام ائمہ دوطرح پر ہے ایک وجہ ظاہر جس کا مطلب ہر ایک سمجھ سکتا ہے جیسا کہ روایات مذکورہ میں بیان ہو چکا ہے۔ دوم وجہ باطن کہ جس میں اصل مقصد پوشیدہ رکھا جاتا ہے تاکہ ایمان کا امتحان لیا جائے اور کھرے کھوٹے کی پہچان ہو سکے۔ عن الصادق واللہ لیمحصن واللہ لایغربلن لکل علم سبعون وجها ولیس بین الناس الا واحد واذا قام القائم یبث باقی الوجوه بین الناس. نحن نتکلم بکلمة ونرید منها احدی وسبعین وجها. ولنا لکل منها المخرج۔ اب جن روایات کو مخالفین پیش کرتے ہیں ان کا حل مظہر حق کے سوا کسی اور سے نہ پوچھنا چاہئے کیونکہ روایات مذکورہ بالا کی یہی ہدایت ہے لیکن یہ لوگ ارض نسیان میں ساکن ہو رہے ہیں اور اہل بغی وطغیان کے تابعدار ہیں۔ لکن اللہ یفعل بهم کما هم یعلمون وینساهم کما نسوا لقائه فی ایامه وکذلک قضی علی الذین کفروا. ویقضی علی الذین کانوا بایاته یجحدون. واختم القول بقوله تعالیٰ، ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض له شیطانا فهو له قرین. (زخرف)، ومن اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا. (ط)، وکذلک نزل من قبل لوانتم تعقلون. المنزول من الباء والهاء والسلام علی من سمع نغمة الورقاء فی سدرة المنتهی. فسبحان ربنا الاعلی (۱۳۱۸ھ ۱۹۰۰ء) قل هذا یوم فیه تمت الحجة وظهرت الکمة ولاح البرهان انه یدعوکم بما ینفعکم ویامرکم بما لقربکم الی اللہ مالک

الادیان).

نوٹ: خطوط وحدانیہ کی عبارت کتاب مستطاب کے پہلے صفحہ پر درج ہے۔

۸...... بہائی مذہب کے متعلق اہل اسلام کے خیالات

۱...... بہائی مذہب کو ماننے والے قرآن مجید کو منسوخ سمجھ کر اس کی بجائے ''کتاب اقدس'' کو جو جناب بہاء پر نازل بھی جاتی ہے وحی آسمانی سمجھتے ہیں اور ساتھ ہی غیر بہائیوں کو اپنے مذہب کے رو سے اور قرآن مجید کے رو سے بھی بے ایمان اور کافر یقین کرتے ہیں۔

۲...... جن لوگوں نے ابتداء میں ان سے مذہبی بحث ومباحثہ کیا یا جنہوں نے حکومت ایران سے اس مذہب کی روک تھام کے لئے کوشش کی اور تحریرات تنقیدانہ کے ذریعہ ان کی تردید کی خواہ وہ اہل ثروت تھے یا اہل علم ان کو اس نفرت سے دیکھتے ہیں کہ شیطان بھی اس سے کم نظر آتا ہے۔

۳...... عہد بہائی سے پہلے عہد بابیت میں اس مذہب کے پیرو شمشیر بدست ہو کر اپنی حفاظت خود اختیاری میں ایسے ثابت قدم ہوئے کہ حکومت ایران کو یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ اقتلوهم حیث وجد تموهم.

۴...... گو ان کی اخلاقی تحریر کا پہلا فقرہ تو یہ ہے کہ تمام مذاہب اپنی اپنی جگہ سچے ہیں اور تمام لوگ ایک ہی درخت کے پتے ہیں مگر عملی طور پر مسلمانوں کو دوسروں کی نسبت زیادہ خطاکار اور قابل احتراز جانتے ہیں۔ اور ان کو مظہر شیطان اور ہمج رعاع کا خطاب دیتے ہیں۔

۵...... عہد بہائیت میں اس مذہب نے حکومت کے ساتھ خاموش مقابلہ اختیار کیا اور اب تک بھی ان کا یہی دستور العمل ہے کہ گوش شنوا بہت ہیں مگر چشم بینا نہیں ملتی۔

۶...... جو اصول پہلے لکھے جا چکے ہیں۔ ان کی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ بابیت اور بہائیت کی

ہدایات تمدن یورپ اور بالشوزم پرمبنی ہیں اوران کی اپنی عبارات کی طرز ادائیگی بھی یہود ونصاری سے ملتی جلتی ہے۔

۷..... تقدس کا اتنا زور ہے کہ بانیان مذہب نے اپنی ادنی کامیابی اورنکتہ آفرینی کو بھی علم الٰہی اور مظہر الٰہی کا نتیجہ ظاہر کیا ہے اور دعوٰی اس زور سے کیا ہے کہ آج تک اس دنیا میں ان کی نظیر پائی نہیں گئی۔

۸..... عربی دانی میں اگرچہ اپنے آپ کو سحبان وقت سمجھتے ہیں مگر عربی مبین کے اصول پر ان کی عربیت بالکل طفل نوآموز کی تک بندی معلوم ہوتی ہے۔

ناظرین اہل دانش خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جو عربی عبارات اس موقع پر نقل کی گئی ہیں وہ کس قدر عربی مبین سے دور ہیں۔ ہاں روزمرہ کے محاورات اور گفتگو میں گورے شاہی اور بابو انگلش کی طرح ان کو بھی ید طولٰے کا دعوی ہے اور اپنی غلط نویسی کو بھی تجدید اللسان کا معجزہ سمجھتے ہیں۔

۹..... ان کے بانیان مذہب گو بظاہر کسی سکول یا مکتب میں باقاعدہ تعلیم یافتہ نہ تھے مگر چونکہ عربی وفارس کے باہمی گہرے تعلقات کی وجہ سے اعلی طبقہ کے لوگ عام طور پر اتنی عربی ضرور حاصل کر سکتے ہیں جو ملا آں ست کہ بند نہ شود کا سہارہ پیدا کر سکے۔ تو علم لدنی کے دعوے کرنے میں آسانی کے ساتھ کامیاب ہوگئے کیونکہ یہ اصول ناقابل تردید ہے کہ دارالخلافہ کے باشندے عام رعایا سے علم وفضل میں اگرچہ باقاعدہ تعلیم نہ بھی پائیں کسی قدر بڑھے ہوتے ہیں۔ بالخصوص طبقہ وزارت اور نظم ونسق کے مالک تو روزمرہ کے چشم دید واقعات سے تجربہ حاصل کرتے ہوئے اور مختلف ممالک کی زبانوں سے آشنائی کی وجہ سے باقی سکنائے دارالخلافہ سے اور بھی فوقیت رکھتے ہیں۔ اس لئے اگر ان کا ہر ایک فرد بشر علم لدنی کا مدعی بن کر اعجاز نمائی کرنے لگے تو بے جا نہ ہوگا۔

۱۰..... بہائی تعلیم میں لفاظی بہت ہے مگر اصل مطلب صرف اتنا نکلتا ہے کہ (جیک اوف آل ماسٹر اوف نن) وہ تمام مذاہب کو صحیح مانتے ہیں اور عمل درآمد کسی پر نہیں' تو گویا ہر ایک مذہب سے شائستہ طور پر بیزاری کا طریق سکھانے میں یہ مذہب عام دہریت سے بھی بڑھ کر ثابت ہوا ہے۔

۱۱..... قرآن وحدیث کو عموماً اس تعلیم میں ایک چیستان اور معما کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جس کا مطلب ہزار سال کے بعد صرف طہران اور شیراز میں چند مدعیان ربوبیت کی تعلیم میں کھلا ہے اور یہ کتنا بڑا خدا پر افترا باندھا گیا ہے کہ اس نے ہزار سال تک مسلمانوں کو یہ بصیرت ہی نہیں بخشی کہ وہ قرآن وحدیث کو اس طرح سمجھیں جس طرح کہ شیرازی اور طہرانی بہائی سمجھتے ہیں تو وہ رحمان ورحیم کیسے رہا؟

۱۲..... عہد رسالت سے لے کر آج تک جو شاہراہ اسلام نظر آتا ہے اس میں اس مذہب کی نکتہ آفرینی اور دماغ سوزی کا ایک شمہ بھی نظر نہیں آتا۔ اس لئے اسلامی اصطلاح میں اس قسم کی تاویلات کو تحریف کہا جاتا ہے۔ یا یوں کہو کہ مذہبی الفاظ کو محاورات عرب اسلوب اسلام اور تعارف مذہب سے نکال کر اپنی طرف سے ایک نیا جامہ پہنایا گیا ہے اور معانی جدیدہ کے مقابلہ میں از سرنو ان کو وضع کر کے ان کی اصلی کایا پلٹ کر دی ہے مثلاً:

(۱) قیامۃ: کسی نبی کا قائم ہونا یا مظہر الٰہی کا عہد تبلیغ (۲) نفخ صور: نبی جدید کا اعلان نبوت (۳) خلق جدید: نبوت قبل سے دستبردار ہو کر ''نبوت جدید'' کو ماننا (۴) صراط مستقیم: شریعت جدیدہ (۵) اشراق ارض: نبوت جدید کی روشنی (۶) یوم الحساب نبوت جدیدہ ماننا یا نہ ماننا (۷) جنۃ: نبوت جدیدہ کو تسلیم کرنا اور عبادات سابقہ سے ہاتھ دھو بیٹھنا (۸) نار: نبوت جدیدہ سے انکار کرنا اور عبادات میں پابندی کرنا (۹) کسوف وخسوف: شریعت سابقہ کی عبادات میں تاثیر نہ رہنا (۱۰) تکویر الشمس: شریعت

محمدیہ کا منسوخ ہونا (۱۱) انکدار (نجم): علمائے اسلام کا بگڑ جانا (۱۲) لقاء اللہ: مدعی نبوت جدید کو تسلیم کرنا (۱۳) ارض وسماء: قلوب اور ان کی ترقی (۱۴) سحاب ظلمت شریعت سابقہ (۱۵) صوم: مظہر الٰہی کی حکم برداری (۱۶) صلوۃ: مظہر کی طرف توجہ کرنا (۱۷) حج: مظہر کا قصد زیارت (۱۸) طواف: مظہر کی خدمت میں حاضر باشی (۱۹) حشر: تابعداروں کا مظہر کے پاس جمع ہونا (۲۰) نشر: شریعت جدیدہ مان کرنئی زندگی حاصل کرنا (۲۱) مظہر: وہ انسان جو غیرت کے سات پردے اتار کر ذات باری سے متحد ہوگیا ہو (۲۲) نبی: جو فرشتے کے ذریعہ خدا سے تعلیم پائے (۲۳) رجعت: کسی کا دوبارہ پیدا ہونا (۲۴) بروز: رجعت انسانی (۲۵) الرب الاعلی: جناب بہاء اللہ (۲۶) جاب: باب العلوم یا باب الوصول الی اللہ۔

۱۳..... باب وبہاء کی مادری زبان فارسی تھی جہاں اسلام سے پہلے کا وطنی مذہب زردشتی تھا اس لئے فارسی لکھنے میں اور زردشتی اصول کی نشر واشاعت میں اپنی نظیر آپ ہی تھے۔ مگر چونکہ عربی زبان سے ان کے آباواجداد آشنا ہو چکے تھے اور اسلام کی باقاعدہ تعلیم بھی صرف ذاتی قابلیت سے حاصل کی تھی۔ اس واسطے ان کی عربی پھسپھسی اور مذہبی استدلالات از قسم لاتقربوا الصلوۃ تھے اور یہی وجہ تھی کہ اس مذہب کو صرف ان لوگوں نے قبول کیا تھا کہ جن کی عربی مبین کمزور تھی۔ اور مذہبی استدلال میں جدت پسند تھے ورنہ صاف ظاہر تھا کہ جس قدر بھی قرآن وحدیث سے استدلال پیش کئے ہیں ان کا ماحول ہی مخالف ہے اور ماقبل وما بعد ان کی تردید کر رہا ہے۔

۱۴..... اس مذہب میں ایک صاف کمزوری یہ بھی ہے کہ احادیث نبویہ اور روایات ائمہ معصومین کی رو سے امام آخر الزمان جس کو قائم بامر اللہ بھی کہا جاتا ہے شخص واحد ثابت ہوتا ہے مگر تاریخ بابیت کی قوت استدلالیہ نے صرف آٹھ سال کے اندر گیارہ شخص ایسے

پیش کئے ہیں جو امام آخر الزمان بن کر باب ہونے کے بھی مدعی ہوئے ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قائم بامر اللہ ان کے نزدیک مفہوم کلی ہے جس کے افراد متعدد ہو سکتے ہیں اور امید دلائی جاتی ہے کہ جس طرح ایک ہزار کے بعد رجعت اور بروز کے ذریعہ امام آخر الزمان مختلف مواقع اور متعدد شخصیتوں میں ظاہر ہوئے ہیں پھر ہزار سال کے بعد اسی طرح یا کسی اور طرح ظاہر ہوں گے اس تحدید مدت کی کوئی وجہ سوائے اس کے نہیں بتائی گئی کہ ہم نے فرمادیا ہے، چون وچرا کی گنجائش نہیں۔

۱۵..... بہائی تعلیم نے اور بھی کمال کر دکھلایا ہے کہ اپنے لئے ایک ایسا نام تجویز کیا ہے کہ اولیاء واصفیاء بلکہ انبیاء ورسل کو بھی اس میں شامل کر لیا ہے مگر اخیر میں آکر سب پر برتری اور فوقیت کا دعویٰ کر کے درجہ اعتبار سے ایسا گرادیا ہے کہ اب ان بزرگوں کی تعلیم پر عمل پیرا ہونا دخول فی النار کے مساوی سمجھ لیا گیا ہے۔

۱۶..... اگر مرزائی تعلیم نے یہ اعجوبہ پیش کیا ہے کہ مسیح اور مہدی دونوں کو ایک ہستی تسلیم کرلیا ہے تو بابی اور بہائی تعلیم نے کچھ کمی نہیں رکھی۔ القائم بامر اللہ کی صداقت کے نشانات گیارہ مشہور ابواب اور باقی غیر مشہور بابوں پر تقسیم کر دیئے ہیں اور جو باقی بچے تھے وہ ظہور اعظم نے توڑ موڑ کر اپنے اوپر منطبق کر لئے ہیں اور آئندہ کیلئے مدعیان امامت کیلئے راستہ صاف کر دیا ہے کہ تحریف وتبدیل کے ذریعہ سے ایک دو نشانات اپنے اوپر منطبق کر کے باقی نشانات کے متعلق کہہ دیں کہ ان کے معانی کچھ اور ہیں اس لئے ہماری طرف رجوع کر کے رفع شکوک کر لینا ضروری ہے۔

۱۷..... جس تعلیم کی دعوت بہائی مذہب دے رہا ہے یورپ کے مصلحین قوم مدت سے اس کی تکمیل کے لئے سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں اور آئے دن اصلاح معاملات پر بحث ہوتی رہتی ہے۔ پس اگر یہی اصلاحات ملحوظ خاطر تھیں تو ان کے لئے نہ مظہر الٰہی بننے کی ضرورت تھی

اور نہ باب الوصول الی اللہ کا دعویٰ ضروری تھا۔ بلکہ صرف یہی کافی تھا کہ انسان اسلامی تمدن چھوڑ کر تمدن یورپ کا پیرو بن جائے اور اگر یہی تمدن اصلاح الٰہی ہے تو مظہر الٰہی بننے کا سہرا مصلحین یورپ کے سر ہونا چاہیے تھا کہ انہوں نے قوم کو بردہ فروشی اور وحشیانہ سلوک سے روک دیا۔ غربا اور مفلس افراد قوم کے حقوق قائم کئے اور جہالت کی راہ بند کر کے سائنس اور حکمت کے دریا بہا دیئے اور غیر اقوام کیلئے باہمی ہمدردی اور ترقی کے اسباب پیدا کر دیئے بالخصوص جبکہ ان میں کچھ ایسی ہستیاں بھی گذر چکی ہیں کہ جنہوں نے بت پرستی سے روک کر خدا کی بادشاہت قائم کرنے پر اپنی جان و مال تک خرچ کر ڈالا یا جنہوں نے اپنی پیشینگوئیوں اور غیبی آواز سن کر قوم کو ایک ایسے صراط مستقیم پر لا کر کھڑا کر دیا کہ جس سے ان کی سلطنت کی بنیاد پڑ گئی اور دنیا میں تمام اقوام کے قلب میں جگہ لے کر باعث رشک بن گئے ہر ایک عقلمند تعجب کر سکتا ہے کہ ایسی قوم کے سرکردوں نے باوجود اس قدر اصلاحات اور ایجادات کے اور باوجود احصائے سے حدود عالم کے اور باوجود رفاہیت عوام کے اسباب پیدا کرنے کے اور بام ترقی پر پہنچنے کے کبھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی یہ ظاہر کیا ہے کہ وہ مظہر الٰہی بن کر بروز کمالات خداوندی کے دعویدار ہیں۔

۱۸...... اپنی نبوت تسلیم کرانے کے لئے قرآن مجید پیش کیا جاتا ہے کہ ہر ایک قوم میں منذر ہو گذرے ہیں اور آریہ یا ہندوؤں کی خوشنودی کے لئے رامچندر، کرشن وغیرہ کو نبی منوایا جاتا ہے مگر یہ کیسی بے انصافی ہے کہ یورپ کا کوئی نبی نام لے کر پیش نہیں کیا جاتا۔ کیا شکسپیر علم لدنی کی رو سے مظہر الٰہی نہیں بن سکتا؟ کیا جینی جس نے کہ فرانس کے تخت و تاج کو غیبی آوازوں سے برسر اقتدار کیا تھا آج کے نبیوں سے کم ہے جو اپنی پیشینگوئیوں کی نشر و اشاعت میں قوم کے ہزاروں روپے برباد کر رہے ہیں۔ یا وہ جماعت کوئی ان سے کم حیثیت رکھتی ہے کہ جس نے یورپ کے اصلاحی قوانین مرتب کر کے تعزیرات ہند کو بھی پایۂ

تکمیل تک پہنچا دیا تھا؟ اس لئے جو شخص الہام فروشوں کو نبی ماننے پر آمادگی ظاہر کرتا ہے اس کا فرض ہے کہ جن ممتاز ہستیوں کو ہم نے پیش کیا ہے ان کو بھی اپنے پیش نظر رکھے تا کہ کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکے۔

۱۹...... دنیا میں جس قدر مسلمہ فریقین نبی پیدا ہوئے ہیں وہ سب ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہوئے ایک صراط مستقیم پر لوگوں کو دعوت دیتے رہے ہیں اور اسلام کا دعویٰ ہے کہ میں تمام انبیاء کا تسلیم شدہ اور متفقہ دستور العمل ہوں۔ مگر حیرت ہے کہ خود اسلام کے اندر ہی آج اس قدر نبوت فروش پیدا ہو رہے ہیں کہ ہر ایک کی تعلیم جدا ہے اصول جدا ہیں طرز تعلیم جدا ہے اور طرز معاشرت میں تو ایسے ناگفتہ بہ ہیں کہ بہائی مرزائی کو کافر مانتا ہے، مرزائی بابی اور بہائی دونوں کو کافر مانتے ہیں۔ صوبہ بہار کے مہدی اپنی تعلیم ہی کو مدار نجات سمجھے ہوئے ہیں ''فرمان'' کا مصنف یحییٰ مدعی الوہیت اپنی ہی ہانکتا ہے اور خصوصاً مرزائی تعلیم پر چلنے والے چھوٹے چھوٹے حشرات الارض کی طرح اس قدر نبی پیدا ہو گئے ہیں کہ ہر ایک الہام کا مدعی ہے مگر تماشا یہ ہے کہ یہ برساتی نبی آپس میں بھی ایک ایک کو کاٹ رہا ہے ہیں اور ہر ایک نے دوسرے کے خلاف پیشینگوئیوں کے کئی ایک اشتہار بھی دے رکھے ہیں۔ تو اندریں حالات جو شخص اسلام چھوڑ کر ان میں سے کسی ایک مذہب کو اختیار کرنا چاہے تو اس کا فرض اولین ہوگا کہ وہ پہلے اس سوال کا جواب سوچ رکھے کہ موجودہ زمانہ کی اشتہاری نبوت میں جب اپنے اندر تصدیق اور اتحاد کا مادہ نہیں رکھتی اور کسی صورت سے بھی اصلاح و تمدن یورپ پر فوقیت نہیں رکھتی تو پھر کیوں اس تکفیری طوفان میں کودا جائے اور کس لئے اسلامی اتحاد کو چھوڑ کر تفرقہ اندازی اور پارٹی بازی میں تضیع اوقات کی جائے۔

۲۰...... مانا کہ ہر ایک مذہب میں کسی ایک ہستی کا انتظار باقی ہے جو اصلاح عالم کو تکمیل تک پہنچائے گی مگر یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ وہ تمام ادیان عالم کیلئے ایک مخصوص ہستی ہوگی جو

قادیان یا شیراز میں رونما ہو چکی ہے۔ ہاں یہ ظاہر ہے کہ جو شخص تمام علوم وفنون کا مدعی ہوتا ہے وہ ہمیشہ جہل مرکب کا شکار ہوتا ہے اور یا اس میں دیانتداری کے اصول بہت کم پائے جاتے ہیں ورنہ یہ جائز ہوگا کہ ایک ہی شخص شاہ انگلستان بن کر یہ بھی کہہ دے کہ میں شاہ فرانس اور شاہ افغانستان بھی ہوں مگر سخت افسوس ہے کہ ایک نہیں دو نہیں جس قدر بھی ہندوستان اور ایران میں مدعی بنے سب معجون فلاسفہ کی شکل میں رونما ہوئے ہیں اور سب نے ہی مہدی، مسیح، کرشن رشی وغیرہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اب غیر جانبدار مسلمان ترجیح دے کر سچا مانے تو کس کو اور جھوٹا مانے تو کس کو؟ سب کے اصول دعویٰ ایک، ایک دوسرے کی تغلیط وتکفیر ایک، اور اپنی کامیابی کی اشتہار بازی ایک، اس لئے اگر لانفرق بین احد منھم کا فیصلہ دیا جائے تو سب سے نجات ہو سکتی ہے۔

۲۱..... خدا کے فضل وکرم سے اس وقت تمام مدعیان نبوت بھی اس امر پر متفق ہیں کہ قرآنی تعلیم نجات پانے کیلئے کافی ہے اور جس طریق پر نبی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام جادہ پیما تھے وہ خدا تک پہنچاتا ہے گو ان لوگوں نے یہ چٹکلہ ضرور دیا ہے کہ اس وقت اسلامی تعلیم اصلی صورت میں دکھائی نہیں دیتی یا اس وقت اپنی لاعلمی کی وجہ سے اسلام کا پیرو ہام ترقی پر نہیں پہنچ سکتا۔ مگر جب ہمارے پاس قرآن شریف اپنی اصلی صورت میں موجود ہے اور اس کی اصلی تشریحات اور عملدرآمد کی تصویریں ہمارے سامنے ہیں۔ خود عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ کا تمام علمی اور عملی مجموعہ ہمارے پاس موجود ہے تو پھر اسے چھوڑ کر یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ اصلی اسلام نہیں ملتا' تشریحی تجدید کی ضرورت درپیش ہے۔ اس لئے ان نبوت فروشوں کی روک تھام کیلئے علماء اسلام کا فرض ہے کہ دنیا کے سامنے اصلی اسلام پیش کریں۔ اور عوام الناس کا بھی فرض ہے کہ وہ خود بھی علمائے اسلام کی طرف متوجہ ہو کر اصل اسلام کی تعلیم حاصل کریں تاکہ جو فروشوں کی گندم نمائی سے اپنی جان بچا سکیں۔

۲۲..... خدا کی قدرت ہے کہ قادیانی اور ایرانی نبوت کے دعویدار یا ان کے ماتحت تابعدار بھی جس قدر بھی ہیں گو کسی قدر اردو، فارسی میں طبع آزمائی کی کچھ قوت رکھتے ہیں مگر اسلامی زبان اور قرآنی عربی میں کہ جس پر اسلام کو آج ایک بڑا ناز ہے یہ سب طفل مکتب ہی ثابت ہوئے ہیں۔ شاید قدرت نے ان کو اس میں فوقیت حاصل کرنے سے صرف اس لئے روک دیا ہوا ہے کہ کہیں قرآن شریف کا مقابلہ نہ کر سکیں اور اس کے اعجازی دعویٰ کو نہ توڑ سکیں۔ ایرانیوں نے اپنی کمزوری چھپانے کیلئے اعجاز قرآنی کا دارومدار عربی مبین کی لفظی حیثیت قرار نہیں دی اور قادیانیوں نے اپنی کمزوری کو الہام جدید کے پردہ میں چھپا دیا ہے۔ لیکن حقیقت شناس طبائع اس حکمت عملی کو تاڑ گئی ہیں اور کہہ چکی ہیں ع

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

۲۳..... قرآن مجید کی عربیت پر عہد رسالت کے تمام فصحاء وبلغاء کا اتفاق تھا کہ ما ھذا قول البشر اور کسی اشد ترین عرب نے بھی اس پر نکتہ چینی کرنے کا موقع نہیں پایا اور جو کچھ آج قرآنی عربیت پر اعتراضات نظر آتے ہیں یہ ان لوگوں کے ہیں کہ جن کو خود عربیت سے دور کا واسطہ بھی نہیں اور مسٹر گلیڈسٹون وغیرہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ اس خیال سے لکھا ہے کہ انگریزی بندش الفاظ کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآن شریف میں ایسی ویسی عبارتیں ہونی چاہئیں جن کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ مستشرقین یورپ کی طبع نارسا کے موافق قرآنی بندش نہیں ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک قرآن کا اعجازی دعویٰ غلط ہے مگر اس دعویٰ کی تصدیق تو تب ہوتی کہ عربی مبین میں یہ لوگ بھی کوئی ایسی کتاب ہی لکھ کر پیش کرتے جو کم از کم مقامات حریری کے توازن پر ہی پوری..... اترتی اس لئے ایسے جہالت آمیز اعتراضات قابل توجہ نہیں ہوتے' یہ تو ہوا اعجاز قرآنی۔ اب اعجاز ایرانی اور قادیانی پر نظر دوڑائیں کہاں تک اس میں صداقت ہے۔ ادھر الہامی عبارتیں شائع ہوئیں۔ ادھر ہمعصر علمائے عربیت

نے تغلیط شروع کر دی۔ ایک طرف اعجازی دعویٰ ہے تو دوسری طرف مخالفین نے اعجاز کے بخئے ادھیڑ کر رکھ دیئے لیکن ملا آں ست کہ بند نہ شود انہوں نے اپنا پلہ یوں چھڑایا کہ لوگ قرآن پر بھی تو لفظی نکتہ چینی کرتے رہے ہیں تو اس سے اس کی صداقت اور اعجاز میں کیا کوئی فرق آ گیا ہے کبھی یوں کہہ دیا کہ خداوند تعالیٰ قواعد انسانی کے پابند نہیں رہے اور کسی وقت یوں تعلّی دکھائی کہ ہم الفاظ کو اصولی زنجیروں سے رہا کرانے آئے ہیں۔ اہل دانش دیکھ سکتے ہیں کہ کہاں تک یہ بہانہ سازی کارگر ہو سکتی ہے اور یہ کس قدر ظلم ہے کہ ان کے تابعداروں نے ان کو ''سلطان القلم'' اور اعجاز رقم بنا رکھا ہے مگر خدا کی شان یہ لقب دینے والے بھی عربیت میں اسی طرح کمزور ہیں کہ جیسے ان کے نبی کمزور تھے اب ''من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو'' کا معاملہ نہ ہو تو اور کیا ہو؟

۲۴..... ایرانی نبی اپنی مادری زبان (فارسی) میں جو کچھ لکھ گئے ہیں رنگینی عبارات میں ید طولیٰ دکھا گئے ہیں۔ عربی لکھنے لگے تو طفل مکتب سے بڑھ کر یا ایک آریہ سے بڑھ کر قرآن کا مقابلہ نہیں کر سکے۔ شاید انگریزی یا اردو اور پنجابی لکھتے تو معلوم نہیں کیا کیا گل کھلاتے۔ اور قادیانی نبی چونکہ پنجابی آب وہوا میں نشوونما پا چکے تھے اور سلطنت مغلیہ کا زمانہ قریب تھا اور باقاعدہ فارسی کی تعلیم بھی پاچکے تھے۔ اس لئے گو ایرانی نبی کے مقابلہ پر فارسی نویسی میں فیل ہو چکے تھے۔ مگر تاہم شد بود اچھی اور خاصی جانتے تھے اور پنجابی محاورات کو فارسی عبارات میں گھسیڑ دینے میں پورے طور پر کمزوری ظاہر کر چکے تھے اگر پنجابی لکھتے تو غالباً صحیح لکھتے کیونکہ ان کی مادری زبان یہی تھی۔ مگر ان کو اس سے نفرت تھی اور اس کی بجائے اردو میں نظم ونثر لکھنے میں کچھ دن مشق کی مگر چونکہ کسی استاد نے اصلاح نہیں دی وہی پھسپھسی اردو اور پنجابی نما شعر کہتے رہے۔ اب رہی عربی تو اس میں بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے اور قرآنی آیات کی طرح ایرانی نبی کے تتبع میں ردیف وار لکھنا شروع کر دیا۔ مگر آخر قافیہ تنگ

ہو اور قلم توڑ کر بیٹھ گئے اور ان کی ضمیر ملامت کرتی تھی کہ اس میدان میں قدم نہ رکھیے گا مگر ان کو ایک نئی بات سوجھی کہ اپنی عبارات میں صرف ان لوگوں کو مخاطب کیا تھا جو عربی علم ادب سے ناآشنا تھے اور مرید بھی ایسے ہی اہل علم مشہور ہوئے کہ جو آج تک عربی مبین سے ناآشنا تھے اور اب بھی وہی لوگ اپنے نبی کو اعجازی مرتبہ دے رہے ہیں کہ جن کو خود عربی لکھنا نہیں آتا۔ اگر لکھتے بھی ہیں تو غلط سلط لکھ کر کاغذ کا منہ کالا کر دیتے ہیں۔ غرض کہ جب تصدیق کنندگان اور آویزش کنندگان عربیت سے ناآشنا تھے تو نبی قادیان کو ''اندھوں میں کانا سردار'' بننے کی کیوں نہ سوجھتی اس نظریہ کو جانے دیجئے۔ خود ''براہین احمدیہ'' کی جلد چہارم اٹھا کر دیکھئے۔ قرآن شریف کی حمایت میں عیسائیوں کو چیلنج دیتے ہیں کہ ''اگر تم کو قرآنی عربیت پر اعتراض ہے تو تم آؤ ہم ایک فرد عربی پیش کرتے ہیں اس سے ایک گھنٹہ تک گفتگو کرو۔ تب ہم سمجھیں گے کہ معترض عیسائی بھی عربی جانتے ہیں'' اس موقع پر گو یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ قرآن مجید کی عربیت پر اعتراض کرنے والے خود عربی نہیں جانتے اس لئے ان کے اعتراضات بے سمجھی کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں اور یا ان کا دارومدار اسلام سے عناد اور دشمنی پر ہے لیکن ایک یہ اہم مسئلہ بھی اس ضمن میں حل ہو جاتا ہے کہ مرزا صاحب خود بھی عربی میں قادر الکلام نہ تھے۔ حالانکہ ان کو الہام بھی ہوتا تھا اور قرآنی معارف بیان کرنے کا بھی بڑا دعویٰ تھا ورنہ پدرم سلطان بود کو پیش نظر رکھ کر عیسائیوں کے مقابلہ پر کسی عربی آدمی کے خواہاں نہ ہوتے۔

۲۵..... اسلام کی عربی زبان عبادات ومعاملات اور ضروری گفتگو یا تعارف میں عربی تھی۔ جس کی وجہ سے ساری دنیا کے مسلمان ایک جگہ عبادت کر سکتے تھے۔ اور باہمی تعارف آسانی کے ساتھ پیدا کر کے عقد اخوت پیدا کر لیتے تھے۔ مگر آج کل کے پیغمبروں نے اس زبان کا ایسا استیناس کیا ہے کہ قرآن مجید کو بھی عربی زبان میں دیکھنا ممنوع قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ ان کو خود بھی اقرار ہے کہ غیر زبان عربی زبان کا مفہوم ادا کرنے میں پورے

طور پر متحمل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے قرآن مجید کا خالی ترجمہ خواہ کسی زبان میں دیکھ لیا جائے اس فرض کی ادائیگی سے قاصر ہوگا۔ مگر ان مدعیان نبوت کا غالباً اصل مقصد یہی ہے کہ نہ قرآن رہے نہ قرآنی زبان، نہ ہمارے سوا کوئی عربی دان کہلائے۔ سو جو ہم کہیں لوگ اسی کو قرآن سمجھ لیں۔

۲۶..... چنگیز خان نے مسلمانوں کو برباد کیا تیمور نے خیر خواہی کی آڑ لے کر تورہ چنگیز خانی کو رواج دیا اور اپنی زیر حکومت میں اسلامی شرائع کی بجائے اسی کو دستور العمل قرار دیا۔ جس کا اثر عالمگیر کے زمانہ تک باقی رہا۔ بعد میں ترک شیرازی نے اپنا دستور العمل قائم کر کے اس کو منسوخ کر دیا۔ جس سے سلطنت ترکیہ متاثر ہو کر اسلام کو خیرباد کہہ رہی ہے اور باقی حکومتیں بھی لبیک کہنے کو تیار ہیں۔ اخیر میں پنجابی ترک نے وہ کام کیا کہ پہلوں کے فلک کو بھی یاد نہ تھا۔ کہ بظاہر تو یہ فتویٰ لگا دیا کہ قرآن کا ایک شوشہ منسوخ سمجھنے والا بھی کافر ہے مگر خود اس میدان میں نکلے تو تمام عقائد منسوخ کر دیئے۔ دبی زبان سے سود جائز کر ڈالا اور اعلان کر دیا کہ جہاد منسوخ ہے۔ تصویر کشی ایک حد تک مفید اور جائز ہے وغیرہ وغیرہ اور اپنے تکفیری فتویٰ سے یوں بچ کر نکل گئے کہ میں حَکَم بن کر آیا ہوں اور مجدد ہوں جو چاہوں کروں کوئی مجھے کافر نہیں کہہ سکتا آخر بات وہی بنی کہ کسی نے اسلام کو اپنی شریعت سے یا اپنے تورہ سے بدل دیا، اور کسی نے اس کا روشن پہلو دکھا کر اسلام جدید پیش کر دیا۔ مگر ارباب بصیرت پر روشن ہے کہ یہ سب حکمت عملیاں صرف اس لئے کھیلی جاتی ہیں کہ قرآن شریف کا نام دنیا سے مٹ جائے۔

بہر قدے کہ خواہی جامہ میپوش　　　من انداز قدت را مے شناسم

۲۷..... حلقہ بگوشان اسلام سے درخواست ہے کہ ترکی نبوت سے متاثر ہو کر کہیں اپنا اسلام نہ کھو بیٹھیں کیونکہ اس نبوت کے ماننے والے مسلمانوں کے اندرونی دشمن ہیں۔ اور طرح

طرح کے حیلوں سے چاہتے ہیں کہ نہ قرآن دنیا میں رہے اور نہ قرآن ماننے والے۔ صرف فرق اتنا ہے کہ کوئی سیدھا منکر ہے اور کوئی ذرہ دو تین چکر کھا کر انکار پیش کرتا ہے۔ بہرحال یہ ایک فتنہ ارتداد ہے۔ کہ لفظ اسلام کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتا اور میٹھی چھری بن کر اسلام کا گلا کاٹ رہا ہے۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم　　　کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

۲۸..... نبوت ترکیہ کے ماننے والے جس جس جگہ حکمران ہیں وہاں پر مسلمانوں کو اس بے رحمی سے قتل کیا جا رہا ہے کہ شاید ہی دنیا کے کسی کونے میں اس کی نظیر مل سکے۔ اور جبراً اپنی شریعت تسلیم کرانے میں سارا زور خرچ کر رہے ہیں۔ حکومت برطانیہ کا سایہ اگر مسلمانوں پر نہ ہو تو معلوم نہیں یہاں کی ترکی نبوت کیا کیا فتنہ ارتداد پیدا کرے۔ گو یہ حکومت خصوصیت کے ساتھ اسلام کی حامی نہیں مگر اس میں اتنا وصف قابل ستائش ضرور ہے کہ اگر داہنی آنکھ سے ہمارے مخالفوں کو دیکھتی ہے تو مسلمانوں کو بھی بائیں آنکھ سے ضرور دیکھ کر اغیار کے تجبر واستبداد کی تباہ کن آندھیوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئے دن اس حکومت کا تسلط روز افزوں بام اوج تک پہنچ رہا ہے اور باقی حکومتیں اپنے بے جا تشدد اور بے ہنگام استبداد سے تباہ ہو رہی ہیں۔ جس کی وجہ سے آئے دن وہاں راعی ورعیت کے درمیان جدال وقتال کا بازار گرم ہے۔

۹..... مقتبس من ’’الکتاب الاقدس‘‘ الذی نزل علی بہاء

الصوم والصلوٰۃ

قد کتب علیکم الصلوۃ تسع رکعات حین الزوال وفی البکور والآصال وعفونا عدۃ اخری امرا فی کتاب اللہ. واذا اردتم الصلوۃ ولوا وجوھکم

شطری الاقدس (عکاء) المقام المقدس الذی جعله الله مطاف الملأ الاعلی ومقبل اهل مدائن البقاء ومصدر الامر لمن فی الارضین والسموات. المقر الذی قدرناه لکم. انه لهو العزیز العلام. قد فصلنا الصلوة فی ورقة اخری. طوبی لمن امر به من لدن مالک الرقاب. قد نزلت فی صلوة المیت ست تکبیرات من الله منزل الایات والذی عنده علم القراءة له ان یقرأ ما نزل قبلها وعفا الله عنه لایبطل الشعر صلوتکم ولا ما منع عن الروح مثل العظام وغیرها البس وا السمور کما تلبسون الخزو والسنجاب وما دونهما. "وما نهی فی القرآن ولکن اشتبه علی العلماء. فرض علیکم الصلوة والصوم من اول البلوغ، من کان فی نفسه ضعف من الهرم والمرض عفا الله عنه. قد اذن الله السجود علی کل طاهر ورفعنا عنکم الحد. من لم یجد الماء یذکر خمس مرات بسم الله الاطهر الاطهر. والبلدان التی طالت فیها اللیالی والایام فلیصلوا بالساعات والمشاخص التی فیها تحددت الاوقات. عفونا عنکم صلوة الایات اذا ظهرت کتب علیکم الصلوة فرادی قد رفع عنکم حکم الجماعة الا فی صلوة المیت عفا الله عن النساء حین ما یجدن الدم الصوم والصلوة. ولهن ان یتوضان ویسبحن خمسا وتسعین مرة من زوال الی زوال "سبحان الله ذی الطلعة والجمال" ولکم ولهن فی الاسفار اذا نزلتم واسترحتم مکان کل صلوة سجدة واحدة واذکروا فیها سبحان الله ذی العظمة والاجلال والموهبة والافضال، والعاجز یقول سبحان الله بعد اتمام السجود لکم ولکن ان تقعدوا علی هیکل التوحید وتقولوا ثمانی عشرة مرة سبحان الله ذی الملک والملکوت. یا قلم الاعلی قل یا ملا الانشاء

قد کتبنا علیکم الصیام ایاما معدودات (من اول مارس الی تاسع عشر منه) وجعلنا النوروز عیدا لکم (حادی عشرین مارس) اجعلوا الایام الزائدة عن الشهور قبل شهر الصیام عیدا (کل شهر تسعة عشر یوما والشهود ایضا تسعة عشر فصارت ایام السنة ثلثمائة واحدا وستین یوما والملحق به لتکمیل السنة اربعة ایام و بعد اربع سنین خمسة ایام، فهذه الایام ایام زائدة کل سنة قبل مارس) انما جعلنها مظاهر الهاء. لذا ما تحددت بحدود السنة والشهور. ینبغی لاهل البهاء ان یطعموا فیها انفسهم وذوی القربی ثم الفقراء والمساکین و یهللن و یسبحن ویمجدن ربهم. واذا تمت ایام الاعطاء قبل الامساک فلیدخلن فی الصیام لیس علی المسافر والمریض والحامل والمرضع من حرج. کفوا انفسکم عن الاکل والشرب من الطلوع الی الافول قد کتب لمن دان الله ان یغسل یدیه ثم وجهه ویقعد مقبلا الی الله و یذکر خمسا و تسعین مرة الله ابهی کذالک الصلوة. حرم القتل والزنا والغیبة والافتراء.

المورایت

قد کتبنا المواریث علی عدد الزاء منها. منها قدر لذریاتکم من کتاب الطاء علی عدد المقت وللازواج من کتاب الهاء علی عدد التاء والفاء وللآباء من کتاب الراء علی عدد التاء والکاف. وللامهات من کتاب الراء علی عدد السمیع وللاخوان من کتاب الهاء عدد السین وللاخوات من کتاب الدال عدد الراء والمیم وللمسلمین کتاب الجحیم عدد القاف والفاء' انا سمعنا فجیج الذریات فی الاصلاب اذ ما نقصت مالهم ونقصنا عن الاخری. من مات ولم یکن له ورثة ترجع حقوقهم الی بیت العدل

يصرفوا امناء الرحمن فى الايتام والارامل وما ينتفعوا به جمهور الناس. وللذى له ذرية مالم يكن مادونها عما حددتى الكتاب يرجع الثلثان مما تركه الى الذرية والثلث الى بيت العدل والذى لم يكن من يرثه وكان له ذوالقربى من ابناء الاخ والاخت وبناتهما فلهم الثلثان والا للاعمام والاخوان والعمات والخالات من بعدهم. وبعدهن لابنائهم وابنائهن و ابنائهم وبناتهن والثلث يرجع الى مقر العدل ومن مات ولم يكن له من الذين نزلت اسمائهم من القلم الاعلى ترجع الاموال كلها الى المقر المذكور جعلنا الدار المسكونة والالبسة المخصوصة للذرية من الذكران دون الاناث والوراث والذى مات فى ايام والده وترك ذرية ضعافا سلموا مالهم الى ابين ليتجرلهم الى ان يبلغوا اشدهم والى محل الشراكة ثم عينوا للامين حقا مما حصل من التجارة. كل ذلك بعد اداء حق الله والديون والتجهيز وحمل الميت بعزة والاعتزاز تلك حدود الله لاتعتدوها باهواء انفسكم.

بيت العدل

قد كتب الله على اهل كل مدينة ان يجعلوا فيها بيت العدل. ويجتمع فيه النفوس على عدد البهاء وان ازداد لاباس ويشاوروا فى مصالح العباد. عمروا بيوتكم باكمل مايمكن فى الامكان وزينوها بماينبغى لها لابالصور والامثال. قد حكم الله لمن استطاع منكم حج البيت دون النساء. وجب على كل واحد الاشتغال بامر من الصنائع وجلعنا اشغالكم نفس العبادة. لاتضيعوا اوقاتكم بالبطالة والكسالة قد حرم عليكم تقبيل الايادى، ليس لاحد ان يستغفر عند احد. توبوا الى الله

بلقاء انفسكم لما جاء الوعد والموعود اختلف الناس.

التقدس وتكفير المدعى النبوة

و تمسك كل حزب بما لديه من الظنون. والاوهام من الناس من يقعد صف النعال طلبا اصدر الجلال. قل من انت ياايها الغافل العرار. ومنهم من يدعى الباطن وباطن الباطن. قل يا ايها الكذاب تالله ماعندك انه من القشور تركناها لكم كما تترك العظام للكلاب من يدعى قبل اتمام الف سنة كاملة انه كذاب مفتر. نسال الله بان يؤيده على الرجوع ان تاب. وان اصريبعث عليه من لايرحمه من ياول من الاية اويفسرها بغير مانزل فى الظاهر انه محروم من الروح. ياهل الارض اذا غربت شمس جمال قوموا على نصرة امرى وارتفاع كلمتى بين العالمين انا معكم من كل الاحوال وينصركم بالحق انا كنا قادرين. لاتجزعونى المصائب لاتحلقوا رؤوسكم قد زينها الله بالشعر ولا ينبغى ان يتجاوز عن الاذان. قد كتب على السارق النفى والحبس. وفى الثالث فاجعلوا على جبينه علامة يعرف بها.

تعزيرات

من اراد ان يتعمل اوانى الذهب والفضة لاباس به اياكم ان تنغمس اياديكم فى الصحاف والصحان. تمسكوا بالنظافة فى كل الاحوال كتب على كل اب تربية ابنه وبنته بالعلم والخط ودونهما والذى ترك ما امربه فعلى الامناء ان ياخذوا منه ما يكون لازما لتربيتهما ان كان غنيا والا يرجع الى بيت العدل. ان الذى ربى ابنه اوابنا من الابناء كانه

ربی احد ابنائی علیه بهائی. قد حکم الله لکل زان وزانیة دیة مسلمة الی بیت العدل وهی تسعة مثاقیل من الذهب ان عاد مرة اخری عردوا بضعف الجزاء، انا حللنا لکم اصغاء الاصوات والنغمات. ایاکم ان یخرجکم الاصغاء عن شان الادب والوقار قد ارجعنا ثلث الدیات الی مقر العدل یا رجال العدل کونوا رعاة اغنام الله واحفظوهم عن الذئاب الذین ظهروا بالاثواب. اذا اختلفتم فی امرنا رجعوا الی الله ما دامت الشمس مشرقة من افق هذه السماء واذا غربت ارجعوا الی مانزل من عندالله اما الشجاج والطرب مختلف احکامها باختلاف مقادیرها. لکل مقدار دیة معینة لونشاء نفصلها بالحق وعدا من عندنا. قد رقم علیکم الضیافة فی کل شهر مرة واحدة ولو بالماء. ایاکم ان تفرقوا اذاً ارسلتم الجوارح الی الصید اذکروا اسم الله اذا یحل ما امسکن لکم ولو تجدوه میتا. من احرق بیتا متعمدا فاحرقوه ومن قتل نفسا عامدا فاقتلوه. ان تحکموا لهما حبسا ابدیا لا باس علیکم.

النکاح والطلاق

کتب الله علیکم النکاح ایاکم ان تتجاوزوا عن الاثنین انه قد حدد فی البیان برضاء الطرفین انا لازدیاد المحبة علقناه باذن الابوین. لا یحقق الاصهار الا بالامهار قد قدر للمدن تسعة عشر مثقالا من الذهب الابریز وللقری هی من الفضة. ومن اراد الزیادة حرم علیه ان یتجاوز من خمسة وتسعین مثقالا. قد کتب لکل عبد اراد الخروج من وطنه ان یجعل میقاتا لصاحبته فی ایّة مدة اراد ان اتی وفی بالوعد. وان یعتذر بعذر حقیقی فله ان یخبر قرینته ویکون فی غایة الجهد للرجوع الیها وان

مات فلها تربص تسعة اشهر وبعد اکمالها لاباس علیها باختلاء الزوج صبرت فانه یحب الصابرات والصابرین وان اتاها خبرالموت اوالقتل بالشیاع اوالعدلین لها ان تلبث فی بیت اذا مضت اشهر معدودات فلها الاختیار فیما تختار وان حدث بینهما کدورة.... لیس له ان یطلقها وله ان یصبر سنة کاملة. لعل تسطع علیهما رائحة المحبة والا فلا باس بالطلاق. قد نهی الله عما عملتم بعد طلقات ثلث. والذی طلق له الاختیار الی الرجوع بعد انقضاء کل شهر مالم تستحصن والذی سافروسافرت معه ثم حدث بینهما الاختلاف فله ان یاتیها نفقة سنة کاملة ویُرجعها الی مقرها الذی خرجت عنه اویسلمها بید امین لیبلغها الی محلهاوالتی طلقت لماثبت علیهامنکرلا نفقة علیها ایام تربصها. قد حرم علیکم بیع العبید والاماء. لایعترض احد علی احد. قد حکم الله بالطهارة علی ماء النطفة طهروا اکل مکروه بالماء الذی لم یتغیر بالثلاث. ایاکم ان تستعملوا ماء تغیر بالهواء اوبشی آخر. قدرفع الله عنکم حکم دون الطهارة عن کل اشیاء و عن ملل اخری وحکم باللطافة الکبری وتغسیل ماتغیر بالغبار و کیف الاوساخ المنجمدة ودونها والذی یری فی کسائه وسخ انه لایصعد دعائه الی الله استعملوا ماء الورد ثم العطر الخالص قد عفا الله عنکم ما نزل فی البیان من محو الکتب قد اذناکم ان تقروا من العلوم ماینفعکم لا ما ینتهی الی المجادلة (اعلم ان البیان نزل علی الباب وامر البابیة باحراق جمیع مانزل قبله من الکتب وتعطیلها اوما زاحمه من العلوم الی ان ینزل الکتاب الاقدس علی البهاء وینسخ ماشاء من الاحکام ماجاء فی البیان فهذا هو من الاحکام المنسوخة)

نداء التبليغ

يامعشر الملوک قد اتی الملک توجهوا الی وجه ربکم قد نزل الناموس الاکبر اتت الساعة وانشق القمر. لانريد ان نتصرف فی ممالکک بل جئنا التصرف القلوب. طوبی لملک قام علی نصرة امری فی مملکتی وانقطع عن سوائی انه من اهل السفينة الحمراء. ينبغی لکل ان يعززوه ويوقره وينصره. ياملک النسمة کان مطلع. الاحدية فی سجن عکاء اذ مررت وما سالت عنه. قد اخذ تنا الاخر ان تملا احشانا تدور لاسمنا و لاتعرفنا امام وجهک ياملک برلين اسمع النده من هذا هيکل انه لا اله الا انا الباقی الفرد القديم. اذکر من کان اعظم شانا منک اين هو انه نبذ لوح الله ورائه انه اخذته الذلة. ياملوک امريقا اسمعوا ماتغن به الورقاء علی غصن البقاء انه لااله الا انا قد ظهر الموعود فی هذا المقام المحمود ان بقاء نهيرلکم يامعشر الامراء اسمعوا ما ارتفع من الکبرياء انه لااله الا انا يا معشر الروم نسمع فيکم صوت اليوم ياايتها النقطة الواقعة فی شاطئی البحرين نری فيک الجاهل يحکم علی العاقل سوف تفنی ورب البرية وتنوح البنات والارامل والقبائل. ياشواطئی نهر الرين.قد رايناک مغطاة بالدماء ونسمع حنين البرلين ولو انها اليوم فی غرمبين. يارض الطاء افرحی بما ولد فيک مطلع الظهور سوف تنقلب فيک الامور ويحکم عليک جمهور الناس يا ارض الخاء طوبی ليوم تنصب رايات الاسماء باسمی الابهی يومئذ يفرح المخلصون وينوح المشرکون. يا بحر الاعظم رش مامرت به وزين به هياکل الانام والذی تملک مائة مثقال من الذهب فتسعة عشرة مثقالا لله. فذلک وتطهير

اموالکم.يا معشر العلماء لا تزنوا کتاب الله بما عندکم من القواعد والعلوم توجهوا يا قوم الی البقعة الحمراء فيها تنادی سدرة المنتهی انه لااله الا انا.

المعاملات

يامعشر العلماء هل يقدر احد منکم ای يستن معی فی ميدان المکاشفة والعرفان والحکمة والتبيان. انا ما دخلنا المدارس اسمعوا ما يدعوکم به هذا الامی الی الله. قد کتب عليم تقليم الاظفارو الدخول فی ماء يحيط هياکلکم فی کل اسبوع وتنظيف ابدانکم ادخلوا ماء بکرا والمستعمل لايجوز اترکوها. والذی يصب علی بدنه الماء يکفی عن الدخول فيه.حرمت عليکم ازدواج امهاتکم ونستحی ان نذکر حکم الغلمان. ليس لاحد ان يحرک لسانه امام الناس اذ تمشی فی الطرق والاسواق بل فی مقام بنی لذکر الله اوفی بيته قد فرض لکل نفس کتاب الوصية انتهت الاعياد الی العيدين الاعظمين الاول ايام فيها تجلی الرحمن واليوم الاخريوم بعثنا فيه من بشر الناس بعد الاسم (اول مارس و اخره) اذا مرضتم فارجعوا الی حذاق من الاطباء قد کتب الله علی کل نفس ان يحضر لدی العرش بما عنده مما لاعدل له.طوبی لمن توجه الی مشرق الاذکار وهو کل بيت الله بنی لذکر الله فی الاسحار ذاکرا مستغفرا.اذا دخل يقعد صامتا لاصغاء ايات الله. الذين يتلون ايات الرحمن باحسن الالحان يدرکون منها ما لايعادله ملکوت السماء والارضين. ياقوم انصروا صفيای الذين قاموا بارتفاع کلمتی والذی يتکلم بغير ماتزل فانه ليس منی. اذن الله ان يتعلم الالسن المختلفة ليبلغ

شرق الارض وغربها ليس للعاقل ان يشرب مايذهب به العقل. زينوا روسكم بالامانة والوفاء وقلوبكم برداء التقوى والسنتكم بالصدق وهنالكم بطراز الادب.ان الحرية تخرج الانسان عن شئون الادب وتجعله من الارذلين.حرم عليكم السوال فى البيان فاسئلوا ما ينفعكم فى امرالله ان عدة الشهورتسعة اشهرحكم الله دفن الاموات فى البلور والاحجار الممتنعة اوالاخشاب الصلبة اللطيفة ووضع الخواتيم المنقوشة فى اصابعهم.يكتب للنساء فيها لله ملك السموات والارض وما بينهما وكان الله على كل شىء قديرا وللرجال لله مافى السموات والارض وما بينهما وكان الله لكل شى عليما. لوينقش مانزل فى الحين انه خيرلهم ولهن. قد بدأت من الله ورجعت اليه منقطعا عما سواه ومتمسكا باسمه الرحمن الرحيم. ان تكفنوه فى خمسة اثواب من الحرير اوالقطن من لايستطيع يكتفى بواحدة منهما.حرم عليكم نقل الميت ازيد من مسافة ساعة من المدينة. اسمعوالنداء مالك الاسماء من شطر سجنه الاعظم انه لا اله الا انا. ارفعن البيتين فى المقامين جبل كرما والمقامات التى استقرفيها عرش الرحمن. ياملاء البيان انما القبلة من يظهر الله متى ينقلبه تنقلب الى ان يستقرمن قرء من اياتى خير له من ان يقرء كتب الاولين و الاخرين.عاشروا مع الاديان بالروح والريحان اياكم ان تدخلوا بيتا عند فقدان صاحبه الا بعد اذنه وان تاخذكم حمية الجاهلية فى البرية قد كتب عليكم تزكية القلوب وما دونها بالزكوة سوف نفصل لكم نصابها. لايحل السوال ومن يسئل حرم عليه العطاء قد كتب على الكل ان يكسب والذى عجز فللوكلاء والاغنياء ان يعينوا له مايكفيه.قد منعتم

عن الجدال والنزاع والضرب من يحزن احدا فله ان ينفق تسعة عشر مثقالامن الذهب لاترضوا لاحد ما لا ترضونه لانفسكم اتلوا ايات الله فى كل صبحا و مساء. لايغيرنكم كثرة القراء ة والاعمال. علموا ذرياتكم ليقروا الواح الرحمن. كتب عليكم تجديد اسباب البيت بعد تسع عشرة سنة والذى لم يستطع عفا الله عنه اغسلوا ارجلكم كل يوم فى الصيف وفى الشتاء كل ثلاثة ايام مرة واحدة من اغتاظ عليكم قابلوه بالرفق والذى يزجركم لاتزجروه قد منعتم عن الارتقاء الى المنابر. من اراد تلاوة فليقعد على الكرسى الموضوع على السرير قد احب الله الجلوس على السرير و الكراسى . حرم عليكم الميسر والافيون. اياكم ان تستعملوا ما تكسل به هياكلكم ويضر ابدانكم اذا دعيتم الى الولائم العزائم اجيبوا. حرم عليكم حمل آلات الحرب الا حين الضرورة واحل لكم لبس الحرير. قد رفع الله عنكم حكم الحد واللباس واللحى. يا ارض الكاف والراء سوف يظهرالله فيك اولى باس شديد يذكروننى باستقامة. اذكروا الشيخ محمد حسن لما ظهر الحق اعرض عنه يا معشر العلماء لاتكونوا سبب الاختلاف اذكروا الكريم اذ دعوناه الى الله استكبر الى ان اخذته زبانية العذاب ياملا البيان انا دخلنا مكتب الله اذ انتم راقدون. قد احطنا الكتاب قبل كن قد خلق الله ذلك المكتب قبل خلق السموات والارضين لاتحملوا على الحيوان مايعجز عن حمله. من قتل نفسا خطأ فله دية مائة مثقال من الذهب. اختاروا لغة ليتكلم بها من على الارض وكذلك من الخطوط قدحرم عليكم شرب الافيون والذى شرب ليس منى. يا اهل الارض لاتجعلوا الدين سببا للاختلاف تمسكوا بالكتاب

الاقدس الذی انزله الرحمن لاتسبوا احدا وان یسبکم احد وبمسکم ضر
فی سبیل الله فاصبروا وتمسکوا بما ینتفع به انفسکم واهل العلم۔

وقائع الاحوال

ای رب کنت راقدا قد هزنی هزفی نسیم یوم ظهورک وانا
ایقظنی والهمنی ماکنت غافلا عنه یا بدیع کن فی النعمة منفقا، وفی فقدها
شاکرا، فی الحقوق امینا، فی الوجه طلقا، وللفقراء کنزا، للاغنیا ناصحا،
للمنادی مجیبا، فی الوعد وفیا، فی الامورمنصفا، فی الجمع صامتا، فی
القضاء عادلا، للانسان خاضعا، فی الظلمة سراجا، للهموم فرحا، للظمان
بحرا، للمکروب ملجا، للمظلوم ناصرا وعضدا وظهرا، فی الاعمال
متقیا، للغریب وطنا، للمریض شفاء، للمستجیر حصنا، للضریر بصرا،
لمن ضل صراطا، ولوجه الصدق جمالا، ولهیکل الامانة طرازا، ولبیت
الاخلاق عرشا، لجسد العالم روحا، لجنود العدل رایة ولافق الخیر نورا،
وللارض الطیبة رذاذا، و لبحر العلم فلکا، لسماء الکرم نجما، ولراس
الحکمة اکلیلا، لجبین الدهر بیاضا، ولشجر الخضوع ثمرا، اتقوا ولا
تتبعوا کل مشرک مرتاب. تالله لقد صعدت زفراتی ونزلت عبراتی بکت
عین شفقتی ناح قلبی بما اری لعباد معرضین عن بحر رحمتی وشمس
فضلی وسماء کرمی الذی احاط من فی السموات والارضین یبشرهم
لسان المقصود ویدعوهم الی المقام المحمود ولهم یفتون علیه بظلم
مبین. هذه ارض ارتفع فیها ندا ابن مریم الذی بشر الناس بهذا الظهور
الذی اذ ظهر نطق الملا الاعلی قد اتی الغیب المکنون بسطان مشهود.
قال یا ملا الانجیل قد فتح باب السماء واتی من صعد الیها وانه ینادی فی

البر و البحر ویبشر الکل بهذا الظهور الذی به نطق لسان العظمة قد اتی
الوعد و هذا هو الموعود. ان یاتکم فاسق بکتاب السجین دعوه وراء کم
سوف تنتشر الواح النار فی الدیار. انا نذکر الالف والجیم قبل الالف
والجم لیشکربه. انا فزت بلوح الله قول وجهک شطر السجن وقل لک
الحمد یا الهی قل تالله لقد ظهر ما هو المسطور فی کتاب الله انه هو الذی
سمی فی التوراة بیهوواه وفی الانجیل بروح الحق وفی القرآن بالنبا
العظیم تمسکوابما وعدتم به قبل بلسان النبیین والمرسلین ایاکم ان
تمنعکم الواح النار وکتاب السجین. یاملا الادیان دعوا ما عندکم تالله
قداتی الرحمن بالحجة والبرهان. لیس لاحد ان یتوجه الی شطر السجن
الا بعد اذنه یاقوم قداتی یوم القیامة قوموا عن مقاعدکم وسبحوا بحمد
ربکم قد ارتفعت الصیحة واتت الساعة وظهرت القارعة لکن القوم فی
حجاب غلیظ. قد انکر علماء الاحزاب اذانی. محمد رسول الله ﷺ
وعلماء التورة اذ لاتی الروح منهم الفتنة ظهرت والیهم رجعت. انا
اظهرنا الصحیفة المکنونة المختومة التی کانت مرقومة یا صبح القدرة
ومستورة خلف حجب الغیب تا الله انی انا الصراط المستقیم وانا المیزان
الذی یوزن به کلی صغیر وکبیر یا اهل البهاء خذو کتاب الله بقوة القوم فی
وهم عجاب یعبدون الاوهام قد زینوا رؤسهم بالعمائم ضلواواضلوا الا
انهم لایعلمون یاملا البیان لاتقتلونی بسیوف الاعراض تالله کنت نائما
ایقظنی ید ارادة ربکم الرحمن وامرنی بالنداء بین الارض والسماء لیس
هذا من عندی لوانتم تعلمون لویری احدا قائما علی الامر ناطقا ما اقامنی
وما انطقنی بکلمة. قد اخذ المختار ومن کفی زمام الاختیار واقامنی کیف

شاء ونطقنی کیف اراد. یاملا البیان دعونی لاهل القرآن انهم احاطونی اتقوا الله ولاتکونوا من الظلمین. قد انکر ملا البیان حجة الله وبرهانه.

تکفیر اهل البیان

ان الذین اتخذوا الاوهام لانفسم اربابا من دون الله اولئک اصحاب النار قد احاطت المظلوم ذاب الارض واشرارها قد انکروه ان الذی ربیناه اراد سفک دمی فلما ظهر الامرصاح فی نفسه متمسکا بمفتریات لاذکرلها عندالله. ماميرزا يذكرك مولی الاسماء فی هذا المقام ان قلمی ینوح بما ورد علی من الذین کفروا یذکرون نقطة البیان ویفترن علی مرسله ویفرؤن الایات و ینکرونها الاانهم من اصحاب النار. یاعباد الرحمن اذا جاء کم ناعق دعوه بنفسه متوکلین علی الله. تالله ان البیان مانزل الالذکری ومابشر العبادالابظهوری ان کنتم فی ریب اقرء وا ایات الله وما عندکم ثم انصفوایا اولی الابصار. اتقواالرحمن ولاتسفکوا دم الذی نصرکم بجنود الوحی والالهام قد انکر نی من خلق لخدمتی قد اراد سفک دی من حفظة تحت جناح الفضل فی سنین متوالیات.هل منکم من احد یجول فارس المعانی فی مضمار الحکمة والبیان یا اهل الارض اسمعوا تالله هذ نداء سمع الحبیب فی المعراج والکلیم فی الطور والروح حین صعوده الی الله. قداتی المظلوم لنجاة العالم ولکن الامم قاموا علیه بظلم تغیرت به الافاق. هذا هوالذی بشرکم محمدرسول الله هذا هوالذی ذکرتموه فی القرون والاعصار قد اهتز القوم شوقا للقائه. ای رب تعلم انی ما ردت الاحریة عبادک ونجاتهم من سلاسل التقلید والاوهام. انا وصیناهم بالظهور الاعظم وبشرناهم بهذا الیوم العظیم فلما

ظهر اعرضوا عن الذی اتی بالحق یاملا البیان اذکر و اما انزله الرحمن فی القرآن یوم یقوم الناس لرب العلمین ان الذی اتخذ تموه بانفسکم من دون الله کان یفر من مقام الی مقام یشهد به الانام ان تریدوا الایات انها احاطت الافاق ان تریدوا البینات انها ظهرت لاینکرها الاکل معتد الیم. ان یعذب الله احدا امن بهذا الظهور فبای حجة لایعذب الذین امنوا بنقطة البیان ومن قبله بمحمد وبابن مریم وبموسی الکلیم الی ان یرجع الامرالی البدیع الاول فاتقوا الله ولا تتبعوا الاصنام الذین کفروا بالشاهد والشهود لیس لاحد ان یتذلل عند نفس حرم علیکم التقبیل والسجود والانطراح و الانحناء ان السجود ینبغی لمن لایعرف ولایری.والذی یری لیس لاحدان یسجدوه و الا رجع ویتوب الی الله قد ثبت بالبرهان ان السجدة لم تکن الالحضرة الغیب. من المعرضین من قال انه سرق الایات ونسبها الی الله ومنهم من قال انه نهی الناس عن المعروف ویل لک ایها الغافل الکذاب. قد کنتم رقداء خلف الاستاد وقلمی الاعلی یجول فی مضمار الحکمة والعرفان. قد فتحنا باب النصح علی وجوهکم اذ وجدناکم اشقی العباد.لما نشر الصبح لوائه واتی مکلم الطور قام العلماء علی الاعراض منهم من کفره ومنهم من اعرض ومنهم من اعترض ومنهم من افتی علیه بظلم به ذرفت عیون الابرار.

المنکر هو الکافر

کذلک سولت لهم انفسهم نشهد انهم من اصحاب النار. انا فی اول الایام قمنا امام وجوه العالم وعن یمینی رایات الایات وعن یساری اعلام البینات ودعونا الکل الی الله قد قام علینا الاحزاب باسیاف

الاعتساف منهم من قال انه افترى على الله ومنهم من انكر مانزل من الله قل هذا نور به استضاء العالم ونار به احترقت الفئدة كل جاهل مردود. ياملا البيان لا تكونوا ممن انكروا حجة الله لوتنكرونه فباى برهان ثبت ماعندكم فاتوابه ولا تعترضوا على الذى بامره نطق كل نبى وكلم كل رسول. واعلم ان كلام الله اجل من ان يكون مما تدركه الحواس لانه ليس بطبيعة و لا بجوهر قدكان مقدسا عن العناصر المعروفة. انه ظهرمن غير لفظ وصوت. لماملئت عيون اهل الشرق من صنائع اهل الغرب لذاها موافى الانسان ليعلم ان أكثرها اخذوا من حكماء القبل والقدماء اخذوا العلوم من الانبياء، ان ابيدقليس كان فى زمن داود، فيثاغورث فى عهد سليمان و اخذا الحكمة منهما.

الحكمة القديمة

انا نذكرلک بناء يوم تكلم فيه احد من الانبياء فلما انفجرت ينابيع الحكمة من الناس من اخذ هذا القول ووجد فى زعمه الحلول ومنهم من فاز بالرحيق المختوم. ان الفلاسفة ماانكروا الله القديم ان بقراط اعترف بالله وسقراط اعتزل فى الغار ومنع الناس عن عبادة الاوثان فاخذوه وقتلوه فى السجن هوالذى اطلع على الطبيعة الموصوفة بالغلبة بانها تشبه الروح الانسانى قد اخرجها من الجسد الحيوانى وعجز حكماء العصر عن ادراكه افلاطون تلميذ سقراط اقر بالله. بعده ارسطوطاليس الذى ادرک القوة البخارية. ثم بلينوس ابو الحكمة صاحب الطلسمات وانتشر منه من العلوم ما لا انتشرمن غيره قال فى مناجاته انت الاله لااله غيرک . انا ما قرانا كتب القوم وكلما اردنا ان

نذكر بيانات العلماء والحكماء يظهر ماظهر فى العالم امام وجه ربک نذكر نبا مورطس صنع آلة تسمع على ستين ميلا. انا نحب الحكماء الذين ظهر منهم ما انتفع به الناس وايدناهم بامر من عندنا انا كنا قادرين. اياكم ان تنكروا عبادى الحكماء الذين جعلهم مطالع اسمه الصانع انا نبرء عن كل جاهل ظن بان الحكمة هوالتكلم بالهوى واعرض عن الله. تفكر فى بلائى وسجنى وغربتى وما ورد على وما ينسب الى الناس الاانهم فى حجاب غليظ ينبغى لكل اسم امن بالله ان يعمل بما امر به فى الكتاب الاقدس الذى من لدى الحق علام الغيوب قل ياملأ الارض ضعوا الاقوال وتمسكوابالاعمال كذلک يامركم الغنى المتعال لوانتم تشعرون هذا يوم الذكروالثناء هذا يوم المكاشفة واللقاء ولكن الناس عنه معرضون. انا كنا مستويا على العرش دخلت ورقة نوراء لابسة ثيابا رفيعة بيضاء اصبحت كالبدر الطالع من افق السماء تعالى الله موجدها لم ترعين مثلها لماحلت الثام اشرقت السموات والارض.

ورقة بيضاء

هى تبسم وتميل كغصن البان. ثم طافت من غير ارادة تمشى والجلال يخدمها والجمال يهلل ورائها من بديع حسنها ودلالها واعتدال اركانها ثم وجدنا الشعرات السوداء على طول عنقها البيضاء كان الليل والنهار اعتنقا فى هذا المقر الابهى. لما تفرسنا فى وجهها وجدنا النقطة المستورة تحت حجاب الواحدية مشرقة من افق جبينها كان بها فصلت الواح محبة الرحمن وحكت عن تلک النقطة نقطة اخرى فوق ثديها الايمن و قام هيكل الله يمشى وتمشى ورائه سامعة متحركة من ايات ربها

ثم ازدادت سرورا الی ان انصعقت فلما افاقت تقربت وقالت نفسی الفداء سبحنک یاسر الغیب کانت تنظرالی شرق العرش کمن بات فی سکر الی ان وضعت یدها حول عنق ربها وضمته الیها. فلما تقربت تقربنا وجدنا منها مانزل فی الصحیفة المخزونة الحمراء من قلمی الاعلی ثم مالت براسها واتکات بوجهها علی اصبعیها کان الهلال اقترنت بالبدر التمام عند ذلک صاحت وقالت کل الوجود فداء لبلائک یاسلطان الارض و السماء الام اودعت نفسک فی معاینة عکاء اقصد ممالکک الاخری التی ماوقعت علیها عیون اهل الاسماء. عند ذلک تبسمنا وقد تصادف هذا الذکر یوماً فیه ولد مبشری الذی نطق بذکری واخبر الناس بسماء مشیتی وعززناه بیوم اخری الذی فیه ظهر الغیب المکنون الذی به اخذ الاضطراب سکان ملکوت الاسماء وانصعق من فی الارض والسماء الا من انقذناه بسلطان من عندنا وانا المقتدرعلی ماشاء لااله الا انا العلیم الحکیم.

الثواب والعقاب

انا نریهم افق الیقین وهم یعرضون عنه. یذکرهم قلم الوحی وهم لایتذکرون یتبعون الجهلاء ویسمونهم بالعلماء الا انهم لایفقهون. ان الذین لایمیزون الیمین عن الشمال یدعون العلم وبه استکبروا علی الحق علام الغیوب.قل ومالک الابداع انتم همج رعاع تبرا منکم جوارحکم وانتم لاتشعرون. سوف یری المشرکون مثواهم فی النیران والموحدون فی ملکوت الله قد خرقت الاحجاب وظهر الوهاب بسلطان لاتمنعه جنود العالم ولاضوضاء الامم ینطق فی کل حین الملک الله. ان الذی اقبل الی

مطلع الایات انه اقبل الی الله یاقوم لاینفعکم الیوم شی الا ان تتوبوا و ارجعواالی الله انا نذکر الذین اقبلوا الی الله سوف یجعل اللّٰه کنزا لهم اذا تشرفت بلوح الله اقرئه باللیالی والایام انه یقربک الی المقام الرفیع یا اهل البهاء تالله ربحتم فی تجارتکم.سوف ترون انفسکم لایسعه البیان ولا تحیطه اوصاف العارفین. اشکروا الله انه معکم فی کل الاحوال و یؤیدکم علی ماانتم علیه قد ظهرت الکلمة ونادت الساعة وتقول القیمة بشری لکم یا ملأ الارض بهذا الیوم المبارک انتبهوا من رقد الهوی قد اتی مالک الوری. ایاکم ان تحجبکم زماجر اهل النفاق زین لسانک بالذکر انه یذکرک فی المقام الذی سمی بالسجن مرة واخری بالمقام الکریم. کتاب نزل بالحق لمن توجه الی الافق الاعلی. قل ظهرام الکتاب ینطق انه لااله الا انا. قد خلقت الخلق لعرفانی فلما اظهرت نفسی کفرواواعرضوا الامن شاء الله.قد انتظر الکل ایام الوصال فاما اتی الغنی المتعال اعرضوا عنه کن علی شان لاتحجبک احجاب العالم.کذلک یعلمک من علم ادم الاسماء کلها یااهل البهاء اسمعوا لنداء من البقعة النوراء من لدی الله تمسکوا بحبل الوفاء هذه جنة لها انهار تجری فی ظلال هذه السدرة التی ارتفعت بالحق نهر سیمی بالوفاء من شرب منه فاز بالاستقامة الکبری ویجد نفسه فی مقام لاتمنعه الاسماء عن مالکها ولا المسمی عن صراط المستقیم. انه ممن شهد له الرحمن فی کتابه قال وقوله الحق لا یمنعه ذکر النبی عن الذی بقوله یخلق النبیین والمرسلین قد اجتمع العلماء علی ضرنا لکن الله اخذهم بالعدل فلما رجعواالی مقرهم قام بعدهم من سمی بباقر بظلم بکت منه عیون الذین طافوا حول

العرش انا ارکنا ثم تاخذه وفرجعه الی مقر یفر منه الجحیم نعیما لمن تزین بطراز الاستقامة فی هذا الامر الخطیر قد جری الکوثر والسلسبیل وظهر السبیل بهذا الاسم المیهمن وکذلک اشرقت شمس الوحی من ربک لتوجه الیها بقلبک واشکر وکن من الحامدین.

السجن ونزوله تعالی

یا علی اسمع النداء من سجنی الاعظم انه لااله الا هو تمسک بحبل الله لیحفظک عن الذین کفروا بیوم الدین کن مستقیما علی حب الله لایمنعک نفاق کل شیطان رجیم انه یلهم اولیائه کما الهم فی القرون الاولی تجنب عنه وتوکل علی الله سراج الله ینادی بینکم ویقول التیٰ الیٰ یا شعبی وعبادی لعمری اظهرت نفسی لکم اتبعوا امری لاتعقبوا الذین کفروا بالله رب العلمین. قیل هل نزلت الالواح قل ای وربی. من الناس من توجه الی الغیب الغراب.اتقوا الله ولا تعترضوا علی الذین ظهرت به الحجة. شهد القیوم لهذا الظلوم انه لا اله لا هو قد فتح باب السماء وهوهذا الباب الذی بالاسم الاعظم علی من فی الملک والملوت. قد ظهرالمنظر الاکبر ولکن الناس عنه معرضون والذی اعرض انه من اصحاب القبور سبحان الذی الهم عباده الاصفیاء وعرفهم هذا الیوم الذی مسطورا ان الیوم یمشی وینطق ولکن القوم اکثرهم من الغافلین انه بنفسه ینادی العالم ویقول تالله قد اتی مالک القدم الاسم الاعظم توجهوا ولا تکونن من الغافلین.

الهیکل

قد ظهرت الکمة العلیا وبها هدرت الورقاء علی السدرة المنتی انه هو هو توجهوا الیه ان الذین اعرضوا عن الوجه اولئک فی خسران عظیم.انا اظهرنا الامانة علی هیکل الانسان وانه یقول کل الفضل لمن تمسک بی ان الذین اعرضوا عنی لیس لهم نصیب فی الکتاب. اسمع ما قاله المشرک بالله بعد ما اویناه فی ظل الشجرة وحفظناه بسلطانی المهیمن قد افتی بالظلم علی الذین ینبغی له ان یخدمهم ثم قال ما لا قاله احد من المشرکین مثله مثل الجیة الرقطاء تلدغ وتصیی. سبحان الذی نطق وانطق کل شی علی انه لااله الا هو. قد انار افق العالم بشمس اسمی الاعظم لکن اکثرهم لایشعرون. کتاب انزله المظلوم فی السجن الاعظم لمن امن بالله انا نذکرمن یذکرنا ونبشر من اقبل الی الله. طوبی لمقبل اقبل الی الله ولقاصد قصد المقصود اذکان فی سجنه الاعظم کذلک ذکرناک انزلنا لک انجذب منه العالم هنیئا لم فاز بایامی و مرینا لمن شرب کوثر الحیوان من هذا القلم.

(طبع فی مطبع الناصری فی شهر محرم الحرام فی بمبئی ۱۳۱۴ ہجری)

۱۰.....اقتباسات کتاب البریہ

مرزاصاحب لکھتے ہیں کہ میرا شجرۂ نسب یہ ہے۔(۱) غلام احمد(۲) غلام مرتضیٰ(۳) عطا محمد(۴) گل محمد (۵)فیض محمد(۶) محمد قائم(۷) محمد اسلم(۸) محمد دلاور(۹) الہ دین(۱۰) جعفر بیگ(۱۱) محمد بیگ(۱۲) عبدالباقی (۱۳) محمد سلطان (۱۴) ہادی بیگ۔ میری قوم مغل برلاس ہے۔ میرے بزرگ (اپنی برادری کو چھوڑ کر) سمرقند سے

پنجاب قادیان میں آئے تھے۔ جو لاہور سے پچاس میل کے فاصلہ پر شمال مشرق پر واقع ہے۔ جہاں اس وقت ایک جنگل تھا۔ جس کو آباد کر کے اسلام پور نام رکھا۔ جو کچھ عرصہ بعد اسلام پور قاضی ماجھی کے نام سے مشہور ہوا۔ پھر صرف قاضی ماجھی رہ گیا۔ پھر قادی پھر قادیان۔ اس علاقہ کا طول ساٹھ کوس ہے۔ یہ سارا علاقہ ماجھا کہلاتا تھا' کیونکہ اس میں بھینس بکثرت پائی جاتی ہے میرے بزرگ والیان ملک کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو کسی وجہ مخاصمت سے ان کو سمرقند چھوڑنا پڑا۔ سکھوں کے عہد میں میرے دادا گل محمد کے پاس پچاسی گاؤں تھے۔ سکھوں کی متواتر حملوں سے کچھ گاؤں ہاتھ سے نکل گئے مگر پھر بھی دریدلی سے آپ نے چند تفرقہ زدہ رفقاء کو کچھ بطور جاگیر دے دیئے۔ جو اب تک ان کے پاس ہی ہیں۔ اور تقریباً پانچ سو آدمی آپ کے دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے اور ایک جماعت طلباء و علماء آپ کی وظیفہ خوار بھی تھی اور تمام ملازم تہجد تک صوم وصلوۃ کے پابند تھے۔ لوگ اس وقت اسے مکہ کہتے تھے کیونکہ یہ گاؤں اس وقت اسلام کی جائے پناہ تھا اور مرزا صاحب کرامات مشہور تھے اور آئین حکومت سے بھی باخبر تھے۔

گل محمد اور ریاست

میں نے کئی بار اپنے باپ سے سنا تھا کہ سلطنت مغلیہ کا ایک وزیر (عیاش الدولہ) قادیان آیا اور آپ کی مدبرانہ حکومت دیکھ کر کہنے لگا کہ اگر مجھے اس بیدار مغز کا پتہ معلوم ہوتا تو ایام نسل سلطنت مغلیہ میں آپ کو تخت نشین کر دیتا۔ مرض موت کے ایام میں ہچکی نے آگھیرا تو شراب پی نے کو کہا گیا تو آپ نے انکار کر دیا کہا کہ اس کی اور دوائیں بھی ہیں۔ تو آپ کے بعد مرزا عطا محمد گدی نشین ہوئے۔ اس وقت سکھوں کی دستبرد سے صرف قادیان کا قلعہ قبضہ میں رہ گیا۔ جس کی چاروں طرف مورچوں میں فوج رہتی تھی۔ فصیل کی اونچائی ۲۲ فٹ اور عرض بقدر تین چھکڑے تھا۔ فرقہ رام گڑھیا اجازت لے کر اندر آگھسا۔

اور دھوکے سے قابض بن گیا اور تمام مال و اسباب لوٹ کر تمام مساجد کو مسمار کر دیا۔ جن میں سے اب تک ایک مسجد سکھوں کے پاس ہے جس پر انہوں نے دہرمسالہ بنا رکھا ہے۔ اور ایک کتب خانہ جلا دیا۔ جس میں پانچ سو قرآن مجید تھے اور میرے بزرگوں کو کسی دوسری سلطنت میں بھیج دیا جہاں میرے دادا کو زہر دیا گیا۔ رنجیت سنگھ کے آخری عہد میں میرے والد غلام مرتضیٰ قادیان واپس آئے تو ان کو پانچ گاؤں واپس ملے اور رئیس تسلیم کیے گئے اور گورنر جنرل کے دربار میں ان کو کرسی ملتی تھی۔ ۱۸۵۷ء میں آپ نے پچاس آدمی گھوڑسوار حکومت کو پیش کئے اور آئندہ امداد کا بھی وعدہ دیا تو آپ کو حکومت کی طرف سے اعزازی سرٹیفکیٹ عطا کئے گئے جن کا تذکرہ سرلیل گریفن نے اپنی کتاب ''تاریخ رئیساں'' میں کیا ہے اور کئی دفعہ خود ڈپٹی کمشنران کو گھر پر ملنے آیا کرتا تھا۔

پیدائش مسیح

میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی۔ جب کہ سکھوں کا آخری زمانہ تھا اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ یا سترہ برس کا تھا۔ میرے والد نے میری پیدائش سے پہلے ایک دفعہ ہندوستان کا سفر پیدل کیا تھا۔ مگر اب وہ تنگی دور ہو چکی تھی۔ اور میں نے ان مصائب سے کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ گو مسیح کی طرح مجھے سر رکھنے کی بھی جگہ نہ تھی۔ اور موروثی جائداد ختم ہو چکی تھی۔ مگر خدا تعالیٰ نے چاہا کہ ایک نیا سلسلہ شروع کرے۔ میں توام تھا میرے ساتھ لڑکی پیدا ہو کر مر گئی۔ جس سے ثابت ہوا کہ مجھ میں انوثیت کا مادہ باقی نہیں رہا۔ ''براہین'' میں الہام درج ہے کہ سبحان اللہ تبارک وتعالیٰ۔ زاد مجدک وینقطع اباؤک ویبدا منک۔ اور یہ بھی بشارت دی کہ ''میں تجھے برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔''

تعلیم

میں چھ سات برس کا تھا کہ فضل الٰہی کو نوکر رکھا گیا۔ جس سے میں نے قرآن شریف اور کچھ فارسی پڑھی۔ دس برس کا تھا تو فضل احمد سے عربی پڑھی۔ سترہ برس کا تھا تو گل علی شاہ سے منطق، حکمت اور نحو وغیرہ پڑھی۔ اور علم طبابت اپنے باپ سے [1] حاصل کیا ہے۔ اور کتب بینی اس قدر غالب تھی کہ اس وقت گویا میں دنیا میں نہ تھا، جس سے والد صاحب مجھے ہمیشہ روکتے تھے اور اسی وجہ سے مجھے مقدمات میں لگا دیا جو انہوں نے دربارہ واپس دلائے جانے دیہات مذکورہ کے دائر کر دیے تھے۔ اور عرصہ دراز تک مجھے زمینداری میں بھی لگا دیا مگر چونکہ میں اس فطرت کا نہ تھا اسلئے والد صاحب ناراض رہتے تھے اور روخلق کرنے میں کوشش کرتے تھے مگر میں اس سے متنفر تھا۔ ایک دفعہ ڈپٹی کمشنر صاحب آئے تو مجھے آپ نے کہا:

باپ کی ناراضگی

کہ پیشوائی کے لیے دو، تین کوس جانا چاہیے مگر میں بیمار تھا اور کراہیت بھی تھی اس لئے نہ جا سکا تو یہ امر بھی ناراضگی کا باعث ہوا۔ مگر تاہم میں نے اپنے آپ کو تحصیل ثواب کیلئے محو خدمت کر دیا تھا اور وہ بھی مجھے بر بالوالدین جانتے تھے۔ فرماتے تھے کہ میں صرف ترحم کے طور پر متوجہ بدنیا کرنا چاہتا ہوں ورنہ مجھے معلوم ہے کہ جسکی طرف اس کی توجہ ہے۔ سچ ہے ہم تو اپنی عمر ضائع کر رہے ہیں آپ کے زیر سایہ چند سال کراہت طبع کے ساتھ انگریزی ملازمت میں بسر ہوئی۔ مگر چونکہ میری جدائی پسند نہ تھی اس لئے میں نے نوکری چھوڑ دی۔ مگر مجھے معلوم ہوگیا کہ ملازم عموماً بددیانت اور غیر متشرع ہوتے ہیں۔

---

[1] کوئی بیس چار، پانچ استادوں سے ہم نے پڑھا اور باقی کتب بینی ہوتا ہے۔ آسی عفی عنہ

بہتوں کو اخوان الشیاطین پایا جن کو اخلاق فاضلہ سے خالی پایا اور اخلاق رذیلہ سے پُر تھے۔ واپس آ کر زمینداری مشاغل میں مصروف رہا۔ مگر اکثر حصہ قرآن وحدیث کے تدبر و تفاسیر میں گزرتا تھا اور وہ کتابیں زیر مطالعہ آپ کو سناتا بھی تھا آپ نے مقدمات میں ستر (۷۰) ہزار روپے خرچ بھی کر ڈالے مگر آخر ناکام رہے۔ یہ موقع میری پاک تبدیلی کے لئے بہت زریں تھا کیونکہ آپکے غموم کا نقشہ مجھے بے کدورت زندگی کا سبق دیتا تھا۔ باوجودیکہ چند دیہات آپ کے قبضہ میں تھے، پنشن بھی آتی تھی اور سالانہ انعام بھی مقرر تھا مگر جو کچھ آپ نے دیکھا ہوا تھا اس کے مقابلہ میں ہیچ تھا، اس لئے مغموم ہوکر یہ شعر پڑھتے تھے شعر

عمر بگذشت و نماندست جز ایامے چند	بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند
از در تو اے کسے ہر بے کسے	نیست امیدم کہ بردم ناامید
آب دیدہ عشاق وخاکپائے کسے	مرادے ست کہ در خون تپد بجائے کسے

ایک خواب

ایک دفعہ حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ استقبال کے لیے دوڑے اور نذرانہ پیش کیا تو ایک کھوٹا روپیہ جیب سے نکلا۔ اسکی تعبیر حب دنیا سے کیا کرتے تھے۔ اسی غم پر دادا صاحب کا ایک شعر بھی پڑھا کرتے تھے جس کا ایک مصرعہ بھول گیا ہوں

ع کہ جب تدبیر کرتا ہوں تو پھر تقدیر ہنستی ہے

مرنے سے پہلے چھ ماہ آپ نے ایک جامع مسجد وسط آبادی میں تیار کروائی اور وصیت کی کہ مسجد کے ایک کونہ میں میری قبر ہو۔ مسجد مکمل ہوگئی فرش باقی تھا کہ پیچش سے چند روز بیمار رہ کر (جون ۱۸۷۵ء) کو فوت ہوگئے۔ آپ کی عمر ۸۰ یا ۸۵ سال تھی اور اس وقت

میری عمر ۳۴ یا ۳۵ سال تھی۔ میں اس وقت لاہور میں تھا مجھے خواب میں بتایا گیا کہ آپ کی موت قریب ہے۔ میں قادیان آیا تو دوسرے دن آپ فوت ہوگئے حالانکہ آرام بھی ہوگیا تھا۔ مجھے کہا کہ گرمی بہت ہے آرام کرو میں چوبارہ میں چلا گیا۔ نوکر پاؤں دبانے لگا۔ تو غنودگی میں الہام ہوا۔ والسماء والطارق، ترجمہ "قسم ہے آسمان کی جو قضاء وقدر کا مبداء ہے"۔ اور قسم ہے اس حادثہ کی جو غروب شمس کے بعد نازل ہونے والا ہے۔ یہ خدا کی طرف سے تعزیت تھی کہ رات کو تیرا باپ مرجائے گا۔ جب مجھے غم ہوا تو فوراً یہ الہام ہوا کہ الیس اللہ بکاف عبدہ اور یہ پہلا الہامی نشان تھا جو نگینہ میں کھدا ہوا اب تک موجود ہے۔ میرے چالیس برس کے قریب جب والد صاحب نے وفات پائی تو مکالمہ زور سے ہونے لگا۔ حالانکہ نہ کوئی میں نے محنت کی نہ مجاہدہ نہ گوشہ نشینی نہ چلہ کشی نہ رہبانیت بلکہ بدعتیوں سے بیزار رہا۔ ہاں خواب میں ایک معمر آدمی نے مجھے روزہ رکھنے کو کہا۔ تو میں نے مخفی طور پر اس سنت نبوی کو نبھایا۔ مردانہ نشست میں میرا کھانا آتا تو ان کو یتیموں پر تقسیم کر دیتا۔

مجاہدہ اور ابتدائی الہامات

دو، تین ہفتہ بعد معلوم ہوا کہ کم کھانے میں لطف ہے تو کھانا بالکل ہی کم کر دیا کہ جس پر دو تین ماہ تک کا بچہ بھی صبر نہیں کر سکتا اور مکاشفات کھلے۔ انبیاء واولیاء بھی ملے۔ ایک دفعہ عین بیداری میں پنج تن پاک کی زیارت ہوئی۔ بعض ستون سرخ وسبز دلکش ودلکشان نظر آتے تھے۔ درحقیقت وہ ایک نور میرے دل سے نکلتا تھا اور دوسرا نور خدا کی طرف سے نازل ہوتا تھا۔ اور دونوں سے ایک ستون پیدا ہو جاتا تھا۔ فاقہ کشی سے ثابت ہوا کہ انسان تنعم پسندی میں ترقی نہیں کر سکتا۔ میں ہر ایک کو مشورہ نہیں دیتا کہ وہ ایسا کرے کیونکہ بعض صوفی مجاہد یبوست دماغ کی وجہ سے مجنون ہو جاتے ہیں یا سل، دق اور دوسری امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جو کمزور دماغ ہو اس کے لئے اس قسم کے مجاہدوں سے

پرہیز بہتر ہے۔

مگر جو الہام کے ذریعہ ہو اس کا کرنا ضروری ہے۔ روحانی تختی ابھی باقی تھی۔ جسمانی تختی آٹھ نو ماہ تک لگاتار رہی۔ اب روحانی تختی کشی کی باری آئی۔ تو اپنی قوم کے مولویوں کی بدزبانی اور تکفیر اور عوام کی دشنامی سے یہ حصہ مل گیا جو حضورﷺ کے بعد کسی کو نہیں ملا۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھ کو دونوں حصے مل گئے۔

الہام اور مسیحیت

جب چودھویں صدی کا آغاز ہوا تو مجھے الہام ہوا کہ تو اس صدی کا مجدد ہے۔ اور یہ الہام ہوا الرحمن علم القرآن، لتنذر قوما ما انذر آباؤهم، ولتستبين سبيل المجرمين، قل انى امرت وانا اول المؤمنين یعنی خدا نے تجھے قرآن سکھایا۔ اور صحیح معنی اسکے تجھ پر کھول دیے۔ تا ان لوگوں کو ڈرائے بدانجام سے جو بباعث پشت در پشت غفلت اور نہ دیئے جانے تنبیہ کے غلطیوں میں پڑ گئے اور تا ان مجرموں کی راہ کھل جائے جو ہدایت پہنچنے کے بعد بھی راہ راست پر نہیں آئے۔ ان کو کہہ دے کہ میں مامور من اللہ ہوں اور اول المؤمنین ہوں۔ یہ الہام "براہین احمدیہ" میں اٹھارہ سال قبل شائع ہو چکا ہے۔ میں کیوں اس خدمت کے لئے مامور کیا گیا؟ کیا زمانہ کی حالت مقتضی نہ تھی کہ اسلام پر بیرونی حملوں اور فسق وبدعات کی روک تھام کیلئے صدی کے سر پر ایک مجدد کی ضرورت ہے "براہین احمدیہ" کے زمانے تک مولوی میرے ثناگو رہے۔ اور اس پر ریویو بھی لکھا حالانکہ اس میں مجھے مسیح موعود اور عیسیٰ بھی لکھا تھا۔ اور جب تک صریح طور پر میں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا لوگ مخالف نہ تھے۔ مگر مسیحیت کا دعویٰ ہوا تو عجیب شور اٹھا۔ تکفیری استفتاء تیار ہوا۔ جس پر کم فہم اور موٹی عقل والوں نے دستخط کئے اور یہ نوشتہ پورا

ہوا کہ امام موعود کی تکفیر ہوگی۔ اب لوگ تین قسم کے ہوگئے۔ موافق، مخالف اور غیر جانبدار میرے موافق اگرچہ تھوڑے ہیں، مگر غیر ممالک تک پہنچ گئے ہیں۔ ہمارے گروہ میں اکثر خواص ہیں اور ذی عزت عہدہ دار ہیں۔ اکثر تعلیم یافتہ تاجر، تعلقہ دار، جاگیر دار اور غوثوں، قطبوں کی نسل۔ خدا ہماری جماعت کو فوق العادت ترقی دیتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ خدا چاہتا ہے کہ نیک دل، پارسا طبع، اولوالعزم، سعادتمند لوگوں کو اس جماعت میں داخل کرے۔ مسیحیت کا وہ دعویٰ تھا کہ جس کے تمام منتظر تھے' گو قرآن شریف میں یہ وعدہ اجمالی تھا' مگر احادیث میں تواتر کے درجے تک پہنچا ہوا ہے یہاں تک کہ علماء نے لکھا ہے:

فیج اعوج کے تناقضات

جو شخص اس پیشگوئی کا انکار کرے اسکے کفر کا اندیشہ ہے کیونکہ متواتر کا انکار گویا اسلام کا انکار ہے۔ مگر فیج اعوج کے علماء نے اسکے معنی سمجھنے میں دھوکہ کھا کر تناقضات پیدا کرلئے ہیں اول یہ کہ قرآن وحدیث سے ان کو ماننا پڑتا ہے کہ مسیح کی وفات ہوچکی ہے مگر ساتھ ہی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ دوم: یہ کہ حضور ﷺ کو خاتم النبیین مان کر مسیح کے منتظر ہیں سوم: دجال کے غلبہ کے وقت مسیح کی آمد مانتے ہیں اور ساتھ ہی حسب تصریح بخاری مسیح کا ظہور غلبہ صلیب کے وقت قرار دیا ہے کہ عیسائیت غالب ہوگی اور عیسائی طاقت سب پر غالب ہوگی اور اس کا مسقط سوائے حرمین کے کس جگہ ہوگا۔ چہارم: یہ کہ مسیح اور مہدی دو شخص ہیں حالانکہ مسیح کے سوا دوسرا کوئی مہدی نہیں۔ ان چار تناقضوں سے تذبذب پیدا ہوا اور نیچریوں نے اس کا انکار ہی کردیا۔ مناسب تھا کہ نیچری ان معنوں کو رد کردیتے جو ناقص الفہم اور نادان مولویوں نے کئے تھے۔ اب خدا نے سچے معنی سمجھنے کا موقع دیا ہے۔ انصاف پسند تلاش کریں اور مکذبین میں شامل نہ ہوں۔ ملاکی نبی کی پیشگوئی میں ایلیا کا ظہور تمثیلی تھا مگر یہود نے جسمانی سمجھ کر مسیح کا انکار کردیا اور آسمانی بادشاہی کو

دنیٰی بادشاہی سمجھ بیٹھے۔ مگر یہودی نص صریح پیش کرتے تھے اور عیسائی تاویل سے مسیح کی صداقت پیش کرتے تھے۔ پس جب یہودی جھوٹے ثابت ہوئے تو مولوی کیسے سچے نکل سکتے ہیں۔ کیونکہ صحیحین میں موجود ہے کہ امامکم، امکم مسیح امام وقت ہوگا۔ عمر بھی ایک سو بیس (۱۲۰) برس لکھی ہے۔ اور ۱۲۰ء میں آپ فوت ہوچکے ہیں۔ جس پر قرآن شاہد ہے۔ ہمارے عقیدہ کی نظیر موجود ہے اور مولویوں کے عقیدہ کی نظیر موجود نہیں تنگ آکر کہتے ہیں کہ ہم مدعی نبوت ہیں اور معجزات یا ملائکہ کا انکار کردیا ہے حالانکہ ہم حضور ﷺ کو خاتم الانبیاء مانتے ہیں اور تمام عقائد اہلسنّت کے معہ معجزات اور ملائکہ کے قائل ہیں۔ مگر فرق صرف اتنا ہے کہ مخالف نزول مسیح جسمانی مانتے ہیں۔ اور ہم صوفیاء کی طرح روحانی نزول کو بروزی طور پر ثابت کرتے ہیں۔

دلیل صداقت

میری صداقت کی یہ دلیل ہے کہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جو مجدد عیسائیت کو فرو کرنے کے لئے ظاہر ہوگا۔ اس کا نام حضور ﷺ نے بلحاظ اصلاح عیسائیت کے مسیح رکھا ہے مگر عوام نے دھوکہ کھایا ہے کہ مسیح آسمان سے نازل ہوکر مجدد بنے گا اور چودھویں صدی کے سر پر آئے گا کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ جو نبی اپنی طبعی عمر پا کر دارالنعیم میں داخل ہوچکا ہے دوبارہ دارالابتلاء میں کیوں آئے۔ کیا وہ نبوت جس پر مہر لگ چکی ہے۔ اور وہ کتاب جو خاتم الکتب ہے۔ فضیلت ختمیت سے محروم رہ جائے گی؟ درحقیقت استعارۃً یہ بتانا مقصود تھا کہ ایک وقت عیسائیت کا غلبہ ہوگا۔ جب عیسائی انسان پرستی اور صلیب پرستی میں کمال دجل وتحریف کی رو سے دجال ہوجائیں گے۔ تب ان کی اصلاح کے لئے آسمانی مسیح پیدا ہوگا جو دلائل سے ان کی صلیب توڑے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس پیشگوئی میں اسرائیلی مسیح مراد نہیں ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ لانبی بعدی اور یہ حدیث مشہور ہے اس میں کسی کو کلام

نہیں اور قرآن شریف کہ جس کا ایک ایک لفظ قطعی ہے اپنی آیت وخاتم النبیین میں اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ آپ پر نبوت ختم ہو چکی ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ نبوت کے حقیقی معنوں کے اعتبار سے مسیح آپ کے بعد تشریف لائیں۔ اور یہ کہنا بہت بے حیائی ہے کہ آپ نبوت سے معطل ہو کر آئیں گے۔

وفات مسیح

الغرض قرآن وحدیث کی رو سے کوئی نبی حقیقی معنی نبوت کے رو سے آپ کے بعد نہیں آ سکتا۔ امامکم اور امکم نے اور بھی تصریح کر دی ہے۔ توفیتنی نے موت ہی کا فیصلہ کر دیا ہے۔ یہاں ماضی کو مضارع ماننا بے جا ہے کیونکہ توفی اور فساد نصاریٰ باترتیب مقدم موخر ہیں تو جب فساد نصاریٰ تسلیم ہے۔ تو وجود توفی بھی تسلیم کرنا پڑیگا۔ ان تصریحات کے ہوتے ہوئے اجماع کا کون دعویٰ کر سکتا ہے؟ کہ مسیح زندہ ہیں ورنہ وہ سخت نادان، سخت خیانت پیشہ اور دروغ گو ہے۔ حضرت ابو بکر نے جب محسوس کیا کہ حضور ﷺ کو وفات کے بعد زندہ تصور کیا جا رہا ہے۔ تو قد خلت من قبله الرسل سے ثابت کر دیا کہ نبی سارے فوت ہو گئے ہیں اور کوئی نبی زندہ نہیں ہے اور کوئی منکر نہ ہوا۔ امام مالک، ابن حزم، امام بخاری، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن عربی اور فرقہ معتزلہ سب وفات مسیح کے قائل ہیں، تو اجماع کیسے ہوا؟ در حقیقت یہ اس زمانہ کے خیالات ہیں۔ جبکہ دین میں ہزار ہا بدعات پیدا ہو گئے تھے اور یہ وسط کا زمانہ تھا۔ جس کو فیج اعوج کہا گیا ہے اور اس زمانہ کے لوگوں کو لیسوا منی ولست منهم کہا ہے۔ اب لوگوں نے حیات مسیح تسلیم کرنے سے چار طرح قرآن شریف کی مخالفت کی ہے۔ اول یہ کہ وہ کہتا ہے کہ مسیح مر گئے اور یہ کہتے ہیں کہ زندہ ہیں۔ دوم وہ کہتا ہے کہ کوئی انسان زمین کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اور یہ کہتے ہیں کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں حالانکہ زمین پر تو تمام سامان مہیا ہیں۔ کوئی شخص انیس سو (۱۹۰۰) سال تک زندہ

نہیں رہا۔ تو پھر آسمان پر کیسے اتنی دیر زندہ رہ سکتا ہے۔ سوم وہ کہتا ہے کہ انسان کا آسمان پر چڑھنا خلاف عادۃ اللہ ہے اور یہ کہتے ہیں کہ وقوع پذیر ہے۔ چہارم وہ کہتا ہے کہ حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ آنے والا مسیح حقیقی نبی ہے اور اس کی نبوت حقیقی نبوت ہے۔ اگر مسیح نبوت کے ساتھ آئے تو آپ خاتم الانبیاء کیسے رہ سکتے ہیں؟ رفع جسمانی کی دلیل قرآن وحدیث سے نہیں لا سکتے، بلکہ صرف نزول کیساتھ اپنی طرف سے آسمان کا لفظ بڑھا کہ عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔ کیونکہ کسی حدیث مرفوع متصل میں من السماء کا لفظ نہیں ہے اور حالانکہ نزول مسافر کے لیے آتا ہے، نزیل مسافر کو کہتے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کہاں سے اترے ہیں۔ یہ مراد نہیں ہوتا کہ آپ کس آسمان سے اترے ہیں۔ اگر تمام فرقوں کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح حدیث تو کیا وضعی حدیث بھی ایسی نہ پاؤ گے کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر گئے تھے۔ اور پھر واپس آئیں گے۔ اگر کوئی ایسی حدیث پیش آئے تو ہم ہیں ہزار روپیہ تاوان دے سکتے ہیں۔ توبہ کرنا اور اپنی کتابیں جلا دینا اسکے علاوہ ہوگا۔ جس طرح چاہیں تسلی کر لیں۔ سادہ لوح علماء لفظ نزول سے اس بلا میں گرفتار ہیں اور منتظر ہیں کہ ایک دن آسمان سے فرشتوں کے درمیان ہو کر اتریں گے جو ان کو آسمان سے اٹھا کر لائیں گے۔ فرشتے تو ہر ایک انسان کے ساتھ ہیں اور طالب علموں پر سایہ ڈالتے ہیں اگر مسیح کو مانیں تو کس نرالی صورت میں مانیں۔ قرآن شریف میں تو حملناهم فی البحر والبر کی رو سے خدا ہر ایک کو اٹھائے کھڑا ہے۔ کیا وہ کسی کو نظر آتا ہے۔ یہ استعارہ ہے بیوقوف فرقہ چاہتا ہے کہ اس کو حقیقی رنگ میں دیکھے اور مخالف اعتراض کر سکیں۔ اگر احادیث کا مقصد یہی تھا تو نزول کی بجائے رجوع کا لفظ مناسب تھا۔ تو پھر نزول کا لفظ حضور ﷺ کی طرف کیوں منسوب کیا جاتا ہے۔ ان کم فہم علماء کو ایک اور دھوکہ لگا ہوا ہے کہ ماقتلوه میں قتل اور صلب کی نفی ہے۔ اور رفع کا مقتضا یہ ہے کہ آپ آسمان پر جسم عنصری اٹھائے گئے ہیں۔ گویا زمین پر حفاظت کے لئے خدا کے پاس کوئی جگہ نہ تھی۔

حضور ﷺ کو تو سانپ بھری غار کافی ہوگئی۔ مگر یہودیوں سے خدا ایسا ڈرا کہ ان سے عاجز ہوکر سوائے آسمان کے مسیح کے لئے کوئی جگہ تجویز نہ کی قرآن میں تو رفع الی السماء کا ذکر بھی نہیں اور رفع الی اللہ ہر مومن کو ہوتا ہے۔ یہ لوگ شان نزول کو بھی نہیں سوچتے کہ یہود ونصاریٰ میں صرف رفع روحانی کا جھگڑا چلا آیا ہے اور اب بھی ہے کہ مومن کا رفع الی اللہ ہوتا ہے اور مصلوب کا رفع الی اللہ نہیں ہوتا۔ اسلئے مسیح صلیب پر لعنتی موت سے مرا ہے۔ نالائق عیسائیوں نے بھی تین دن تک مسیح کو لعنتی ٹھہرایا ہے۔ اب قرآن نے فیصلہ کر دیا کہ رفع الی اللہ ہوا ہے۔ علمائے یہود سے پوچھو کہ رفع جسمانی زیر بحث تھا کہ رفع روحانی؟ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ سچا مسیح اس وقت آئے گا جب ایلیا دوبارہ دنیا میں آچکا ہوگا۔ مگر ایلیا نہ اترا اور خدا نے یہود کو ابتلاء میں ڈال دیا اور ابن مریم نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تو یہود نے کہا کہ اگر یہ سچا ہے تو تورات باطل ہے۔ اس لئے وہ آپ کے دشمن ہوگئے۔ اور آپ کو کافر ملحد مرتد اور دجال کہا۔ تمام علماء کا فتویٰ ان کے کفر پر ہوگیا کیونکہ مسیح نے نزول کی تاویل کی کہ نزول سے مراد وہ شخص ہے۔ جو ایلیاء کی خو اور طبیعت کا ہو یعنی وہ شخص اب یوحنا (یحییٰ بن زکریا) ہے۔ مگر یہود نے آپ کو ملحد یعنی نصوص کو ظاہر سے پھیرنے والا کہا مگر یہ تاویل خدا کو منظور تھی۔ بعض نے کہا کہ اگر مسیح سچا نہیں تو انوار الٰہی اس پر کیوں نازل ہوتے ہیں۔ پس اس خیال کے دور کرنے میں یہودیوں کے مولوی ہر وقت اسی تدبیر میں رہے کہ کسی طرح عوام کو یہ یقین دلایا جائے کہ مسیح کاذب اور ملعون ہے آخر یہ سوچا کہ اگر آپ کو صلیب پر کھینچا جائے تو البتہ ہر ایک پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ شخص لعنتی ہے اور رفع الی اللہ سے محروم ہے کیونکہ تورات میں صاف لکھا تھا کہ جو شخص صلیب پر کھینچا جائے۔ وہ لعنتی ہے سو انہوں نے اپنی دانست میں ایسا ہی کیا اور نصاریٰ بھی کہنے لگے کہ آپ مصلوب ہوگئے ہیں۔ مگر اس لعنت کو دور کرنے کے لئے ان کو یہ سوجھی کہ ان کو خدا کا بیٹا بنا دیا جس نے دنیا کی تمام لعنتیں اپنے سر پر اٹھائیں اور لعنتی موت سے مرا کیونکہ وہ جرائم پیشہ اور قاتلوں کو

صلیب کے ذریعہ سے ہی ہلاک کیا کرتے تھے اور ملعون قرار دیتے تھے۔ عیسائیوں کو بڑا دھوکہ لگا کیونکہ لعنت خدا کے اس عمل کا نام ہے جو اس وقت ظہور میں آتا ہے کہ انسان عمداً بے ایمان ہوکر خدا سے تعلقات توڑ دے اور وہ خدا سے بیزار ہو جائے اور ایک ذرہ بھی خدا کی محبت اسکے دل میں نہ رہے اسی وجہ سے شیطان کا نام لعین ہے۔ مگر آپ اس سے پاک تھے اور یہودیوں نے شرارت سے اور عیسائیوں نے حماقت سے آپ کو ملعون ٹھیرا دیا۔ کیونکہ لعنت رفع کی نقیض ہے۔ اسلئے مسیح جہنم رسید ہوگئے اور عیسائیوں کے نزدیک بھی تین روز تک آپ جہنم میں رہے مگر اسلام نے کہا کہ آپ نبی، وجیہ اور مقرب الی اللہ تھے۔ نہ قتل ہوئے نہ مصلوب ہوئے اور ان کا رفع الی اللہ ہوا اب اس کلام سے چھ سو برس کی لعنت دور ہوگئی۔

رفع جسمانی

اور یہ ضروری تھا کہ ان احمقوں اور شریروں کی تہمت سے آپ کو بری کر دیا جاتا۔ اب ثابت ہوا کہ رفع جسمانی کے نہ ہونے سے آپ کا کاذب ہونا یا ملعون ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اگر مقرب الی اللہ ہونے کے لئے رفع جسمانی ضروری تھا تو ان نادان علماء کے نزدیک وہ تمام مقرب الی اللہ نہیں ہو سکتے کہ جن کا رفع جسمانی نہیں ہوا۔ پس رفع جسمانی صدق وکذب کا معیار ہی نہیں تو کیوں اس مقام پر یہ فضول لغو اور بے تعلق جھگڑا کیا جاتا ہے۔ اگر تورات میں یوں ہوتا کہ جو شخص مصلوب ہو تو اس کو رفع جسمانی نہیں ہوتا تو ممکن تھا کہ خدا آپ کو آسمان پر پہنچا دیتا۔ مگر اب تو یہ خیال سراسر بے تعلق ہے، خدائی تعلیم راہ نجات بتاتی ہے اور انبیاء سے وہ الزام اٹھاتی ہے کہ جن سے ان کا ناجی اور منجی ہونا مشتبہ ہو جاتا ہے۔ مگر رفع جسمانی الی السماء کو نجات اور قرب الی اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔ نادان مولوی یہ بھی نہیں سوچتے کہ اگر تورات کا یہ مطلب ہو کہ صلیب پر مرنے والا رفع جسمانی

سے محروم ہوتا ہے تو اس میں کیا حرج ہے٬ کیونکہ اس وقت باقی انبیاء رفع جسمانی کے نہ ہونے سے ناجی نہیں ٹھہرتے۔ پس رفع جسمانی کو تقرب الی اللہ سے کوئی تعلق نہیں ہے تو قرآن کو اصل مقصد سے پھیرنا اور شان نزول سے لاپروا ہونا اور خود بخود رفع جسمانی مراد لینا کس قدر گمراہی ہے یہ بھی تو آتا ہے کہ بلعم کا رفع خدا نے کرنا چاہا۔ مگر وہ زمین کی طرف جھک گیا کیا یہاں کہو گے کہ خدا اس کو رفع جسمانی کے ذریعہ آسمان پر لے جانا چاہتا تھا۔ سو ہر ایک یاد رکھے اور بے ایمانی کی راہ اختیار نہ کرے٬ کیونکہ قرآن شریف میں ہر ایک جگہ رفع سے مراد رفع روحانی ہے۔ نادان علماء کہتے ہیں کہ ادریس کو رفع جسمانی ہوا اور رفعناہ مکانا علیا کے لئے ایک قصہ گھڑتے ہیں۔ حالانکہ یہاں بھی رفع روحانی مراد ہے۔ کفار کا رفع روحانی نہیں ہوتا۔ لا تفتح لهم ابواب السماء، فيها تحيون میں قطعی فیصلہ ہے کہ کوئی انسان آسمان پر زندگی بسر نہیں کرسکتا خواہ عیسیٰ ہو یا ادریس فيها تموتون سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کی قبریں زمین پر ہوں گی۔ اور لازم آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرح وہ بھی کسی وقت آسمان سے نازل ہو گئے۔ حالانکہ عیسیٰ کی طرح ان کی قبر بھی موجود ہے کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں آئیں گے گو یہ عقیدہ ویمسک التی قضی علیها الموت کے خلاف ہے کہ دوبارہ کوئی شخص دنیا میں زندہ نہیں ہوسکتا۔ لیکن کسی حدیث یا قول صحابہ سے اس عقیدہ کی تائید نہیں ہوتی۔ ہمارے مخالفین جھوٹے عقیدہ میں پھنس کر گلے پڑا ڈھول بجا رہے ہیں۔ نیچریوں نے جب سنا کہ دجال کا گدھا تین سو گز لمبا ہوگا، مردہ سے زندہ کرے گا، بارش برسائے گا، اہل حق قحط میں پڑیں گے اور عیسیٰ آسمان سے اتریں گے تو صاف منکر ہو گئے، کیونکہ ایسا گدھا کبھی نہیں دیکھا گیا۔ اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ کافر تو دم عیسوی سے مر جائیں مگر دجال نہ مرے۔ اور یہ بھی ناممکن ہے کہ خدا اپنے بندوں کو سخت فتنہ میں رکھے عیسیٰ سے تو ایک چوہا بھی نہ بن سکا۔ پھر بھی اس کے ماننے

والے چالیس کروڑ ہیں اور دجال جب خدائی کا مالک ہوگا تو معلوم نہیں کہ اسکے تابعدار کتنے کروڑ ہوں گے اور کیا وجہ ہے کہ ان کو معذور نہ سمجھا جائے نیچریوں کا حق تھا کہ ایسے امور سے ضرور انکار کر دیتے کیونکہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی اور آیت سبحان ربی میں اس کی تکذیب موجود ہے۔ یہ گناہ ہمارے علماء کی گردن پر ہے کہ جنھوں نے دجال کو خدائی جامہ پہنا دیا ہوا ہے۔ جس سے محققین متنفر ہو رہے ہیں اگر صحیح اور صاف معنی کرتے تو وہ اس تواتر سے متنفر نہ ہوتے کیونکہ یہ تواتر تمام تواتروں سے بڑھ کر ہے۔

دجل ودجال

دجل کا معنی گندم نمائی اور جو فروشی اور دھوکہ دہی کے پیشہ کو کمال تک پانا۔ احادیث میں ہے کہ وہ خدائی دعویٰ کرے گا۔ اور نبوت کا بھی مدعی ہوگا اور یہ دونوں ادعا جمع نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ نبی خدا کا مقرر ہوتا ہے اور خدا کا کوئی اور خدا نہیں ہے در حقیقت دجال اس جماعت کا نام ہے جو اپنے آپ کو متدین اور امین ظاہر کرتی ہے۔ اور فی الواقع ایسی نہیں ہوتی تو دجل نبوت عیسائیوں میں موجود ہے جو اصل انجیل کھو بیٹھے ہیں اور طبع زاد تراجم کو خدا کا کلام بتاتے ہیں اور وہ کلام الٰہی پیش نہیں کرسکتے جسکی نسبت مسیح نے کہا تھا کہ میں وہی کہتا ہوں جو خدا نے مجھے کہا تھا۔ کیونکہ جعل سازی سے انہوں نے منصب نبوت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ جو چاہتے ہیں لکھ کر خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ پس یہ طریق مشابہ نبوت ہے اور دجل الوہیت فلاسفروں میں ہے کیونکہ وہ اپنی کلول سے دھوکہ دیتے ہیں کہ ان کو خدائی میں دخل ہے اور ان کے نزدیک قدرت الٰہی پر ایمان رکھنا کوئی چیز نہیں ہے۔ اس گروہ کے تابع خواص عیسائی ہیں جو ہمیشہ اس دھن میں رہتے ہیں کہ بارش کس طرح برسائی جاتی ہے اور بچہ کس طرح پیدا ہوتا ہے۔ گویا یہ خدائی دعویٰ ہے انسان کو جب نظام عالم میں کچھ کامیابی حاصل ہوتی ہے تو اس میں تکبر پیدا ہو جاتا ہے جو خاص صفت الٰہی ہے۔

پھر انانیت پیدا ہو جاتی ہے جسکو خدائی دعوی کہہ سکتے ہیں۔ جب وہ کسی طوفان بادی یا آبی پر قادر ہوتا ہے تو خدا کی عظمت اسکے دل میں گھٹ جاتی ہے اس کے نزدیک علل ومعلول کی ناسمجھی کی وجہ سے خدا کا اقرار پیدا ہوا ہے اور اس نادانی کی وجہ سے یہ باتیں خدا سے مانگتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب کچھ انسان خود کر سکتا ہے۔ یہی خدائی کا دعوی یورپ میں پیدا ہوا اور لوگوں نے یہ عظمت دیکھ کر ان میں خدائی کا ایک حصہ ثابت کر دیا ہے۔ ایک ہندو کا قول ہے کہ لوگ جب کنہ اشیاء سے عاجز آتے ہیں تو خدا کی قدرت بتانے لگتے ہیں۔ انگریزوں نے وہ خدائی دکھلا دی ہے کہ قدرت کے پردے کھول دیے ہیں۔ یہ اثر تو تعلیم یافتوں میں بہت ہے اگر کہا جائے کہ انگریز صبح آم بیج کر شام کو پھل لے سکتے ہیں تو شاید ان میں کوئی منکر نہ ہو۔ بہت نادان کہتے ہیں کہ انگریزوں کے نزدیک کوئی بات ناممکن نہیں قاعدہ ہے کہ چند تجربہ کے بعد مبالغہ اس حد تک پہنچا دیتے ہیں کہ اگر تخول سے سرسید وغیرہ کو کہا جائے کہ انگریزوں نے ایسا مادہ تیار کیا ہے کہ درخت کے سامنے رکھ دیں تو وہ خود بخود اسکی طرف دوڑ آتا ہے تو وہ انکار نہیں کر سکتے۔ مگر جب حضور ﷺ کے متعلق درختوں کا چلنا بیان کیا جائے تو روایت کو موضوع ثابت کرنے کی فکر میں لگ جاتے ہیں۔ غرضیکہ دجال کے دو جزے یہی دونوں پادری اور فلاسفر ہیں۔ خواص فلاسفروں کے تابع ہیں اور عوام پادریوں کے۔ یقیناً یہی سمجھ کہ یہی دجال ہے دجال کی خدائی سے یہی منشاء تھا جو ظاہر ہو گیا خود دجل کے لفظ بتا رہا ہے کہ دجال میں حقیقی نبوت نہیں۔ اور یہ ایسا فتنہ ہے کہ ''از آدم تا ایندم'' اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس سے خدا کی عظمت سرد ہوگئی۔ ایمان خطرہ میں پڑ گیا بعض پر پورا محیط ہو گیا اور بعض پر کچھ اثر ہوا۔ سو چو یہی سچ ہے۔ جو صحیفہ قدرت کو مطالعہ کرنے والے ہیں ان کو موقع ہے کہ مجھے مان لیں ان کو وہ مشکلات پیش نہیں جو دوسروں کو ہیں۔ کیونکہ وہ پہلے سے ہی مسیح کو زندہ نہیں سمجھتے اور تواتر سے انکار بھی نہیں کر سکتے ان کو ضرور ماننا پڑے گا کہ آنے والا مسیح اسی امت میں سے ہوگا۔

اثبات مسیحیت

رہا یہ سوال کہ ہم کس طرح مسیح ہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ میرے ملک میرے وجود اور میرے زمانہ میں تمام علامات مسیح (قصبہ، ملک جس میں اس کا ظہور ہوتا ہے، اسکی علۃ غائی اور حوادث ارضی وسماوی اور علوم ومعارف خاصہ) سب موجود ہیں۔

چوں مرا حکم از پے قوم مسیحی دادہ اند	مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند
آسمان بارد نشاں الوقت میگوید زمیں	ایں دو شاہد از پے تصدیق من استادہ اند

حضور ﷺ مثیل موسیٰ ہیں موسیٰ کے بعد یہودی بگڑے اور ایک دوسرے کو کافر کہنے لگے۔ تو مسیح آئے اور تمام اختلافات مٹا دیے۔ بھیڑیے بکری کو ایک جگہ پانی پلایا۔ اسی طرح اب پھر احادیث سے اختلاف میں پھنس گئے ایک دوسرے کو کافر کہنے لگے لما یلحقوا کے ماتحت مسیح کا حکم ہو کر آنا قرار پایا سو اس زمانہ میں یہودیوں کی طرح ایک حکم کی ضرورت تھی تو خدا نے مجھے بھیج دیا۔ مسیح موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں پیدا ہوئے۔ اسی طرح میں حضور ﷺ کے بعد چودھویں صدی میں پیدا ہوا۔ خدا نے میرا نام غلام احمد قادیانی رکھ کر بتلایا کہ تیرہ سو سال پر تیرا ظہور ہوگا۔ یکسر الصلیب میں اشارہ ہے کہ عیسائی مذہب زور پر ہوگا اور من الی المشرق سے ظاہر ہے کہ دجال کا ظہور مشرق میں ہوگا تو ضرور ہے کہ مسیح بھی مشرق میں دجالیت دور کرنے کے لئے پیدا ہو۔ پنجاب مکہ سے مشرق پر ہے اور حدیث دمشق بھی مشرق کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ مہدی موعود کا ظہور قصبہ کدعہ یا کدیہ ہے جو قادیان کا مخفف ہے۔ یہ غلط ہے کہ احادیث میں کدعہ یمن کا ایک قصبہ بتایا گیا ہے کیونکہ یہ حدیث کا لفظ نہیں بلکہ کسی نے بعد میں شامل کر دیا ہے شاید پہلے ہو مگر اب وہاں یہ قصبہ موجود نہیں اور نہ اس میں کسی نے دعویٰ کیا ہے۔ مگر قادیان اور مدعی مہدویت دونوں موجود ہیں۔ وجود مسیح کی علت غائی اور ضرورت دجل دور کرنا تھا۔ سو میں نے عیسائی مذہب کے

اصول کا خاتمہ کر دیا ہے کہ مسیح کی طرف لعنتی موت منسوب نہیں ہو سکتی۔ عقلمند سمجھ چکے ہیں کہ
کسر صلیب ہوگئی عیسائی تحریرات بتا رہی ہیں کہ ضرور صلیبی مذہب کی بنیاد گر جائے گی۔ اور
وہ گرنا نہایت خوفناک ہوگا۔ یرجی برء من جرحہ السنان ولا یرجی برء من فرقہ
البرھان میں نے ثابت کر دیا ہے کہ رفع جسمانی بالکل جھوٹ ہے۔ مدت تک عیسائیوں کا
عقیدہ تھا کہ مسیح فوت ہوگئے ہیں اور ان کا رفع روحانی ہو چکا ہے مگر ثبوت نہ دے سکے اسلئے
یہودیوں کے مقابلہ پر یہ بات بنائی کہ یسوع کو آسمان پر جاتے وقت فلاں آدمی نے دیکھا
ہے مگر آسمان پر جانے سے اصل مطلب پھر بھی حل نہ ہوا۔ کیونکہ یہودی یوں نہ کہتے تھے کہ
صلیبی موت سے آسمان پر جسم نہیں جاتا اور نہ یہ کہ جو ملعون نہیں ہوتے ان کا جسم آسمان پر
چلا جاتا ہے تورات میں ہے کہ یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں چار سو برس بعد موسیٰ مصر سے
کنعان کی طرف لے گئے تھے جس سے ثابت ہوا کہ انسان مر کر مٹی میں چلا جاتا ہے اور تمام
انبیاء خاک میں گئے اگر ملعون کی علامت یہ ہو کہ اس کا جسم آسمان پر نہیں اٹھایا جاتا تو معاذ
اللہ تمام انبیاء ملعون ہوں گے تورات کی رو سے جو شخص لکڑی پر لٹکایا جائے وہ لعنتی ہے مگر
لعنت کو جسم سے تعلق نہیں ہے اور نہ عدم لعنت رفع جسمانی کے لئے ضروری ہے لہذا یہودی
آپ کو اس مقام سے بے نصیب ثابت کرتے تھے جہاں ابراہیم اسرائیل اور یعقوب وغیرہ
کی روحیں گئی ہیں۔ تو اب رفع جسمانی اور الوہیت کا نظریہ یہودیوں کے اعتراض سے کچھ
بھی تعلق نہیں رکھتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے گذرنے کے بعد یہ دعویٰ کہ یسوع آسمان
پر چلا گیا ہے اس غرض سے تھا کہ لعنت دور کی جائے اور اسوقت عیسائیوں کا بھی یہی خیال تھا
کہ فقط روح اٹھائی گئی ہے۔ دوسرے زمانہ میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مسیح کا جسم آسمان پر چلا گیا
ہے اور وہ خدا ہے حالانکہ اصل مطلب یہ تھا کہ رفع روحانی سے لعنت دور کی جائے اور
تورات کی رو سے وہ لعنت سے دور ہو سکتا ہے کہ جس کا رفع روحانی ہو نہ رفع جسمانی۔
عیسائی جانتے ہیں کہ صلیبی موت سے وہ اس الزام کے نیچے آ گئے تھے۔

ابدی لعنت سے رہائی

کہ مسیح ابدی لعنتی ہیں۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا تھا۔ کہ شیطان سیرت ہو کر مسیح کا
لعنتی ہونا تین دن تک کیوں محدود ہے؟ کیا تورات میں مصلوب کی لعنت تین دن تک محدود
ہے؟ اسکے رو سے صلیبی موت سے روح جہنم میں جاتی ہے اور عیسائی بھی مانتے ہیں کہ تین
روز تک مسیح جہنم میں رہے پھر اس ملعون جسم کیساتھ آسمان پر چلے گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ لعنت
کے دنوں کا یہ تقاضا ہوا کہ آپ کی روح جہنم میں جائے اور لعنت سے پاک ہونے کے دنوں
کا یہ تقاضا ہوا کہ آپ کی روح پاک ہو کر خدا سے جا ملے تو اب اس تقاضا کی وجہ سے ثابت
ہوتا ہے کہ آپ کا رفع صرف روحانی تھا۔ رفع جسم کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ وہ صلیب سے
ناپاک ہو چکا تھا' کیونکہ جب جسم قبر میں رہا اور صرف روح جہنم میں گئی تو سزا کے بعد خدا کی
طرف (جو صرف روح ہے) جسم کیوں گیا' حالانکہ جہنم میں جسم کا جانا ضروری تھا کیونکہ جسم
بھی معاذ اللہ آپ کے لعنتی دل کے ساتھ شریک تھا۔ اور اس لئے بھی کہ عیسائیوں کا جہنم
ایک جسمانی آتش خانہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ عیسائیوں نے رفع جسمانی کے عقیدہ
سے کئی ایک غلطیوں اور تناقضات کا اقرار کر لیا ہے۔ اصل بات یہی ہے کہ رفع روحانی ہوا مگر
واقعہ صلیب کے بعد مدت دراز کے بعد ثابت ہوا کہ خدا کی طرف رفع الوہیت ثابت نہیں
کرتا۔ بات یہ ہے کہ یہودیوں نے ستانا شروع کیا تھا کہ مسیح لعنتی ہو گیا ہے اور یسوع گو زندہ
بچ گیا تھا مگر ظالم یہودیوں کے سامنے جانا بہتر نہ سمجھتا تھا اس لئے عیسائیوں نے یہ کہہ کر
پیچھا چھوڑایا کہ فلاں مرد یا عورت کے سامنے آسمان پر چلا گیا ہے مگر یہ بات بالکل جھوٹ
منصوبہ یا کسی مراقی عورت کا وہم تھا۔ کیونکہ اگر خدا کا یہی ارادہ ہوتا تو دس بیس یہودیوں کے
سامنے آسمان پر مع جسم اٹھایا جاتا۔ نہ یہ کہ کوئی عورت مجہول الحال یا کوئی عیسائی دیکھتا جس پر
لوگ مخول اڑاتے۔ عیسائی خود جھوٹے ہیں کیونکہ روح جب جہنم میں گئی تھی تو وہی پاک ہو کر

خدا کی طرف بھی گئی ہوگی ورنہ جسم کو کیا تعلق تھا اور ہم تو سرے سے مانتے ہی نہیں کہ مسیح کسی وقت ملعون بھی ہوئے تھے اب تحقیق جدید سے دو باتیں ثابت ہیں۔ اول یہ کہ رفع جسمانی نہیں ہوا کیونکہ اس کی ضرورت نہ تھی۔ اور نہ ہی اس کا ثبوت ہے ہاں واقعہ صلیب کے بعد ۸۷ برس رفع روحانی ہوا ہے جو قرآن سے ثابت ہے۔ عام کی غلطی ہے کہ صلیب کے بعد رفع جسمانی مانتے ہیں۔ حالانکہ ۱۲۰ برس عمر بھی مانتے ہیں اور جب اناجیل اور رومی تواریخ سے ثابت ہے کہ صلیب کے وقت آپ کی عمر ۳۳ سال تھی تو ۱۲۰ برس میں رفع جسمانی کیسے ہوا، حالانکہ یہ حدیث صحیح اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ ۱۲۰ برس کی حد لگا دینا بھی اس امر کی شہادت ہے کہ بعد میں موت واقع ہو چکی ہے۔ جب مصلوب ہونا رفع روحانی کا مانع تھا تو عیسائیوں کا یہ عذر بیہودہ ہوگا کہ تین دن تک لعنتی ہونے کے بعد رفع جسمانی ہو گیا تھا کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ تورات کا حکم اوروں کے لئے ابدی ہو اور مسیح کے لئے صرف تین دن کے لئے ہو تین دن کی تخصیص کوئی عیسائی نہیں دکھا سکتا۔ اور یہ بھی تعجب خیز ہے کہ فلاں نے رفع جسمانی دیکھا ہے۔ کاش یہودی بھی دیکھ لیتے اور تورات منجانب اللہ نہ رہتی‘‘ مگر اب تو یہودیوں کا ہاتھ خود عیسائیوں نے اوپر کر دیا ہے کیونکہ جب مصلوب مانا تو لعنتی ابدی بھی مان لیا اور تین دن کی تحدید بھی نہیں دکھا سکتے‘ اگر یہ تحدید مان بھی لیں تو پھر بھی رہائی نہیں کیونکہ لعنت کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ خدا کی بیزاری اور شیطان خصلت ہونا ایک لمحہ کے لئے بھی ہم مسیح کے لئے تجویز نہیں کر سکتے۔ اگر لعنت نہیں پڑی تو یسوع مصلوب بھی نہیں ہوا، کیونکہ اس نے کہا تھا کہ یونس کی طرح تین دن قبر میں زندہ رہوں گا کیونکہ یونس خود مچھلی کے پیٹ میں تین دن زندہ رہا تھا۔ ممکن نہیں کہ یہ مثال غلط نکلے جب پاک ہونے کو صرف روح جہنم میں گئی تھی تو ناپاک جسم آسمان پر کیسے چڑھ گیا؟ اور جہنم میں کیوں نہ گیا کیا یہ ظلم نہیں کہ سزا بھگتنے روح جائے اور خدا کے پاس جانے کو جسم ناپاک بھی ساتھ ہو جائے، حالانکہ ان کا عقیدہ ہے

کہ جہنم جسمانی آتشخانہ ہے۔ جس میں گندھک کے بڑے بڑے پتھر ہیں۔ تو وہ جسم کیوں نہیں وہاں گیا جس پر تمام دنیا کی لعنت بری تھی۔ اگر باپ نے صرف روحانی سزا تجویز کی تھی اور اسے تین دن تک محدود کیا تھا تو یہ رعایت مخلوق سے بھی کی ہوتی۔ کیونکہ یہ بے انصافی جب بیٹے کے لئے جائز ہوئی تو مخلوق کے لئے بھی جائز ہونی چاہیئے۔ یہ تمام غلطیاں ہیں جن پر خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔ تاکہ میں گمراہوں کو مطلع کر دوں۔ میں نے صرف معقول طور پر ان کو مطلع نہیں کیا، بلکہ ساتھ ساتھ آسمانی نشان بھی دکھائے ہیں۔ مسلمانوں کو بھی متنبہ کر دیا ہے کہ جو فرضی دجال کے منتظر تھے۔ جس کے ماننے سے از سر نو شرک کی بنیاد پڑتی ہے۔ اور ختم نبوت بھی ہاتھ سے چلی جاتی ہے۔

میں کب اور کیوں مجدد بنا

سو خدا نے مجھے بھیجا تاکہ میں راہ توحید دکھاؤں اور کمزور ایمان والوں کو قوی الایمان بناؤں۔ کیونکہ انکو خدا پر بھروسہ نہیں رہا۔ حضرت مسیح نے بھی یہودیوں کو اسی حالت پر پایا تھا سو میں بھیجا گیا ہوں تاکہ سچائی کا زمانہ پھر آئے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو۔ سو یہی افعال میری علت غائی ہیں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ آسمان پھر زمین کے قریب ہوگا۔ بعد اسکے کہ دور ہو گیا تھا۔ قرآن و حدیث کے متعلق یقین بخشا دو طور سے ظاہر ہوا ہے اول قرآن شریف کی صداقت ظاہر کرنا چنانچہ میری کتابیں نکات و معارف قرآنیہ سے پر ہیں۔ اور ان سے ایمان ترقی پاتا ہے دوم آسمانی نشان ہیں۔ اور استجابت دعا جو نشان اتنے ہیں کہ جنکے تسلیم کرنے سے گریز نہیں۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ پادری معجزات نبویہ کے منکر تھے اور آج ہمارے سامنے نہیں ٹھہر سکتے کیونکہ نشان ظاہر ہو رہے ہیں۔ مدت ہوئی رمضان میں کسوف و خسوف ہو چکا۔ ستارہ ذوالسنین بھی نکل چکا۔ تکفیر بھی ہو چکی اور معارف بھی ظاہر ہو گئے۔ ماموریت کا دعویٰ کمل تین طریق سے ہو سکتا ہے کہ خلاف قرآن نہ ہو۔ عقلی دلائل اس کے

خلاف نہ ہوں اور آسمانی نشانات تائید کریں میری موید حدیث اختلاف حلیہ کی روایت ہے جو بخاری کے (صفحہ ۴۸۵ اور ۱۰۵۵) پر درج ہے۔ عالم کشف میں حضور ﷺ نے مسیح موعود کو طواف کعبہ کرتے دیکھا کہ وہ گندم گوں تھا۔ بال سیدھے تھے مسیح ناصری سرخ رنگ تھے بال گھنگھریالے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے دو مسیح قرار دیئے ہیں اور بعض مناسبات کی وجہ سے دونوں کو ابن مریم بھی کہہ دیا ہے۔ نیز مسیح موعود کے ساتھ مسیح دجال کا بھی ذکر کیا ہے اور مسیح ناصری کیساتھ دجال کا ذکر نہیں ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابن مریم دو شخص ہیں۔ اور اہل شام گندم گوں نہیں ہوتے اور اہل ہند (آدم) گندم گوں ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسیح موعود کا ظہور ہند میں ہوگا۔ شام میں نہ ہوگا۔ تاریخ عیسائیت بھی شاہد ہے کہ آپ سرخ رنگ تھے گندم گوں نہ تھے حدیث من یجدد لھا دینھا بھی میری مصدق ہے (رواہ ابوداؤد و مستدرک) مجدد کا فرض تھا کہ عیسائیوں کے خطرناک فتنہ کو فرو کرنے کے لئے کسر صلیب کرے اور احادیث کی رو سے وہی مسیح ہوگا۔ اگرچہ فسق و فجور عام ہے مگر سب کی اصل یہی ہے کہ ایک انسان کے خون نے سب کے گناہوں کی باز پرس سے کفایت کر دی ہے۔ اسی وجہ سے یورپ سب سے بڑھ کر گناہوں میں پھنسا ہوا ہے۔ اور ان کی اس متعدی بیماری سے اور انکی مجاورت سے تمام قومیں بگڑ گئی ہیں کیونکہ یہی عقیدہ تمام آزادیوں کی جڑ ہے۔ جس سے کئی ایک بے ایمان ہو گئے ہیں اور کئی ایک متلاشی بن کر اندرونی طور پر مرتد ہو چکے ہیں۔ اس لئے خدا نے چاہا کہ جس دجلیت سے انسان کو خدا بنایا جاتا ہے اسکے پردے کھول دے۔ اور چونکہ یہ مصیبت اس صدی میں کمال تک پہنچ چکی تھی۔ اسلئے اس صدی کے مجدد کا کام کسر صلیب ٹھہرا اور کسر صلیب کرنے والا مسیح ہوا۔ تفصیل یہ ہے کہ حجج عقلیہ، آیات سماویہ اور دعا سے کسر صلیب ہوگا۔ ان تینوں میں خدا نے وہ اعجازی طاقت رکھی کہ کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ پس اسی طرح اسے توڑ کر توحید کے دروازے کھولے

جائیں گے اور یہ کام تدریجی ہوگا' اسلام بھی تدریجی پھیلا ہے۔ یہ سوال کہ تم نے اب تک کس قدر کسر صلیب کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے پادریوں کا منہ بند کر دیا۔ پیشینگوئیاں پوری ہوئیں۔ اور قرآنی تعلیم نے جو میری طرف سے ہوئی مخالفین کا سر جھکا دیا۔ جلسہ مذاہب لاہور میں میرا مضمون اعلیٰ رہا۔ عیسائی اصول ایسے توڑے کہ کبھی کسی کو میسر نہ آیا۔ کسی کو شک ہو تو کوئی ایسا اعتراض پیش کرے کہ جس کو ہم نے کالعدم نہیں کیا یا ہم سے پہلے کسی نے کالعدم کیا ہو۔

میں مہدی کیسے ہوا؟

ظہور مہدی کا نشان بھی یہی ہے کہ اس سے پہلے زمین ظلم و فساد سے پر ہوگی۔ اور وہ عدل و انصاف سے پر کرے گا۔ اب ظاہر ہے کہ فسق و فجور زور پر ہے۔ مخلوق پرست شرک پھیلانے میں سرگرم ہیں۔ ایمان صرف زبان پر رہ گیا ہے۔ پس یہ وہی زمانہ ہے کہ جس میں ہر ایک قسم کی بدکاری اور شرک جو ظلم عظیم ہے پھیل رہا ہے اور روشن پیشانی اور اونچی ناک میں علاوہ ظاہری علامت کے ایک باطنی حقیقت بھی اس میں مضمر ہے کہ ناک کی بڑائی کبریائی ظاہر کرتی ہے اور روشن پیشانی نور صداقت ہے۔ اگرچہ دونوں علامتیں بندگان خدا میں ہوتی ہیں۔ مگر مہدی موعود میں قوت سے موجود ہیں۔ نور پیشانی دلوں کو جذب کریگا' لوگ کہیں گے کہ یہ جادوگر ہے۔ کبریائی سے شریروں کے سامنے تذلیل نہیں کرے گا' بلکہ شریر اس کے سامنے تذلل کریں گے۔ ۱۸ برس پہلے ''براہین'' میں الہام درج ہو چکا ہے القیت علیک محبۃ منی. نصرت بالرعب جو اس علامت کی تشریح ہے۔ مجھ میں یہ دونوں علامتیں موجود ہیں۔ نیک دل کھچے آتے ہیں اور مخالف پر رعب ہے۔ لو کان الدین عندالثریا' کی حدیث بھی میری موید ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام ضعیف ہوگا تو ایک فارسی الاصل اسلام کو پھر زمین پر لائے گا اور وہی مہدی

موعود ہے۔ اور لامھدی الا عیسٰی نے بتادیا کہ وہ مسیح موعود بھی ہے نتیجہ یہ ہوا کہ وہ فارسی النسل ایمان قوی کرے گا۔ عقائد کی تصحیح کریگا۔ حقائق قرآنی سمجھائیگا۔ ہتھیار نہیں اٹھائے گا نہ لڑائی لڑے گا۔ بلکہ حجج سماویہ اور براہین عقلیہ سے غیر ملتوں کو ہلاک کرے گا۔ اور اس کا حربہ آسمانی ہوگا نہ زمینی۔ سو شکر کرو کہ تم نے یہ زمانہ پایا ہے۔ ''براہین ص۲۴۱'' میں ہے کہ لو کان الایمان بالثریا لناله. انار الله برهانه. انا فتحنالک فتحا مبینا. فتح الولی فتح. قربناه نجیا اشجع الناس یا احمد فاضت الرحمة علی شفتیک انی رافعک الی. القیت علیک محبة منی. خذوا التوحید یا ابناء فارس. بشر الذین امنوا ان لهم قدم صدق عند ربهم. اتل علیهم ما اوحی الیک من ربک. لاتصعر لخلق الله. ولا تسام من الناس. اصحاب الصفة ما اصحاب الصفة. تری اعینهم تفیض من الدمع. یصلون علیک ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان وداعیا الی الله وسراجا منیرا. املوا ہم تجھے دیں گے ولی کی فتح۔ ہم نے اسے رازدار اور مقرب بنایا ہے، وہ سب سے زیادہ بہادر ہے، اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو وہ وہاں سے لے آتا۔ خدا اس کی برہان کو روشن کریگا۔ اے احمد رحمت تیرے ہوں پر جاری ہے، میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا اور اپنی محبت تجھ پر ڈالوں گا (اور لوگ تجھ سے محبت کرینگے) فارس کے بیٹو! توحید پکڑو۔ ان کو خوشخبری دے جو تجھ پر ایمان لائے ہیں کہ وہ صادق ٹھیر گئے ہیں اور ان کا صدق قدم صادق ثابت ہوا تو میرے ان کو الہام سنا۔ اور مخلوق سے منہ مت پھیر ملاقات سے ملول مت ہو (وہ وقت آتا ہے کہ لوگ فوج درفوج آئینگے) ایک دو گروہ ہوں گے۔ جو اصحاب صفہ ہوں گے جو حاضر رہیں گے ان کی شان بڑی ہے تو دیکھے گا کہ اکثروں کے آنسو جاری ہیں۔ اور تجھ پر درود بھیجیں گے (یعنی معارف سنیں گے۔ نشان دیکھیں گے اور انشراح صدر کی حالت ان پر

غالب ہوگی تو فرط محبت سے تجھ پر درود بھیجیں گے اور دعا کرتے ہوئے کہیں گے کہ) اے اللہ ہم نے سنا ہے جو ایمان کی منادی کرتا ہے۔ خدا کی طرف بلاتا ہے اور وہ چراغ روشن ہے۔ لکھ لو۔ میرا کام ایمان کی منادی ہے کہ تازہ ہو کیونکہ اس وقت وہ کمزور ہو گیا ہوگا تو نہ بت رہیں گے۔ اور نہ صلیب۔ سمجھداروں سے ان کی عظمت اٹھ جائے گی۔ وہ جنگ نہیں کریگا بلکہ دلائل سے اسلام کی طرف لائے گا وہی منکر ہوں گے کہ جن کے دل مسخ ہیں خدا ایک ہوا چلائے گا۔ اور روحانیت نازل کریگا۔ جو مختلف ممالک میں پھیل جائیگی۔ جن مذاہب پر اس کی توجہ ہوگی۔ ان کو پیس ڈالے گا۔ دلوں کو حق کی طرف پھیریگا کسی اہل مذہب کو نقصان نہیں پہنچائیگا۔ نرمی کرے گا تو سمجھیں گے کہ ہمارے عقائد صحیح نہیں ہیں۔ جب دیکھو کہ سچا خدا سمجھنے کی طرف دل متوجہ ہیں۔ تو یہ سمجھو کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ یہ باتیں پوری ہوں۔ موسم بہار میں سوکھی لکڑی سے پتے اور پھول اور پھل نکلتے ہیں اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ محبت الٰہی میں وہی زیادہ ترقی کرینگے جو پاس رہیں گے وہ خدا کے پیارے ہیں۔ مسیح عیسائیوں کی طاقت کے زمانہ میں پیدا ہوگا۔ ریل گاڑی ہوگی۔ نہریں نکلیں گی۔ پہاڑ چیرے جائیں گے۔ اونٹ بیکار ہوں گے۔ (دیکھو مسند احمد، ابواب مہدی وعیسیٰ اور چہل حدیث مرتبہ محمد احسن، جو ابھی شائع ہوگی) فصوص الحکم میں ابن عربی نے لکھا ہے کہ وہ خاتم الولایت ہے اور توام پیدا ہوگا اور چینی ہوگا۔ میرے ساتھ بھی ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی اور ہمارے بزرگ سمرقند میں جو چین سے تعلق رکھتا ہے رہتے تھے۔

اشتہار برائے توجہ سرکار

کتاب ''البریہ'' کے اول گورنمنٹ برطانیہ کی شکرگذاری میں یوں لکھا ہے کہ مجھ پر ۱۸۹۷ء میں یہ الزام لگایا گیا تھا کہ میں نے عبدالحمید کو ڈاکٹر کلارک (مشنری علاقہ گورداسپور) کے قتل کے لئے بھیجا تھا۔ مگر ۲۳ اگست ۱۸۹۷ء کو یہ دعوی بعدالت ایم ڈبلیو

ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور دائر ہوا۔ یہ الزام امرتسر میں مجسٹریٹ کے سامنے لگایا گیا تھا۔ مگر ڈپٹی کمشنر صاحب ممدوح نے کپتان لیار چند ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ کو دوبارہ تفتیش پر لگایا تو معاملہ صاف ہوگیا۔ یہ مقدمہ عیسائیوں کی جماعت کی طرف سے تھا۔ ہم تہ دل سے دعا کرتے ہیں کہ خدا ایسے حکام کو خوش رکھے۔ ڈاکٹر صاحب نے میرے چال چلن پر بھی الزام قائم کئے تھے اور یہ بھی کہا کہ میرا وجود گورنمنٹ کے لئے مضر ہے حالانکہ یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ میرا والد غلام مرتضیٰ سچا وفادار سرکار تھا۔ ۱۸۵۷ء میں پچاس سوار اور گھوڑے امداد سرکار کے لئے دیئے تھے اور چٹھیاں بھی حاصل کی تھیں۔ چنانچہ ولسن صاحب نے ۱۱ جون ۱۸۴۹ء کو بمقام انارکلی لاہور یوں لکھا تھا کہ سرکار انگریزی تمہارے احسانات فراموش نہ کرے گی۔ رابرٹ صاحب بہادر کمشنر لاہور نے ۲۰ ستمبر ۱۸۵۸ء کو لکھا کہ مدد پہنچی اور آج تک تم خیر خواہ سرکار رہے۔ فنشل کمشنر صاحب نے ۱۹ جون ۱۸۷۶ء کو لکھا کہ ہم کو تمہارے والد غلام مرتضیٰ کی وفات سے افسوس ہے ہم تمہاری عزت بدستور قائم رکھیں گے اسی طرح کی اور بھی چٹھیاں تھیں مگر گم ہوگئی ہیں۔ میرے والد کے بعد میرا بھائی غلام قادر خدمت گذار سرکار رہا۔ تموں کی لڑائی میں سرکار کی طرف سے لڑا بھی تھا بھائی کی وفات کے بعد میں گوشہ نشین تھا۔ تاہم سرکار کی امداد اور تائید میں سترہ (۱۷) برس سے اپنی قلم سے کام لیتا ہوں۔ جتنی کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سرکار کی اطاعت کی ترغیب دی۔ اور جہاد کی ممانعت کی۔ ہزار ہا روپیہ صرف کر کے ممانعت جہاد میں عربی فارسی کتابیں غیر ممالک میں بھیجیں تاکہ کسی وقت ان کا اثر پیدا ہو۔ کیا میری نظیر مخالف پیش کر سکتے ہیں۔ وہ کتابیں یہ ہیں (۱) براہین احمدیہ ح۳ مطبوعہ ۱۸۸۲ء الف سے ب تک ایضاً ح۴ الف سے دال تک (۲) آریہ دھرم ور بارہ توسیع دفعہ ۲۹۸۔ ۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء ص ۵۷۔ ۶۴ و ص ۴ و ص ۷۲۔ ۷۹ (۳) خط دربارہ توسیع دفعہ ۲۹۸۔ ۲۱ اکتوبر ۱۸۹۵ء ص ۱۔ ۸ (۴) آئینہ کمالات اسلام فروری

۱۸۹۳ء ص ۱۷۔ ۲۰ و ص ۵۱۱۔ ۵۲۰ (۵) نور الحق ح۱ ۱۳۱۱ھ ص ۲۳۔ ۵۴ و ح۲ ص ۴۹۔ ۵۰ (۶) شہادۃ القرآن ۲۲ ستمبر ۱۸۹۳ء الف۔ ع (۷) سر الخلافۃ ۱۳۱۲ھ ص ۷۱۔ ۷۳ (۸) اتمام الحجۃ ۱۳۱۱ھ ص ۲۵۔ ۲۷ (۹) حمامۃ البشریٰ ۱۳۱۱ھ ۲۵ مئی ۱۸۹۷ء ص ۱۵۳۔ ۱۵۴ (۱۰) انجام آتھم جنوری ۱۸۹۷ء ص ۲۸۳۔ ۲۸۴ (۱۱) سراج منیر مئی ۱۸۹۷ء ص ۷۴ (۱۲) تکمیل تبلیغ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء ص ۴ و ۶ (۱۳) اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ ۲۷ فروری ۱۸۹۵ء (۱۴) اشتہار سفیر روم ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء ص ۱۔ ۳ (۱۵) اشتہار جوبلی ۲۳ جون ۱۸۹۷ء (۱۶) اشتہار شکریہ جوبلی ۷ جون ۱۸۹۷ء (۱۷) اشتہار بزرگ ۲۵ جون ۱۸۹۷ء ص ۱۰ (۱۸) اشتہار لائق توجہ گورنمنٹ ۱۰ دسمبر ۱۸۹۴ء ص ۱۔ ۷ (۱۹) اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء۔

پس میں امن دوست ہوں اور اطاعت سرکار میرا اصول ہے اور شرائط بیعت میں داخل ہے بعض کہتے ہیں کہ بحکم سرکار پیشینگوئیاں روک دی گئی ہیں۔ نہیں۔ اجازت لیکر انذاری پیشین گوئیوں پر کوئی قانون عائد نہیں ہوسکتا۔ جب تک مجسٹریٹ ضلع اجازت نہ دے کوئی انذاری پیشینگوئی نہ کی جائے گی گو ہر جگہ جوابی طور پر سخت لفظ میں نے استعمال کئے ہیں ورنہ ابتدائی سختی مخالفین سے شروع ہوئی ہے اور ''کتاب البریہ'' میں میں نے مخالفین کے تمام الفاظ جمع کر کے شامل مثل کر دیئے ہیں اور جوابی سختی بھی اس لیے تھی کہ مخالفین تہذیب سے کام لیں۔ چنانچہ لیکھرام، اندرمن، دیانند اور عماد الدین پادری سے خوف تھا مگر چونکہ جواب میں ذرا سختی سے کام لیا گیا اس لئے عام مسلمانوں کا جوش دب گیا اور یہ طرز قابل تعریف نہیں۔ اس سے بد اخلاقی پھیلتی ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ کسی پیشوائے قوم اور کتاب کی توہین قانوناً ممنوع قرار دی جائے اور واقعات معلوم کئے بغیر کوئی اعتراض نہ کیا جائے۔ درخواست تیار ہے کافی دستخط ہو جائیں تو پیش کر دوں گا۔ بے جا الزام اور ہتک آمیز لفظ سے فتنہ کا زہریلا بیج بویا جاتا ہے۔ ڈاکٹر نے کہا کہ میں نے سخت لفظ استعمال کیئے ہیں مگر وہ

بھی جوانی اور کمزور تھے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے روک دیا ہے میں سخت لفظ استعمال نہ کروں گا اور اس حکم پر کاربند رہوں گا اور اس اشتہار کے ذریعہ اپنے مریدوں کو حکم دیتا ہوں کہ دفعہ چہارم شرائط بیعت کے ماتحت سرکار اور بنی نوع کی سچی خیر خواہی کرتے ہوئے اشتعال سے پرہیز کریں۔ خلاف ورزی کرنے والا جماعت سے خارج ہوگا۔ اور مجھ سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ ہماری نصائح کا خلاصہ تین امر ہیں۔ اول عظمت الٰہی اور پاک زندگی دوم بنی نوع انسان سے ہمدردی اور بھلائی کرنا یا کم از کم اس کا ارادہ رکھنا سوم سرکار کی سچی خیر خواہی کرنا۔ مخالفین کو نوٹس دیا جاتا ہے کہ ہتک آمیز لفظ شائع نہ کریں ورنہ ہمارا فرض ہوگا کہ عدالت میں چارہ جوئی کریں۔ بحث کرنے والوں کا فرض ہے کہ بیہودہ اعتراض نہ کریں بلکہ ہماری طرح حکیمانہ طرز اختیار کریں کہ اگر مسیح کو خدا کا اپنا بیٹا بنا کر دنیا میں بھیجنا قدیم ہے تو اس سے پہلے کئی بیٹے آئے ہوں گے اور مصلوب ہوئے ہوں گے۔ حادث ہے تو اس عادت کو اس نے کیوں بدل دیا اور یہ کیسے صحیح ہے کہ مسیح لوگوں کے گناہوں کے بدلے لعنتی ٹھہرے۔ ہمارا اصول ہے کہ ہم کسی گذشتہ نبی کی توہین نہیں کرتے کیونکہ مفتری کی عزت نہیں ہوتی کہ مقبولوں کی طرح ہزار ہا قومیں اور افراد اس کو مان لیں اس کا دین جم جائے اور عمر پاوے۔ تمام فارسی، چینی، ہندی، عبرانی نبی حق تھے۔ اور جو باتیں خلاف حق پھیل گئی ہیں وہ سب الحاقی ہیں۔ یہی اصل اختیار کرو اور جو مخالفین کی گالیوں پر صبر نہ کر سکے اس کو قانونی چارہ جوئی کرنے کا اختیار ہے مگر سختی کا مقابلہ سختی کے ساتھ کر کے مفسدہ پردازی نہ کریں۔ حکومت کا فرض ہے کہ مخالفین کی بدزبانی کا تدارک کرے۔ بعض نادانوں کا خیال ہے کہ میں نے افتراء سے الہام کیا ہے یہ خدا کا کام ہے کہ جب خدا پر ایمان کم ہو جاتا ہے تو اس وقت میرے جیسا انسان پیدا کیا جاتا ہے اور عجائبات دکھاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ خدا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اسنے ہم کو ایسی گورنمنٹ عطا کی (۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء مرزا غلام احمد از

قادیان)

کتاب البریہ کیوں لکھی؟

کتاب البریہ ۱۸۹۸ء اس لئے لکھی گئی ہے کہ معلوم ہو جائے کہ خدا تعالیٰ اپنے راستبازوں کو کس طرح بہتان سے بچاتا ہے اور خدا کے نشانات ظاہر ہوتے ہیں۔ مسیح کو بھی یہود نے صلیب دلانے کی ٹھیرائی تھی مگر پیلاطوس بیوی کی خواب سے ڈرا اور مسیح کو بغیر ہڈی توڑنے کے تین دن کے اول ہی اتار لیا تو کشمیر میں جا کر فوت ہوئے اور وہاں ان کی قبر موجود ہے۔ جو یوز آصف یعنی مسیح غمگین کی قبر سے مشہور ہے۔ صلیب کے بعد جس قبر میں رکھا تھا وہ ایک بڑا وسیع کمرہ تھا۔ تین دن کے بعد وہاں سے نکل کر کباب کھائے اور چالیس روز تک مرہم حواریین کے ساتھ علاج کیا جو ہزار کتاب میں مذکور ہے۔ آپ کو زخم لگے تو الہام کے ذریعہ یہ دوائیں معلوم ہوئیں تو اس مرہم سے معلوم ہوا کہ آپ صلیبی موت سے بچ گئے تھے اور رفع روحانی تھا اور رفع جسمانی غلط ہے۔ کیونکہ اس کا جھگڑا نہ تھا ما قتلوہ میں یہی اشارہ ہے۔ کج فہم علماء پر یہاں تک غباوت چھائی ہوئی ہے اور بلادت طاری ہے وہ نہیں سمجھتے کہ مُتَوَفِّيكَ اور رَافِعُكَ میں رفع جسمانی کا موقع ہی کیا ہے؟ تورات میں ہے کہ مصلوب کا رفع الی اللہ نہیں ہوتا یعنی مرنے کے بعد رفع روحانی نہیں ہوتا تو خدا نے بچالیا اسلئے رافعک الی السماء نہیں کہا کیونکہ خدا کی طرف روح جاتی ہے۔ جسم نہیں جاتے توفی کے بعد رفع بھی بتا رہا ہے کہ رفع بعد توفی ہے نہ یہ کہ رفع قبل از موت ہے۔ قرآن شریف وہ اٹھتے ہیں کہ جنکی روحیں یہودیوں کی ہیں ہم بغیر دلیل محکم کے نہیں بدل سکتے توفیتنی میں ضلالت بعد وفات ہے۔ موسیٰ کو بھی خدا نے دشمنوں سے بچالیا۔ حضور ﷺ کو بھی بچایا۔ غار ثور تک سراغ پہنچا تو سراغرسان نے کہا کہ آپ اندر ہیں یا آسمان پر چڑھ گئے ہیں۔ مگر رؤسائے مکہ نے کہا کہ اس بڈھے کی عقل ماری گئی۔ اس پر تو کبوتر کا

آشیانہ ہے اور ایک درخت ہے کہ حضور ﷺ کی پیدائش سے بھی پہلے کا ہے اور یہ سانپوں کا غار ہے۔ جب تک درخت نہ کٹے اور آشیانہ نہ ہٹے کوئی اندر نہیں جا سکتا۔ یہ کبوتری حضرت نوح کی کبوتری کے مشابہ تھی۔ پس خدا راستباز کو بچاتا ہے اور مصیبت کو نشان ظاہر کرنے کے لئے بھیجتا ہے مگر نادان احمق نہیں سمجھتا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی اس مقدمہ میں میرے خلاف اس لیے گواہ بنا تھا کہ مجھے ذلت ہو۔ اور جو وارنٹ گرفتاری یکم اگست ۱۸۹۷ء کو جاری ہوا۔ وہ امرتسر سے گورداسپور تک کئی روز نہ پہنچا۔ وارث دین عیسائی اور دیگر مولوی اسٹیشن پر منتظر تھے کہ میں کس طرح گرفتار ہو کر امرتسر آتا ہوں۔

کاروائی مقدمہ قتل

۷ ر اگست تک تعمیل نہ ہوئی ڈپٹی کمشنر صاحب امرتسر کو معلوم ہوا کہ غیر ضلع میں وارنٹ گرفتاری نہیں جا سکتا۔ گورداسپور تار بھیجی کہ تعمیل روک دی جائے اور وہ حیران تھے کہ وارنٹ کب آیا تھا۔ مثل گورداسپور آئی ڈپٹی کمشنر گورداسپور کو معلوم ہوا کہ یہ مقدمہ صحیح نہیں ہے۔ سمن بھیجا تو میں نو بجے بٹالہ پہنچ گیا اور مجھے کرسی ملی مخالفین کے لئے یہ ایک عذاب عظیم تھا۔ ڈاکٹر کلارک نے مولوی محمد حسین کی کرسی کے لئے سفارش کی مگر منظور نہ ہوئی۔ اس نے کرسی طلب کی تو جواب دیا گیا کہ پہلے بھی نہیں ملتی تھی۔ اپنے باپ رحیم بخش کی کرسی نشینی پیش کی مگر ثبوت نہ ملا، کہا ہمارے پاس چٹھیاں ہیں۔ حاکم نے کہا بک بک مت کر سیدھا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو جا۔ تب یہ الہام سچا ہوا کہ انی مھین من اراد اھانتک وہ چشم بصیرت سے دیکھتا تو اس کو یہ قدرت الٰہی نظر آ جاتی۔ اول وارنٹ کی غیبت۔ دوم اس کی بجائے سمن کا اجرا۔ سوم ذلت کی بجائے میری عزت۔ چہارم محمد حسین کی اپنی ذلت کہ ہزار آدمی کے سامنے اسے جھڑک دی گئی اردلی کے کمرہ میں آیا تو اس نے بھی اٹھا دیا پھر پولیس کے کمرہ میں کرسی پر بیٹھنے لگا تو انہوں نے بھی روک دیا۔ پنجم میں بری ہو گیا۔ حاکم نے کہا کہ

یہ وارث دین وغیرہ کی بناوٹ ہے۔ محمد حسین نے دو جھوٹ بولے کہ اسے اور اسکے باپ کو کرسی ملتی تھی۔ خود خشک اور نیم ملا تھا، جو نذیر حسین سے چند حدیثیں پڑھ آیا تھا۔ جسکے ہم جنس مسجدوں کے حجروں میں روٹیوں پر گزارا کرتے ہیں۔ اسکا باپ ایک رئیس کے ہاں ملازم تھا۔ ایک دفعہ بٹالہ کے میاں صاحب رئیس نے روٹی پر اسکو ملازم رکھا تھا یا تنخواہ پر۔ ایک دفعہ ہمارے پاس بھی آیا تھا مگر ملازم نہ ہو سکا۔ اور ہمیشہ ارادت اور خوش اعتقادی سے آتا تھا۔ محمد حسین پر ناراض تھا ایسے لفظ کہتا تھا کہ میں نہیں کہہ سکتا۔ اسکی چٹھیاں میرے پاس موجود ہیں جن میں ناگفتنی حالات درج ہیں اسکا باپ اسے عدالت میں پہنچانا چاہتا تھا مگر میں نے اسکو اسکے قدموں پر گرا دیا تھا ورنہ غلام علی امرتسری وغیرہ اس کو برانگیختہ کرتے تھے مگر میں اس کو اسکی پردہ دری سے روکتا تھا تو اس کے باپ دادا کرسی نشین نہ تھے ورنہ گریفن صاحب اپنی کتاب میں ذکر کرتے۔ بہتر تھا کہ گواہی دے کر چلا جاتا مگر ایسا ذلیل ہوا کہ باہر ایک آدمی کی چادر پر بیٹھنے لگا تو اس نے بھی اٹھا دیا کہ عیسائیوں کے جھوٹے مقدمہ میں گواہی دینے آیا تھا میری چادر پلید ہو جائے گی۔ عام خیال تھا کہ یہ کینہ لینے آیا ہے۔ ایک پیر مرد نے آہ کھینچ کر کہا کہ مولوی مشکل سے ایمان لے جائینگے خدا نے مجھے اس سے بچا لیا۔ لیکھرام کے مقدمہ میں میری تلاشی ہوئی تو میں بری ہو گیا۔ اسکے متعلق کمشنر صاحب نے کہا کہ وہ مرزا کا دشمن ہے وہ مجھے عیسائیوں کے ہاتھ میں پھنسانے آیا تھا۔ شریف خود کرسی چھوڑتے ہیں۔ تو مالک مکان کرسی دیتا ہے۔ کیوں شیخی ماری؟ بن مانگے موتی ملیں مانگیں نہ ملے بھیک۔ اس نے بیان دیا کہ لیکھرام کا پتہ بھی اس سے پوچھنا چاہیے کیونکہ الہام کا مدعی ہے مگر لیکھرام نے پیشگوئی مانگی تھی تو خدا نے مجھے الہام کر دیا تھا اور قاتل کا نام نہیں بتایا تھا محمد حسین کو چاہیے تھا کہ ہندوؤں کے ملہموں سے قاتل کا نام دریافت کر لیتا یا گورنمنٹ کو توجہ دلاتا کہ الہام کے ذریعہ سے مجھ سے قاتل کا نام طلب کرتی۔ مگر میں خدا پر

زور نہیں ڈال سکتا کہ وہ ضرور مجھے اسکا نام بتائے۔ خدا نے تو یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے کا حال نہیں بتایا تھا اور چالیس برس روتے رہے تھے۔ مجھے لیکھرام سے ذاتی عداوت نہ تھی کہ میں جھوٹی پیشنگوئی کرتا کیونکہ یہ شریروں کا کام ہے یہ کس قدر حماقت ہے کہ ہم نے مرید بھیج کراسے قتل کروایا تھا۔ کیا وہ قاتل مرید رہ سکتا تھا کہ منصوبہ باندھ کر قتل کرایا جاتا ہے۔ گویا محمد حسین مجبور کرتا تھا کہ خدا قاتل کا نام بتلائے حالانکہ وہ لایسال عما یفعل کا مالک ہے مناسب تھا کہ کہدیتا کہ یہی قاتل ہے اور پیشنگوئی کا بہانہ ہے تب گورنمنٹ میرا امتحان کرلیتی۔ اگر میں پیشنگویوں میں جھوٹا نکلتا تو بیشک میں ہی قاتل ہوتا۔ خدا کا شکر ہے کہ گورنمنٹ عادل ہے ورنہ یہ ملا کب چھوڑتے۔ اس کا یہ قول درست ہے کہ ایک پیشنگوئی تب بچی ہوتی ہے۔

پیشنگوئیاں

کہ دوسری تمام پیشنگوئیاں بھی بچی ہوں مگر میری تمام پیشنگوئیاں سچ ہیں۔ کیونکہ احمد بیگ اور آتھم کی پیشنگوئی مشروط تھی۔ اور لیکھرام کی غیر مشروط۔ احمد بیگ کے سامنے خوف کا کوئی نمونہ پیش نہ تھا۔ اس لئے نہ ڈرا اور مرگیا مگر اس کے عزیزوں نے نمونہ دیکھ لیا اور فائدہ اٹھایا۔ اگر وہ ڈر جاتے تب بھی پیشنگوئی میں مہلت ہوتی جیسا کہ یونس علیہ السلام کی پیشنگوئی میں ہوا ہے۔ کیونکہ لایخلف المیعاد وارد ہے لایخلف الوعید وارد نہیں ہوا۔ بعض دفعہ عوام پر اشتباہ ہوتا ہے جیسا کہ مسیح کی بادشاہت مشتبہ رہی اور ایلیا کا نزول جسمانی نہ ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کی نجات دلانے میں شک ہوا۔ حدیبیہ میں تاخیر ہوئی۔ محمد حسین جہلا کا بھائی ہے جن پر یہ پیشنگوئیاں مشتبہ رہیں۔ وہ ایسا لفظ نہیں کہتا جو پہلے انبیاء کے متعلق نہیں بولا گیا۔ حال میں ایک یہودی نے اپنی کتاب میں ایک فہرست دی ہے کہ یہ پیشنگوئیاں مسیح کی پوری نہیں ہوئیں۔ اور یہ کہ اس کی تعلیم تورات کے خلاف ہے ایلیا نہیں

آیا یہ غلط ہے کہ ایلیا یحییٰ علیہ السلام تھا۔ کیونکہ تب خدا یوں نہ کہتا۔ کہ ایلیا خود آئیگا بلکہ یوں کہتا کہ اس کا مثیل آئے گا۔ اور صریح کو تحریف کرنا جھوٹے کا نشان ہے۔ پیشنگویوں کے سمجھنے میں دقت ہوتی ہے کیونکہ میں استعارات غالب ہوتے ہیں۔ عقلمند وہ ہے جو دوسروں کی نصیحت قبول کرے۔ مسلمان نزول مسیح میں ظاہر پر زور دیتے ہیں۔ جس کی نظیر نہ ہو اس پر اڑے رہنا بیوقوفی ہے۔ فاسئلوا اھل الذکر وارد ہے ۲۹ جولائی ۱۸۹۷ء میں مجھ کو الہام ہوا کہ مقدمہ ہوگا، باز پرس ہوگی اور جھوٹے الزام سے بریت ہوگی۔ ۲۲ اگست تک اطمینان کے الہام ہوتے رہے اور ۲۳ اگست کو بری کردیا گیا۔ اپنی جماعت کو یہ الہام سنائے گئے تھے جن میں یہ لوگ بھی تھے حکیم نور دین، محمد علی فضل دین، عبدالکریم سیالکوٹی، کمال الدین رحمت اللہ وغیرہ انہوں نے چار نشان دیکھے انبی مھین کی صداقت، اظہار قبل از وقت مدعی کا ملزم ہونا، اور محمد حسین کی ذلت اور سات مشابہتیں مسیح کے ساتھ۔

مسیح سے مشابہت

دیکھو اول یہود امرید نے مسیح علیہ السلام کو رشوت لے کر گرفتار کرایا تو عبدالحمید ادعائی مرید نے مجھے گرفتار کرانے کی کوشش کی۔ دوم مسیح علیہ السلام کی طرح میرا مقدمہ بھی امرتسر سے گورداسپور منتقل ہوا۔ سوم ڈگلس نے پلاطوس کی طرح کہا کہ میں اس کا کوئی گناہ نہیں دیکھتا۔ چہارم رہائی کے دن ایک چور تین ماہ کے لئے قید ہوا۔ پنجم یہودیوں کے سردار کاہن کی طرح محمد حسین نے مجھ پر بغاوت کا الزام لگایا۔ ششم ڈگلس نے سمجھ لیا کہ وہ جھوٹا ہے۔ ہفتم حضرت کی طرح مجھے بھی مقدمہ کی خبر پہلے دی گئی تھی مقدمہ کی سازش دو وجہ سے ثابت ہوئی اول یہ کہ عبدالحمید نے بیان بدل دیا۔ دوم یہ کہ پادری نور الدین اور گرے نے کہا تھا کہ عبدالحمید پہلے ہمارے ہاں آیا تھا۔ روٹی نہ ملی تو کلارک کے پاس چلا گیا۔ اگر سازش کے لئے آتا تو سیدھا کلارک کے پاس جاتا۔ مگر محمد حسین اسکو پہنچانے میں ناکام

رہا۔ اسے کیوں ہدایت نہ ہوئی؟ اس لئے کہ انسان بدی کرتا ہے تو اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے۔ نزول مسیح بروزی طور پر محقق تھا اکابر دین مان چکے تھے ابن عربی لکھ چکے تھے کہ وہ بروزی رنگ میں ظاہر ہوگا۔ مگر ان کو تعصب نے دور پھینکا۔ ہاں یہ فائدہ ضرور ہوا کہ ان کے فعل سے انکی ریاکاری کے پردے کھل گئے کہ کس قدر خود بینی، حسد، بخل اور تکبر کا چشمہ ہیں امید قوی ہے کہ ان کو چشم بصیرت حاصل ہو جائے گی۔ جس سے وہ خطرناک راستوں سے مجتنب ہو جائیں گے۔

وسائل ثلثہ اطمینان قلبی

ہم لکھ چکے ہیں کہ اطمینان قلب کے تین طریق ہیں۔ کتاب الٰہی، عقل اور نشان آسمانی جس کا سرچشمہ نبیوں کے بعد مجدد وقت امام الزمان ہوا کرتا ہے اصل وارث ان نشانوں کے انبیاء ہیں۔ مگر جب مدت کے بعد منقولی بن کر کمزور ہو جاتے ہیں تو خدا تعالیٰ ان کے قدم پر کسی ایک کو پیدا کرتا ہے۔ تاکہ لوگ ایمان تازہ کرلیں۔ بدنصیب ہیں جو ہدایت نہیں پاتے۔ (بیرونی اور اندرونی مخالف) مولویوں کو وفات مسیح از روئے قرآن و حدیث دکھائی گئی عقلی طور پر بھی شرم دلائی کہ آسمان سے آج تک کوئی نہیں اترا پھر ان کو نشان بھی دکھائے مگر تعصب نہ چھوڑا۔ پادریوں کو بھی ان وسائل ثلثہ سے نرم کیا گیا کہ پہلی تعلیم سے ان کے جسمانی اور مخلوق خدا کا پتہ نہیں چلتا۔ یہودیوں کو جو چودہ (۱۴) سال سے تعلیم انبیاء سے باخبر تھے یہ معلوم ہوا کہ ایک شخص خدائی کا دعویٰ کرتا ہے تو کہا کہ یہ دعویٰ مسلسل تعلیم مذہبی کے خلاف ہے اس سے بڑھ کر دلیل بطلان اور کیا ہو سکتی ہے کہ یہودیوں کو اس جدید عقیدہ کا خیال تک بھی پیدا نہ ہوا اور یہ کیسے ممکن تھا کہ انبیاء سابقین ایسی پیشگوئیاں درج کرتے جو توحید کے خلاف ہوتیں۔

تثلیث مسیح

اس لئے پادریوں کا یہ استدلال درست نہ ہوا کیونکہ قاعدہ ہے کہ تعلیم میں صراحت اور تفصیل ہوتی ہے اور پیشگوئیوں میں استعارات اور مجاز بھی ہوتا ہے اس لئے جب ان میں مخالفت پیدا ہو تو تعلیم کو مقدم سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس سے افادہ و استفادہ مطلوب ہوتا ہے اس لئے اسکے مقاصد کسی طرح مخفی نہیں رہ سکتے برخلاف پیشگوئیوں کے کہ اکثر گوشہ گمنامی میں پڑی رہتی ہیں اس لئے یہودی سچے ہیں اور ان کے معنی اس لئے بھی مستند ہیں کہ وہ انبیاء سے ایسا ہی سنتے آئے ہیں۔ شام میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ایک فرقہ موجود ہے وہ بھی عیسائیوں کے اس عقیدہ کے برخلاف ہے عقلاً بھی جھوٹے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک جہاں تثلیث کی آواز نہیں پہنچی وہاں توحید سے سوال ہوگا۔ نشانوں کا ذریعہ بھی ان میں مفقود ہے کیونکہ ان کے نزدیک معجزات کا سلسلہ بھی پیچھے رہ گیا ہے۔ مسیح علیہ السلام نے اگر چند ماہی گیروں کو خدائی کے نشان دکھائے اس کی خدائی سمجھ میں نہیں آتی اور نہ کوئی فلسفہ بتاتا ہے کہ اس شخص کو خدا کیوں نہ سمجھا جائے کہ جس کی دعا ساری رات منظور نہ ہوئی اور جس کی روح ناپاک اور نادان بھی ہے۔ زندہ ہے تو اپنی جماعت کو مدد دے کیونکہ انسان ہمیشہ خدا شناسی کا طالب ہوتا ہے۔ سوسچا مذہب خدا شناسی کا دروازہ بند نہیں کرتا۔ عیسائی مذہب تینوں ذرائع سے خالی ہے نہ مسلسل تعلیم، نہ عقل کیونکہ عقلی امر ہمیشہ قاعدہ کے ماتحت ہوتا ہے تو کیا یسوع جیسے اور بھی خدا تھے یا ہوں گے؟ جواب ملتا ہے کہ ہیں عقلی نشان بھی موجود نہیں، کیونکہ وہ تو خود بیچارہ اور بے خبر تھا دوسروں کی کیا سنے؟ اگر تمام مذاہب کے زوائد اور مخلوق پرستی کو دور کیا جائے تو صرف توحید باقی رہ جاتی ہے۔ جو اسلام کا بنیادی اصول ہے۔ تو عیسائیوں کے خلاف چار گواہ ہیں۔ اول یہودی جو تین ہزار برس سے تثلیث

کے خلاف ہیں۔ دوم یحییٰ علیہ السلام کا فرقہ جو اس کو یحییٰ علیہ السلام کا شاگرد اور انسان مانتا ہے۔ سوم عیسائیوں کا موحد فرقہ جس کا مناظر اہل تثلیث سے تیسری صدی میں قیصر روم کے سامنے ہوا تھا اور غالب رہا تھا اور قیصر روم نے بھی تثلیث ترک کر دی تھی۔ چہارم حضور ﷺ اور دیگر ہزاروں راستباز گواہی دے رہے ہیں کہ مسیح صرف انسان تھے اور خدا نے اب مجھے کھڑا کر دیا ہے کہ تثلیث کو توڑوں۔ ہماری مجلس خدا نما ہے دہریہ بھی ہماری مجلس میں خدا کا اقراری بن سکتا ہے۔ عیسائی میری صحبت سے دیکھ سکتا ہے کہ کس طرح نشان دیئے جاتے ہیں۔ عیسائیو! درماندہ اور ضعیف الخلقت کو خدا نہ بناؤ۔ ان کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ تقدس صرف عیسائیوں میں باقی ہے کیونکہ کئی ایک ان میں قابل شرم زندگی بسر کرتے ہیں۔ انجیل ایسی بگاڑی کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔ طمانچہ کے لئے دوسرا گال پیش نہیں کرتے۔ بلکہ افتراء سے مجھ پر جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا ہے۔

آتھم اور قسم کھانا

وارث دین، پریمداس، عبدالرحیم اور یوسف خاں نے جھوٹی قسمیں کھائی تھیں۔ آتھم کے مقدمہ میں لکھتے تھے کہ جھوٹی قسمیں کھانا جائز نہیں۔ آتھم سے بھی تقاضا کیا گیا تھا کہ قسم کھا کر کہہ دے کہ میں نہیں ڈرا۔ عدالت کے سوا قسم جائز نہیں تو مسیح علیہ السلام اور پولوس نے بغیر عدالت آئے قسم کیوں کھائی تھی۔ نیز عدالت میں مجلس ثالثی بھی درج ہے۔ ہم نے قسم پر چار ہزار روپیہ دینا بھی منظور کیا اور الہام پہلے ہی ہو چکا تھا کہ اگر وہ خود کھائے گا تو ہلاکت سے رہائی پائے گا۔ اسکے افعال خود گواہی دے رہے تھے کہ وہ اندر سے ڈر گیا ہے۔ اب قسم کیسے کھا سکتا تھا۔ عیسائی یہ تو سوچتے کہ اس کا یہ کہنا کہ سانپ چھوڑے گئے۔ بندوقیں دکھائی گئیں تلواروں سے حملہ ہوا تب صحیح تھا کہ عدالت میں قسم کھاتا۔ الہام میں یہ بھی تھا کہ اگر سچائی کو چھپائے گا تو جلد ہلاک ہوگا۔ تو ہمارے آخری اشتہار سے چھ ماہ کے

اندر مر گیا۔ ان کو یہ شرم بھی آئی کہ لیکھرام عید کے دوسرے روز مارا گیا جلسہ مذاہب لاہور میں انہوں نے دیکھ لیا کہ ہماری تقریر بالا رہی اور سول ملٹری گزٹ نے اس پر شہادت دی ایک اور ندامت ان کو یہ ہے کہ ہم نے تردید عیسائیت میں کئی کتابیں لکھی ہیں جن سے ان کی کمر ٹوٹ گئی ہے۔ اس لئے مجھے خود خطرہ تھا کہ تنگ آ کر یہ لوگ مجھ پر حملہ کر دیں گے۔ چنانچہ یہ مقدمہ بنایا گیا اور یہ ضروری تھا کہ آریہ اور محمد حسین بھی شامل ہوتا کہ ان کی ذلت بھی ہو جائے۔

عیسائیت پر اعتراضات

پادریوں کو اسلئے زیادہ جوش تھا کہ انکو میرے اعتراضات نے تنگ کر دیا تھا کہ

۱..... جو شخص ملعون ہو کر خدا کا دشمن ہو وہ کفارہ کیسے بن سکتا ہے۔

۲..... یسوع بیٹا ہے تو اور بھی بیٹے ہو سکتے ہیں۔

۳..... یہود کی مسلسل تعلیم سے تثلیث کا ثبوت نہیں ملتا۔

۴..... کفارہ سے گناہ کا وجود معدوم نہیں ہوا۔ اور اگر اس سے بدکاری جائز ہوگئی ہے تو شریعت فضول ہوگی۔

۵..... اس مذہب کی بنیاد صرف قصوں پر ہے۔ پھوے صانع کا پتہ لگ سکتا ہے مگر اس مذہب سے کچھ ثابت نہیں ہوتا جو اپنے پیٹ میں مردہ بچہ رکھتا ہے کہا جاتا ہے کہ مسیح نے مردے زندہ کئے اور تصدیق کے لئے مردے قبروں سے نکل کر بیت المقدس میں داخل شہر ہوئے تھے۔ ایسا ہی ہندو کہتے ہیں کہ مہادیو کی لٹوں سے گنگا بہہ نکلی تھی۔ رام چندر نے انگلیوں پر پہاڑ اٹھایا تھا، راجہ کرشن نے ایک تیر سے کئی لاکھ آدمی مار ڈالے تھے یہ مذہب خدا کی ہستی ظاہر نہیں کرتے۔ اور دہریت کا اثر باقی رہتا ہے۔ انسان سم الفار سے ڈرتا ہے بادشاہ سے خوف کرتا ہے مگر خدا سے نہیں ڈرتا حالانکہ تمام سعادت خدا شناسی میں ہے اور

تمردانہ زندگی میں اسے موت آجاتی ہے کسی کے کھانے سے ہم سیر نہیں ہوتے اور کسی کی خدا شناسی سے ہمکو فائدہ نہیں ہوتا۔ وید اور انجیل اتنا تو ثابت کرتے ہیں کہ خدا ہونا چاہیے۔ مگر یہ ثابت نہیں کرتے کہ یقینی طور پر وہ موجود بھی ہے۔ جو شخص جلالی تجلیات کے نیچے زندگی بسر کرتا ہے اسکی شیطنت مرجاتی ہے۔ انجیل نے سوائے کفارہ کے کوئی خدا شناسی کا طریق نہیں بتایا۔ جس سے یسوع نہ اس وقت لعنت سے سبکدوش ہے اور نہ آئندہ کسی وقت کوئی نسل اس کو سبکدوش کرے گی۔ یہ کیا ظلم ہے کہ ایک خبیث یسوع پر ایمان لے آئے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔ مسلسل لعنتوں سے فارغ ہو کر یسوع کب اس سے ملے گا۔ اصل نجات دینے والی چیز سے یہ لوگ بے خبر ہیں کہ آسمانی نور تمام تاریکیاں دور کرتا ہے اور نشانوں کیساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ اب جو خدا شناسی سے محروم ہے وہ اسے آئندہ بھی نہیں دیکھ سکتا۔ خدا نے کہا ہے کہ میں اپنے طالب کا دل اپنے نشانوں سے منور کروں گا یہاں تک کہ وہ خدا کو دیکھے گا۔ مکالمات میں بھی یہی باتیں میں نے سنی ہیں۔ ہم نے یہ حقیقت قرآن سے پائی ہے اور اس کی آواز سنی ہے۔ اس لیے بصیرت کی راہ سے اوروں کو دعوت دیتے ہیں کہ ہم نے نور پایا یا ظلمت دور ہوئی اب انسان اپنی خواہشات سے ایسا باہر آجاتا ہے جیسا سانپ اپنی کینچلی سے

۶..... کہتے ہیں کہ انجیل اپنی تعلیم کی رو سے آسمانی نشان ہے مگر مسیح نے یوں کیوں نہیں کہا تھا کہ میرے بعد فارقلیط نقصان کا تدارک کریگا۔ نیز اس میں صرف عفو کا ذکر ہے جو کسی وقت مجرم کو سر چڑھا دیتا ہے انسان میں کئی ایک قوتیں ہیں سوائے عفو کے۔ انجیل میں دوسری قویٰ کے متعلق کوئی تعلیم موجود نہیں جسمانی اعتدال خورد و نوش کے اعتدال پر قائم ہے۔ روحانی قویٰ کا اعتدال ان کے معتدل استعمال پر قائم ہے۔ حسد نیک طریق پر ہو تو غبطہ (رشک) بن کر موجب فضیلت ہے ورنہ خساست ہے۔ اس لئے عیسائیوں کو اپنے قوانین بنانے پڑے۔ قرآن کی روشنی میں انجیل مدھم پڑگئی اس لئے انجیل کو آسمانی نشان بتانا سخت

غلطی ہے۔

۷..... کہتے ہیں کہ خدا کے تین حصے اقنوم کہلاتے ہیں ایک اقنوم نے کہا کہ کوئی پاکدامن انسان پیدا ہو تو اس سے یکجان ہو جاؤ۔ چنانچہ یسوع کے سوا کسی کو بیگناہ نہ پایا اس لئے اس سے متحد ہو کر جسمانی صورت میں ہمیشہ کے لئے آگیا اور یسوع جسمانی خدا بن گیا۔ دوسرے اقنوم روح القدس نے کبوتری کی شکل اختیار کی۔ اقنوم اول یعنی باپ کا وجود یسوع اور روح القدس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ توحید کافی نہ تھی جب تک کہ خدا انسانی راہ سے تولد نہ ہوتا اور مرنے کے بعد لعنت اس پر نہ برتی۔ مگر سوال یہ ہے کہ ہر ایک پاکدامن سے اگر اقنوم کا تعلق اتحادی ہو سکتا ہے تو ملک صدق سالم سے ایسا تعلق پیدا کیوں نہ ہوا جو پاک دامن تھا اور مسیح سے پہلے ہو گذرا تھا۔ یسوع کا انتظار کیوں تھا؟ آتھم کی جماعت کہتی ہے کہ اقنومی کبوتری جب نظر آئی تھی تو اس وقت مسیح تیس (۳۰) برس کے تھے اور اسی وقت اقنوم کا تعلق بھی ہوا تو کیا یسوع پہلے تیس سال پاکدامن نہ تھا؟ شاید اسی اشتباہ کی وجہ سے کسی عیسائی نے یسوع کی ابتدائی زندگی نہیں لکھی۔ اور حالات کو قابل ذکر نہیں سمجھا اور یہ ظاہر ہے کہ خدا بھوک پیاس، تولد و موت، دکھ درد اور عجز و نادانی سے پاک ہے، مگر یسوع ایسا نہ تھا وہ خدا تھا تو یہ کیوں کہا کہ مجھے قیامت کی خبر نہیں اور مجھے نیک نہ کہو اور کیوں اس کی دعا قبول نہ ہوئی۔

۸..... ان کا یہ عقیدہ بھی صحیح نہیں ہے کہ بہشت صرف روحانی ہے جسمانی نہیں ہے، کیونکہ روح بغیر جسم کے کوئی کام نہیں کر سکتی۔ جسم کا ایک حصہ خراب ہو جاتا ہے۔ تو خیال یا حافظہ کام نہیں کر سکتا۔ اس لیے جب راحت یا عذاب تسلیم ہے تو ضرور ہے کہ جسم بھی ساتھ ہو ورنہ ادراک ناممکن ہوگا۔ گو یہ ممکن ہے کہ موت کے بعد کوئی دوسرا جسم اس کو مل جاتا ہوگا۔ جسکے ذریعہ اس کو پورا انکشاف، راحت، خوشی، عذاب یا مسرت حاصل ہو سکتی ہے۔ یوں تو عذاب میں جسم اور روح دونوں کو شریک سمجھتے ہیں مگر بہشت کے لائق صرف روح سمجھی جاتی

ہے۔ کیا یہ بے انصافی نہیں کہ دنیا میں تو روح اور جسم دونوں نیک و بد کمائیں اور بہشت میں جسم محروم رہ جائے قرآن شریف میں وجوہ یومئذ ناضرۃ وارد ہے۔ جس میں نضارت روحانی اور بصارت جسمانی دونوں کا ذکر ہے مسیح علیہ السلام نے بھی اشارۃً یہی ذکر کیا ہے۔

۹..... پادری یہ بھی مانتے ہیں کہ بہشت میں جسم ہوگا جو ادراک اور شعور رکھے گا۔ مگر یہ نہیں مانتے کہ اس کو لذات جسمانی بھی حاصل ہونگی۔ حالانکہ وہ جسم یا راحت میں ہوگا یا غیر راحت میں۔ تو ہر صورت میں لذت جسمانی کا حصول تسلیم کرنا پڑے گا۔

۱۰..... کہتے ہیں کہ عدل و عفو جمع نہیں ہو سکتے مگر یہ نہیں جانتے کہ عدل بنی نوع کے باقی نوع کے لئے رحمت بن جاتا ہے خونی کو قتل نہ کیا جائے تو قوم لڑ لڑ کر فنا ہو جائے گی اس لئے خدا عادل اور رحیم دونوں صفات سے متصف ہے۔ یہ کیا انصاف یا رحم ہے کہ بے گناہ یسوع کو ساری دنیا کی لعنتوں کا متحمل بنایا جاتا ہے۔

۱۱..... کفارہ سے گناہ کی معافی نہیں ہوئی کیونکہ انجیل میں ہے کہ اگر تیری آنکھ گناہ کرتی ہے تو اسے نکال دے اور تجھے کانا رہنا بہتر ہوگا

۱۲..... رحم و عدل میں تضاد نہیں ہے کیونکہ عدل کا دار و مدار قانون اور عقل پر ہے۔ تو جب انسان کو عقل دی گئی ہے تو اس سے برتاؤ بھی عدل کے ساتھ کیا جائیگا

۱۳..... یہ کہنا بھی غلط ہے کہ جانوروں کی موت آدم علیہ السلام کے گناہ کے باعث ہے کیونکہ آدم علیہ السلام اپنے گناہ سے پہلے ضرور گوشت کھاتا ہوگا تو جانور مرتے ہوں گے پانی پیتا ہوگا تو اس میں باریک جانور مرتے ہوں گے۔ یا یوں کہو کہ آدم علیہ السلام سے پہلے بھی دنیا آباد تھی جس میں جانور مرتے بھی تھے تو ان صورتوں میں آدم کا گناہ موت کا سبب کیسے ہوا؟

۱۴..... اناجیل اس لئے غیر معتبر ہیں کہ ان میں لکھا ہے کہ یسوع نے اتنے کام کیے کہ اگر وہ لکھے جاتے تو وہ کتابیں دنیا میں نہ سما سکتیں۔ کیا خوب ہے کہ تین سال میں تو اسکے کام سمٹ گئے مگر کاغذات میں نہ سمٹ سکے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ یسوع کو دنیا میں سر رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ حالانکہ اسکی اپنی ماں کا مکان موجود تھا۔ اور اس کے پاس روپیہ بھی کافی جمع رہتا تھا اور یہودا خزانچی مقرر تھا جو کچھ کچھ چرا بھی لیتا تھا۔ یہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ اس نے خدا کی راہ میں کچھ دیا بھی تھا؟

۱۵..... یہ جھوٹ ہے کہ پہلی کتابوں میں لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام ناصری کہلائے گا پھر ایک پیشینگوئی کے مطابق ناصر بمعنی شاخ ہے اور عبرانی میں اس کا معنی تر و تازہ ہے۔

۱۶..... یہ حوالہ بھی غلط ہے کہ مسیح نے کہا کہ پہلی کتابوں میں لکھا ہے کہ پڑوسی سے محبت کر اور دشمن سے نفرت کر۔

۱۷..... قرآن مجید اس انجیل کا مصداق ہے جو مسیح علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی نہ وہ انجیل جو حواریوں نے بعد میں تصنیف کر لی ہے۔ اور اصل انجیل پیش نہیں کر سکتے۔

۱۸..... انجیل کی رو سے برائی اپنے اندر اثر رکھتی ہے تو نیکی بھی اپنے اندر اثر رکھتی ہوگی اس لئے کفارہ باطل ٹھیرا کیونکہ نہ اس سے تمام اشیاء حلال ہوگئی ہیں اور نہ ان کا وجود معدوم ہوا۔

۱۹..... مسیح علیہ السلام کو خسرہ نکلا تھا بھوک پیاس سے تکلیف بھی ہوتی تھی اپنی والدہ سے گوشت پوست بھی حاصل کیا تھا موسمی اور بچپن کی تکالیف بھی ہوئی ہوں گی تو بے گناہ کیسے ثابت ہوا کیونکہ ان کا اصول ہے کہ جسمانی تکلیف گناہ کا نتیجہ ہے اس سے بڑھ کر ملک صدق ہی زیادہ پاک تھا تو یہ ضروری تھا کہ روح القدس کا تعلق اس سے ہوتا مسیح علیہ السلام سے نہ ہوتا۔

۲۰..... انکا اصول ہے کہ اصلی نجات گناہوں کو چھوڑنے سے حاصل ہوتی ہے تو کفارہ کو

باعث نجات کیوں سمجھا گیا اصل بات یہ ہے کہ خدا سے تعلق پیدا ہو تو نجات ہوتی ہے اس سے میلان یا قطع تعلق ہو تو عذاب ہوتا ہے" جناح "میلان عن الحق کا نام ہے اور" جرم" قطع تعلق کا نام ہے اور یہ دونوں انسانی فعل ہیں۔ اس میں کسی کا مصلوب ہونا یا نہ ہونا کچھ اثر نہیں کرتا۔ پس عمل کے بغیر نجات کا مفت میں حاصل کرنا غلط ہوگا ورنہ کیا ضرورت تھی کہ مسیح چالیس روز روزہ رکھتے۔ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نیکیاں برائیوں کا کفارہ ہیں زوال صحبت بیماری کا نام ہے اسی طرح زوال نیکی برائی ہوتی ہے تو نیکی جب اپنی جگہ موجود ہو جائے تو اس کا زوال جاتا رہے گا۔ (تطلع علی الافئدہ) سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم کا تعلق دل سے ہے کیونکہ بدی دل سے ہی اٹھتی ہے ورنہ نیک دل کو آنچ تک نہیں لگتی۔ جزاو سزا کا تعلق انسان کے فعل پر مرتب ہوتا ہے، جیسا کہ تجربہ بتا رہا ہے اس لئے اسلام نے کہا ہے کہ توحید موجب نجات ہے، جو قرآن اور نبی آخر الزمان کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے۔ تو یہ عقیدہ کہ بدی کا بدلہ ضرور ملے گا غلط ہو گیا' کیونکہ خدا اس آدمی کی طرح تنگ دل نہیں ہے جو اپنے نوکر کو سزا ضرور دیتا ہو یا اسکے عوض دوسرے کا گلا گھونٹ دیتا ہو' اور درگذر کرنا نہ جانتا ہو۔

۲۱..... توحید تین قسم ہے، عام کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ ہو' **خاص** کہ غیر کو موثر نہ سمجھا جائے' **خاص الخاص** کہ نفسانیت بھی ترک کی جائے' تورات میں یہ توحید نہیں ملتی۔ سورۂ اخلاص کے مقابلہ میں وہاں کونسی آیت ہے۔ سیاسیات اور اقتصادیات کو کہاں ذکر کیا ہے تو پھر کیوں کہتے ہیں کہ قرآن کی ضرورت نہیں' حالانکہ تورات صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی اور قرآن شریف تمام دنیا کے لئے نازل ہوا ہے۔

۲۲..... اناجیل کے معجزے اور بیانات قابل اعتبار نہیں ہیں کیونکہ انجیل نویس مدعی نبوت نہ تھے کہ ان کا کلام بیہودگی سے پاک ہوتا۔ صرف وقائع نگار تھے' مگر وقائع نگار کے لئے بھی

ضروری ہے کہ صادق القول، صحیح الحافظ، عمیق الفکر، محقق یا عینی شہادت رکھتا ہو' مگر ہم ان کے غلط حوالے لکھ چکے ہیں۔ باتیں بھی ناممکن کہی ہیں: کہ مردے نکلے، مخلوق نے خدا کے منہ پر تھوکا، صلیب دیا، ذلیل کیا، وہ عاجز ہوا، ماں کے پیٹ میں خون پیتا رہا، پیشاب کے راستے سے باہر نکلا، پھر کچھ انسان بنا اور کچھ کبوتر، اور اپنے دونوں جسموں میں تقسیم ہو کر رہ گیا۔

۲۳..... اناجیل تمام قوائے انسانی کی مربی نہیں ہیں۔ صرف چند قوائے نفسانی کے متعلق لکھا ہے اور یوں کہنا کہ تبدیل شرائع کو ملحوظ رکھ کر اس نے کچھ نہیں بتایا غلط ہے کیونکہ قرآن شریف نے جہاں تفصیلی احکام بتائے ہیں وہاں اجمالی طور پر قواعد کلیہ بھی لکھ دیے ہیں۔ جو ہمیشہ کے لئے کارآمد ہوتے ہیں چنانچہ السن بالسن کے ساتھ جزاء سیئة سیئة بھی لکھ دیا ہے تاکہ اس مجرم کو بھی سزا دی جائے کہ جس کے منہ میں دانت نہ ہوں۔

۲۴..... یسوع کے ابتدائی حالات نہیں ملتے۔ ہاں لوقا کہتا ہے کہ فرشتہ نے مریم سے کہا تھا کہ بچہ کا نام یسوع رکھنا مگر مریم اور مسیح کا بھائی کیوں منکر تھے اور مسیح ان سے کیوں بیزار تھا

۔

۲۵..... یوحنا لکھتا ہے کہ یسوع نے کہا کہ ہیکل چار برس میں تیار ہوئی اور یہودی کہتے ہیں کہ آٹھ برس میں تیار ہوئی تھی اور قرین قیاس بھی یہی ہے۔

۲۶..... یوحنا نے کہا ہے کہ مسیح کا نیا قول ہے کہ آپس میں محبت رکھو حالانکہ احبار میں یہ قول مذکور تھا۔

۲۷..... کہا جاتا ہے کہ اناجیل کی سند اسلام سے زیادہ معتبر ہے مگر ریونڈ اپنی کتاب "محمد ازم" میں لکھتا ہے کہ معجزات نبویہ کے راوی بڑے مشہور اور معتبر فاضل تھے جنہوں نے پشت در پشت کی سند سے ان کو ہم تک پہنچایا ہے اور ان کی سچائی تسلیم شدہ ہے اگر یہ طریق اختیار نہ کیا

جاتا تو دوسرا کونسا طریق تھا؟ خصوصاً جبکہ حضور نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے اس کی سزا آگ ہے تو اور بھی تصدیق ہو جاتی ہے مگر یہ طریق اناجیل کو نصیب نہیں ہوا۔

۲۸.....اسلام صرف قصوں پر مبنی نہیں بلکہ آسمانی نشانات سے ایمان کو تازہ کر رہا ہے اور ایسے لوگ بھی پیدا کئے ہیں جن سے تائیدی نشان ظاہر ہوئے ہیں جیسے جناب شیخ عبدالقادر جیلانی، ابوالحسن خرقانی، بایزید بسطامی، جنید بغدادی، ابن عربی، ذوالنون مصری، معین الدین اجمیری، بختیار کاکی، فریدالدین پاک پٹنی، نظام الدین دہلوی، شاہ ولی اللہ دہلوی اور شیخ احمد سرہندی۔ اسی قسم کے اور بھی ہزاروں آدمی ہو گذرے ہیں۔ اب بھی ایک آدمی موجود ہے کیا تم نے بھی اسے دیکھا ہے؟ یسوع کی تائید تو صرف قصوں سے ہوتی ہے مگر حضور کی تائید میں اب بھی نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔

۲۹.....شملر لکھتا ہے کہ انجیل یوحنا کے سوا باقی تین جعلی ہیں۔ ڈاڈویل لکھتا ہے کہ دوسری صدی کے وسط تک ان چار انجیلوں کا نام و نشان نہ تھا۔ سیموئل لکھتا ہے کہ موجودہ عہد نامہ نیک نیتی کے بہانہ سے مکاری کے ساتھ دوسری صدی کے آخر میں لکھا گیا ہے ایولسن پادری انگلستان کا باشندہ لکھتا ہے کہ متی کی یونانی انجیل دوسری صدی میں ایسے آدمی نے لکھی تھی جو یہودی نہ تھا کیونکہ جغرافیہ اور رسوم کی غلطیاں اس میں موجود ہیں۔

۳۰..... وہ اقراری ہیں کہ مذہب کے رو سے کوئی عیسائی سوسائٹی میں نہیں رہ سکتا اور نہ تجارت کر سکتا ہے کیونکہ اس میں کل کی فکر کرنے کی ممانعت ہے اور نہ فوج میں داخل ہو سکتا ہے کیونکہ دشمن سے محبت کرنے کا حکم ہے اور شادی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ بھی منع ہے۔ معلوم ہوا کہ اس کے احکام مختص القوم اور مختص الزمان تھے۔

۳۱.....''الوھیم'' آلہ کی جمع ہے مگر اس سے تثلیث ثابت نہیں ہوتی کیونکہ ''سامر'' اور

''دجال'' واحد بے معنی جماعت ہیں اور الوھیم جمع بمعنی واحد ہے اور خدا کے سوا قاضی اور فرشتہ کو بھی الوھیم کہتے ہیں۔ قاضیوں ۱۳/۲۲ میں ہے کہ جب منوحا سمون کے باپ نے خداوند کا ایک فرشتہ دیکھا تو اس نے کہا کہ ہم نے الوھیم دیکھا ہے۔ خروج ۱۲/۹ میں ہے کہ الوھیم بمعنی قاضی ہے اور ۷/۱۰ میں ہے کہ اے موسیٰ میں نے تم کو فرعون کے لئے الوھیم بنایا ہے استثناء ۳۵/۱۰ میں ہے کہ اس نے الوھا کو چھوڑ دیا جس نے اس کو پیدا کیا تھا۔ کئی جگہ الوھا الوھیم کی جگہ آیا ہے۔ یسعیا ۴۴/۶ میں الوھیم ہے اور ۴۴/۸ میں الوھا۔ معلوم ہوا کہ اظہار طاقت کے لئے جمع کا صیغہ واحد پر اطلاق ہو سکتا ہے۔ پیدائش ۱/۲۶ میں ہے کہ ہم انسان کو اپنی شکل پر بنائیں گے یہاں قدرت کا اظہار مراد ہے۔ یہاں عبرانی میں نعسہ مذکور ہے جو نصنع کا مرادف یا محرف ہے اگر اس سے کثرت مراد ہے تو تین تک کیوں محدود ہوئی؟

۳۲.....قانون قدرت ہے کہ چھوٹے کو بڑے پر قربان کیا جاتا ہے اور انسانی زندگی پر کیڑے مکوڑے مارے جاتے ہیں تو مسیح کو ہم پر کیوں قربان کیا گیا؟ کہتے ہیں کہ الزبتھ کے عہد میں سر سنانی نے لڑائی کے موقع پر ایثار کر کے دوسرے زخمی کو پانی کا پیالہ دے دیا تھا اور خود پیاسا مر گیا تھا۔ شاید اس لئے مرا ہوگا کہ سپاہی کام میں آئے تو یہ انسانی ایثار ہے جو زیر بحث نہیں۔ کیونکہ خدا ایسا ایثار نہیں کرتا کہ مخلوق کو بچانے کے لئے آپ ذبح ہو جائے کیونکہ وہ ایثار کر کے ترقی مدارج کا محتاج نہیں ہے یہ بھی ایثار نہیں کہ خدا اپنی صفت کسی کو دیدے اور خود معطل ہو کر بیٹھ جائے۔ اور یہ بھی ایثار نہیں کہ بلا احتیاج خوراک دوسرے کو دیدے اور خود بھوکوں مرے بلکہ یہ بیوقوفی ہے۔ ایثار میں عزت افزائی بھی ہوتی ہے اس لئے یہ جائز نہ ہوگا کہ کوئی اپنی بیوی دوسرے کو دیدے یا ایک جرنیل بکری کی جان بچانے کے لئے اپنی جان دیدے اس لئے ہندوؤں کا ایثار قابل تعریف نہیں کہ بتوں کے

سامنے اپنے ہاتھ پاؤں کاٹ دیتے ہیں۔ یا جگن ناتھ کے پہیئے کے نیچے کچلے جاتے ہیں

۴۳..... ابن اللہ جب تین روز مرا رہا تو دنیا کا منتظم کون تھا؟

۴۴..... محویت کے الفاظ سے الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔

الہامات محویت

کیونکہ مجھے بھی ایسے الہام ہوئے ہیں کہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے، زمین و آسمان تیرے ساتھ ہیں جیسا کہ میرے ساتھ ہیں، تو ہمارے پانی میں سے ہے، اور لوگ خشکی سے ہیں تو مجھ سے ایسا ہے جیسے کہ میری توحید، تو مجھ سے اس مقام اتحاد میں ہے کہ کسی کو معلوم نہیں، خدا عرش پر تیری تعریف کرتا ہے تو اس سے نکلا، اس نے تمام دنیا سے تجھ کو چنا، تو میری درگاہ میں وجیہ ہے، میں نے اپنے لئے تجھ کو پسند کیا، تو جہاں کا نور ہے، تیری شان عجیب ہے میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا، تیرے گروہ کو قیامت تک غالب رکھوں گا، تو برکت دیا گیا، خدا نے تیری مجد کو زیادہ کیا تو خدا کا وقار ہے۔ پس وہ تجھے ترک نہیں کرے گا، تو کلمۃ الازل ہے پس تو مٹایا نہیں جائے گا، میں فوجوں سمیت تیرے پاس آؤں گا، میرا لوٹا ہوا مال تجھے ملے گا، میں تجھے عزت دوں گا اور تیری حفاظت کروں گا، یہ ہوگا یہ ہوگا یہ ہوگا۔ پھر انتقال ہوگا۔ تیرے پر میرے کامل انعام ہیں۔ لوگوں کو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے پیار کرتے ہو تو آؤ میرے پیچھے چلو تا کہ خدا تم سے بھی پیار کرے۔ میری سچائی پر خدا گواہی دیتا ہے پھر تم کیوں ایمان نہیں لاتے۔ تو میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہم تیری تعریف کرتے ہیں۔ تیرے پر درود بھیجتے ہیں۔ اگرچہ چاہیں گے کہ اس نور کو بجھائیں مگر خدا اس نور کو جو اس کا اپنا نور ہے کمال تک پہنچائے گا۔ ہم انکے دلوں پر رعب ڈالیں گے ہماری فتح آئے گی زمانہ کا کاروبار ہم پر ختم ہوگا اس دن کہا جائے گا کہ کیا یہ حق نہ تھا؟ میں تیرے ساتھ ہوں جہاں تو ہے۔ جس طرف تیرا منہ ہے اس طرف خدا کا منہ۔ تجھ

سے بیعت کرنا ایسا ہے جیسا کہ مجھ سے۔ تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ لوگ دور دور سے تیرے پاس آئیں گے۔ خدا کی نصرت تیرے اوپر اترے گی۔ تیرے لئے لوگ خدا سے الہام پائیں گے اور تیری مدد کریں گے۔ کوئی نہیں جو خدا کی پیشگوئیوں کو ٹال سکے۔ اے احمد ﷺ تیرے ہونٹوں پر رحمت جاری ہے۔ تیرا ذکر بلند کر دیا گیا ہے۔ خدا تیری حجت کو روشن کریگا تو بہادر ہے اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو تو اس کو پا لیتا۔ خدا کی رحمت کے خزانے تجھے دیئے گئے ہیں تیرے باپ دادا کا ذکر منقطع ہوگا اور ابتداء تجھ سے کرے گا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اپنا جانشین بناؤں تو میں نے آدم یعنی تجھ کو پیدا کیا۔ آو آھن یعنی خدا تیرے اندر اترا۔ خدا تجھے ترک نہیں کریگا اور نہ چھوڑے گا۔ جب تک پاک اور پلید میں فرق نہ کرے۔ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں۔ تو مجھ میں اور مخلوق میں واسطہ ہے۔ میں نے اپنی روح تجھ میں پھونکی۔ تو مدد دیا جائے گا۔ گریز کی جگہ کسی کو نہیں رہے گی۔ تو حق کیساتھ نازل ہوا۔ تیرے ساتھ انبیاء کی پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ خدا نے اپنے فرستادہ کو بھیجا تا کہ اپنے دین کو قوت دے اور سب دینوں پر اس کو غالب کرے۔ اس کو خدا نے قادیان کے قریب نازل کیا۔ حق کی ساتھ اترا اور حق کے ساتھ اتارا گیا۔ ابتداء سے ایسا ہی مقرر تھا۔ تم گڑھے کے کنارے پر تھے خدا نے تمہیں نجات دینے کے لئے اسے بھیجا۔ اے میرے احمد تو میری مراد اور میرے ساتھ ہے۔ میں نے تیری بزرگی کا درخت اپنے ہاتھ سے لگایا۔ میں تجھے لوگوں کا امام بناؤں گا اور تیری مدد کروں گا۔ کیا یہ لوگ اس سے تعجب کرتے ہیں کہ خدا عجیب ہے چنتا ہے جسے چاہتا ہے اور اپنے کاموں سے پوچھا نہیں جاتا۔ خدا کا سایہ تیرے پر ہوگا۔ آسمان بند ہا ہوا تھا اور زمین بھی ہم نے دونوں کو کھول دیا۔ تو وہ عیسیٰ ہے جس کا وقت ضائع نہ ہوگا تیرے جیسا موتی ضائع نہیں ہوسکتا۔ ہم تجھے لوگوں کے لئے نشان بنائیں گے یہ امر ابتداء سے مقدر تھا۔ تو میرے ساتھ ہے۔ تیرا بھید میرا بھید ہے۔ تو دنیا و آخرت میں وجیہ و مقرب ہے تیرے پر انعام خاص ہے۔ تمام دنیا پر تجھے بزرگی ہے۔

بخرام کہ وقت تو نیک رسید پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد۔ میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھے اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا۔ دنیا نے اس کو قبول نہ کیا مگر خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور اور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کریگا اس کیلئے وہ مقام ہے جہاں انسان اپنے قوت اعمال سے نہیں پہنچ سکتا۔ تیرے لئے رات اور دن پیدا کیا گیا۔ تیری میری طرف سے وہ نسبت ہے کہ مخلوق کو آگاہی نہیں۔ اے لوگو تمہارے پاس خدا کا نور آیا تم منکر مت ہو۔ غرضیکہ اسی قسم کے الہامات اور بھی بہت ہیں۔

مکاشفات محویت

اور اب وہ مکاشفات ذکر کرتا ہوں کہ جن میں محویت نظر آتی ہے: میں نے مکاشفہ میں دیکھا کہ میں اور مسیح ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں۔ اسکو ''براہین'' میں شائع کر چکا ہوں۔ اس لئے ثابت کرتا ہے کہ ان کی مجھ میں تمام روحانیت اور کمالات موجود ہیں۔ ایک اور کشف ''آئینہ کمالات'' (ص ۵۶۴) میں درج ہے کہ میں نے اپنے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔ اور میرا اپنا ارادہ خیال اور کوئی عمل نہ رہا۔ اور

میں ایک سوراخ دار برتن کی طرح ہو گیا یا اس شئے کی طرح کہ جس کو کسی نے بغل میں دبا لیا ہو۔ اللہ کی روح مجھ پر محیط ہو گئی۔ مجھ پر مستولی ہو کر اپنے وجود میں مجھے پنہاں کر لیا۔ یہاں تک کہ میرا کوئی ذرہ باقی نہ رہا۔ میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو میرے اعضا اسکے اعضا۔ میری آنکھ، میرے کان اور میری زبان اسی کی بن گئی تھی۔ مجھے ایسا پکڑا کہ میں اس میں بالکل محو ہو گیا۔ اسکی قدرت اور قوت مجھ میں موجزن تھی۔ میرے دل کے چاروں طرف اسکے خیمے لگائے گئے تھے سلطان جبروت نے میرے دل کو پیس ڈالا سو نہ تو میں ہی رہا اور نہ ہی میری تمنا رہی۔ میری اپنی عمارت گر گئی اور اس کی عمارت نظر آنے لگی۔ الوہیت بڑے زور

کیساتھ مجھ پر غالب آ گئی۔ سر کے بالوں سے پاؤں کے ناخنوں تک اس کی طرف کھینچا گیا۔ ہمہ مغز ہو گیا جس پر کوئی پوست نہ تھا اور تیل بنا کہ جس میں میل نہ تھی۔ مجھ میں اور میرے نفس میں جدائی ڈال دی گئی۔ اس شئے کی طرح ہو گیا جو نظر نہیں آتی یا اس قطرہ کی طرح جو دریا میں مل جاتا ہے اور دریا اسکو اپنی چادر کے نیچے دبا لیتا ہے اب میں نہیں جانتا تھا کہ میں پہلے کیا تھا۔ الوہیت میرے پٹھوں اور رگوں میں سرایت کر گئی اور اپنے آپ سے کھویا گیا۔ اور اس نے میرے تمام اعضا اپنے کام میں لگا لئے اس زور سے اپنے قبضہ میں کر لیا کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں چنانچہ اسکی گرفت سے بالکل معدوم ہو گیا۔ مجھے یقین تھا کہ میرے اعضا میرے اعضا نہیں بلکہ اسکے اعضا ہیں۔ میں خیال کرتا تھا کہ اپنے وجود سے معدوم اور اپنی معیت سے قطعاً نکل چکا ہوں۔ اب کوئی شریک اور روک کرنے والا نہیں رہا۔ وہ میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب، حلم، تلخی، شیرینی اور حرکت، سکون سب اسی کا ہو گیا اور اس حالت میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نئی زمین و آسمان بنانا چاہتے ہیں۔ سو پہلے تو زمین و آسمان کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی تفریق اور ترکیب نہ تھی۔ پھر میں نے منشاء حق کے مطابق اسکی ترتیب و تفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اسکے خلق پر قادر ہوں اور پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا کہ انا زینا السماء الدنیا بمصابیح میں نے کہا کہ اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔ پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف بدل گئی اور میری زبان پر جاری ہوا کہ اردت ان استخلف فخلقت ادم. انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔

خدائی میں مقابلہ

''براہین'' میں اس قسم کے الہامات ۲۵ برس ہوئے شائع کر چکا ہوں۔ پادری مسیح کے ان الہامات سے مقابلہ کریں جن سے الوہیت مسیح ثابت کرتے ہیں پھر بتائیں کہ کس

کے الہام بڑھ کر ہیں؟ اگر مسیح کے الہامات سے خدائی ثابت ہوتی ہے تو میرے الہامات اس سے بڑھ کر ثابت ہوتی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر حضور کی خدائی ثابت ہوتی ہے کیونکہ یہ صرف نہیں کہ آپ کی بیعت خدا کی بیعت ہے یا آپ کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے یا آپ کا فعل خدا کا فعل ہے یا آپ کا تمام کلام وما ینطق عن الهوی کہہ کر خدا کا کلام ٹھہرایا ہے بلکہ قل یا عبادی میں تمام لوگوں کو آپ کے بندے ٹھہرایا ہے۔ تم نہیں سوچ سکتے تو تین منصف حلفاً کہہ دیں کہ یسوع کی خدائی زیادہ ثابت ہوتی ہے تو میں ایک ہزار روپیہ ان کو دے سکتا ہوں بشرطیکہ وہ کہہ دیں کہ اگر ہم اپنے بیان میں سچے نہ ہوں تو ایک سال میں خدا ہم کو برباد کر دے اگر کہا جائے کہ یسوع کا کلام خدا کا کلام تھا اور تمہارا کلام خود تمہارا ہی ہے تو جواب یہ ہے کہ کسی نے یسوع کی اپنی زبان سے اپنی خدائی کے متعلق کچھ نہیں سنا۔ صرف چند کلمات مروڑ تروڑ کر یسوع کی طرف منسوب کر دیے ہیں اور میرے الہام اور کشوف ان سے صدہا درجہ بڑھ کر ہیں۔ اگر کہا جائے کہ ان کے الہام خوارق سے ثابت ہیں تو میں کہوں گا کہ ان کی عینی شہادت موجود نہیں اور میری پاس عینی شہادت موجود ہے۔ پھر کہتا ہوں کہ سوچو کہ ہم دونوں کے الہامات میں سے الوہیت پر کس کے الہام قوی الدلالۃ ہیں کہا جاتا ہے کہ آمد مسیح کی خبر پہلی کتابوں میں تھی۔ میں کہتا ہوں: میری آمد کی خبر خود مسیح نے دی تھی کہ دوبارہ آؤں گا اور میری تصدیق زلزلوں سے ہوئی قوموں کے غلبہ سے، وبا پڑنے سے۔ اور آسمان پر بھی نشان ظاہر ہوئے۔ مسیح کے وقت ایلیا کے آسمان سے نہ اترنے کا عذر پیش کیا گیا تھا اور اس وقت بھی یوں کہا جاتا ہے کہ مسیح زندہ آسمان سے نہیں اترا۔ تم نے میرے نشان دیکھ لئے ہیں۔ میرے پاس آؤ ایک برس کے اندر کئی نشان پاؤ گے۔ خدا اس عاجز کے دل پر تجلی کر رہا ہے یسوع بن مریم خدا نہیں ہے یہ کلمات جو اسکے منہ سے نکلے ہیں اہل اللہ کے زبان سے نکلا کرتے ہیں مگر ان سے کوئی خدا نہیں بن سکتا۔ پادریوں کو میرے سبب

بہت ندامت ہوئی تو مجھ پر مقدمہ بنا دیا۔ مگر اس میں بھی ان کی پردہ دری ہوئی۔ محمد حسین نے لدھیانہ میں وفات مسیح پر مجھ سے مناظرہ کیا۔ مگر حیات مسیح ثابت نہ کر سکا۔ میں نے اسکے مقابلہ پر عربی کتابیں لکھیں وہ ان کا جواب بھی نہ دے سکا۔ اور سب سے پہلے لدھیانہ میں ہی ایک پیر مرد موحد کریم بخش نے کہا کہ میرے مرشد نے کہا تھا کہ مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا اس کا نام غلام احمد ہوگا گاؤں کا نام قادیان ہوگا اور لدھیانہ میں آئیگا۔ مولوی اس کو کافر ٹھہرائینگے۔ مگر وہ سچ پر ہوگا اور تو اسے دیکھے گا۔ یہ ہمارا پہلا نشان صداقت تھا۔ دوسرا نشان صداقت کسوف وخسوف تھا جو کسی مدعی مہدویت کے وقت ظاہر نہ ہوا تھا۔ تیسرا نشان ستارہ ذوالسنین تھا جو عیسیٰ کے وقت نکلا تھا اور خبر دی گئی تھی۔ کہ مسیح موعود کے وقت نکلے گا۔ چوتھا نشان آتھم کا شرط کے مطابق بچنا پھر مرنا۔ پانچواں احمد بیگ ہوشیار پوری کا مرنا۔ چھٹا نشان لیکھرام کا مرنا۔ ساتواں: جلسہ مہوتسو (مذاہب اسلام لاہور) میں میرے مضمون کا اعلیٰ رہنا۔ آٹھواں، مقدمہ کلارک میں یہ خبر پانا کہ بریت ہوگی۔ نواں محمد حسین کی ذلت۔ پہلے یہ الہام ہوا کہ قد ابتلی المومنون پھر الہام ہوا کہ انی مع الافواج اتیک بغتة پھر حفاظت کا الہام۔ دسواں راولپنڈی کے بزرگ کی پیشینگوئی اور توبہ۔ اس نے اخبار "چودھویں صدی" میں ۱۸۹۷ء میں میری توہین کی تھی کہ

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد | میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

مجھے رنج ہوا دعا مانگی کہ یا اللہ یا اسے توبہ بخش یا اسے ہلاک کر تو الہام سے اسکی توبہ معلوم ہوئی۔ سو اس کو خدا سے الہام پا کر ایک خط لکھا جو اخبار "چودھویں صدی" کی اشاعت نومبر ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا، اور میں اصل تحریر شائع کرتا ہوں تاکہ مرسید کے لئے قبولیت دعا کا تیسرا نمونہ ہو۔ وہ بزرگ پنجاب کے رئیس جاگیر اور ملہم ذی علم ہیں۔ انہوں نے ۱۲۹ کتوبر ۱۸۹۷ء کو مجھے ایک معذرت نامہ لکھ کر بھیجا تھا کہ میں اخبار "چودھویں صدی"

۹۷ء والا مجرم ہوں۔ فدوی خاکسار خطا کار خط کے ذریعہ حاضر ہو کر معافی کا خواستگار ہے جس نے جولائی ۹۷ء و جولائی ۹۸ء کے درمیان جرم کا اقرار کرلیا ہے میں متلاشی تھا۔ اب نوے فیصدی یقین ہوگیا ہے قادیانی آریوں نے کہا کہ آپ پاکباز ہیں۔ جوانی میں عبادت گذار رہے۔ تصنیفات میں زندہ روح ہے اور آپ کا مشن حکومت کی بغاوت کی طرف رہنمائی نہیں کرتا۔ مثنوی کا شعر اس لئے لکھا تھا کہ میں نے لاہور میں اپنے دوستوں سے برے کلمات سنے تھے کہ آپ خاتم المرسلین ہیں، ترک تباہ ہوں گے، سلطان قتل ہوگا اور دنیا کے مسلمان آپ سے التجا کریں گے کہ ایک سلطان مقرر کروں۔ یہ امر باعث رنج تھا کیونکہ وہ مقامات مقدسہ پر قابض ہیں، ورنہ ہم ہندوستانیوں کی خبر مطلقاً انہوں نے نہیں لی۔ مناسب تھا کہ ان کے حق میں دعا بخیر کی جاتی اور آپ نے مسیح کے متعلق سخت لفظ استعمال کئے ہیں۔ ترکوں کی تباہی کا اشتہار جب آپ نے نکالا تو مثنوی کا شعر میرے منہ سے بیساختہ نکلا مگر جلسہ مذاہب لاہور کی تقریر اور ''ازالہ اوہام'' سے معلوم ہوگیا کہ آپ کے متعلق دعویٰ رسالت بہتان ہے۔ اور مسیح کے متعلق آپ کے لفظ الزامی طور پر ہیں جیسا کہ کسی نے حضرت علی کے متعلق کہا ہے کہ:

آں جوانے بردت مالیدہ بہر جنگ دوغا ۔گالیدہ
بر خلافت دلش بسے مائل لیک بوبکر شد میاں حائل

آخر دل تڑپ اٹھا کہ توبہ کرو۔ مومن آل فرعون کا قصہ یاد آیا کہ ان یک کاذبا فعلیه کذبه اسکا اثر خارج میں بھی محسوس ہوا میں اب حاضر نہیں ہوسکتا۔ شاید جولائی ۹۸ء سے پہلے حاضر ہوجاؤں۔ امید کہ خدا معافی کی تحریک کریگا حضور کا مجرم

(دستخط)

راولپنڈی ۲۹ اکتوبر ۹۷ء۔

اس بزرگ اور آتھم کے متعلق پیشگوئی یکساں مشروط تھی۔ مگر بزرگ میں ایمان تھا معذرت بھیج دی اور آتھم میں ظلمت تھی اس لئے وہ احساس خوف پر حلف نہ کھا سکا اور ہلاک ہوا۔ بعد میعاد پیشگوئی کے اسنے شور مچایا کہ امرتسر، لدھیانہ اور فیروزپور میں مجھ پر بندوق، سانپ اور دروازہ توڑ کر حملے ہوئے۔ اگر سچ تھا تو نالش کرتا اسکا دادعدالت میں لازم تھا وہی ہمت کرتا یا کم ازکم میری ضمانت ہی کرواتا۔ مگر وہ تو مارے خوف کے مرا ہی جاتا تھا بہرحال خدا اس بزرگ کو معاف کرے ہم معاف کرتے ہیں۔ ہماری جماعت اس کو دعائے خیر سے یاد کرے۔ راقم خاکسار۔ (غلام احمد از قادیان ۳۰ نومبر ۱۸۹۷ء)

حکومت کی خدمت میں اظہار مظلومیت

چونکہ حکومت سب کو ایک آنکھ سے دیکھتی ہے اور اسکی شفقت ہر ایک قوم کو شامل ہے اس لئے ہمارا حق ہے کہ اپنی تکالیف حکومت کو پیش کریں کہ عیسائی ہماری نرم سے نرم تقریر کو بھی سخت بنا کر بطور شکایت پیش کرتے ہیں، حالانکہ وہ ہمارے نبی کو سخت گالیاں دیتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہم انکے مقابلہ پر بالکل خاموش رہیں۔ ہمارا حق تھا کہ سخت الفاظ کی شکایت کرتے مگر وہ الٹی ہماری شکایت کرتے ہیں کہ مسیح کو یہ لوگ برا کہتے ہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ ہم مسیح کو سچا نبی اور در استباز جانتے ہیں۔ اسی بنا پر انہوں نے مجھ پر مقدمہ کھڑا کردیا تھا جو خارج ہوگیا اس لئے اطلاعاً مرقوم ہے کہ پادری اور انکی تقلید میں آریہ جو سخت لفظ استعمال کرتے ہیں ہم ان کی زیادتی برداشت نہیں کرسکتے یہ ظاہر ہے کہ کوئی بھی اپنے مقتدا کے حق میں مفتری یا کاذب کا لفظ نہیں سن سکتا۔ مسلمان بار بار توہین منکر زندگی و بے شرمی کی زندگی جانتا ہے تو پھر اپنے ہادی کے متعلق کیوں کر توہین سن سکے گا۔ عماد الدین امرتسر نے گالیاں دیں تھا کہ داس نے برا کہا۔ رامچندر نے رسالہ ''مسیح دجال'' بنایا۔

''سوانح عمری واشنگٹن'' میں بھی سخت الفاظ ہیں۔ ''نور افشاں'' بھی بدزبانی کرتا ہے۔ آپ سوچیں ان بدزبانیوں کے کیا نتائج ہیں کیا ایسے الفاظ کسی مسلمان کی زبان سے حضرت مسیح کے متعلق نکل سکتے ہیں۔ ان سے سخت وہ لفظ ہیں جو انہوں نے خود ہمارے نبی کے متعلق لکھے ہیں جس پر کروڑوں فدا ہیں۔ جنکی نظیر دوسری اقوام میں نہیں مل سکتی۔ پھر ہم پر الٹا شکایت کرنا صریح ظلم ہے۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ حکومت اس رویہ کو پسند نہ کرے گی اور نہ عیسائیوں کو ہم مسلمانوں پر بیجا رعایت دے گی۔ گالیوں کی فہرست اس لئے پیش کی جاتی ہے کہ گورنمنٹ ستم رسیدوں کی اعانت کرے (یہاں پر وہ فہرست ہے جس کو درج کرنا مناسب نہیں) غالباً حکومت کو معلوم نہیں کہ پادری اس قدر بدزبان ہیں ورنہ خود ہی ضرور انسداد کرتی۔ ڈاکٹر کلارک نے عدالت میں لکھوایا تھا کہ سخت کلامی سے ہم پر حملہ کیا گیا ہے اگر عدالت کو معلوم ہوتا کہ ان کی طرف سے کئی سخت حملے ہو چکے ہیں تو کبھی یہ لفظ قلم بند نہ کرتی۔ مذہبی کتابوں کی سختی نرمی بالتقابل رکھنے سے معلوم ہوتی ہے ورنہ صرف تردید سختی کا مواد نہیں ہو سکتی بلکہ توہین اور سختی یہ ہے کہ کسی قوم کے مقتدا کو نہایت درجہ کی بے عزتی کے ساتھ یاد کیا جائے یا ناپاک افعال کی نسبت دی جائے۔ ہم کیسے سختی کر سکتے ہیں ہم تو خود مسیح کی توقیر پر مامور ہیں ہاں انکو خدا نہیں سمجھتے۔ مگر پادری ہمارے حضرت ﷺ کے متعلق کیا حسن ظن رکھ سکتے ہیں۔ انکے نرم لفظ یہ ہیں (نقل کفر کفر نباشد۔ آ ی) کہ معاذ اللہ وہ مفتری تھے سو کوئی مسلمان اس کو برداشت نہیں کر سکتا۔ انصاف یہ تھا کہ وہ بھی یہ لفظ چھوڑ دیتے کیونکہ جن لفظوں سے مسیح کی خدائی ثابت کرتے ہیں ان سے بڑھ کر ہمارے نبی ﷺ میں موجود ہیں۔ اور آپ کے نشانات بھی صدہا سے زیدہ ہیں۔ جن میں سے اب بھی ظاہر ہو رہے ہیں۔ گالیاں اس لئے جمع کی گئی ہیں کہ حکومت کو معلوم ہو جائے کہ ابتدا کس سے ہوئی ہے۔ پادریوں نے اپنی شکایت کو ایک روک بنایا تھا کہ کوئی مسلمان ان کا مقابلہ نہ

کر سکے کہ ان کے لفظ سخت متصور ہو کر قانون کے نیچے لائے جاتے ہیں اور پادریوں کو گالیاں دینے کا موقع مل جائے مگر دوسرا شخص نرمی کے ساتھ بھی سر نہ اٹھائے امید ہے کہ حکومت مذہبی معاملہ میں کسی کی رعایت نہ کرے گی اور ایسے نوٹس کو دھوکہ کھانے کی وجہ سے لکھ گیا ہے منسوخ سمجھے گی۔

گندی کتابوں کی فہرست

اسی کتاب کے (ص۹۱) پر یوں فہرست دی ہے کہ یہ کتابیں اسلام کے خلاف لکھی گئی ہیں۔ (۱) دافع البہتان از پادری رانکن ۱۸۴۲ء (۲) مسیح دجال از رام چند ۱۸۷۳ء (۳) سیرۃ المسیح ومحمد از ٹھاکرداس پادری ۱۸۸۲ء (۴) اندرونہ بائبل از آتھم (۵) تواریخ کا اجمال از ولیم ۱۸۹۱ء (۶) ریویو براہین احمدیہ از ٹھاکرداس ۱۸۸۹ء (۷) سوانح عمری محمد صاحب از واشنگٹن (۸) نور افشاں از مارچ ۹۶ء لغایت دسمبر ۹۶ء (۹) تفتیش الاسلام از راجرس ۱۸۷۰ء (۱۰) نبی معصوم ۱۸۸۴ء از اہل جنور (۱۱) پاداش اسلام ۱۸۶۶ء (۱۲) ستیارتھ پرکاش از دیانند ۱۸۷۵ء (۱۳) خبط احمدیہ از لیکھرام پشاوری ۱۸۸۸ء (۱۴) تکذیب براہین احمدیہ از لیکھرام ۱۸۹۰ء (۱۵) ثبوت تناسخ از لیکھرام ۱۸۹۵ء (۱۶) دشنامہ مسیح قادیانی از نذیر حسین دہلوی ومحمد حسین بٹالوی وعبدالجبار وعبدالصمد وعبدالحق (۱۷) تائید آسمانی از محمد جعفر تھانیسری ۱۸۹۲ء (۱۸) نظم حقانی واسرار کادیانی از سعدی نو مسلم لدھیانہ ۱۳۱۳ھ (۱۹) بت شکن از محمد رضا شیرازی (۲۰) خبط کادیانی کا علاج از راجندر سنگھ ۱۸۹۷ء۔

۱۱..... کتاب البریہ پر ایک سرسری نظر

۱..... اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب عالم شباب میں اپنے والد کو خوش رکھنے کی کوشش نہ کرتے تھے اور عہد تعلیم میں قرآن وحدیث کا مطالعہ از خود کیا تھا اس لئے ایسی

ٹھوکریں کھائیں کہ مسلمانوں کو اب تک ان کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے اور یصل بہ کثیرا کا منظر دکھائی دے رہا ہے اور جب ہم عہد تعلیم کے بعد جناب کی اشاعت اسلام کا نقشہ کھینچتے ہیں تو اس میں جابجا ہمیں سخت گیری اور خودستائی کی بدنما شکلیں نظر آتی ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب کو شروع سے اغیار پر نکتہ چینی کا ایسا ڈھب آیا ہوا تھا کہ دوشالہ میں لپیٹ کر جوتوں کی ایسی مار کرتے تھے کہ مخالفین مجبور ہو جاتے تھے کہ کھلم کھلا دشنامی مقابلہ کریں یا عدالت سے چارہ جوئی کرتے ہوئے ایسی دلدل میں پھنسائیں کہ جناب کو نکلنا مشکل ہو جائے مگر جناب بھی کوئی معمولی ہستی نہ تھے۔ رئیس اعظم تھے۔ آباؤاجداد سے حکومت برطانیہ کے پکے وفادار اور مددگار رہے تھے کیا مجال تھی کہ جناب کو رہائی دلانے کے وجوہات نہ سوچے جاتے اور مخالفین کو ناکام نہ رکھا جاتا۔ غالباً اسی استظہار کے حوصلہ افزائی پر قبل از وقت جناب کو فرشتے بھی نازل ہوتے ہوئے نظر آتے تھے اور الہام کی بارش بھی ہونے لگی تھی۔

۲..... قادیان کے متعلق جو لفظی ارتقاء بیان کیا گیا ہے۔ اسکی تصدیق سرکاری کاغذات سے پیش نہیں کی گئی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وجہ تسمیہ میں صرف دماغ سوزی سے کام لیا گیا ہے۔ ورنہ یہ ماننا پڑیگا کہ جس قدر بھی قادیان کے دور ونزدیک دوسرے گاؤں اسی نام سے آباد ہیں وہاں بھی یہی ارتقاء لفظی پیدا ہوا تھا۔ حالانکہ ان کے متعلق کوئی تصریح نہیں ملتی کہ وقائع مذکوران میں بھی نمودار ہوئے تھے پھر لطف یہ ہے کہ جس نام کے لئے اتنی جدوجہد کی جاتی ہے وہ کدعہ یا کرعہ، موضع ظہور مہدی ہے مگر اس ارتقاء میں کسی اسٹیج پر یہ بردز نہیں دکھایا گیا اور نہ کوئی سرکاری شہادت پیش کی گئی ہے کہ قادیان کو کسی وقت کدعہ یا کرعہ بھی لکھا گیا تھا۔ اس لئے یوں کہا جا سکتا ہے کہ کسی غلام قادر یا قادر بخش کے نام پر یہ اور دوسرے گاؤں آباد ہوئے ہیں کیونکہ پنجاب میں ایسے نام کو مختصر کرتے ہوئے اب بھی کادی

بولتے ہیں یا یوں کہیں کہ کادی کسی خاص قوم کی عرف عام ہوگی جو اسکے ارائیں (راعین) ہونے کو ظاہر کرتی ہے بہرحال اگر ہمارا خیال درست نہیں ہے تو جناب کی رائے بھی پایۂ یقین تک نہیں پہنچتی۔ بہائی مذہب کا مطالعہ کیا جائے تو یہ تمام مراحل طے کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی کیونکہ انکے مہدی کا ظہور ایک ایسے گاؤں سے ہو چکا ہے جو ایران میں اس وقت موجود تھا۔ بہت ممکن ہے کہ اس مذہب کے دوش بدوش چلنے کی خاطر قادیان کو بھی یہ نام دینے کی کوشش کی جا رہی ہو۔ اور یہ امر بھی مشتبہ ہے کہ لاہور سے قادیان پچاس میل کے فاصلہ پر مغرب شمال کے کونہ پر کس طرح وقوع پذیر ہے، حالانکہ بٹالہ اور گورداسپور وہاں سے مشرق وجنوب میں واقع ہیں جن کے پاس ہی قادیان بھی واقع ہے۔ شاید اس میں بھی کوئی مخفی راز ہو جو اب تک نہیں کھلا۔ (دیکھو اشتہار بندہ)

۳..... جناب کے بیان سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ابتدائی تعلیم گو آپ نے دو تین استادوں سے حاصل کی تھی۔ مگر قرآن وحدیث کا مطالعہ اس قدر تھا کہ ان دنوں آپ کو اپنے ماحول کی بھی خبر نہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مسائل اسلامیہ میں اور عقائد اسلام کے بیان کرنے میں ہمیشہ رائے تبدیل کرتے رہتے تھے اور نیم ملا بن کر بیچارے مسلمانوں کا ایمان خطرہ میں ڈالتے رہے۔ گو اہل دانش اس تعلیمی نقص کو ایک تذبذب ایمانی جانتے ہیں مگر جناب اس کو اپنا مایۂ ناز سمجھتے رہے۔ باب اور بہاء بھی اس نقص کو اور اپنے امی ہونے کو نشان صداقت پیش کرتے رہے اور جس قدر اسلام کو ان کے وجود سے نقصان پہنچا ہے وہ اس قدر نہیں کہ جس قدر جناب کے وجود سے پہنچا ہے کیونکہ ان کا سارا منبع علم مطالعہ ہی تھا اور جناب کا علمی سرمایہ کچھ باقاعدہ تعلیم پا کر بھی حاصل ہوا تھا۔ الغرض ایسے خود رائے مولویوں نے نہ صرف اپنی خود رائیوں کو الہامی رنگ چڑھایا ہے بلکہ یہاں تک علم لدنی کے دعویدار ہو کر آگے بڑھے ہیں کہ اپنے اغلاط اور فاسد خیالات کو تجدید اسلام اور تجدید لسان کے پیرایہ میں پیش کرتے

ہوئے خوردہ گیر کو کمال پائے استحقار سے ٹھکرا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن کے نزدیک جہل مرکب ایک لاعلاج بیماری ہے وہ بابی، بہائی اور قادیانی تعلیم کو قبول کرنے سے انکار اور استنکاف سے کام لیتے ہیں۔

۴..... اسلام جدید کے گروہ اپنے اپنے بانیان مذہب کی علمی طاقت کو قرآنی فصاحت کے مساوی سمجھ کر اپنی لاعلمی اور ناقدر شناسی کا ثبوت دیتے ہوئے یہاں تک بڑھ گئے ہیں کہ لفظی یا معنوی کمزوریوں کے متعلق وہی جواب دیتے ہیں جو آج تک مسلمان قرآن شریف کی حمایت میں پیش کرتے رہے، حالانکہ قرآنی عربیت کو اہل زبان عربی فصحاء لاجواب پاکر اس کے سامنے ہتھیار ڈال چکے تھے اور شیرازی یا قادیانی عربیت کو خود معاصرین اہل علم نے بنظر تحسین نہیں دیکھا۔ تو بھلا عرب کے اہل قلم اور فصحائے حجاز سے کب امید ہو سکتی ہے کہ ایسی عربیت کو کم از کم عربیت کا ہی درجہ بخشیں۔ کہا جاتا ہے کہ اعتراض تو قرآن مجید پر ہوئے ہیں مگر یہ کبھی غور نہیں کیا کسی عرب نے بھی آج تک اس پر اقدام کیا ہے؟ بلکہ جو کچھ آج پیش کیا جاتا ہے وہ ان لوگوں کی کراہت طبع کا نتیجہ ہے جو خود عجمی الاصل یا عرب مستعرب اور عرب مولدین ہیں اس لئے اس موقع پر قیاس مع الفارق ہوگا۔

۵..... بہاء و باب اپنے اصل کے رو سے عربی النسل تھے اور اپنی موجودہ ہستی میں عجمی النسل بن کر ابناء فارس کا مصداق بننے کی کوشش میں تھے۔ اور جناب اپنی موجودہ ہستی میں پنجابی النسل تھے اور خاندان کی رو سے سمرقندی النسل ہونے پر مفتخر ہو کر ابناء فارس میں داخل ہونا چاہتے تھے اور ایک الہام کے رو سے آپ عربی النسل بھی بن چکے تھے لہٰذا مکمل طور پر ابناء فارس نہ بہاء و باب تھے اور نہ جناب۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ابناء فارس کا صحیح مصداق صرف وہ لوگ تھے جو اپنے آپ کو اول سے آخر تک حضرت سلمان فارسیؓ کی طرح فارسی النسل ہی کہلاتے رہے ہیں۔ باقی دخیل کار اس کا صحیح مصداق نہیں بن سکتے۔ ہاں

جناب نے اس موقع پر ابناء فارس میں داخل ہونے کا فخر اپنے الہام (خذوا التوحید یا ابناء فارس) کی وساطت سے بھی حاصل کرنا چاہا ہے۔ مگر جب اس الہام کو واقعات کے پیش کیا جاتا ہے تو حدیث النفس سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ علاوہ بریں اسلامی تعلیم کی رو سے مہدی یا مسیح کا عجمی النسل ہونا سرے سے ضروری ہی نہیں تو پھر معلوم نہیں کہ خواہ مخواہ اس معاملہ کو کیوں چھیڑ دیا ہے۔

۶..... کتب بینی کے استغراق نے جناب کے علم لدنی کو مشکوک کر دیا تھا اس سے پہلے باب نے علوم اکتسابیہ کے متعلق عدم جواز کا فتویٰ دے دیا تھا اور حضرت بہاء صرف ان علوم کی تعلیم جائز سمجھتے تھے کہ جن سے شکم پروری حاصل ہو، ورنہ دوسرے علوم عالیہ کے متعلق ان کا بھی یہی خیال تھا کہ وہ جہالت اور اوہام کے مدارج ہیں اور ان دونوں (باب و بہاء) کے نزدیک علم صرف ان تعلیمات کا نام تھا کہ جن کے ذریعہ سے انہوں نے قرآن شریف کو قرآنی مفہوم جدید پیدا کرنے سے منسوخ کر دیا تھا اور جناب بھی کو قرآن شریف کی تنسیخ کو کفر سمجھتے تھے۔ مگر باطن قرآن سے مفاہیم جدیدہ پیدا کرنے میں آپ بھی ان دو بزرگوں سے کسی طرح کم نہ تھے بلکہ ''دافع البلاء'' میں تو جناب نے حضرت داؤد و سلیمان کے قصے بیان کرتے ہوئے اعلان ہی کر دیا تھا کہ جب ایک نبی کو دوسرے نبی کے مقابلہ پر معانی جدید سمجھائے جاتے ہیں تو ہمارا باطن قرآن میں معانی جدید کا اختراع کرنا مولویوں کے مقابلہ میں جو کسی طرح بھی نبوت کے مقام پر نہیں پہنچ سکتے قابل تعجب نہ ہوگا' کیونکہ یہاں نبی اور غیر نبی کا مقابلہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک غیر جانبدار محقق کے نزدیک یہ تینوں بزرگ ایک ہی درجہ کے علم لدنی رکھنے کے دعویدار تھے۔

۷..... ''کتاب اقدس'' میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی بجائے تمام فصول و ابواب کے شروع میں بسم العلی الابہی وغیرہ لکھا ہوا ہے اور قرآن مجید کی طرح بڑی سورتوں سے شروع

کرکے چھوٹی سورتوں میں ختم کیا ہے۔ آیات کے نشان بھی اسی طرح دیئے ہیں۔ ''اعجاز المسیح'' اور'' استفتاء'' میں گو بسم اللہ تو نہیں بدلی مگر قرآنی آیات کی طرح فقرات ختم کئے ہیں۔ حال میں علامہ مشرقی عنایت اللہ نے اپنی کتاب'' تذکرہ'' میں قرآن مجید کا مفہوم جدید تراشنے میں یہی چال چلی ہے۔ غالباً ان مدعیان الہام کی یہ کوشش نظر آتی ہے کہ وہ اپنی وحی یا الہام کو قرآن شریف کے مقابلہ میں دکھائیں مگر کجا قرآنی اعجاز اور کجا ان کی پھسپھسی بولی کہ ابتدائی طالب علم عربی خواں بھی جس کو اصول عربیت سے گری ہوئی خیال کرتا ہے۔ مسیلمہ کذاب نے ''فرقان اول''،'' فرقان دوم'' لکھا تھا اور جناب ابوالعلاء معری نے بھی اپنا قرآن تیار کیا تھا۔ مگر باوجودیکہ اہل زبان تھے اسکے مقابلہ پر فیل ہوگئے۔ آج کوئی شخص بھی ان کے اقوال کو مقابلہ پر لانے کی جرأت نہیں کرسکتا تو بھلا پنجابی اور شیرازی ملہموں کی کیا جرأت ہوسکتی ہے کہ اسکا مقابلہ کرسکیں۔ کہنے کو تو کہہ دیتے ہیں کہ حضور ﷺ نے قرآن اپنے لفظوں میں لکھا تھا۔ مگر اندھے بھی جانتے ہیں کہ حضور ﷺ کے خود اپنے اقوال بھی قرآنی عربیت کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔

۸…… بہاء و باب نے مخالفین کو ھمج رعاع وغیرہ کہا اور جناب نے اپنے مخالفین کو اس قدر گندے الفاظ سے یاد کیا ہے کہ انکے جواب میں مخالفین نے ترکی بترکی جواب دینے میں جناب کے دانت کھٹے کردیئے تھے تو مجبوراً حکومت سے پناہ لی کہ ان کو روک دینا ضروری ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء کے بعد جب لڑائیوں کا خاتمہ ہوا تو قلمی لڑائیاں شروع ہوگئیں۔ وہابیت کی جنگ میں بڑے بڑے تکفیری اور دشنامی گولے چھوڑے گئے۔ عیسائیت کی جنگ چھڑی تو اس وقت بھی مولانا رحمت اللہ مرحوم اور مولانا محمد قاسم وغیرہ کے باہمی مناقشات میں الزامی طور پر توہین وتجہیل کا داروسکہ استعمال ہوتا رہا۔ بعد میں جناب کا زمانہ آیا تو تیر وتفنگ کی بجائے دشنامی مشین گن چلنے لگی اور فضائے مذہب کو ایسا مکدر کردیا

کہ جب تک جناب دنیا سے رخصت نہ ہوئے آریوں، عیسائیوں اور مسلمانوں نے دشنامی ہتھیار نہ ڈالے۔'' کتاب البریہ'' میں جناب نے گالیوں کی فہرست تقریباً چار سو تک دی ہے۔ جو جناب کی خدمت میں پیش کی گئی تھیں۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ جناب نے ''براہین''،'' انجام آتھم''،'' اعجاز المسیح'' اور'' اعجاز احمدی'' وغیرہ رسائل میں کیا کیا کچھ کہا ہوگا۔ ورنہ بے وجہ کوئی کسی کو گالیاں دینے پر جرأت نہیں کرسکتا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب کا عہد مسیحیت ایسے گندے مواد سے پر تھا کہ ممکن نہیں کہ آئندہ اس کا ریکارڈ بیٹ (توڑا) کیا جائے۔ عہد رسالت میں گو مخالفین نے سخت وست لفظ استعمال کئے تھے جس کا خمیازہ ان کو بھگتنا پڑا۔ مگر آج پرانی کوئی تحریر یا شعر ایسا نہیں ملتا کہ جس میں اسلام کو یا پیغمبر اسلام کو برے لفظوں سے یاد کیا گیا ہو۔ اس لئے قادیانی لٹریچر کو اسلامی لٹریچر سے کوئی نسبت نہیں دی جاسکتی اور حکومت خواہ کتنے ہی آرڈیننس جاری کرے مگر جب تک قصائد مرزا اور تحریرات مرزا دلخراش الفاظ پیش کرتے ہوئے نظر آئیں گے جوابی توہین کا انسداد مشکل نظر آتا ہے میدان صحافت میں قادیانی اخبارات نے بہت کچھ اصلاح کرلی ہے تو اگر اپنے قادیانی لٹریچر کی اصلاح بھی ہوجائے تو کم ازکم جناب کی زندگی پر یہ حرف نہیں آئے گا کہ جناب کا ریکارڈ بہت گندہ تھا۔ گو اب یہ کہنا غلط ہے کہ جناب سے پہلے مناظرین نے بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین کی ہے کیونکہ انہوں نے جو کچھ کہا الزامی طور پر کہا اور اپنے تقدس والہامات محویت کو پیش کرکے توہین نہیں کی۔ مگر جناب نے تو یہ غضب کیا کہ اپنے الہام وکلام مسیح کے مقابلہ پر رکھ کر انعامی اعلان کردیا کہ جو شخص میرے الہامات وکلام مسیح سے کم درجہ ثابت کرے وہ انعام کا مستحق ہوگا۔ بہرحال یہ مقدس توہین آج تک لاجواب رہی ہے۔

۹…… جناب نے اپنی تصانیف میں اغیار کو جنون اور خشک دماغی سے مطعون کیا ہے مگر اپنا یہ

حال ہے کہ والد کی وفات کے بعد معاً ایک خواب کی بنا پر فاقہ کشی شروع کر دی اور رنگ برنگ ستونوں کا منظر پیش آنے لگا جس کو عالم ثانی سمجھے اور تقدس اور خشک مزاجی میں پھنس گئے۔ طبیعت پر گوشہ نشینی اور غصہ کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ بات بات پر تخت دست لکھنا شروع کر دیا اور دنیائے مذہب پر وہ کالی گھٹائیں اٹھائیں کہ جنگی ژالہ باری اب تک لوگوں کے سر صاف کر رہی ہے۔ دوسروں سے کہا کہ ایسا کرنے سے سل دق وغیرہ بیماریاں ہو جاتی ہیں۔ مگر اپنے آپ کی خبر نہ لی کہ مراق دوران سر، ذیابیطس کے ساتھ صحت جسمانی کا ستیاناس کر رہا ہے۔ اور ایسی غلط فہمی میں مبتلا ہوئے کہ اپنی بیماریاں بھی نشان صداقت میں داخل کر لیں۔

۱۰..... جناب نے عیسائیوں کے مقابلہ پر مجرم کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ سے قطع تعلق کا نام جرم ہے اور جب جناب پر ادعائے مہدویت و مسیحیت کی بناء پر تکفیری فتوے لگے تو بجائے اس کے کہ آپ اپنے لفظ واپس لیتے اور خدمت اسلام یا کسر صلیب کے لئے مہدی یا مسیح بننے کو ضروری نہ سمجھتے اور ابھرے اور مخالفین کو مجرم قرار دیا۔ اور لتستبین سبیل المجرمین کا الہام شائع کر کے تمام دنیائے اسلام کو مجرم غیر ناجی اور اسلام سے خارج قرار دیا۔ یہ جناب کا پہلا مقدس حملہ تھا کہ جس سے کوئی مسلم جانبر نہ ہو سکا پھر اس کے بعد دوسرے حملے اس سے بھی بڑھ کر کھلے لفظوں میں کئے جن کا نتیجہ آخر میں یہ ہوا کہ اسلام کو صرف اپنے تابعداروں میں ہی منحصر کر دیا۔ اور شیرازہ اسلام کو ایسا منتشر کیا کہ تیمور اور چنگیز خان کی روح سے بھی خراج تحسین لے کر چھوڑا۔

۱۱..... سرکاری اعزاز کو الٰہی اعزاز یہاں تک قرار دیا کہ عدالت میں کرسی ملنے کو بار بار ذکر کرتے ہوئے مولوی محمد حسین بٹالوی کو کرسی نہ ملنے کی وجہ اس محویت میں بیان کی ہے کہ گویا آپ کو کرسی کیا ملی تھی عرش بریں مل گیا تھا۔ جس کے شکریہ میں اپنے تمام اندازی الہام بھی

گورنمنٹ کے قبضہ میں کر دیئے تھے کہ جسے چاہے اشاعت کے لیے منظوری دے اور جسے چاہے مسترد کر دے۔ مگر یہ پابندی اگر کسی اور مدعی الہام پر عائد ہوتی تو جناب کے نزدیک یہی سخت کمزوری اور ذلت کا باعث ہوتی۔

۱۲..... حضور ﷺ کے متعلق ایک موقع پر جب ابوسفیان سے سوال ہوا تھا کہ کس قسم کے لوگ داخل اسلام ہو رہے ہیں؟ تو تصدیقی جواب یوں دیا گیا تھا کہ وہ غریب لوگ ہیں۔ پھر آباء و اجداد کا سوال ہوا تھا تو جواب دیا گیا تھا کہ وہ حکمران نہ تھے۔ تو ہرقل نے یہی علامت صداقت پیش کی تھی۔ مگر یہاں یہ عالم ہے کہ کمشنر صاحب گھر آتے ہیں تو یوں سمجھا جاتا ہے کہ خدا ہی آ گیا ہے۔ کرسی ملتی ہے تو بار بار اپنی صداقت کو اس پر جلوہ افروز کیا جاتا ہے۔ جدی جائداد اور موروثی وفاداری اور مورث اعلیٰ کی عملداری کو اس رنگ میں بیان کیا جاتا ہے کہ صاف یقین کیا جا سکتا ہے کہ یہ تمام جدوجہد اپنی کھوئی ہوئی جائداد کو واپس دلانے کے لئے کی جا رہی ہے یا کم از کم موجودہ مالیت کے بقاء کے لئے حلف وفاداری میں سینکڑوں کتابیں لکھی جا رہی ہیں اور مخالفت جہاد میں اتنی کوشش کی جا رہی ہے کہ گویا حکومت سے الجھنا خدا سے الجھنے کے برابر ہے۔ دوسرا پہلو دیکھئے فخریہ طور پر اپنی جماعت کو ان افراد پر شامل کیا جا رہا ہے کہ جن میں سوائے دنیاوی وجاہت کے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔

۱۳..... جناب نے علماء اسلام کی جہالت چار وجوہ سے ثابت کی ہے۔ اول یہ کہ قرآن مجید مسیح کو مردہ ثابت کر رہا ہے اور یہ لوگ اسے زندہ سمجھتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اہل اسلام نے قرآن سے ہی حیات مسیح ثابت کی ہے تفصیل کے لئے دیکھو (کاویہ حصہ اول، وب حیاۃ مسیح بالقرآن) دوم یہ کہ خاتم الانبیاء کا عقیدہ رکھ کر نزول مسیح کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جناب نے بھی تو اس جرم کا ارتکاب کیا ہے کہ آخری مجدد کا

نام مسیح موعود ہے اور نبی اللہ بھی ہے اور حکم بھی۔ تو اگر آپ یہ تاویل کریںگے کہ یہ صرف اعزازی خطاب ہے یا یہ نبوت بروزی اور بطریق رجعت ہے تو اہل اسلام بھی یہ تاویل کرتے ہیں کہ خاتم الانبیاء کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت صحیح نہیں اور مسیح کی بعثت حضور ﷺ سے اول ہو چکی ہے اور نزول کے بعد بعثت سابقہ کے ساتھ خاتم الخلفاء ہوں گے۔ سوم یہ کہ نزول مسیح غلبہ دجال اور غلبہ نصاریٰ کے وقت تسلیم کرتے ہیں، حالانکہ یہ دو قسم کے غلبے ایک وقت جمع نہیں ہو سکتے۔

جواب یہ ہے کہ جناب کو اصلی حالات پر اطلاع نہیں کہ آثار نزول مسیح میں سے غلبہ نصاریٰ شامل کیا گیا جس کے بعد مسیح دجال یہودیوں کا بادشاہ ہونا قرار پایا ہے جو نصاریٰ پر بھی اپنا تبلیغی اثر کرے گا جس طرح کہ آج کل مسیح ایرانی یا قادیانی عیسائیت کو مغلوب کرنے میں مستغرق ہیں ورنہ حکومت صرف یہودیوں پر کرے گا اور انکی سرکردگی میں دنیائے اسلام کو مٹانا چاہے گا تو اس ارض مقدس میں پہلے امام مہدی کے ساتھ چپقلش ہوگی بعد میں مسیح علیہ السلام اس لڑائی کا خاتمہ کر دیںگے۔ گو اس وقت غلبہ نصاریٰ ہے مگر غلبہ یہود کے قرائن بھی موجود ہونے میں بہت امکان ہے کیونکہ اس وقت وہ ارض مقدس میں جمع ہو رہے ہیں۔ چہارم یہ کہ مسیح کو امام مہدی مانتے ہیں اور انکار بھی کرتے ہیں۔

تو اس کا جواب بھی ظاہر ہے کہ نزول مسیح کے اول امام المسلمین جناب مہدی ہوںگے۔ کچھ مدت کے بعد دوسرے امام المسلمین مسیح علیہ السلام ہوںگے جن کو حکم اور مہدی وقت کہا جائے گا چونکہ جناب کو اصل واقعات پر عبور کامل نہ تھا اس لئے نوتعلیم یافتہ کی طرح آپ کو تناقض ہی تناقض نظر آتا تھا۔

۱۴..... جناب نے نزول مسیح اور نزول انبیاء کو یکساں قرار دیا ہے کہ جس طرح مسیح ناصری سے پہلے نزول ایلیا بروزی طور پر تھا اسی رنگ میں خاتم الانبیاء کے بعد نزول مسیح بھی بروزی

رنگ میں ہوگا ورنہ اگر نزول ایلیا جسمانی طور پر مشروط ہوتا تو مسیح ناصری کی تکذیب لازم آتی ہے۔

جواب یہ ہے کہ اگر یہ نظریہ تسلیم کیا جائے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ نبی کا بروز بھی مستقل نبی ہوتا ہے کیونکہ حضرت یحییٰ کو بروز ایلیا تسلیم کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح مسیح ناصری کا بروز یا حضور ﷺ کا بروز بھی ضروری طور پر نبی مستقل کے طور پر ہوگا اور جناب کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ نبی مستقل ہیں یا حضرت یحییٰ بھی صرف اعزازی نبی تھے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ نظریہ ہی غلط ہے کیونکہ غور سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو ایلیا تسلیم نہیں کیا اور نہ ہی خود حضرت مسیح نے اپنے آپ کو ایلیا قرار دیا ہے کیونکہ اس سے مراد حضور ﷺ کا ظہور تھا جو دونوں بزرگوں کے بعد ہوا۔ اور چونکہ ظہور ایلیا کی خبر بڑی سرگرمی سے دی جا رہی تھی۔ اس لئے تمام طبائع اس کی طرف لگی ہوئی تھیں اور جو نبی ظاہر ہوتا تھا اسی کو ایلیا تصور کرنے لگ جاتے تھے اور اگر نزول ایلیا نزول مسیح کے لئے شرط تسلیم کی جائے تو یوں کہا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ کا نزول جسمانی شب معراج کو ہوا اور نزول مسیح جسمانی طور پر آسمان میں بہت جلد ہونے والا ہے کیونکہ نصاریٰ اور جمعیت یہود کے آثار نمایاں طور پر موجود ہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ خود جناب کو تسلیم ہے کہ انجیل نویسوں نے معقولیت کے ساتھ صحیح واقعات قلم بند نہیں کئے۔ اس لئے ان کے بیانات سے ایک نظریہ قائم کرنا نہ صرف غلط ہوگا بلکہ دنیائے اسلام کو بڑے مغالطہ میں ڈالنا ہوگا۔ ہاں یہ نظریہ اگر اسلامی تعلیم پیش کرتی تو پھر کسی قدر نزول مسیح کے بالمقابل ایک ضرور سد راہ واقع ہوتی۔ اس مقام پر جناب نے فخریہ طور پر لکھا کہ نزول مسیح کو بروزی رنگ میں پیش کرنا نیچریوں کو بھی تذبذب سے نجات دیتا ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ وہ تو خدا کی ہستی سے ہی منکر ہوئے بیٹھے ہیں تو ان سے

نزول مسیح بروزی کی توقع رکھنا خواب وخیال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

۱۵..... جناب نے ایک طعنہ دیا ہے کہ نزول بروزی کی نظیر تو موجود ہے مگر نزول جسمانی کی نظیر موجود نہیں۔ گویا مرزائی تعلیم نظائر قائم کرنے کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی تو بھلا مسیح بن باپ کی نظیر کہاں سے ملتی ہے؟ اور یا اس کی نظیر کہاں سے پیش کی جا سکتی ہے کہ ایک شخص نبی کا بروز ہو مگر حقیقی نبی نہ ہو۔ توفی اور نزول کے نظائر طلب کرتے وقت ذرا یہ خیال کر لیا کریں کہ خود آپ کس قدر نظائر پیش کر سکتے ہیں۔ جب ضمیر نے ملامت کی ہوگی تو ایک سو بیس سال کی عمر پیش کر دی اور کہہ دیا کہ عمر مسیح کی حد بندی ہو چکی ہے مگر اس حدیث کی تفصیل پر جناب کو نظر دوڑانا نصیب نہیں ہوا۔ ورنہ تو پہلا جواب یہ تھا کہ واقعہ صلیب کے متعلق اہل اسلام کو اشتباہ پڑا کہ آیا اس وقت آپ کی عمر ۳۳ سال تھی یا ۱۲۰ برس؟ تو جن لوگوں نے آپ کی عمر اس وقت ۱۲۰ برس تسلیم کی ہے وہ ساتھ ہی چالیس (۴۰) برس کا اضافہ کر کے وفات بعد نزول کے آپکی عمر ایک سو ساٹھ (۱۶۰) برس قرار دیتے ہیں۔ اور جو لوگ ۳۳ برس عمر قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک آپ کی عمر بوقت وفات ۷۳ برس بنتی ہے۔ بہر حال دونوں گروہ نزول مسیح کے قائل ہو کر عمر مسیح میں مختلف ہو گئے ہیں اور اپنی اپنی روایت کو تقویت دیتے ہیں۔ ۳۳ برس کی روایت کو تقویت دینے والے قول نصاریٰ اور حیات اہل جنت پیش کرتے ہیں اور ۱۲۰ برس پیش کرنے والے وہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ جس میں اپنی عمر حضور ﷺ نے اس عمر کا نصف بتائی ہے جو مسیح کو واقعہ صلیب کے وقت حاصل تھی۔ پھر دونوں فریق مسیح کے لئے دو عمروں کے قائل ہیں۔ ایک عمر کا کوئی قائل نہیں۔ ہاں مرزائی تعلیم نے دونوں مذاہب کو جمع کر کے قطع و برید کے ذریعہ سے مسیح کی ایک مسلسل عمر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر ایمانداری سے کام نہیں لیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ۱۲۰ برس کی حدیث ۳۳ سال کی حدیث کے مقابلہ پر کمزور ہے کیونکہ اس کے راوی کمزور ہیں اور عبارت کی ترتیب بھی قواعد عربیت کے خلاف ہے (عشرون و ماۃ سنۃ) اور کسی صحیح حدیث سے اسکی تائید بھی نہیں ہوتی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اگر اس حدیث کو مان لیا جائے تو اس کا یہ مفہوم بھی نکل سکتا ہے کہ مسیح زندہ ہیں (عاش) اور اس کی تمام عمر (صلیبی اور نزولی) بیس اور ایک سو برس ہے جس کا کچھ حصہ گذر چکے ہیں اور کچھ ابھی باقی ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ جب کسی کی وفات بیان کرتے تو یوں کہتے ہیں کہ مات وله سنة كذا اور یوں نہیں کہتے عاش وله سنة كذا۔ اس لئے محاورہ فہمی کو صحیح دماغ کی ضرورت ہے۔

۱۶..... جناب نے قرآن شریف کو ''خاتم الکتب'' کہا ہے اور حضور ﷺ کو ''خاتم الانبیاء'' تسلیم کیا ہے اور دونوں فقروں کو ملا کر یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ آپ کے نزدیک کوئی نبی جدید مبعوث نہیں ہوگا اور نہ ہی کوئی اور نئی کتاب نازل ہوگی۔ کیونکہ حضور ﷺ آخری اور آخر الزمان نبی ہیں اور قرآن آخری پیغام الٰہی ہے۔ اور یہ مطلب نہیں ہے کہ کتب الٰہی سابقہ سب کی سب کلی طور پر مٹ چکی ہیں اور نہ یہ کہ کوئی نبی سابق بھی اب تک زندہ نہیں کیونکہ خاتم کا لفظ نہ کسی تعلیم سابق کی موجودگی کو معرض فنا میں ڈالتا ہے اور نہ کسی نبی کی ہستی کو منفی کرتا ہے بلکہ ایسے امور کے لئے دوسری بیرونی شہادتوں کی ضرورت ہے۔ اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں کہ ایک نبی کی زندگی اس جگہ کیوں تسلیم کی جاتی ہے یا کیوں کتب سابقہ کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور بعض نادان مبلغوں کا یہ کہنا بھی ٹھیک نہیں کہ خاتم کا لفظ جمع کی طرف مضاف ہو کر آئے تو اس کا معنی آخری نہیں ہوتا کیونکہ ''خاتم الکتب'' کا فقرہ اس کی تردید کر رہا ہے۔ علاوہ بریں جب بروزی نبوت کو خاتم الانبیاء اور آخر الزمان نبی مان کر بھی ایچ پیچ سے ثابت کیا جاتا ہے کہ وہی نبوت محمدیہ سدا بہار گلاب کی طرح بار بار پھول

دیتی ہے تو نزول مسیح کو مان کر بھی کہا جا سکتا ہے کہ مسیح علیہ السلام بھی اسی گلاب کا ایک پھول بن کر ظاہر ہوں گے نہ یہ کہ ان کا رنگ کچھ اور ہوگا۔ کیونکہ دونوں فریق مسیح موعود کو مجدد تسلیم کرتے ہیں۔ گو جناب نے اس کو مجدد تسلیم کرکے مسیح موعود قرار دیا ہے۔ اور فریق ثانی مسیح موعود مان کر مجدد تسلیم کرتا ہے مگر دونوں نے بغیر تاویل کے اظہار مطلب کو ممتنع ثابت کیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جناب نے خاتم کو گو کسی اور جگہ سعید، افضل، نبی ساز یا اعزازی خطاب سمجھا ہو۔ مگر اس موقع پر اظہار عقیدت کے لئے آخری معنی خاتم بمعنی آخر الزمان بھی تسلیم کرنا پڑا ہے، جس کا یہ معنی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا اور نہ کوئی کتاب الٰہی نازل ہوگی۔ اور یہ عذر معقول نہیں کہ جناب کی نبوت اور جناب کی وحی چونکہ تائیدی طور پر ہے اس لئے لفظ خاتم کے منافی نہیں ہے۔ ورنہ بہائی مذہب بھی یہ کہنے کا حق رکھتا ہے کہ ہم قرآنی آیات کے رو سے گو ختم نبوت کا قول کرتے ہیں مگر خود خدا کے روپ بدلنے کو قرآن سے ہی ثابت کرتے ہیں۔ (دیکھو ایقان کا آخری حصہ)

بنابریں ہم یہی بہتر سمجھتے ہیں کہ ایسے تمام مخمصوں سے رہائی پانے کے لئے اسلام کا وہی شاہراہ اختیار کیا جائے کہ جس پر آج تک اہل سنت چلے آئے ہیں۔

۱۷..... ہجرت کشمیر کا نظریہ اگر درست تسلیم کیا جائے تو لما توفیتنی کا معنی یوں کیا جائے گا کہ جب تو نے مجھے کشمیر بھیجا اسی وقت سے میری نگرانی ختم ہو چکی تھی اور ماننا پڑے گا کہ آپ کی روپوشی کے عہد حیات میں ہی فساد نصاریٰ کا وقوع ہو چکا تھا۔ کیونکہ جناب کو تسلیم ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد حواریوں نے یوں کہنا شروع کر دیا تھا کہ مسیح آسمان پر چڑھ گئے ہیں اور یہ اصول خود ہی غلط ہو جاتا ہے کہ توفی کا فاعل اللہ ہو، مفعول بہ انسان اور باب تفعل تو ضرور موت کا معنی ہی مراد ہوگا۔ کیونکہ واقعہ صلیب کے بعد متصل موت واقع نہیں ہوئی بلکہ مفارقت ہوئی ہے، جس کی تائید حدیث اصحابی سے بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں یوں مذکور

ہے کہ ما لاتدری ما احدثوا بعدک منذ فارقتھم اور یہ کہنا غلط ہے کہ حضور ﷺ توفیتنی کا حوالہ دے کر اپنی وفات کو ثابت کریں گے، کیونکہ وفات تو حضور ﷺ کی پہلے ہی ثابت ہوگی۔ زیر بحث صرف یہ ہوگا کہ بعد از مفارقت امت کا فساد ہوا ہے یا نہیں؟ تو اس کے واسطے وقوع موت ضروری نہیں بلکہ مفارقت الی کشمیر بھی کافی ہے۔ علاوہ بریں جب تمثیلی طور پر کوئی فقرہ پیش کیا جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اب بھی بعینہ وہی حال پیش آ رہا ہے بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ کسی عام مفہوم میں اس کے ساتھ اشتراک ہے ورنہ لیست اول قارورۃ کسرت فی الاسلام جب ہی صحیح ہوگا کہ کسی نے بوتل توڑی ہو۔ تو حضور کا اپنے کلام میں توفیتنی پیش کرنا یا تو اس لئے ہوگا کہ مسیح علیہ السلام سے پہلے بحث ہو چکی ہوگی اور یا اس لئے کہ نزول فی القرآن کا حوالہ مراد ہوگا۔ بہرحال قول حضور کو قول مسیح سے تشبیہ ہے یا توفی کو مفارقت سے مساوی کیا گیا ہے ورنہ موت کو زیر بحث لانا امر زائد ہوگا جو مقتضائے مقام سے تعلق نہیں رکھتا۔

۱۸..... ﴿قد خلت من قبلہ الرسل﴾ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ ثابت نہیں کیا تھا کہ سارے نبی مر چکے ہیں اور نہ ہی یہ ثابت ہوتا ہے کہ وفات مسیح پر تمام صحابہ کا اتفاق ہوا کیونکہ زیر بحث حضور ﷺ کی موت تھی جو آپ نے ﴿افائن مات او قتل﴾ سے ثابت کر دی تھی اور بعض صحابہ کا یہ خیال باطل کیا تھا کہ حضور ﷺ بھی مسیح کی طرح آسمان پر چلے گئے ہیں یا یہ کہ آپ جب تک تمام مخالفین کا کام تمام نہ کر لیں گے نہیں مریں گے یا یہ کہ نبوت محمدی اور موت کو ممکن الاجتماع سمجھنے میں ان کو توقف پیدا ہو چکا تھا۔ تو صدیق اکبر نے یہ تمام آیات پیش کر کے ثابت کر دیا کہ جس طرح انبیاء کا خلو ہو چکا ہے آپ کا بھی ہو چکا ہے اور عہدہ تبلیغ سے سبکدوش ہو چکے ہیں اور جس طرح جماعت انبیاء کو موت آئی آپ کو بھی موت آ چکی ہے۔ زندہ آسمان پر نہیں گئے تو ایک تمثیلی فقرہ پیش کرنے سے انبیاء اور

حضور ﷺ کا خلو بہر صورت یکساں نہیں ثابت ہوگا۔ ورنہ یہ بھی ماننا پڑیگا کہ ہر ایک نبی کی وفات اپنے اپنے حجرے میں ہی ہوئی تھی۔ یا سب بخار کی بیماری سے فوت ہوئے تھے اور سب مدینہ شریف میں ہی مرے تھے وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ بریں جن صحابہ کا اتفاق پیش کیا جاتا ہے انہی کی زبانی حضرت مسیح کی زندگی منقول ہے۔ کیا ابو ہریرہ اور ابن عباس کی مشہور روایات کتب احادیث میں درج نہیں ہیں؟ یا حضرت خضر علیہ السلام کی زندگی محدثین نے اب تک نہیں مانی؟ تو ﴿قد خلت﴾ کا صحیح مفہوم یہ ہوگا کہ انبیاء کی ایک جماعت کا خلو آپ سے پہلے ہو چکا ہے نہ یہ کہ آپ سے پہلے جو تمام انبیاء تھے ان سب کا خلو ہو چکا ہے۔ ناواقفیت کی وجہ سے اس آیت کا ترجمہ بگاڑ دیا گیا ہے اس لئے ہم نحوی ترکیب سے یہ معنی صاف کرنا چاہتے ہیں کہ (من قبله) مفعول فیہ ہے (الرسل) کی صفت نہیں ہے کیونکہ جب صفت مقدم ہوتی ہے تو صفت نہیں رہتی بلکہ عطف بیان بن جاتی ہے (بکری بشر) یا مضاف ہو کر مرکب اضافی پیدا کرتی ہے (خیر مقدم) یا موصوف کو الگ جملہ میں داخل کیا جاتا ہے (نعم الشاعر زيدٌ اى هو زيدٌ) اور (من قبله) کو اس انقلاب میں حالت بدلتے نہیں دیکھا گیا اس لئے سرے سے اس کو صفت کہنا ہی غلط ہے اور صفت مان کر مقدم سمجھنا ڈبل غلطی ہوگی جو قائل کی قابلیت پر عدم واقفیت کی مہر لگاتی ہے۔ اور جو لوگ اس آیت کو قیاس اقترانی بناتے ہیں ان کو (من قبله) کا لفظ حد اوسط پیدا کرنے میں سنگِ راہ واقع ہو جاتا ہے اس لئے اس کو قیاس تمثیلی کے طور پر پیش کرنا درست ہوگا جو مفید یقین کلی نہیں ہوتا۔ اس لئے اسلامی تعلیم کی رو سے بڑے وثوق کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ثابت کرتا ہے کہ حضور ﷺ کے قبل ایک جماعت انبیاء کا خلو ہوا کسی کا موت سے اور کسی کا رفع الی السماء سے۔ بہر حال وہ اپنی اپنی ڈیوٹی سے فارغ ہو چکے ہیں، کیونکہ قرآن شریف میں عام طور پر جمع کے لفظ آتے ہیں مگر بعض دفعہ ان سے مراد کچھ

لوگ ہوتے ہیں سارے مراد نہیں ہوتے ﴿يُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ﴾ اسی طرح یہاں بھی بعض رسول مراد ہیں اور بعض نہیں۔ نیز خلو کا لفظ موت کا معنی نہیں دیتا۔ ﴿اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيَاطِيْنِهِمْ﴾ حرف جار کے بغیر آئے تو استمرار کا معنی دیتا ہے۔ ﴿قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ یا گذرنے کا مفہوم ادا کرتا ہے۔ (خلت الرسل) من حرف جار صلہ ہو کر آئے تو بے تعلقی کا معنی دیتا ہے۔ (خلا منه) زائد ہو تو خلو اپنے اصلی معنی پر قائم رہتا ہے ﴿خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ میں گو بعض لفظ موت کا معنی دیتے ہیں مثلاً انتقال، صعود، وصال، رحلة وغیرہ مگر اصلی معنی کے رو سے کوئی بھی موت کا معنی نہیں دیتا اس لئے اگر بعض جگہ خلو کا معنی موت مفہوم ہو تو اس سے یہ قاعدہ نہیں گھڑا جا سکتا کہ ہر جگہ موت ہی موت مراد ہوتی ہے ﴿اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ﴾ کیونکہ قرآن مجید میں ایک لفظ کو عرف عام کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے اور حقیقی معنی یا استعارہ یا مجاز یا عرف خاص کے طور پر بھی پیش کیا جاتا ہے مگر شناخت کیلئے چشم بصیرت کی سخت ضرورت ہے جو آج کل تعلیمات جدیدہ میں کم پائی جاتی ہے۔

۹..... خیر القرون کے بعد فیج اعوج کا زمانہ بتایا جاتا ہے اور چودھویں صدی کو عہد مسیح سمجھ کر پھر خیر القرون کا عہد یقین کیا جاتا ہے اور یوں کہا جاتا ہے کہ حیات مسیح کا مسئلہ وسط زمانہ میں پیدا ہوا تھا۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس قسم کی غلطی مدعی نبوت کے قلم سے صادر نہیں ہونی چاہے تھی کیونکہ پہلے تو یہی کہنا غلط اور بلا ثبوت ہے کہ خیر القرون میں حیات مسیح کا قول کسی نے نہیں کیا حالانکہ مذاہب اربعہ، خیر القرون یا اس کے متصل ہی مرتب ہوئے ہیں جن میں حیات مسیح کو اصولی طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ اور قرآن وحدیث سے اس پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ دوم یہ بھی کہنا غلط ہے کہ ابن عربی، ابن قیم اور ابن تیمیہ، امام مالک اور ابن حزم وغیرہ وفات مسیح کے قائل تھے' کیونکہ اکی تردید'' کا دیہ حصہ اول'' کے

’’باب اتہامات‘‘ میں بالتشریح موجود ہے۔ سوم یہ بھی غلط ہے کہ ابن تیمیہ، ابن قیم اور ابن عربی شیخ اعوج کے زمانہ میں نہ تھے، حالانکہ یہ بزرگ ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری میں ہوئے ہیں۔ چہارم یہ کہ جب اہلسنت کا اجماع پیش کیا جاتا ہے تو معتزلہ کا قول پیش کرنا صحیح نہ ہوگا۔ پنجم دیدہ دانستہ کسی پر اتہام لگانا اخلاقی اور شرعی گناہ کبیرہ ہے جو مدعی نبوت کے پاس بھی نہیں پھٹکنا چاہئے اور اگر سرسید کی تحریروں نے یا حاشیہ نشینوں کی خوشامدوں نے جناب کو دھوکہ میں ڈال دیا تھا تو مدعی نبوت کے لئے ایک اور مشکل آپڑتی ہے کہ حقائق اشیاء دریافت کرنے کے لئے اسے نور باطن کافی نہیں ملا تھا۔ اور اگر خود ہی مطالعہ کی کثرت سے اتنا سمجھا تھا تو یہ بھی نقص ہوگا اور غالباً یہی کمی رہ گئی ہے کیونکہ جب عہد شباب میں جناب نے قرآن وحدیث کا مطالعہ شروع کیا تھا تو مشکل سے صحاح ستہ اور تصوف کی عام کتابیں دیکھ ڈالی ہوں گی ورنہ مہدویت اور مسیحیت یا تبلیغ اسلام کی دھن میں آپ کو کب وسیع مطالعہ کی وسعت ملی ہوگی کہ کم از کم ابن تیمیہ اور ابن قیم کی تصانیف ہی مطالعہ کر لیتے یا کم از کم علامہ ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ کی مشہور کتاب ’’الجواب الصحیح لمن بدل قول المسیح‘‘ جلد دوم (ص۲۸۲) مطبوعہ مصری دیکھ لیتے تا کہ انہیں ان کا اپنا مسلک اور اسلام کا صحیح نقشہ نظر آجاتا۔ قال الامام﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾ اضاف الی الیہود و ذمہم علیہ ولم یذکر النصاری لان الذین تولوا صلب المصلوب المشبہ بہ ہم الیہود ولم یکن احد من النصاری شاہدا معہم بل کان الحواریون غائبین خائفین فلم یشہد احد منہم الصلب وانما شہدہ الیہود وہم الذین اخبروا الناس انہم صلبوا المسیح والذین نقلوا ان المسیح صلب من النصاری وغیرہم انما نقلوہ عن اولٰئک الیہود وہم شرط من اعوان الظلمۃ لم یکونوا خلقا کثیرا یمتنع تواطؤہم علی

الکذب. ﴿لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ﴾. معناہ قبل موت المسیح قیل قبل موت الیہودی وہو ضعیف کما قیل قبل موت محمد وہواضعف والا لنفعہ ایمانہ..... وہذا یعم الیہود والنصاری. فدل علی ان جمیع اہل الکتاب الیہود والنصاری یؤمنون بالمسیح قبل ان یموت المسیح وذلک اذا نزل امنت الیہود والنصاری بانہ رسول اللّٰہ لیس کاذبا کما یقول الیہود ولا ہو اللّٰہ کما یقول النصاری. والمحافظۃ علی ہذا العموم اولی من ان یدعی ان کل کتابی یومن بہ قبل موت الکتابی لانہ خلاف الواقع. وارید بالعموم عموم من کان موجوداً حین نزولہ لا من کان میتا منہم لقولہ: لایبقی بلد الا دخلہ الدجال الا مکۃ والمدینۃ ای المدائن الموجودۃ حینئذ. فاللّٰہ ذکر ایمانہم بہ اذا نزل الی الارض فان اللّٰہ ذکر رفعہ الیہ بقولہ﴿ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ وہو ینزل الی الارض قبل یوم القیمۃ ویموت حینئذ اخبر بایمانہم قبل موتہ. ﴿مَاقَتَلُوْہُ﴾ بیان ان اللّٰہ رفعہ حیا وسلمہ من القتل وبین انہم یومنون بہ قبل موتہ و کذالک قولہ تعالٰی﴿وَمُطَہِّرُکَ﴾ ولوماتٌ لم یکن بینہ وبین غیرہ فرق ولفظ التوفی معناہ الاستیفاء والقبض وذلک ثلثۃ انواع احدہا توفی النوم و الثانی توفی الموت والثالث توفی الروح و البدن جمیعا فانہ بذلک خرج عن حال اہل الارض المحتاجین الی الاکل والشرب واللباس والبول والبراز. والمسیح توفاہ اللّٰہ وہو فی السماء الثانیۃ الی ان ینزل الی الارض لیست اہل السماء کاہل الارض.

۲۰..... جناب نے الزام دیا ہے کہ مسلمان قرآن کے خلاف چار طرح عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسیح موعود حقیقی نبی بعد ختم الانبیاء ہے اور زندہ ہے اور انسان کا آسمان پر اتنی دیر زندہ رہنا

مانتے ہیں حالانکہ زمین پر بھی کوئی شخص اتنی دیر زندہ نہیں رہا۔

جواب یہ ہے کہ مسیح کی نبوت پہلے کی ہے بعد کی نہیں۔ اور آپ کی حیات حافظ ابن تیمیہ نے قرآن سے ثابت کی ہے اور ''منتہی الارب'' میں عوج کی زندگی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد تک لکھی ہے (دیکھو لفظ عوج) اور یہ عذر کہ آسمان کا لفظ حدیث میں نہیں ہے بالکل غلط ہے کیونکہ حدیث معراج میں آپ کی ملاقات آسمان ہی پر ہوئی تھی اور یہ حدیث مرفوع متصل بھی ہے اور نزول الی الارض کا لفظ کئی احادیث میں موجود ہے جو رفع علی السماء کا مقتضی ہے اس لئے یہ کہنا بالکل غلط ہوگا کہ کسی موضوع حدیث میں بھی رفع جسمانی کا ذکر نہیں ہے اور بیس ہزار روپیہ کا انعام صرف کہنے کو ہے دینے کے لئے نہیں اب اگر اپنے وعدہ کا پاس ہے تو مرزائی اپنی تمام کتابیں جلا دیں اور توبہ کریں۔ ''کاویہ جلد اول'' میں اور روایتیں بھی درج ہیں جن میں سماء کا لفظ موجود ہے۔

۲۱..... ﴿حَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَحْرِ وَالْبَرِّ﴾ کا مفہوم یہ نہیں کہ خدا ان کو اپنے کاندھوں پر اٹھاتا ہے بلکہ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے ان کو سوار کر دیا ہے۔ مطلب خود نہیں سمجھے استعارہ کی جھٹ سوجھ گئی کہ طالب علموں پر فرشتے سایہ کرتے ہیں حالانکہ صحیح مطلب یہ ہے کہ وہ پر بچھاتے ہیں۔ مسیح علیہ السلام کا نزول صحیح معنوں میں فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ جناب نے جب خدا سے دستخط کرائے تھے تو قلم کی چھڑکی ہوئی سیاہی کی چھینٹیں کرتے پر نمودار ہوگئی تھیں اور کہا گیا تھا کہ الواح موسیٰ کی طرح غیر محسوس محسوس ہوگیا ہے مگر اب فرشتوں کو کیوں محسوس نہیں سمجھا جاتا۔

۲۲..... یہ اپنی نادانی ہے کہ لوگوں کو نادان سمجھ کر کہا جاتا ہے کہ یہ دھوکا دیتے ہیں کہ مسیح کو قتل اور صلیب سے چونکہ موت نہیں آئی اسلئے وہ آسمان پر چلے گئے کیا ان کو بچانے کے لئے

زمین پر کوئی جگہ نہ تھی؟

جواب یہ ہے کہ رفع مسیح کا عقیدہ آپ کے پیش کردہ اصول پر مبنی نہیں ہے بلکہ اہل اسلام کے پاس صاف لفظ موجود ہیں الله حی. ان عیسی لم یمت انه راجع الیکم اپنی کمزوری دوسروں کے سر تھوپنی اچھی نہیں اور یہ حملہ خدا کی قدرت پر ہوگا کہ حضور ﷺ کو تو غار میں پناہ دی اور مسیح کو آسمان پر۔ کیا خدا تعالیٰ نے طریق نجات صرف ایک ہی رکھا ہوا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام کو غرق ہونے سے نجات دی تو پانی پھاڑ دیا۔ نوح علیہ السلام کو بچایا تو کشتی تیار کروائی اور لوط علیہ السلام کو بچایا تو ہجرت کا حکم دیا اور ابراہیم علیہ السلام کو بچایا تو آگ سرد کر دی۔ اب بھی کہئے کہ ہماری منشاء کے مطابق نجات کا سلسلہ قائم نہیں رہا۔

۲۳..... تورات میں مصلوب کو ملعون قرار دیا گیا ہے اس میں یہ شرط نہیں لگائی کہ وہ مصلوب صلیب پر مر بھی گیا ہو اور جناب بھی مانتے ہیں کہ مصلوب زندہ رہ سکتا ہے۔ مولوی چراغ علی نے بھی اپنی کتاب واقعہ صلیب میں کئی واقعات لکھے ہیں کہ مصلوب زندہ رہ سکتا ہے۔ اب بتایئے کہ اگر عیسائیوں نے تین دن کے لئے بقول جناب مسیح کو ملعون کر دیا تھا تو آپ نے بھی کچھ کمی نہیں کی۔ آپ بھی تو تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام مصلوب ہوا، دوسرے لفظوں میں یوں کہ معاذ اللہ ملعون ہوا اور ۸۷ برس لعنتی حالت میں رہ کر کشمیر میں جا مرا۔ اس لئے اسلام کی نظر میں یہودی، عیسائی اور مرزائی تینوں فرقے مسیح کو مصلوب مان کر ملعون قرار دیتے ہیں مگر اسلام کہتا ہے کہ یہودی آپ کو صلیب پر زندہ نہیں لا سکے ﴿مَا صَلَبُوْهُ﴾ اور نہ ہی قتل کر کے صلیب پر کھینچ سکے ﴿مَا قَتَلُوْهُ﴾ بلکہ ایک دوسرے شخص کو آپ کی بجائے صلیب پر لٹکایا گیا تھا ﴿شُبِّهَ لَهُمْ﴾ اس کی زیادہ تشریح نمبر ۱۹ میں دیکھو۔ افسوس ہے کہ جس کنوئیں میں گرنے کا الزام اہل کتاب کو دیا جاتا ہے اس میں خود گر رہے ہیں۔ اور اپنی بے بنیاد تحقیق پر اس قدر غرہ ہو رہے ہیں کہ دوسروں کو نادان، کم فہم، جاہل اور عقل کے دشمن

سمجھا جاتا ہے اور یہ اپنی کمزوری ہے کہ مسیح کو لعن سے بھی نہیں بچا سکے۔

۲۴..... رفع روحانی کی بحث ہجرت کشمیر کے نظریہ میں گذر چکی ہے کہ رفع روحانی زیر بحث نہ تھی۔ بلکہ صلیب پر کھینچا جانا زیر بحث تھا یہودی کہتے تھے کہ ہم نے ان کو صلیب دے دیا ہے اس لئے وہ لعنت میں آ گئے ہیں عیسائیوں اور مرزائیوں نے یہ سمجھا کہ صلیب پر مرنا یا مرے رہنا بھی لعنت کے لئے شرط ہے اس لئے انہوں نے آپ کی زندگی بعد میں از سر نو ثابت کی مگر قرآن شریف نے سرے سے انکار ہی کر دیا کہ آپ صلیب پر کھینچے ہی نہیں گئے تھے تو لعنت کیسی؟ اب اناجیل اربعہ یا تحقیق سرسید کی تائید میں صلیب مان کر پھر زندگی کا قول کرنا اور صلب کا معنی صلیب پر مرنا مراد لینا قرآن میں تحریف ہوگی جس کا ثبوت اسلام اور انجیل برنباس میں نہیں ملتا جو عینی شہادت پر مشتمل ہے برخلاف اناجیل اربعہ کے کہ ان میں واقعہ صلیب کی کوئی عینی شہادت موجود نہیں ہے، انہوں نے صرف یہودیوں سے سن کر یہ واقعہ لکھا ہے، جیسا کہ ابن تیمیہ نے ثابت کر دیا ہے۔

۲۵..... رفع روحانی ہر ایک راستباز کا ہوتا ہے اور موت بھی ضروری ہے تو یہ کہنا غلط ہوگا کہ مسیح کو ﴿إِنِّي رَافِعُكَ﴾ میں رفع روحانی اور موت کا وعدہ دیا گیا تھا کیونکہ وعدہ اس چیز کا ہوتا ہے کہ فی الحال موجود نہ ہو اور آئندہ حاصل ہو۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ مسیح کو ان دونوں میں شک تھا اس لئے خدا نے آپ کی تسلی کر دی تھی؟ تو اس آیت کا صحیح ترجمہ رفع جسمانی اور توفی جسمانی سے ہی کرنا پڑے گا تاکہ وعدہ اپنے صحیح معنوں میں پورا ہو اور یہ کہنا غلط ہے کہ قرآن شریعت میں ہر جگہ رفع بمعنی اعزاز اور رفع روحانی ہوتا ہے مانا کہ ایک دو جگہ ہو مگر ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ میں ذکر کی روح کہاں سے لائیں گے۔ ﴿وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ﴾ میں کوہ طور کی روح کو مرفوع کیسے مانیں گے اور رفع ابویہ علی العرش کیسے مانا جائے گا کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کی روحیں تخت پر بٹھائی

نہیں۔ اس لئے قادیانی تعلیم کا یہ اصول غلط ہے کہ ایک جگہ اگر کوئی محاورہ آ جائے تو سارے قرآن میں وہی برتا جاتا ہے۔ خود توفی کا لفظ جو اپنی اصلیت کی رو سے موت پر دلالت نہیں کرتا کبھی توفی بالموت کے مقام پر موت کا معنی دیتا ہے اور کبھی توفی بالنوم کے موقع پر صرف توفی نفس کا معنی دیتا ہے اور جب رفع کے ساتھ مل کر آتا ہے تو توفی جسمانی مع رفع جسمانی کا معنی دیتا ہے۔ ''یقین'' کا لفظ لیجئے ''سورۃ تکاثر'' میں یقین علم کے موقع پر استعمال ہوا ہے اور ﴿حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾ میں موت کا معنی دیتا ہے، اسی طرح دابۃ الارض سے سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں ایک مراد ہے اور یاجوج ماجوج کے واقعات میں ایک خاص معجز نما پرند مراد ہے۔ اور ﴿مَا مِنْ دَابَّةٍ﴾ میں تمام جاندار اشیاء مراد ہیں۔ اس لئے جناب کی تحقیق پر تقلید کرنے والوں سے گذارش ہے کہ اس موقع پر جناب کو معذور سمجھیں۔

۲۶..... نیچریوں کی خوشامد میں خلاف قرآن واقعات میں تبدیلی پیدا کرنا راستبازوں کا کام نہیں ہے کیونکہ اگر ان سے یہ کہا جائے کہ خر دجال سے مراد ریل گاڑی ہے تو وہ پھر تمسخر اڑائیں گے کہ یہ تو مسیح قادیانی کی پیدائش سے پہلے ہی موجود تھی تو نزول مسیح سے اس کا کیا تعلق ہوا۔ اور خود ہی اس پر سوار ہوتے تھے تو دجال کے لئے کیوں مخصوص رہی دجال اگر مشنری اور مشین ساز انگریز ہیں تو ان کا داخلہ قادیان میں کیوں جائز رکھا گیا کیونکہ اس کو جناب نے مکہ لکھا ہے اور اب مرید ''مدینۃ المسیح'' کا مصداق لاہور اور قادیان دونوں کو قرار دیتے ہیں۔ تو پھر مستری اور مشنری کیوں وہاں داخل ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ امر مسلم بین الفریقین ہے کہ مکہ اور مدینہ میں دجال کا داخلہ ممنوع ہوگا۔ وہ مسیح ہی کیا ہوا کہ مکہ مدینہ سے دجال کو بھی نہیں روک سکا۔ اور اگر کہا جائے کہ یہ سب فرضی اور اعزازی نام ہیں تو سارا بہروپ ہی کھل جاتا ہے کہ نبوت بروزی سے بھی مراد صرف فرضی نبوت ہوگی۔ مگر ہمیں تعجب

ہے کہ اسلام میں دجال ایک خاص ہستی کا اسم علم معلوم ہوتا ہے اور جناب نے نیچریوں کو خوش کرنے کی خاطر دو جماعتوں کا نام کیوں رکھ دیا اور پھر یہ کیوں کہہ دیا کہ دجال اسم جمع ہے۔ کیا وہ اتنے ہی عربی زبان سے ناآشناء ہیں کہ جناب کی ملمع سازی پر مطلع نہیں ہوں گے؟ ورنہ صاف کسی لغت کا حوالہ دیا جاتا کہ دجال اسم جمع ہے یا دو جماعتوں (مشتریوں اور مستریوں) کا نام ہے ورنہ یوں سمجھا جائے گا کہ دجال کی وجہ تسمیہ میں جو محاورات کتب لغت میں پیش کئے گئے ہیں جناب نے غلطی سے ان کو ہی اس لفظ کا موضوع سمجھ لیا تھا غالباً اگر جناب کے پیرو نظر ثانی کرتے تو ضرور جناب کے خلاف اپنی رائے تبدیل کر لیتے لیکن بدقسمتی سے تابعداروں نے اس غلط تحقیق کو الہامی تحقیق سمجھ کر لغوی استناد کو فضول سمجھ ہوا ہے اور اس قدر غرد ہو گئے ہیں کہ اپنے تمام مخالفین کو بھی دجال کا لقب دیتے ہوئے ایسے بدنام ہوئے کہ خود بھی اس لفظ کا مصداق سمجھے جانے لگے اور بے جا تحریف کی وجہ سے اپنے شیخ کو بھی اس لفظ سے نہ بچا سکے اور تاویل کی مجبوری پر یہ پیش کیا جاتا ہے کہ اگر دجال کے متعلق تاویل وتحریف نہ کی جائے تو دجال کو دو متضاد دعاوی کا مدعی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ خدا بھی ہے اور نبی بھی۔ مگر جناب ہی بتائیں کہ آپ نے یہ دونوں متضاد دعوے کیوں جمع کر لئے تھے کہ میں نبی بھی ہوں اور ایک دفعہ خدا بھی بن گیا تھا؟ تو ممکن ہے کہ وہ دجال بھی نبی بن کر اپنے مکاشفات کے رو سے خدائی دعویٰ کرے گا یا بڑا مستری یا مشتری بن کر عجیب عجیب کرتب دکھائے گا جو اہل یورپ کو بھی دنگ کر دیں گے کیونکہ دنیا ترقی کر رہی ہے اور ایسے ناممکن امور ممکن ہو رہے ہیں کہ بقول جناب وہ خدائی کام سمجھے جاتے ہیں۔

۲۷..... مسیح ایرانی کے وقت سے مادی ترقیات کا ظہور ہوا ہے اس لئے ریل گاڑی، اخبارات، مطبع وغیرہ وتمام ایجادات کو مخصوص طور پر صرف جناب کی صداقت کا معیار ٹھہرانا صحیح نہ ہوگا۔ اور تقریبی حساب سے یوں کہنا بھی صحیح نہیں کہ حضور ﷺ مثیل موسیٰ علیہ السلام تھے اور میں مثیل عیسیٰ ہوں کہ چودھویں صدی میں ظاہر ہوا ہوں کیونکہ پہلے تو اس تقریبی حساب سے مسیح ایرانی بھی مسیحیت کا حقدار ثابت ہوتا ہے۔ دوم حضور ﷺ کو مثیل موسیٰ علیہ السلام قرار دینا یہ ظاہر کرتا ہے کہ جناب کی طرح حضور ﷺ بھی بروزی رنگ میں ظلی نبی تھے جو صرف غلط ہی نہیں بلکہ حضور ﷺ پر ایک سخت حملہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اپنی شخصیت ثابت کرنے پر جناب نے دوسروں کی شخصیت کو قربان کر دیا تھا۔ سوم یہ بھی غلط ہے کہ مثیل مسیح ﴿لَمَّا یَلْحَقُوْا﴾ کے ماتحت حضور ﷺ کی ذات مبارک کا رجعت کے طور پر بعثت ثانیہ کا مصداق ہے کیونکہ شیعہ مذہب کے سوا اہل سنت کی کسی جماعت نے رجعت یا تناسخ کو قبول نہیں کیا حالانکہ جناب کا دعویٰ ہے کہ آپ اہل سنت وجماعت ہیں پھر غضب یہ کیا ہے کہ ''الوصیۃ'' میں پھر اپنی رجعت بتاتے ہوئے کہا ہے کہ میں قدرت ثانیہ ہو کر ظاہر ہونے کو ہوں گا تو جناب کے بعد جب مریدوں نے قدرت ثانیہ بننے میں اپنے اپنے دلائل پیش کئے تو چونکہ خلیفہ محمود گدی نشین ہو چکے تھے اور اپنے باپ سے (کان اللّٰہ نزل من السماء) کا خطاب پا کر میدان جیت چکے تھے اس لئے محمد سعید سہر یلی ظہیر گوجرانوالہ، یار محمد ہوشیار پوری اور فضل احمد بنگالوی وغیرہ فیل ہو گئے اور احمد نور کابلی کا بھی بس نہ چلا۔ بہرحال اس بروز اور رجعت نے ایسا فتنہ برپا کیا ہوا ہے کہ جا بجا نبوت کا نرخ دھیلے کی بڑھیا سے بھی زیادہ سستا ہو رہا ہے تو ثابت ہوا کہ یہ فتنہ فتنہ ارتداد سے بھی بڑھ کر اسلام کے لئے ضرر رساں ہے۔

۲۸..... رسالہ ''کلام الرحمٰن وید ہے نہ قرآن'' میں بھکشو لکھنوی آریہ نے اپنے رشیوں کی بود وباش کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''تبت میں چار رشی حضرت آدم علیہ السلام کی طرح پیدا ہوئے تھے اور خدا نے اپنا روپ ان میں لیا تھا تو انہوں نے چار وید شائع کئے تو پھر غائب ہو گئے۔ معلوم نہیں کہ اس سے پہلے وہ چار رشی کتنی دفعہ ظاہر ہو چکے ہیں۔ انقلاب زمانہ کے

باعث جب وید کی تعلیم پر پابندی کرنا مشکل ہو جاتا ہے تو اس وقت ظاہر ہو کر ویدوں کی تجدید کرتے ہیں اور ان کا مفہوم جدید پیش کر کے غائب ہو جاتے ہیں۔ بعض دفعہ دیانند جیسے راستباز بھی تجدید وید کے اعزاز سے ممتاز ہوتے ہیں اور از سر نو ویدوں کے معانی قائم کرتے ہیں۔'' جناب بھی دیانند کے ہمعصر تھے اور ہمیشہ اس سے برسرپیکار رہے ہیں۔ غالباً اس کے مقابلہ میں آپ نے بھی یہ افسانہ تیار کیا ہوگا کہ نبوت محمدیہ ﷺ بھی ضرورت زمانہ کے مطابق قرآنی مفاہیم کا روشن پہلو دکھانے کے لئے مجددین کی صورت میں بار بار ظاہر ہوا کرتی ہے اور اس کی تائید میں ﴿لَمَّا یَلْحَقُوْا﴾ اور حدیث مجددین کو پیش کرنے کی سوجھی ہوگی اور آسمانی نشانات کے اظہار کے ساتھ دیانند کو خوب حیران کر دیا ہوگا۔ ورنہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک معمولی تعلیم یافتہ مولوی کہ جس نے قرآن وحدیث کی باقاعدہ تعلیم بھی نہ پائی ہو اور اس کو علوم قرآنیہ میں خود بھی دسترس حاصل نہ ہو اور نہ ہی یہ معلوم کیا ہو کہ علمائے اسلام نے قرآن وحدیث کی خدمت میں کیا قلمی لڑائیاں کی ہیں جن سے ناپاک ہستیاں اب تک نالاں ہیں کیسے جرأت کر سکتا ہے کہ مبلغ اسلام بن کر ترقی کرتے ہوئے مہدی، مسیح، کرشن اور خدا بن جائے؟ تو اگر یہ سب کارروائی سب نقلی تھی تو نقل راہم عقل باید کے بموجب اس پر اصرار نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اور اگر دیدہ دانستہ کسی کے مقابلہ پر یہ طریق اختیار نہیں کیا تھا تو سخت افسوس ہے کہ ﴿لَمَّا یَلْحَقُوْا﴾ کو اسی مفہوم پر کیوں نہ رہنے دیا جس پر کہ آج تک قرآنی مفہوم قائم تھا کہ حضور ﷺ اپنے زمانے میں بھی دنیا کے لئے مبعوث تھے اور آئندہ کے لئے بھی قیامت تک باقی نسلوں کے واسطے مبعوث سمجھے گئے ہیں اور یہ معنی غلط نہ تھا کیونکہ دوسرے انبیاء بھی اپنی اپنی وسعت بعثت کے مطابق آئندہ نسلوں کے لئے بھی مبعوث سمجھے گئے تھے۔ اور ان میں یہ ضرورت محسوس نہ ہوئی تھی کہ کچھ مدت کے بعد کوئی ان کا بروز پیدا ہو۔ مگر تعجب یہ ہے کہ ایک غلط راستہ پر خود چل کر دوسروں کی

تجہیل کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ قرآن کا صحیح مفہوم جناب پر ہی منکشف ہوا ہے اور اتنا بھی خیال نہیں کیا کہ اگر بروز محمدی حق تھا تو خلافت راشدہ کو ہی بروز محمدی تسلیم کیا جاتا اور بعد میں جب فیج اعوج کا عہد آیا تھا تو ضرورت زمانہ کو ملحوظ رکھ کر اسی وقت ہی بروز محمدی کا ظہور ہوتا کیا خداتعالیٰ کو ترس نہ آیا کہ امت محمدیہ تو وسط زمانہ میں گمراہ ہو رہی ہو اور بروز محمدی کو روک دیا جائے اور جب اچھی طرح ستیاناس ہوگیا اور بقول جناب ''رشد وہدایت کا زمانہ آیا تو خدا کو بھی بروز محمدی کی سوجھی''۔ کیا یہی انصاف ہے جو مرزائی تعلیم پیش کر رہی ہے دوسروں کو مجہول کرنا ہی آسان ہے اپنی کمزوری کو کمزوری ہی نہیں سمجھا جاتا۔

۲۹..... کہا جاتا ہے کہ جناب نے کسر صلیب کی اور قلمی جنگ کے ذریعہ عیسائی مذہب کے تمام اصول توڑ ڈالے، مگر اہل دانش کے نزدیک یہ نعرہ نہیں لگایا جا سکتا بلکہ صرف ان لوگوں کے سامنے یہ آواز کسی جا سکتی ہے کہ جنہوں نے اسلامی واقعات اور اسلامی لٹریچر کو براہ راست نہیں دیکھا اور اگر دیکھا ہے تو انگریزی لٹریچر یا قادیانی تعلیم کے زیر اثر ہو کر دیکھا ہے، ورنہ اگر خالی بالطبع ہو کر دیکھتے تو کئی اہل علم مصنفین کی تصانیف کسر صلیب میں وہ منظر دکھاتیں کہ ''براہین احمدیہ'' کی کوئی ہستی باقی نہ رہتی مگر مشکل یہ ہے کہ آج چشم بصیرت بند کر کے جناب کے غلط سلط اور طعن آمیز مضامین کو سمجھا جاتا ہے اور یقین دلایا جاتا ہے کہ بس کسر صلیب ان سے ہی ہوئی ہے اس سے پیشتر نہیں حالانکہ نرا جھوٹ ہے اور صاف پردہ پوشی ہے کہ خواہ مخواہ لوگوں کو گھڑے کا مینڈک بنایا جا رہا ہے۔

۳۰..... ابطال کفارہ کی دلیل جناب نے یوں دی ہے کہ مسیح کا جسم ناپاک بھی جہنم میں جانا چاہئے تھا مگر وہ نہیں مانتے تھے اس لئے ان کا عقیدہ معقول نہیں ہے۔ مگر جناب بھی تو موجودہ جسم کے قائل نہیں کہ یہی بعینہ دوسری دنیا میں موجود ہوگا بلکہ آپ کا بھی تو مذہب یوں ہے کہ یہ جسم فنا ہو جاتا ہے اور ایک دوسرا جسم روح کو ملتا ہے جس میں وہ ساکن ہو کر

دوزخ یا جنت میں جاتا ہے تو حضرت مسیح کی روح بھی جب اس جسم عنصری کو چھوڑ چکی تھی تو اسکو بھی ایک قسم کا دوسرا جسم مل گیا ہوگا۔ جس کی وجہ سے اس کو عذاب کا احساس ہوتا رہا۔ اس لئے جناب سے کسر صلیب نہ ہوئی۔

۳۱..... اگر فرضی دجال اور مسیح کے ماننے سے شرک کی بنیاد پڑتی ہے یا ختم نبوت کا مسئلہ مخدوش ہو جاتا ہے اور ایمان میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے تو جناب کی تعلیم سے بھی تو شرک کی بنیاد پڑ گئی ہے، کہ خلیفہ محمود کان اللہ نزل من السماء بن گئے اور آپ اپنے مکاشفہ میں خدا کے اندر ایسے جذب ہو گئے کہ آپ کا نام ونشان تک نہ رہا۔ پھر آپ نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ مجھ پر بروز نبوت محمدی ہوا ہے اور جب یہ خدشہ پیدا ہوا کہ ختم نبوت کا مسئلہ مخدوش ہوا جاتا ہے تو آپ نے کہہ دیا کہ میں خود محمد ہوں اور نبوت محمدی محمد کے پاس ہی رہی مگر اس تاویل کو کون عقل کا دشمن مان سکتا ہے کیونکہ اگرچہ آپ محمد ہیں مگر محمد ثانی ہوں گے۔ محمد اول نہیں ہو سکتے بہر حال یا تناسخ مان کر ایمان کمزور کرنا پڑیگا اور یا مسئلہ ختم نبوت پر ہاتھ صاف ہو جائیں گے۔ اس لئے اگر جناب کے پہلے اسلام میں نقائص تھے تو آپ کے آنے پر اسی قسم کے اور نقائص پیدا ہو گئے ہیں۔

۳۲..... تصدیق قرآنی وعقلی وآسمانی کو اپنا معیار صداقت قرار دیا ہے مگر ہمارے نزدیک کسوف وخسوف اگر صحیح طور پر ہوا تھا تو صرف آپ کے لئے نہ تھا بلکہ بہائی مذہب بھی اس میں شریک کار ہے عقلی دلائل بھی دیکھ لئے ہیں جو صرف اپنے ملفوظات پر ہی مبنی ہیں۔ اور قرآنی دلائل سے بھی جناب کا مبلغ علم معلوم ہو چکا ہے۔ بہر حال قادیانی تعلیم اپنے ہی پیش کردہ تین اصول سے بھی ناقابل التفات ہے۔

۳۳..... حدیث حلیہ سے جناب نے دو مسیح ثابت کر دیئے ہیں کہ ایک سرخ رنگ کا تھا اور دوسرا گندم گوں۔ مگر عینی شہادت اور فوٹو بتا رہا ہے کہ جناب کا رنگ تو بالکل سفید تھا اس لئے

نہ آپ گندمی مسیح تھے نہ سرخ مسیح بلکہ سفید مسیح تھے۔ اسکے علاوہ آپ اپنی کتاب ''مسیح ہندوستان میں'' کے آخری باب میں لکھ چکے ہیں کہ مسیح کو گورا یعنی سفید رنگ لکھتے تھے تو اس حساب سے چار مسیح بنتے ہیں دو گورے سوم سرخ اور چوتھا گندم گوں۔ اور اگر جناب مسیح ناصری کو سپید اور سرخ مخلوط اللون ثابت کریںگے تو اہل اسلام بھی مسیح کا رنگ سرخ گندمی بتادیں گے جو عام طور پر خوشنما معلوم ہوتا ہے، بہر حال یہ تحقیق بھی مشکوک ہے۔

۳۴..... یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ چودہویں صدی کے مجدد کو حضور ﷺ نے مسیح کہا ہے؟ ہاں جناب نے یہ افسانہ ضرور گھڑا ہے کہ شخص واحد چودہویں صدی کے سر پر مجدد ہوگا اور ظہور مہدی ساتویں ہزار میں لکھا ہے اور مسیح کے سوا اور کوئی مہدی نہیں اس لئے جب میں مجدد ہوا تو محدث اور مسیح بھی بن گیا تو آخیر میں مہدی اور نبی اللہ بن کر خدا میں جذب ہو گیا اور پھر انسان کا انسان۔

اہل اسلام اسی طرح کی افسانہ طرازی کو تحریف اور دجل کہا کرتے ہیں ورنہ اسلام کی مسلسل تعلیم اس معجون مرکب کی تصدیق نہیں کرتی نہ عقل مانتی ہے کہ ایک ہی شخص لائڈ جارج اور لارڈ کرزن کہلانے لگ جائے اور نہ ہی کوئی آسمانی نشان ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ایسے غیر معقول امور کا ارتکاب جائز سمجھیں۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ ظہور مہدی سے عدل وانصاف پھیلے گا۔ اور آپ بھی مانتے ہیں کہ فسق وفجور کے وقت اس کا ظہور ہوگا تو جب اس کے وجود سے دنیا کی اصلاح نہ ہوئی، فسق وفجور نہ مٹا، عیاشی اور بدمعاشی کی روز افزوں ترقی میں فرق نہ آیا بلکہ خود اپنے موضع قادیان سے بھی اس کے زہریلے اثر کو دور نہ کر سکا تو بھلا آپ ہی فیصلہ کریں کہ آپ کے مہدی بننے سے دنیائے اسلام کو کیا فائدہ ہوا؟

۳۵..... ''الہامات براہینیہ'' میں جناب نے اپنے چند نام بتائے ہیں۔ ولی، نجی، اشجع، احمد مرفوع، حبیب اللہ، اجاء فارس، صادق القدم، تالی وحیہ، منادی، داعی، سراج منیر اور اخیر

میں حکم دیا ہے کہ املوا (نوٹ کرلو) اگر یہ الہامی لفظ ہیں تو سامعین بتائے جائیں کہ کون تھے؟ اور اگر یہ جناب کے اپنے لفظ ہیں تو جب آپ نے درج کتاب کر لئے ہیں تو دوسروں سے یوں کہنا بے فائدہ ہوگا۔ ممکن ہے کہ خدا نے جناب سے نوٹ کر لینے کی ہدایت کی ہوگی لیکن اس وقت یہ امر مشتبہ ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث النفس ہے یا الہام کیونکہ ایسا حکم کسی گذشتہ الہام میں نہیں پایا گیا جو انبیاء علیہم السلام کو ہوئے ہیں کہ اَمْلُوْا یہ کیسا کریہہ لفظ ہے بہر حال اس قسم کے الہامات اور اس قسم کے کشوف محویت اگر صرف عیسائیوں کو لاجواب کرنے کے لئے لکھے ہیں تو دبی زبان سے گویا یہ اقرار ہے کہ ہم نے خود گھڑ لئے ہیں ورنہ ان کی کچھ اصلیت نہیں اور اگر ان میں کچھ واقعیت بھی ہے تو نزول مسیح یا حیات مسیح سے جو شرک لازم آتا ہے اس سے بڑھ کر موجب شرک ثابت ہو رہے ہیں اور جو کچھ اس قسم کے الفاظ مسلمانوں یا حضور ﷺ کے متعلق پیش کئے ان میں اس قسم کی محویت درج نہیں ہے بلکہ ان میں یہ شان دکھائی گئی ہے کہ جو کارہائے نمایاں اہل اسلام سے یا خود حضور ﷺ سے ثابت ہوئے تھے وہ سب خدائی تائید سے پیدا ہوئے تھے اسلئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی وحی پر قیاس کرنا بالکل بے جا ہوگا اور بالخصوص جبکہ کشوف محویت کا ثبوت عہد رسالت میں نہیں ملتا تو وہ سب خودستائی پر محمول ہونگے یا ان صوفیوں کے کشوف میں درج ہوں گے کہ جن کو اہل اسلام نے شطحیات میں درج کر کے ناقابل التفات قرار دیا ہوا ہے۔

۳۶..... ''کتاب البریۃ'' کا مقدمہ کتاب لکھتے ہوئے جناب نے مقدمہ کی کیفیت لکھ دی ہے اور کتاب کے باقی باب یا فصلوں کی کوئی تفصیل نہیں دکھائی' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب پر نسیان غالب تھا۔ اس قسم کی غلطی جناب نے ایک اور رسالہ میں بھی کی ہے کہ جس میں ارتقاء انسانی کی دو قسمیں بتائی ہیں اور قسم اول میں ایک فحش منظر دکھا کر دوسری قسم کا نام تک نہیں لیا اور وہ فحش تشبیہ غالباً جناب نے ''کتاب اقدس'' سے حاصل کی ہوگی جو'' ورقہ

نوراء'' کے عنوان سے لکھی گئی تھی۔'' براہین احمدیہ'' دیکھئے تو اور بھی تعجب آتا ہے کہ باب اول ہے تو باب دوم نہیں۔ اگر فصل اول کا عنوان دیا ہے تو فصل دوم ندارد۔ اور جب ایسا نسیان تھا اور الہام بھی بھول جاتے تھے تو بتایئے باقی امور میں کس قدر بے اعتمادی ہوگی۔

۳۷..... ڈاکٹر کلارک کے حالات لکھتے ہوئے مولوی محمد حسین بٹالوی کی سخت توہین کی ہے اور کلارک پر بھی بہت حملے کئے ہیں' مگر افسوس کہ آپ نے ان کے متعلق کوئی انذاری پیشینگوئی نہیں کی۔ شاید گورنمنٹ نے اجازت نہ دی ہوگی یا ان لوگوں نے منظوری نہ دی تھی بہر حال یہ رنگ بالکل نرالا ہے کہ پیشینگوئیوں کا اجرا بھی مجسٹریٹ اور فریق مخالف کے قبضہ میں ہو۔ اس سے تو شیرازی نبوت ہی طاقتور نکلی کہ جس نے سلطان طہران کو بغیر منظوری کے ہلاک کر دیا تھا اور جو کچھ مقدمہ سے بری ہونے کے متعلق لکھا ہے وہ بھی تصنع اور تعریف نفس پر شامل ہے یا کسی ایسی طاقت کا اظہار ہے جو اندر ہی اندر کام کر رہی تھی ورنہ عدالت میں کرسی ملنے یا نہ ملنے پر اظہار ملال یا اظہار خودنمائی کا کوئی معنی نہ تھا۔

۳۸..... اپنی پیشینگوئیوں کی تکمیل کے لئے کئی عذر کئے ہیں کہ خدا مجبور نہ تھا یا وہ مختصر تھیں، مشروط تھیں، تخلف وعید جائز ہوتا ہے یا فریق مخالف خوفزدہ ہو گیا تھا مگر گذارش یہ ہے کہ جس قدر جناب کی پیشینگوئیوں میں زوردار اور معیار صداقت الفاظ کی بھرمار ہوتی ہے کسی نبی کی پیشینگوئی میں نہیں۔ خود یونس علیہ السلام کے لفظ بالکل سادہ ہیں اور وہ اپنی صداقت کا معیار نہیں ٹھیراتے اور نہ ہی فریق مخالف سے یا اس وقت کی حکومت سے منظوری لے کر ان کا اجراء ہوا تھا بلکہ شروع سے ہی خدا کی مرضی پر منحصر کر دیا گیا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشینگوئی کو اپنا اشتہار بنانا خاص جناب کے لئے ہی مخصوص تھا۔ فتح مکہ کی پیشینگوئی ان شاء اللہ پر شامل تھی' مگر جناب کی کس پیشینگوئی میں یہ شان نظر نہیں آتی۔ اس لئے تمام پیشینگوئیاں مشتبہ ہو چکی ہیں۔ اس سے تو بڑھ کر باب اور بہاء کی پیشینگوئیاں تھیں کہ فی الفور

پوری ہوگئی تھیں۔

۳۹..... سات وجوہ سے مسیح کے ساتھ مماثلت جس تکلف سے پیدا کی گئی ہے اسکی حقیقت سب پر عیاں ہے ورنہ ابتدا ہی غلط ہے کیونکہ مسیح پر قتل کا الزام عائد نہ تھا اور نہ ہی جناب کو تین روز کے لئے صلیب پر کھینچ کر کشمیر بھیجا گیا تھا اور نہ ہی دوڈا کو آپ کے ہمراہ سزایاب ہوئے تھے اور عدالت کا باخبر ہونا یا کاغذات کا گم ہو جانا کوئی کرامت نہ تھی بلکہ وہ اندرونی حماقت تھی کہ جس کا اظہار بار ہا جناب نے کئی کتابوں میں کردیا ہے۔

۴۰..... عیسائیوں کے مقابلہ پر یہودیوں کی طرف سے تین اصول پیش کئے ہیں مسلسل تعلیم کی تصدیق، عقل کی تصدیق اور آسمانی شہادت۔ مگر قادیانی تعلیم بھی انہی تین اصول سے ناقابل عمل ثابت ہو رہی ہے ورنہ آپ دکھائیں کہ اسلامی تعلیم میں کہاں پر بعثت ثانیہ کا ذکر ہے؟ کس نے لکھا ہے کہ مہدی اور مسیح موعود ایک ہیں؟ اور دجال ایک جماعت کا نام ہے جس کے دو حصے فلاسفر اور پادری ہیں؟ خدا کو حاضر و ناظر یقین کرکے یہ بتائیں کہ اہل سنت و جماعت میں سے کس نے حیات مسیح سے انکار کیا ہے یا کس نے یہ جائز رکھا ہے کہ غیر کے کلام کو قطع و برید کرکے خود اس کی اپنی ذاتی رائے کے خلاف اتہام باندھنا بھی جائز ہے؟ یہ کہاں کا مسئلہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کی توہین کرکے اپنا تقدس بڑھایا جائے؟ یہ کس اسلام میں ہے کہ مدعی تقدس اپنے مخالفین کو چوہڑوں اور چماروں کی طرح فحش گالیاں دے کر مشتہر کرے یا کس نے فتویٰ دیا ہے کہ الہام اور کشوف ایسے بھی گھڑے جائیں کہ جن کی نظیر ہمارے آقا جناب رسالت مآب ﷺ کے الہامات و کشوف میں نہ ملتی ہو بلکہ فحش منظر اور شرکیہ یا حلولیہ تصویر پیش کرتے ہوں؟ کس اسلام نے آپ کو بتایا ہے کہ مسیح کی قبر کشمیر میں ہے؟ اور کس اسلامی اصول سے آپ کہہ سکتے ہیں کہ نبوت محمدیہ سدا گلاب کی طرح ہمیشہ پھول دیتی رہی مگر نبوت کا پھول اس نے صرف چودہویں صدی میں ہی دیا اور آئندہ کے

لئے قدرت ثانیہ کے پھول دیا کرے گی؟ آپ کو کس نے بتایا کہ قرآن و حدیث کے وہ معانی گھڑ لینے بھی جائز ہیں کہ جن سے اسلامی اصول اور اسلامی مسلمات کی بیخ و بنیاد اکھاڑنے پر حملہ کیا جاتا ہو؟ آپ کس دلیل سے کہتے ہیں کہ ظہور مہدی اور نزول مسیح کا مقام قادیان ہے اور کس اسلامی تصریح سے آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ بروز اور رجعت و تناسخ اور حلول کو اسلام میں جائز الوقوع سمجھا گیا ہے؟ منقولی طور پر ان کی سند پیش کرنے پر آپ کی تعلیمات قابل توجہ ہو سکتی ہیں، ورنہ عیسائیوں کی طرح آپ کی مسیحی جماعت بھی قعر ضلالت میں پڑی ہوئی نظر آتی ہے۔ اب عقلی دلائل کی رو سے تعلیم قادیانیہ یوں مخدوش ہے کہ ایسے الہام منوائے جاتے ہیں جن میں خدا کی سیاہی کی رنگت بھی نمودار ہوتی ہو، مگر الواح موسیٰ کی طرح وہ تحریر ابھی تک محسوس نہ ہو کہ جس پر خدا کے دستخط کرائے گئے تھے، ہجرت کشمیر کا نظریہ ایسا بے بنیاد ہے کہ اسکی تائید پوچھو تو کسی تاریخ سے اور کسی مذہب سے نہیں ملتی سوائے اس کے کہ الہام سے ثابت ہو۔ واقع میں کوئی دلیل نہیں وہ زمین و آسمان کہاں ہیں جو مرزا صاحب نے بنائے تھے۔ اور وہ انسان کہاں رہتا ہے جو اس نئی دنیا میں رہنے کو گھڑا تھا۔ یہ کب قرین قیاس ہو سکتا ہے کہ ایک انسان عورت بن کر بچہ جنے تو پھر وہ بچہ خود ہی ہو؟ حیض کو کس خدا رسیدہ نے اپنے اوصاف میں درج کیا ہے؟ کسی نبی نے کہا ہے کہ میں خدا کی توحید و تفرید کے بجائے ہوں۔ بہرحال اس طرح کے نقائص کئی ایک مقامات میں موجود ہیں، جس کا جواب سوائے متشابہات منوانے کے کچھ نہیں دیا جاتا۔ اب آسمانی نشانات بھی سن لیجئے۔ نمایاں طور پر کوئی نشان پیدا نہیں ہوا۔ جناب کے مخالف متعدد تھے جن میں سے جو مر گئے ہیں ان کے متعلق پیشگوئیوں کے بنڈل بھی کھول دیئے ہیں اور جو ابھی تک زندہ ہیں اور خوشحال ہیں ان کے متعلق ایسی سر بستگی اور خاموشی ہے کہ ان کا ذکر تک نہیں کیا جاتا۔ طاعون منگوائی تھی منکروں کے لئے تو خود قادیان میں بھی آ گئی اس میں

کوئی مخالف نہیں مرا۔ مرے بھی تو وہ غریب جن کو اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ مرزا صاحب کون تھے؟ زلزلے آئے تو پھر کسی متشدد اور مخالف کو تکلیف نہ پہنچی' غرق ہوئے تو وہ بیچارے جو کانگڑے اور مظفر پور میں رہتے تھے۔ اور جنھوں نے مخالفت کا نام بھی جناب کا نہیں سنا تھا۔ کسوف وخسوف بھی رمضان شریف میں عادت الٰہی کے مطابق ہوا' حالانکہ حدیث میں مذکور ہے کہ ایسا واقعہ ابتدائے آفرینش سے وقوع پذیر نہیں ہوا۔ غرضیکہ اس تعلیم کا یہ پہلو بھی عیسائی تعلیم کی طرح کمزور ہے۔

۴۱..... عیسائیت پر جناب نے کئی ایک اعتراضات جڑ دیئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارہ اگر صحیح تھا تو اب گناہ کیوں کئے جاتے ہیں یا وہ کیوں موجود ہیں۔ اور یہ کہ اس وقت عیسائیت میں خدانمائی موجود نہیں رہی مگر یہ نہیں سوچا کہ کفارہ صرف اس شخص کے لئے ہے جو مسیحیت قبول کرتا ہے نہ کہ ساری دنیا کے لئے اور اس قسم کا مفہوم بھی کہیں اس کفارہ یا قربانی سے بڑھ کر نہیں ہے جو اسلام میں بھی موجود ہے اس لئے کسر صلیب کی ذمہ داری سے آپ عہدہ برآ نہیں ہو سکے۔ باقی رہا خدانمائی کا معاملہ سو وہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ نہ تو خدا نے آپ کو اتنی علمی طاقت بخشی تھی کہ جس سے آپ صحیح مطالب کو پہنچ سکتے۔ یا اپنے آپ کو نظم ونثر میں مافوق العادۃ قادر الکلام ثابت کر سکتے۔ نہ ہی تاثیر بالنفس آپ کے پاس تھی کہ آپ کے پاس رہ کر انسان خدارسیدہ ہو جاتا ورنہ آپ بتایئے کہ آپ کے کتنے مرید دست شفا رکھتے تھے یا کس کس کو جناب نے مسیح یا حواریوں کی طرح صرف توجہ سے اچھا کیا تھا دعا بازی کا ذکر آتا ہے تو پھر یہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ کبھی کسی مصلحت سے دعا کو کسی دوسری صورت میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ بہر حال آسمانی نشان نمایاں طور پر تعلیم مرزائیہ میں نہیں پائے جاتے اور زیادہ سے زیادہ کچھ کچھ پیش از وقت معلوم کر لینا یا کچھ کچھ نفسانی یا روحانی تصرف کرنا جس پر آپ کی تعلیم نازاں ہے یہ سب کچھ ہر ایک محنتی آدمی بھی کر سکتا

ہے جو آپ کی طرح کچھ عرصہ روزے رکھ کر گوشہ نشین رہا ہو۔ اور اپنے تقدس کے عہد میں ہی لوگوں سے کنارہ کش ہو کر اپنے خیالات پر نگاہ دوڑاتا ہوا ایک ایک بات نوٹ کرتا رہا ہو۔ کیونکہ تجربہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہر ایک شخص چوبیس گھنٹہ میں دو چار باتیں ضرور ایسی بھی کرتا ہے کہ اگر ان کو نوٹ کر لیا جائے تو ضرور اس کے تقدس کا سبب بن سکتی ہیں۔ لیکن نبی کی یہ شان نہیں کہ اگر کسی کو کرسی نہیں ملی تو لگے نعرہ لگانے کہ لو صاحب اسکی ذلت اس لئے ہوئی کہ وہ ہماری ذلت کا خواہاں تھا۔ اس طرح کی انانیت کا بیمار لیل ونہار کے انقلابات کو اپنے زیر اثر سمجھتے ہوئے گمراہی کا باعث بن جاتا ہے۔ سو بالفرض اگر جناب واقعی اپنے اندر خدانمائی کا اثر رکھتے تھے تو اس سے دوسروں کی پیاس کب بجھ سکتی تھی اور وہی اعتراض جو عیسائیوں پر کیا تھا اپنے اوپر لوٹ کر پڑتا ہے۔

۴۲..... عیسائیت پر اعتراض کرتے ہوئے آپ مانتے ہیں کہ مسیح سے اقنوم کا اتحاد عین شباب میں ہوا تھا تو اب یہ اعتراضات غلط ہو گئے کہ خدا بول کے راستہ سے کیوں پیدا ہوا تھا یا اسکو عوارض جسمانی اور حالات انسانی کیوں پیش آئے تھے وغیرہ وغیرہ کیونکہ یہ اعتراضات اس صورت میں پڑ سکتے تھے کہ شروع سے ہی اقنومی اتحاد ہو چکا ہوتا' اس لئے یہاں بھی کسر صلیب کا معاملہ مخدوش رہ جاتا ہے پھر یہ کہنا اور بھی بیجا ہے کہ فلاں سے اتحاد کیوں نہ ہوا کیونکہ جناب خود مانتے ہیں کہ خدا اپنے کام میں کسی کے زیر اثر نہیں ہوتا آپ کے الہام بھی ایسے ہی تھے کہ ان میں کئی باتیں مذکور نہ ہوتی تھیں تو آپ بھی یہی جواب دیتے تھے کہ خدا خود مختار ہے ہمارے زیر اثر نہیں ہے۔ بہر حال عیسائی کہہ سکتے ہیں کہ عین اتحاد کے وقت مسیح کی زندگی بے لوث تھی کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ اس وقت آپ سے کوئی جرم سرزد ہوا تھا۔ ہاں غلطیوں سے انسان خالی نہیں ہوتا جس سے انسان کو تکلیف بھی ہوتی ہے اور جسمانی عوارض بھی پیدا ہو جاتے ہیں اس لئے خسرہ نکلنے کا اعتراض بے جا ہوگا

اور چونکہ انسان میں انکساری کا مادہ بھی ہے اس لئے مسیح کی لاعلمی کا اقرار بھی صحیح ہوگا اور چونکہ آپ ہمیشہ مسافر رہتے تھے اس لئے آپ کا دوسرے ممالک میں یہ کہنا صحیح ہوگیا کہ مجھے سر رکھنے کو بھی جگہ نہیں ملتی اور یہ بھی یاد رہے کہ مسیح کی تعلیم کا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ نیکی کرنا بالکل بیکار ہے بلکہ نیکی بدی کو صحیح سمجھ کر کفارہ صرف یہی معنی رکھتا تھا کہ من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ ورنہ اس اصول پر بھی یہی اعتراض عائد ہوتے۔

۴۳..... اناجیل کے متعلق گو یہ کہنا صحیح ہے کہ ان میں عینی شہادت کی بنا پر سوچ سمجھ کر واقعات نہیں لکھے گئے مگر مرزائی تعلیم بھی تو اس کمزوری سے خالی نہیں اس میں بھی مسیح کو ہندوستان میں لاتے ہوئے کوئی عینی شہادت پیش نہیں کی نہ ہجرت کشمیر میں قطع و برید سے احتراز کیا گیا ہے اور وفات مسیح میں تو اس قدر غلط سلط دلائل پیش کئے ہیں کہ جن کی تصدیق سوائے قطع و برید کے کہیں نہیں ملتی اور غلطی سے ایسے لوگوں کا اپنا خیال پیش کیا ہے کہ جن کی نسبت تمام عالم اسلام گواہ ہے کہ وہ جناب کے برخلاف تھے۔ تو اگر انجیل نویسوں نے واقعات قلم بند کرنے میں یا صحف سابقہ کی سند پیش کرنے میں غلطی کی ہے تو جناب کی تعلیم بھی اس سے مبرا نہیں ہے۔

۴۴..... مسئلہ کفارہ کو جس طریق پر جناب نے غلط ثابت کیا ہے کہ ایثار خدا کی صفت نہیں یا یہ کہ واقعہ صلیب کے وقت دنیا کا منتظم کون تھا وغیرہ بالکل کمزور طریق ہے۔ کیونکہ اناجیل کی رو سے خدا پر موت نہیں آئی تھی صرف بشریت کی تکلیف سے الوہیت پر اعتراض پیدا نہیں ہوتا اس لئے ایثار کا تعلق بشریت سے ہوگا اور آپ سے کسر صلیب کی شان ظاہر نہ ہوگی۔

۴۵..... راولپنڈی کا بزرگ ہو یا لدھیانہ کا چونکہ اس کو جناب کی اصلی تعلیم سے خبر نہ تھی اور نہ ہی جناب نے اس وقت اپنی تعلیم کو پورے طور پر شائع کیا تھا اس لئے حسن ظن کی بناء پر اگر آپ کی تعریف کی تو یہ صداقت کا معیار نہیں بن سکتی کیونکہ بقول جناب بات وہی باوثوق

ہوتی ہے جو عینی شہادت اور تعمق نظر، سلامتی عقل، صدق قول اور حافظہ کی سلامتی کے وقت پیدا ہو ورنہ نہیں۔

۱۲..... حضرت عیسیٰ مسیح ابن مریم رسول اللہ اور صلیب

مذکور الصدر عنوان کا ایک رسالہ از تصنیف نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم مطبوعہ نولکشور پریس لاہور ۱۹۱۰ء میں شائع ہوا تھا جس میں سرسید کی تعلیم نے تمام وہ نقشہ واقعہ صلیب کے متعلق کھینچ کر پیش کیا ہے جس پر آج مرزائی تعلیم وحی آسمانی کا رنگ چڑھاتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے۔ ناظرین آسانی کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب تک اس تعلیم سے نبی قادیان بے خبر یا محترز تھے مسلمانوں کے ہم نوا رہے تھے اور حیات مسیح و نزول مسیح میں ''براہین'' کی جلد چہارم کے زمانہ تک ثابت قدم رہے مگر بعد میں جب سرسید کی تعلیم زیر مطالعہ آئی یا اس نے تاثیر کرنا شروع کیا تو فوراً جناب بھی اس سے متفق ہوگئے، نہ یہ کہ خدا تعالیٰ نے الہامات تبدیل کروا لے تھے ورنہ الہام الٰہی یقینی نہیں رہ سکتا اور یہ بھی لازم آتا ہے کہ الہام کرنے والا بھی علمی ترقی کرتا رہتا ہے اور اگر یوں کہا جائے کہ ''براہین'' میں جناب نے مولویانہ رنگ میں حیات مسیح کا قول کہا تھا تو بعد میں معلوم ہوا کہ یہ شرک اکبر ہے تو جناب کی زندگی پچاس سال تک مشرکانہ ثابت ہوتی ہے اور یہ قرین قیاس نہیں کہ پچاس سال تک خدا نے اپنے نبی کو شرک کی لعنت میں پڑا رہنے دیا ہو اور ذرہ رحم نہ آیا ہو کہ اس کو اپنی امت کے سامنے اپنی سابقہ عمر کس طرح بے لوث ثابت کرنے کا امکان باقی رہے گا کیونکہ جب مسیح کی زندگی پر یہ اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ اناجیل کی رو سے شیطان نے آپ کو مغلوب کر لیا تھا تو یہاں ''براہین'' کی رو سے جناب پر بھی یہ اعتراض پڑتا ہے کہ جو شخص پچاس سال تک مشرک رہا ہو وہ کیسے نبی بن سکتا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام کے واقعات کو یہاں پر دہرایا جاتا ہے مگر وہاں ابتدائی حالت تھی بچپن کا زمانہ تھا دور و نزدیک کے حالات

شرک آمیز تھے مگر تاہم نور نبوت کی ہی یہ شان تھی کہ توحید میں ترید کرتے کرتے آخر مقصد پر پہنچ گئے اور بقاء علی الشرک کا زمانہ پیش نہ آنے پایا لیکن یہاں معاملہ ہی دگرگوں ہے اگر یہاں بھی نور نبوت کا امکان ہوتا تو ''براہین'' لکھتے لکھتے ہی وفات مسیح کا عقیدہ ظاہر کر دیتے یا بچپن سے ہی نور باطن آپ کو ''براہین'' میں شرک نویسی سے بچائے رکھتا۔ اس لئے مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ قادیانی نبوت بقول لاہوری پارٹی صرف اعزازی نبوت تھی ورنہ اصلی نبوت کا امکان نہ تھا اور اہل اسلام تو اعزازی نبوت سے بھی منکر ہیں کیونکہ پچاس سالہ مشرک یا غلطی میں ڈوبا ہوا اس اعزاز کے لائق نہیں رہ سکتا کیونکہ مشہور ہے کہ النبی نبی ولو کان صبیا۔

واقعہ صلیب اور قرآن

بہر حال نواب صاحب ﴿شُبِّهَ لَهُمْ﴾ کا ترجمہ کرتے ہیں کہ انکے آگے قتل کی صورت بن گئی تھی اور قتل کرنے والوں کو دھوکہ ہو گیا یا ان سے اصل بات پوشیدہ ہو گئی یا ان کو آپ کی موت کا تشابہ ہو گیا حالانکہ وہ یقیناً نہیں مرے تھے البتہ تین گھنٹے تک صلیب پر اذیت سے لٹکتے رہے اور پھر اتارے گئے۔ صلیب پر مصلوب ہونے سے جلدی کوئی نہیں مرتا' بلکہ کئی روز تک لٹکے رہنے، دھوپ کی تپش اور بھوک کی شدت اور زخموں کی تکلیف سے البتہ مر جاتا ہے۔ یہ معاملہ حضرت سے نہیں ہوا اور جب ایک مقبرہ میں رکھے گئے تو ان کو کہ ابھی زندہ مگر غشی میں تھے بعض مخلصین شب کو مقبرہ سے نکال کر گھر میں کہیں پوشیدہ لے گئے۔ پھر آپ بعض حواریوں کو زندہ نظر آئے۔ مگر یہود کی عداوت اور رومیوں کے اندیشہ سے کہیں دیہات میں اپنے قرابت داروں کے ساتھ رہتے تھے۔ پھر خدا نے ان کو اٹھا لیا یعنی اپنی طبعی موت سے مر گئے اور خدا کے پاس چلے گئے۔ اور اسکے داہنے ہاتھ جگہ پائی اور یہ دونوں باتیں مجازاً اور فضیلۃً کہی جاتی ہیں۔ جو لوگ سمجھتے تھے کہ ہم نے ان کو مار ڈالا یا ان کی صورت کا دوسرا آدمی پکڑا گیا قرآن مجید ان کو جھٹلاتا ہے' کہ اصل بات ان سے چھپ گئی یا پوشیدہ کی گئی۔ حضرت عیسیٰ پر اضلال کا فتویٰ لگایا گیا تھا جیسا کہ یہود هذه الامة کر رہے ہیں اور ایسے شخص کی سزا سنگساری سے قتل کرنے کی تھی۔ (احبار ۲۴،۲۳ و استثنا ۱۳)

بلکہ بغاوت کا الزام بھی لگا دیا تھا۔ اس لئے سنگساری کی بجائے صلیب پر چڑھا کر مار ڈالنے کی سزا دی گئی اور عید فصح کے روز عیسیٰ بار بان کو چھوڑ دیا گیا اور آپ کو مقام جلجہ میں صلیب سے باندھا' جس پر میخوں یا رسیوں سے مجرم کو باندھتے تھے۔ صلیب دو متقاطع لکڑیوں سے بنی تھی اور درمیان ایک عمودی لکڑی مصلوب کے بیٹھنے کے لئے ہوتی تھی۔ ورنہ دھڑ لٹک کر گر جاتا تھا۔ معلوم نہیں کہ آپ کے پاؤں چھیدے گئے تھے یا باندھے گئے تھے۔ مگر پیاس کی شدت میں اسفنج کے ذریعہ سرکہ پلایا گیا جس سے آپ کو بہت تسکین ہوئی اور یہ شربت حیات میں استعمال کیا جاتا ہے۔ مصلوب تین چار روز کی بھوک پیاس کی شدت اور زخموں اور دھوپ کی تپش سے مر جاتا تھا اور ایسی کئی ایک مثالیں ہیں کہ مصلوب عذاب میں کئی روز زندہ رہا۔ (تفسیر بارن ۲،۷،۵، ۱۹۹۵ء)

شاگرد اس وقت بھاگ گئے تھے، کچھ عورتیں اور روشناس دور کھڑے دیکھ رہے تھے' یوحنا پاس تھا کیونکہ اس نے اس کی بات سن لی تھی۔ صلیب کا دن عید فصح کا دن تھا' یہ واقعہ دوپہر کو ہوا۔ اب سبت شروع ہونے کو تھا جس میں بڑے اہتمام سے کام کرنا تھا اور یہ بھی حکم تھا کہ مصلوب کی لاش اسی دن دفن کر دی جائے۔ (استثنا ۲۲ و یوحنا ۸،۲۹)

اور یہود سنگسار کر کے مردہ کو صلیب پر چڑھاتے تھے۔ مگر رومیوں نے یہ منسوخ کر دیا تھا۔ لیکن مصلوب مرے یا نہ مرے مگر اسی دن اسکو صلیب سے اتارنا ضروری تھا اس لئے نہ تو انہوں نے صلیب کے متعلق کچھ اہتمام کیا اور نہ بعد صلیب کے صلیب پر رہنے دیا۔ بلکہ درخواست کی کہ آپ کی ٹانگیں توڑ کر اتروا لیں' کیونکہ مطلق صلیب پر کوئی مصلوب

نہیں مرتا۔ مگر آپ کی ٹانگیں نہیں توڑیں، کیونکہ آپ مردہ معلوم ہوتے تھے (شُبِّهَ لَهُم) اڑہائی یا تین گھنٹہ کے بعد برچھی مارنے سے معلوم ہوا کہ ابھی زندہ ہیں اور اسی وقت اتار لئے گئے اور یوسف ممبر آف کونسل سنہدریم لاش لے کر دفن کو لے گیا۔ اور آپ کو لحد میں رکھا گیا اور دروازے پر ایک سل رکھ دی تاکہ پرسوں کو عطریات لاکے قبر میں رکھیں گے، عورتوں نے موقع دیکھ لیا۔ مگر سب یہودی اور رومی چلے گئے۔ اب دوسرے دن احمقوں کو سوجھی کہ کوئی دشمن لاش نہ نکال لے جائے اس لئے انہوں نے اپنے سپاہی حفاظت کے لئے بٹھائے اتوار کی صبح کو وہ عورتیں آئیں تو حضرت کو نہ پایا تو حاکم کے دو تین فرستادوں نے کہا کہ تم زندہ کو مردوں میں ڈھونڈتی ہو۔ اور انہوں نے پطرس یوحنا کو خبر کی کہ وہ جی اٹھے ہیں تو تین دفعہ حواریوں کو زندہ نظر آئے۔ عیسائیوں نے آپ کے جلدی مرجانے اور جی اٹھنے کو معجزہ سمجھ لیا۔ حالانکہ کئی مصلوب علاج سے زندہ ہو چکے تھے۔ سندرکیس کو دارا نے صلیب دیا تھا ترس کھا کر پھر فوراً بچالیا۔ (تاریخ ہیرودوس ص۱۹۳)

یوسفس سے کہتا ہے کہ میں نے طیطوس کے عہد میں بہت سے آدمی صلیب پر دیکھے کہ جن میں سے تین آدمی اتروا کر علاج کیا گیا مگر دو مر گئے اور ایک بچ گیا۔ (سوانح عمری خود صفحہ ۷۵)

یہود تو شاید اس دن صلب گاہ پر بھی حاضر نہ تھے کیونکہ فصح کا دن تھا۔ (خروج ۲۶ احبار ص ۳۷) اور عدالت میں بھی حاضر نہ تھے بلکہ فصیری روٹیوں اور قربانیوں کی فکر میں تھے۔

مصلوب اور اس کی زندگی

باسالیدیان اور سرن تھیان اور کور پوری تیان وغیرہ قدیم عیسائیوں کے نزدیک شمعون مصلوب ہوا تھا۔ برناس لکھتا ہے کہ ”یہودا مصلوب ہوا تھا“ مگر قرآن اسکی تکذیب کرتا ہے پس جب صلیب پر آپ کی موت نہیں ہوئی اور قبر میں بھی نہ رہے تو یہی ثابت ہوتا

ہے کہ یوسف اور نقیدموس ان کو اٹھا کر لے گئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے بغیر غسل کے دفن کیا تھا۔ عیسائیوں نے کہا کہ قرآن واقعی تاریخ کے خلاف ہے مگر قرآن نے کہا ہے کہ نہ تو عیسیٰ کو پتھراؤ کر کے یا تلوار سے مارا ہے اور نہ صلیب پر چڑھا کے مارا ہے، نہ یہ کہ وہ صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے کیونکہ یہاں صلیبی موت کی نفی مراد ہے مگر موت کی صورت بنادی گئی کہ منتظمین کو مردہ نظر آئے کیونکہ میخوں کی اذیت سے غشی ہوگئی تھی مگر چونکہ موسم اچھا تھا، ابر بھی تھا، دھوپ بھی نہ تھی اور جلدی اتار بھی لئے گئے، اس لئے زیادہ صدمہ نہیں پہنچا۔ حشویہ اور مفسرین نے لکھا ہے کہ دوسرے پر صورت القاء ہوئی۔ مگر اس طرح تو معاملات کا اعتبار ہی اڑ جاتا ہے اور اس وقت شُبِّهَ کا فاعل نہ مسیح بن سکتے ہیں کیونکہ وہ مشبہ بہ تھے اور نہ کوئی اور کیونکہ وہ مذکور نہیں۔ پس کسی اور کا ان کی جگہ مصلوب ہونا قرین قیاس نہیں کیونکہ شمعون قریٰنی بعد میں عرصہ تک زندہ رہا اور عیسائیوں سے شریک کار رہا۔ اور یہودا بھی بعد میں مرا۔ ما قتلوه يقينا جس طرح قتل کا حق تھا ایسا قتل نہیں کیا یا یقیناً قتل نہیں کیا کیونکہ تین گھنٹے صلیب پر موت کے لئے کافی نہ تھے۔ بلکہ خدا نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا یہ بات تشریف و تحکیم کے لئے ہے نہ یہ کہ درحقیقت بادلوں میں آسمان کو اڑتے ہوئے نظر آئے اور کسی آسمان پر جا بیٹھے جس طرح انی ذاهب الی ربی اور من یخرج من بیته مهاجرا الی الله وارد ہے بعد میں حضرت عیسیٰ یقیناً مر گئے کیونکہ یوں آیا ہے انی متوفیک.

اس کی تفسیر میں بہت الٹ پلٹ کیا گیا ہے یعنی رافعک و متوفیک مگر قرآن کی اصل عبارت یوں نہیں۔ شاید مفسرین کے کسی نئے قرآن خودساختہ میں ہوگی، پھر فرمایا کہ توفیتنی جب مجھے تو نے وفات دی تب تو ہی ان پر نگہبان رہا الله یتوفی الانفس حین موتها۔ پس ان کی وفات کی خبر بہت صاف ہے مگر یہ بات کہ کب مرے، کہاں مرے معلوم نہیں۔ جیسا کہ حضرت مریم کا حال پھر معلوم نہ ہوا حالانکہ مسیح نے انکو یوحنا

کے حوالے کردیا تھا اور دور کے دیہات میں چلے گئے تھے۔ ''بخاری'' کی ایک روایت جو کتاب ''بدء الخلق باب ذکر الملئکہ'' میں لکھی ہے اس میں ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ کو دوسرے آسمان پر ملے تھے مگر یہ روایت بہت ہی مشتبہ ہے۔ ہدبہ ضعیف عند النسائی والھمام لہ وھم والخلیفۃ یخطی والسعید یدلس کثیرا وھشام قد یدلس۔ وروی انس عن مالک بن صعصعۃ ففیھا عنعنۃ وارسال۔ ولعل مالک مات قبل روایۃ عنہ۔

(تقریب التہذیب لابن حجر العسقلانی مطبوعہ دہلی ۱۲۷۱ھ)

نوابی فیصلہ پر جرح

اسلام میں آج تک وہی فیصلہ چلا آتا تھا جو مورخ طبری اور برنباس نے کیا ہے مگر سرسید کی پرانی عیسائیوں کے پنجہ میں آگئی۔ انہوں نے اناجیل اربعہ کو قرآن سے مطابق کرتے ہوئے یہ نظریہ قائم کیا کہ ﴿مَاصَلَبُوْهُ﴾ کا معنی ہے کہ انہوں نے آپ کو صلیب پر نہیں مارا حالانکہ کسی لغت سے یہ معنی ثابت نہیں ہوتا اور خود بھی مانتے ہیں کہ مصلوب زندہ بھی رہ سکتا ہے تو ﴿مَاصَلَبُوْهُ﴾ کا ترجمہ ماقتلوہ علی الصلب کس طرح صحیح ہوا؟! اسکے بعد ﴿شُبِّهَ لَهُمْ﴾ کا ترجمہ اوقع الشبھۃ لھم چھوڑ کر مشبہ اور مشبہ بہ کے پیچھے پڑ گئے اور صاف راستہ چھوڑ کر یہ ترجمہ گھڑ لیا کہ مسیح مشبہ بالمقتول بنائے گئے حالانکہ اس ترجمہ کا ثبوت منقولی طور پر کسی اسلامی تصریح سے نہیں دکھایا گیا آخر میں ماقتلوہ یقینا کا معنی کردیا ہے کہ وہ پورے طور پر اسے نہ مار سکے تھے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ یہودی رومی حکومت میں قتل کی رسم ادا بھی نہ کر سکتے تھے تو پھر یہ کیا بات ہوئی کہ وہ پورے طور پر قتل نہ کر سکے کیا مصلوب کو مقتول کہا جا سکتا ہے یا مصلوب کا میت ہو جانا بھی ضروری ہے۔ یوں کیوں نہیں کہتے کہ نواب صاحب کو یہ دھوکہ لگ گیا تھا کہ ﴿مَاقَتَلُوْهُ﴾

کو ﴿مَاصَلَبُوْهُ﴾ سمجھنے لگ گئے تھے حالانکہ دو سزائیں الگ الگ تھیں۔ قتل [1] بالسیف اور صلب [2] الی الموت، مگر تحریف کی دھن میں یہاں پر دونوں کو ایک ہی سمجھ بیٹھے رفعہ الیہ کا ترجمہ ﴿مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّی﴾ کا سہارا لے کر یوں کیا ہے کہ خدا نے آپ کو کسی گاؤں بھیج دیا تھا اور یہ نہ کیا کہ کسی آسمان پر بھیج دیا تھا، کیونکہ انگریز آسمان نہیں مانتے۔ ''حدیث بخاری'' کی باری آئی تو راوی کمزور کر دکھلائے اور یہ نہ سوچا کہ یہ حدیث بالفرض اگر ایک طریق سے کمزور ہے تو اسکے لئے اس قدر اور طریق بھی ہیں کہ سب کے ملانے سے تواتر تک پہنچ جاتی ہے۔ مگر نوابی دماغ کو یہ تکلیف کب گوارا تھی کہ ایسی محنت میں پڑتے اور جب جاگیر دار قادیان بعد میں جلوہ گر ہوئے تو آپ نے اس نظریہ پر اور بھی حاشیے چڑھا دیے کہ مسیح کشمیر کو گئے تھے اور ان کی ہڈیاں نہیں توڑی گئی تھیں (ماصلبوہ)۔ اور سند پیش کرنے میں ایسی دور کی سوجھی کہ اندھے کو اندھیرے میں بھی نہیں سوجھتی۔ ذرا انصاف نہیں کیا کہ اگر توفی بمعنی رفع جسمانی ہم پیش کرتے ہیں تو ہم پر کئی شرائط لگائے جاتے ہیں کہ جن کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ بعینہٖ یہ لفظ کسی دوسرے زندہ مسیح کے لئے استعمال ہوتا ہوا دکھاؤ۔ اب اپنی باری آئی تو صرف ایجاد بندہ ہی سند کافی سمجھی گئی۔

الغرض ہمیں یہ دکھانا منظور ہے کہ وفات مسیح کا نظریہ قائم کرنے میں نواب صاحب کو سبقت حاصل ہے جنھوں نے جناب سرسید سے یہ فیض حاصل کیا تھا اور چونکہ جناب بھی جاگیردار تھے اس لئے ہم جنس کا نظریہ وحی کے رنگ میں دکھاتے تھے۔

مگر اب سوال یہ ہے کہ کسر صلیب میں پہلے کس نے کوشش کی؟ چودھویں صدی کا مجدد نواب صاحب یا سرسید ہوئے یا جاگیردار صاحب قادیان؟ اور ہمیں یہ بھی پوچھنا ہے کہ پیٹ چاک کرنے کے بعد مسیح کیسے جانبر ہو سکے تھے جبکہ وہ پہلے ہی نیم مردہ ہو کر سرد ہو چکے تھے اور دو دن تک بند کمرہ میں پڑے رہے تھے۔ نہ پیٹ سیا گیا نہ اس پر پٹی لگائی گئی

اور نہ کوئی خورد ونوش کا انتظام کیا گیا؟ اس لئے ہم اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ اگر بقول جناب مسیح علیہ السلام صلیب پر نہیں مرے تھے تو بعد میں پہلو شگاف زخم سے ضرور مر چکے تھے۔ مگر آپ کہتے ہیں کہ تیسرے روز مسیح ایک جلسہ میں بھی حاضر ہو گئے تھے تو کیا آپ کوئی خواب سنا رہے ہیں یا کوئی افسانہ لکھ رہے ہیں۔

۱۳..... سیرۃ المہدی (مجریہ ۲۱ دسمبر ۳۳ء)

مصنفہ مرزا بشیر احمد ولد مرزا غلام احمد مسیح قادیانی

سے چند تاریخی نوٹ۔ بحوالہ صفحہ مع دیگر رسائل قادیانیہ وتاریخیہ

مرزا صاحب کے اسلاف واقارب: آپ کے حقیقی ماموں جمعیت بیگ کے دماغ میں کچھ خلل آ گیا تھا اس کی لڑکی حرمت بی بی سے آپ کا نکاح ہوا جس کے بطن سے مرزا سلطان احمد وفضل احمد پیدا ہوئے اور اس کا لڑکا علی شیر احمد بیگ کی بہن حرمت بی بی سے بیاہا گیا اور ایک لڑکی عزت بی بی پیدا ہوئی جو فضل احمد کے نکاح میں آئی۔ سلطان احمد کی پہلی بیوی اہلیہ ضلع ہوشیار پور کی تھی۔ جس سے عزیز احمد پیدا ہوا۔ اس کی زندگی میں ہی دوسری شادی خورشید بیگم بنت امام الدین سے کر لی تو پہلی بیوی فوت ہو گئی آپ کی دادی کے دماغ میں خلل آ گیا تھا۔ کیونکہ بڑی عمر کی تھیں۔ اور جناب نے اسے دیکھا بھی تھا۔ مرزا غلام قادر کی اہلیہ طائی حرمت بی بی کے نام سے مشہور تھی اور اپنے شوہر سے بڑی تھی پھر جناب سب سے بڑے تھے۔ غلام مرتضیٰ کے ہاں پہلے لڑکا ہو کر مر گیا۔ پھر مراد بی بی پیدا ہوئی پھر غلام قادر پھر دو لڑکے پیدا ہو کر مر گئے' پھر پانچ سال بعد ترس ترس کر جناب پیدا ہوئے تو توام تھے اور توام جنت مر گئی اور منتیں مان کر آپ کی پرورش ہوئی۔ راجہ تیجا سنگھ بٹالوی کو چھوڑا ہوا تو غلام مرتضیٰ کے علاج سے تندرست ہوا تو اس نے شتاب کوٹ اور حسن پور (حسن آباد) جو

آپ کی پرانی ریاست میں شامل تھے آپ کو انعام دیئے مگر آپ نے انکار کر دیا کہ جنگ گھتا ہوں۔ آپ وسیع الاخلاق تھے جوتی ولد دولہ بیمار ہوا تو گو اس نے آپ کے خلاف شہادت بھی دی تھی مگر اس کا علاج کیا آپ کا تخلص تحسین تھا آپ کا شعر ہے کہ شعر

اے وائے بما کہ ماچہ کردیم   کردیم کہ ناکردنی ہمہ عمر

درد سر من مشو طبیبا   ایں درد دل است و درد سر نیست

سلطان احمد نے آپ کا کلام جمع کر کے ایڈیٹر پنجابی اخبار کو دیا تھا جو اس نے ضائع کر دیا۔ غلام قادر کا تخلص مفتون تھا ایک ایرانی آیا تو اس نے کہا کہ غلام مرتضیٰ کا کلام فصیح ہے۔ بٹالہ کے ایک ہندو حجام نے آپ سے کہا کہ میری معافی ضبط ہو گئی ہے۔ آپ ایجرٹن صاحب فنشل کمشنر سے سفارش کریں، تو آپ لاہور گئے اور اس وقت شالامار باغ میں جلسہ ہو رہا تھا تو جلسہ ختم ہونے پر آپ نے حجام کا ہاتھ صاحب کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ لاج رکھو تو اس نے معافی واپس کر دی۔

رابرٹ کسٹ صاحب کمشنر کی ملاقات کو گئے تو دوران گفتگو میں اس نے پوچھا کہ قادیان سے سری گوبند پور کتنا دور ہے؟ تو آپ نے خودداری میں کہا کہ میں ہرکارہ نہیں ہوں اور ناراض ہو کر رخصت ہونا چاہا' مگر صاحب نے بٹھا لیا۔ بٹالہ میں غلام قادر نے ایک برہمن پٹواری کو مارا تو ڈیوس صاحب مہتمم بندوبست نے ایک سو روپیہ جرمانہ کر دیا۔ آپ امرتسر میں تھے خبر ہوئی تو ایجرٹن صاحب کے پاس جا کر جرمانہ معاف کرا لیا۔ غلام قادر جب پولیس میں ملازم تھا تو نسبٹ صاحب ڈپٹی کمشنر نے کسی بات پر اس کو معطل کر دیا پھر جب صاحب بہادر قادیان آئے تو اس نے خود ہی کہہ دیا کہ ہم نے آپ کے لڑکے کو معطل کر دیا ہے آپ نے کہا کہ اگر قصور ثابت ہے تو ایسی سزا دینی چاہئے تھی کہ شریف زادے ایسا کام نہ کریں۔ صاحب بہادر نے سمجھا کہ جب باپ ایسا مربی ہے تو سزا کی ضرورت ہی کیا ہے

پھر اس کو دوبارہ بحال کر دیا۔ غلام قادر ضلع کے سپرنٹنڈنٹ بھی رہے ہیں نہر میں بھی کام کیا تھا۔ ٹھیکہ داری بھی کی تھی اور چھینہ کے پاس ایک پل کا ٹھیکہ بھی لیا تھا۔ مہاراجہ شیر سنگھ کا ہنودان کے محسب میں شکار کھیلنے آیا تو آپ بھی ہمراہ تھے تو راجہ کے ایک ملازم جولا ہے کو زکام ہو گیا آپ نے دو تین پیسہ کا نسخہ لکھ دیا تو اسے آرام ہو گیا' پھر مہاراجہ کو زکام ہو گیا تو آپ نے قیمتی نسخہ لکھا تو راجہ نے کہا کہ جولا ہے کو دو پیسے کا نسخہ کیوں لکھ دیا تھا اور مجھے کیوں اتنا قیمتی نسخہ دیا ہے تو آپ نے کہا کہ جولا بار اجہ نہیں ہے راجہ نے خوش ہو کر سونے کے کڑے انعام دیئے۔ مرزا امام الدین نے آپ کے قتل کی ٹھان لی۔ اور سوچیت سنگھ کو اس کام کے لئے مقرر کر دیا۔ مگر جب بھی دیوان خانہ کی دیوار پھاندتا تو اس وقت اسے دو آدمی پہرے دار نظر آتے اس لئے کامیاب نہ ہو سکا (شاید فرشتے تھے) آپ کا روز مرہ میں یہ تکیہ کلام تھا ''بے بات کہ نہیں'' اور سنائی یوں دیتا تھا ''بے باکہ نہیں''۔

ایک بغدادی مولوی آیا تو آپ نے اس کی کمال خدمت کی مگر اس نے کہا کہ تم نماز نہیں پڑھتے آپ نے کمزوری کا اعتراف کیا۔ تکرار کے بعد مولوی نے کہا کہ تمہیں خدا دوزخ میں ڈالے گا۔ تو آپ نے جوش میں آ کر کہا کہ تم کو کیا معلوم مجھے کہاں ڈالے گا میں خدا سے بدظن نہیں ہوں تم مایوس ہو تو ہو مگر میں مایوس اور بداعتقاد نہیں ہوں۔ میری عمر ۷۵ سال کی ہے خدا نے میری پیٹھ نہیں لگنے دی تو کیا اب مجھے دوزخ میں ڈالے گا؟ آپ کی اہلیہ فوت ہو گئی تو آپ نے گھر آنا چھوڑ دیا۔ صرف ایک دفعہ اپنی لڑکی سے ملنے آئے تھے آپ نے علم طب حافظ روح اللہ باغبانپوری سے سیکھا تھا۔ پھر دہلی جا کر تکمیل کی تھی۔ آپ کی کتابیں چاروں میں تھیں جن میں سے خاندانی تاریخ بھی درج تھی۔ سلطان احمد باپ، دادا دونوں کی کتابیں چرا لیجاتا تھا۔ دادا کہتے کہ کتابوں میں چوہا لگ گیا ہے۔ غلام قادر کی شادی دھوم دھام سے ہوئی۔ ۲۲ طائفے ارباب نشاط کے جمع تھے مگر مرزا صاحب کی شادی

سادگی سے ہوئی۔ آپ کی اہلیہ بڑی مہمان نواز تھی اور آپ نے آخری عمر میں جہاں بڑی مسجد ہے اور مسجد بنانے کا ارادہ کیا۔ اس جگہ سکھ کارداروں کی حویلی تھی وہ نیلام ہوئی تو ضد میں آ کر دوسروں نے قیمت بڑھا دی مگر آخر سات سو روپے پر آپ نے ہی خرید کر لی جو اس وقت کی قیمت سے زیادہ نہ تھی۔ مرزا غلام احمد صاحب کی ممانی (سلطان احمد کی نانی) مسمات چراغ بی بی جناب سے بہت محبت کرتی تھی، باقی سب مخالف تھے، کہتی تھی کہ لوگ غلام احمد کو کیوں بددعائیں دیتے ہیں اسے تو میری چراغ بی بی نے منتیں مان کر ترس ترس کر پالا تھا۔ قادیان میں ہیضہ پھوٹا تب مرزا غلام مرتضیٰ بٹالہ میں تھے جب آئے تو چوہڑوں میں کچھ کیس ہو چکے تھے۔ آپ نے ان کو تسلی دی اور مٹی کے بڑے بڑے برتنوں میں آملہ، کلفہ اور گڑیا نمک ڈلوا دیا کہ جو چاہے نمکین پیئے اور جو چاہے شیریں تو ہیضہ جاتا رہا۔ بالو وٹا کو بروالوں کی ماں لاڈو آپ کی دایہ تھی۔ مرزا سلطان احمد و عزیز احمد کو بھی اس نے ہی جنایا تھا۔ ایک دفعہ آپ نے اس سے اپنی پیدائش کی شہادت بھی لی تھی۔ ایک عورت پھنس گئی تو اسی سے جنی تھی۔ دوسرے نکاح کے وقت سے اس کو گھر نہیں آنے دیا کیونکہ اس پر کچھ شبہ پیدا ہو گیا تھا۔ عزیز احمد کو اس نے جنایا تھا تو اسے خارش تھی، عزیز احمد کو بھی خارش ہو گئی۔ غلام قادر کے گھر آہستہ آہستہ سب کو ہو گئی۔ آپ کے گھر بھی آ گئی۔ اور آپ کو بھی ہو گئی۔ آپ کی دوسری بیوی کا نام نصرت جہاں بیگم ہے۔ مہر ایک سو روپیہ مقرر ہوا تھا۔ اس کا والد میر نواب ناصر ہے۔ جو خواجہ میر درد صاحب دہلوی کی اولاد ہیں، محکمہ انہار پنجاب میں ملازم تھے۔ ۲۵ سال پنشن لیتے رہے شروع میں کچھ مخالف تھے مگر بعد میں داخل بیعت ہو گئے تھے۔ مرزا غلام مرتضیٰ صوبہ کشمیر میں صوبہ دار تھے گھر نقدی بھیجتے تھے تو کسی کی گدڑی میں سی کر روانہ کرتے تھے۔ وہ آتا تو گھر گدڑی دے دیتا' گھر والے اسے خالی کر کے واپس کر دیتے۔ جناب کی والدہ چراغ بی بی والد صاحب سے پہلے ہی فوت ہو چکی تھی۔ مرزا

غلام قادر لاولد مر گئے تو اپنی تمام جائیداد اپنے متبنٰی مرزا سلطان احمد کے نام کرا گئے۔ مرزا غلام مرتضٰی نے اپنی زمین میں دو گاؤں اپنے دونوں بیٹوں غلام قادر اور غلام احمد کے نام پر آباد کرائے تھے۔ ایک مشرقی طرف قادر آباد اور دوسرا شمال کی طرف احمد آباد جو چالیس سال تک غیر کے قبضہ میں چلا گیا تھا۔ مگر اب پھر واپس آ گیا ہے۔ جس پر تینوں بھائی مرزا محمود، بشیر اور شریف احمد یکساں قابض ہیں اور سلطان احمد کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ مرزا غلام مرتضٰی تحصیل علم کے لئے دہلی گئے تو ان کا ہندو حجام ان کے ساتھ آیا تو کسی نے ایک سوکھی چپاتی دی۔ آپ کھا رہے تھے تو اس نے سفارش کی "ساڈا وی دھیان رکھنا"۔ آپ نے وہی چپاتی اس پر پھینک دی۔ جو اس کی ناک پر لگی اور خون نکل آیا۔ آپ نے ملازمت کشمیر وغیرہ سے ایک لاکھ روپیہ کمایا تھا۔ جو قادیان کی جائیداد کے حقوق مالکانہ قائم رکھنے پر خرچ کر دیا۔ مرزا صاحب کہتے تھے کہ اتنے روپے سے تو سو گنا زیادہ جائیداد خریدی جا سکتی تھی۔ مگر ان کو یہ خیال تھا کہ قادیان کے پرانے جدی حقوق ہاتھ سے نہ جائیں کیونکہ قادیان کی ملکیت کو ریاست سے بھی اچھی جانتے تھے واقعی آپ کے بزرگ عہد بابری میں ہندوستان آئے تو قادیان اور کئی میل تک اردگرد کے دیہات بطور ریاست یا جاگیر کے ہمارے قبضے میں آئے۔ رام گڑھیوں کی دست اندازی کے بعد رنجیت سنگھ کے عہد میں جاگیر کا کچھ حصہ پھر واپس ملا مگر حکومت انگریزی کی ابتداء میں کئی حقوق سابقہ ضبط ہو گئے۔ مقدمات کے بعد صرف قادیان اور قریب کے تین دیہات پر حقوق تعلقہ داری تسلیم کئے گئے اور دو دیہات پر حقوق مالکانہ اب تک قائم ہے۔ ہاں درمیان میں مرزا غلام قادر کے ہاتھ سے جائیداد کا ایک بڑا حصہ مرزا اعظم بیگ لاہور کے خاندان کے پاس ۳۵ برس تک چلا گیا تھا۔ مگر اب وہ بھی واپس آ گیا ہے۔ مرزا غلام قادر اسی صدمہ سے دو سال بیمار رہ کر مر گئے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ بھائی صاحب مقابلہ نہ کرو۔ مگر وہ نہ رکے اور چیف کورٹ تک

جھگڑتے چلے گئے آخر ڈگری ہو گئی تو کہنے لگے" لے غلام احمد اجو تُوں کہندا سی او ہوائی ہو یا اے" مگر فریق مخالف کو قبضہ پھر بھی نہ دیا اور اسی حالت میں مر گئے۔ سلطان احمد کو جب ان کا ترکہ ملا کیونکہ یہ متبنٰی تھا تو آپ نے فرمایا کہ قبضہ دیدو تو اس نے دے دیا۔ مرزا غلام مرتضٰی نے ۸۰ برس سے اوپر عمر پا کر جون ۱۸۷۶ء میں وفات پائی۔ یا آپ کی ایک تحریر کے مطابق ۲۰ اگست ۱۸۷۵ء کو۔ غلام قادر کی وفات تقریباً ۵۵ سال کی عمر میں ۱۸۸۳ء کو واقع ہوئی تھی۔ آپ کی تاریخ پیدائش ۱۸۳۸ء یا ۱۸۳۹ء ایک مشکوک امر ہے کیونکہ سکھوں کے زمانے میں ریکارڈ نہ تھا۔ (براہین احمدیہ پنجم حصہ ص ۱۹۳)

آپ پانچ بہن بھائی تھے سب سے بڑی بہن مراد بی بی تھی جس کی شادی محمد بیگ سے ہوئی۔ کسی بزرگ نے خواب میں اس کو ایک تعویذ دیا تھا، بیدار ہوئی تو ہاتھ میں بھوج پتر پر سورۂ مریم لکھی ہوئی موجود تھی۔ اس سے چھوٹے غلام قادر تھے۔ ان سے چھوٹا ایک اور لڑکا تھا جو بچپن ہی میں مر گیا اور اس سے چھوٹی جنت بی بی تھی جو جناب کے ساتھ توام پیدا ہوئی اور جلد مر گئی تھی اور سب سے چھوٹے آپ ہی تھے۔ مرزا گل محمد متوفی ۱۸۰۰ء نے جاگیر کا بڑا حصہ بچائے رکھا تھا۔ مگر مرزا عطا محمد سے رام گڑھیوں نے ساری جاگیر چھین لی تھی تو آپ بیگووال ریاست کپورتھلہ میں چلے گئے اور چند سال بعد زہر سے مارے گئے اور مرزا غلام مرتضٰی آپ کا جنازہ قادیان میں لائے تو سکھوں نے مزاحمت کی مگر عوام کی ہمت سے کامیابی حاصل ہو گئی۔ رنجیت سنگھ کے بعد رام گڑھیوں کا زور ٹوٹا اور سب جگہ پر ان کا قبضہ نہ رہا تو مرزا غلام مرتضٰی نے کچھ حصہ فوراً واپس لیا اور واپس قادیان میں آ بسے اور آپ نے اپنے بھائی غلام محی الدین کی معیت میں رنجیت سنگھ کی کئی فوجی خدمات بھی سر انجام دیں اور جب سکھی حکومت کا خاتمہ ہوا تو قلعہ بسراواں میں دونوں بھائی قید کئے گئے اور انگریزوں نے جائیداد ضبط کر کے سالانہ پنشن مقرر کر دی جو مرزا غلام مرتضٰی کی وفات پر

۱۸۰ روپے تک رہ گئی تھی اور مرزا غلام قادر کی وفات پر بند ہو گئی آپ نے برادری کو جائیداد واگذار کرانے کے لئے بہت کچھ کہا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ آخر آپ نے کچھ جائیداد واپس کرائی اور منصرم بن گئے اور قبضہ کر لیا۔ باقی رشتہ داروں کو آمد سے حصہ رسدی ملتا تھا۔ یہ ملکیت پانچ حصوں میں تقسیم ہوئی۔ دو حصے مرزا جیلانی کی اولاد کو ملے، دو گل محمد کی اولاد کو اور ایک حصہ مرزا غلام مرتضیٰ کو بطور منصرم ملا تھا جو ان کی اولاد پر تقسیم ہوا مگر اس وقت صرف نظام الدین کا ایک لڑکا گل محمد زندہ ہے جو بیعت میں داخل ہو چکا ہے باقی سب کی اولاد نہیں رہی اور الہام پورا ہوا کہ ینقطع من ابائک و یبدأ منک۔

ہمیشہ سے آپ کا خاندان طبابت میں مشہور رہا ہے۔ مرزا محمود کو بھی جناب نے تعلیم طب کی ہدایت کی تھی۔ مگر کسی نے بھی اس سے کچھ نہیں کمایا۔ آپ کی والدہ چراغ بی بی ضلع ہوشیار پور کی تھی۔ مرزا غلام قادر کی ایک لڑکی عصمت تھی اور ایک لڑکا عبدالقادر مگر دونوں بچپن میں ہی مر گئے تھے۔ آپ کو عصمت کے ساتھ محبت تھی اس لئے آپ نے اپنی لڑکی کا نام بھی عصمت ہی رکھا۔ آپ کے پہلے نکاح سے عین شباب میں ہی فضل احمد پیدا ہو گیا تھا۔ پھر سلطان احمد پیدا ہوا۔ دوسرے نکاح سے بالترتیب یہ اولاد پیدا ہوئی عصمت، بشیر احمد، بشیر الدین محمود، شوکت بی بی، بشیر احمد، شریف احمد، مبارکہ بیگم، مبارک احمد، امۃ النصیر، امۃ الحفیظ۔ ریویو مئی ۱۹۳۳ء میں مسٹر گوہر بی اے نے آپ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا ہے کہ ایرومچی برلاس فارس کا باشندہ کثیر الاولاد بقول شخصے ۲۹ بیٹوں کا باپ تھا۔ اسکے بیٹے سوغنجن کے یہاں قراچار پیدا ہوا اور اس نے چنگیزی حملہ کے وقت فارس سے نکل کر توران کو اپنا وطن بنا لیا۔ اسکی قابلیت دیکھ کر چنگیز خان اسے اپنا ابن عم کہا کرتا تھا۔ بقول شخصے چھٹی صدی ہجری میں مسلمان ہوا اور اپنی قوم برلاس کا قابل قدر رہنما اور چغتائی خاندان کا داماد اور وزیر تھا۔ چنگیز خان چغتائی کے مرنے پر حسب وصیت حکمران ہو گیا اس

وقت اس کی عمر ۸۰ سال تھی اور یہ ۶۵۲ھ کا زمانہ تھا اس کا بیٹا ایچل پیدا ہوا اور اس کا ایلنگیر اور اس کا برکل جس کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ اول طراغائی امیر تیمور لنگ کا باپ۔ دوم حاجی برلاس جو آپ کے خاندان کا مورث اعلیٰ ہے۔ یہ سارا خاندان برلاس کہلاتا تھا مگر جب تیمور خضر خواجہ شاہ مغلوں کا داماد مقرر ہوا تو اس وقت سے گورگان یعنی داماد کے لقب سے مشہور ہو گیا۔ ایرومچی پارسیوں کا نام ہے جو بلاشبہ فارسی لفظ ہے اور اس لفظ سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ خاندان دراصل فارسی ہے۔ تیمور کی پانچویں پشت میں بابر تھا اور حاجی برلاس حاکم کش کی چھٹی پشت میں مرزا ہادی ہے جو عہد بابری میں سمرقند سے نکل آیا تھا اور قادیان کو آباد کیا اور مرزا مشہور ہوا کیونکہ یہ خاص فارسی نام اس کے آباء واجداد سے اس کو حاصل ہو چکا تھا اور لفظ مرزا اصل میں امیر زادہ کا اختصار ہے۔ مغلوں کی سلطنت اس وقت سب سے بڑی سلطنت تسلیم کی جاتی تھی اور برلاسی و تیموری خاندان نے ان کے عہد میں بڑی فوقیت بھی حاصل کر لی تھی مگر اپنا لقب مرزا ہی رکھا اور اپنے آپ کو خان کے لقب سے کبھی بھی معنون نہ کیا کیونکہ یہ لقب خاص مغلوں کے لئے مخصوص ہو چکا تھا۔ مگر عوام الناس میں وہ دونوں قومیں مغل اور خان ضرور مشہور ہو گئیں کیونکہ مغلوں کی ان سے گہری رشتہ داریاں اور شدید تعلقات قائم ہو چکے تھے اور اس وجہ سے بھی کہ خان کا لقب سلطانی اعزاز اور فخر یہ نشان سمجھا جاتا تھا تو جس طرح پنجاب میں ایک شخص غیر سید سادات سے تعلق پیدا کر کے سید کہلاتا ہے اسی طرح مرزائیوں نے مغلوں سے حسبی نسبی تعلقات پیدا کر کے اپنے آپ کو مغل اور خان کہلانا پسند کر لیا ہے مگر تاہم اپنی اصلیت بتانے کو مرزا کا لفظ ترک نہیں کیا اور خود مرزا کا خطاب ایسا ہر دل عزیز تھا کہ تیمور یہ خاندان کی تقلید میں مغل بھی مرزا کہلانے لگے اگرچہ وہ ترک یا تارتار النسل کے تھے، بعد میں مرزا کا خطاب خان کی طرح اعزازی ڈگری بن کر بھی تقسیم ہونے لگا۔ اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ نے جب راجوری خاندان

کشمیر میں شادی کی تو ان کو مرزا کا خطاب عطا کر دیا اسی طرح راجہ جے سنگھ اوف جے پور کو تیموری خاندان کی طرف سے مرزا کا خطاب ملا جو آج تک چلا آرہا ہے۔ سات سو سال اور مغلوں نے خان کی بجائے مرزا کہلانا ہی بہتر سمجھا۔ مگر اپنے ناموں کے ساتھ بیگ کا اضافہ قائم رکھا تا کہ اپنی اصلیت ظاہر کرتے رہیں اور انگریزی حکومت نے مرزا کی بجائے خان کو اعزازی لقب قرار دیا۔ الغرض کہ مغلوں کے ساتھ باہمی مناکحت کی وجہ سے یہ دونوں خاندان ان میں بالکل جذب ہو گئے یہاں تک کہ ان میں امتیاز کرنا محال ہو گیا۔ مگر چونکہ وہ دونوں خاندان اصل میں فارسی تھے اس لئے مرزا صاحب کا فارسی النسل ہونا ثابت ہو گیا اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آپ ذریت ابراہیم میں بھی داخل ہیں۔

(راجع الی کتابی تحفة الهند فی قادیان بیاع بروسة)

کیونکہ احادیث میں وارد ہے کہ اهل فارس هم بنو اسحق (رواه الحاکم فی تاریخه عن ابن عمر کنز العمال ۶/۲۱۵) فارس عصبتنا اهل البیت لان اسماعیل هم ولد اسحق عم ولد اسماعیل (کنز العمال ۶/۲۲۳) ولد سام العرب وفارس والروم والخیر فیهم (رواه ابن عساکر عن ابی هریرة) من اسلم من فارس فهو من قریش اخوتنا وعصبتنا (رواه الدیلمی عن ابن عباس) سلمان منا اهل البیت (رواه الطبرانی والحاکم. کنز العمال ۶/۱۷۶) عن صالح بن ابی صالح قال سمعت ابا هریرة یقول ذکرت الاعاجم عند النبی ﷺ فقال انا بهم او ببعضهم اوثق منی بکم او ببعضکم (ترمذی باب فضائل العجم صفحه ۳۲۸) ان احادیث سے تو تمام مرازئی چھوڑ تمام آریہ بھی عجم میں شامل ہیں اور فارس کا اہل عجم ہونا تو سب کو معلوم ہے۔

(انتهی مالی ریویو ملخصا)

ہندوستان کا نقشہ یوں سمجھا جاتا ہے کہ گویا ایک شیر کسی غار سے نکلا ہے جس کا

نصف حصہ ابھی غار میں ہی پوشیدہ ہے اور اس کے سامنے پھٹا پرانا کمبل پڑا ہوا ہے جس کے دو چیتھڑے دور تک چلے گئے ہیں اور ان دو چیتھڑوں کے درمیان ایک کھلی زمین ہے۔ پس وہ کمبل بحیرہ عرب ہے اور دو چیتھڑے عرب کو گھیرے ہوئے بحر عمان معہ بحر فارس اور بحر قلزم ہیں۔ شیر کے دو جبڑوں کے درمیان ملک گجرات ہے اس کی داڑھی میں ہندوستان ہے اور سر کی چوٹی میں پنجاب۔ اس کی لمبی ناک میں سندھ واقع ہے آنکھ ملتان ہے جو سامنے فارس کو دیکھ رہی ہے۔ پنجاب کے بالمقابل کابل توران اور سمرقند اور بخارا معہ ماوراء النہر واقع ہیں۔ سمرقند اور فارس کے درمیان خراسان واقع ہے جیسا کہ اس نقشہ سے ظاہر ہے:

''کوکب'' دہلی ۲۵ اپریل ۱۹۲۵ء میں ایم اے لطیف نے لکھا ہے کہ رجال من ابناء

فارس کا مصداق مرزا صاحب نہیں ہیں کیونکہ وہ ایرانی نہ تھے بلکہ جب احادیث متعلقہ خراسان، آذربیجان اور اصفہان وغیرہ کو ساتھ ملا لیا جائے تو بالکل ہی اس کا امکان نہیں رہتا۔ تحفہ گولڑویہ (ص ۲۷) میں مسیح موعود، دجال موعود اور مہدی موعود تینوں کا سرزمین مشرق سے ظاہر ہونا تسلیم کیا گیا ہے۔ اور ازالہ (ص ۴۴۳) میں فارس ہی مشرق سے مراد لی ہے۔ ''تفسیر طبری'' وغیرہ میں ﴿اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ﴾ سے مراد اہل فارس ہیں نہ فارسی الاصل۔ ''فصوص الحکم'' میں ابن عربی کا کشف بھی ''تریاق القلوب'' میں یوں لکھا ہے کہ کشفھا لی بمدینہ فارس حتی رایت خاتم الولایۃ منہ. ''حجج الکرامۃ'' (ص ۴۰۸) میں بھی لکھا ہے کہ مراد بمشرق فارس است۔ ''براہین'' ۱۵۸/۵ میں ہے کہ میرا دعویٰ یہ نہیں کہ میں وہ مہدی ہوں جو من ولد فاطمۃ ومن عترتی کا مصداق ہے۔ ''اربعین'' ص ۷ میں مرزا صاحب خود اقراری ہیں کہ ''کوئی تذکرہ ہمارے خاندان کی تاریخ میں یہ نہیں دیکھا گیا کہ وہ بنی فارس کا خاندان تھا''۔ ''تحفہ گولڑویہ'' (ص ۴۰) میں ہے کہ ''میرے بزرگ چینی حدود سے پنجاب میں پہنچے ہیں'' پھر اسی کتاب میں دوسری جگہ یوں لکھا ہے کہ ''میرے پاس اپنے فارسی ہونے کا کوئی ثبوت نہیں سوائے الہام کے جو مخالفین کے لئے سند نہیں ہوسکتا''۔ عسل مصفّٰی ص ۴۴۸ میں ہے کہ ولد نوح ثلاثۃ: سام وحام ویافث، وولد سام العرب والفارس والروم والخیر فیھم، وولد یافث یاجوج وما جوج والترک ولاخیر فیھم وولد حام القبط والبربر والسودان. (ابن عساکر عن ابی ھریرۃ)

ناظرین! خود انصاف کریں کہ مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ وہ اہل پنجاب میں اہل فارس نہیں ہیں اور فارسی الاصل نہیں ترکی النسل ہیں جس کو گوہر نے بھی تسلیم کرلیا ہے۔ بنی ہاشم سے ہونا ان میں نہیں پایا جاتا۔ سام کی اولاد نہیں

تاکہ خیر حاصل کرتے بلکہ یافث کی اولاد ہیں جنہیں خیر نہیں۔ مرزا صاحب کو اقرار ہے کہ کوئی تاریخ ان کے الہام کی تائید نہیں کرتی اس لئے گوہر صاحب کی تحقیق بغیر تنقید کے تسلیم کرلینا مفید نہ ہوگا اور مدعی سست اور گواہ چست کا منظر دکھانا پڑے گا۔''

خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب پہلے نمبر پر پنجابی الاصل ہیں۔ پھر ترکی الاصل اور تیسرے نمبر پر تحقیق گوہری کے مطابق فارسی الاصل بنتے ہیں۔ مگر اہل فارس نہیں بنتے جو حدیث میں مذکور ہے اسلئے حدیث سے ان کو دور کا واسطہ بھی نہیں رہا۔ جناب بہاء فارسی الاصل نہیں اہل فارس ضرور ہیں بلکہ عربی الاصل ہاشمی ہیں اس لئے اس حدیث کے مصداق بننے کے کچھ حقدار ہیں۔ لیکن اہل تحقیق کے نزدیک مہدی موعود عربی الاصل اور اہل عرب ہیں۔ فارس سے ان کو کوئی تعلق نسبی نہیں۔ اس لئے دونوں کی مہدویت ہمارے نظر میں مخدوش ہے ورنہ دور کے تعلق سے تمام لوگ ہندی الاصل ہیں' کیونکہ آدم علیہ السلام ابوالبشر کا تعلق لنکا سے تھا۔

اسی طرح ذیل کا مضمون بھی حل کرلینا چاہیے۔

نقشہ خاندان مسیح قادیانی

نام باپ	اولاد
گل محمد	غلام نبی، عطاء محمد، قاسم بیگ۔
عطاء محمد	غلام مصطفیٰ، غلام محی الدین، غلام مرتضیٰ، غلام حیدر، غلام محمد۔
غلام مرتضیٰ	غلام احمد، غلام قادر۔
غلام احمد	سلطان احمد، فضل احمد، بشیر اول، محمود احمد، بشیر احمد، شریف احمد، مبارک احمد۔
محمود احمد	ناصر احمد، مبارک احمد، منور احمد۔ وغیرہ

بشیر احمد	مظفر احمد، حمید احمد، منیر احمد، مبشر احمد۔ وغیرہ
شریف احمد	منصور احمد، ظفر احمد، داؤد احمد۔ وغیرہ

آپ کا خاندانی سلسلہ ساسانی ہے۔ جو ایران و توران کے سلاطین وقت سے تعلق رکھتا ہے۔ فریدون کے بیٹے ایرج نے ایران آباد کیا اور تور نے توران۔ اور یہ دونوں صوبے مملکت فارس کے تھے جب کے کاؤس کے بعد اس کا بیٹا کے خسرو تخت نشین ہوا تو اس نے جمن ولد افراسیاب کو قید سے نکال کر توران کی حکومت دیدی اور یوں کہا کہ شعر

مرا با تو مہرست و پیوند خوں ۔۔۔ ہباید کہ آئی زبندم بروں

جس سے ثابت ہوا کہ ان دونوں میں ان دنوں رشتہ داری تھی۔ اور سمرقند جہاں سے آپ کے آباؤ اجداد ہندوستان آئے توران میں واقع ہے اس لئے آپ کا خاندان فارسی ہے نہ مغل۔ اور نہ معلوم کس غلطی کی بناء پر مغلیہ خاندان کے نام پر مشہور ہو گیا معلوم ہوتا ہے کہ جب یزدجرد بن بہرام بن شاہ پور ساسانی فارس سے ترکستان کو بھاگ گیا اور وہاں پر رشتہ داری پیدا کر لی تو دو چار پشتوں بعد ترک مشہور ہو گیا۔ اور مرزا یا بیگ اعزازی خطاب ہیں جو سلاطین فارس اور ترک بادشاہ اظہار خوشنودی پر دیا کرتے تھے۔

عہد طفولیت و تعلیم

مرزا غلام قادر اور دوسرے لوگ آپ کو مسیتڑ (مسجد میں گوشہ نشین ہونے والا) کہتے تھے بچپن میں آپ خوب تیرتے تھے۔ ایک دفعہ ڈوب بھی چلے تھے مگر ایک بوڑھے نے بچا لیا جو پھر نہیں دیکھا گیا تھا۔ سوار بھی خوب تھے سرکش گھوڑے پر سوار ہوئے تو اس نے آپ کو ہلاک کرنا چاہا اور آپ کو درخت سے ٹکرایا۔ اور خود مر گیا اور آپ گر کر بچ نکلے۔ آپ کو بچوں نے کہا کہ گھر سے میٹھا لاؤ تو آپ نے بغیر اجازت کے نمک کو بورا کھانڈ سمجھ کر جیبیں بھر لیں اور بچوں میں جا کر خوب منہ بھر کر کھانے لگے تو دم رک گیا اور بڑی تکلیف

ہوئی۔ ایک دفعہ آپ نے والدہ سے روٹی کے ساتھ کچھ کھانے کو مانگا تو انہوں نے گڑ پیش کیا آپ نے انکار کر دیا۔ پھر کچھ اور پیش کیا اس سے بھی انکار کر دیا۔ بہت اصرار کیا تو والدہ نے ناراضگی میں کہا کہ جاؤ پھر راکھ سے کھاؤ' تو آپ نے روٹی پر راکھ رکھ کر کھانا شروع کر دیا۔ آپ ایک دن کسی کنوئیں پر لاسا بنا رہے تھے تو ایک چیز کی ضرورت پڑی ایک چرواہے سے کہا کہ تم گھر سے وہ چیز لا دو میں تمہاری بکریاں چراؤں گا' تو وہ سارا دن واپس نہ آیا تو گویا سنت انبیاء پوری ہو گئی۔ اور لاسا گوند اور درختوں کے دودھ وغیرہ سے پرندوں کے شکار کے لئے بناتے ہیں۔ آپ والدہ کے ہمراہ ہوشیار پور جاتے تھے تو چوہوں (ہارانی نالیوں) میں پھرا کرتے تھے۔ ایک نے آپ کے استاد سے کہا کہ خواب میں ایک مکان دھوئیں سے گھرا ہوا میں نے دیکھا ہے اور عیسائیوں نے اس کا محاصرہ کر لیا ہے' اندر معلوم ہوتا تھا کہ حضور ﷺ تھے۔ استاد صاحب تعبیر نہ دے سکے تو آپ نے کہا کہ وہ عیسائی ہو جائے گا کیونکہ انبیاء شیشے ہیں ان سے اپنا منہ نظر آتا ہے تو ایسا ہی ہوا۔ آپ کے استاد فضل الٰہی قادیان کے باشندہ حنفی تھے دوسرے استاد فضل احمد فیروز پور والا ضلع گوجرانوالہ کے باشندہ اہلحدیث تھے۔ مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی انہی کے بیٹے تھے جو خلافت ثانیہ کے رد میں بہ گئے۔ تیسرے استاد سید گل شاہ بٹالہ کے باشندہ اور شیعہ تھے۔ آپ جمعہ کے دن پیدا ہوئے تھے تو توام تھے۔ آپ اپنے ننھیال (ایمہ ضلع ہوشیار پور) میں کئی دفعہ گئے تو وہاں چڑیاں پکڑا کرتے تھے' چاقو نہ ہوتا تو سرکنڈے سے ہی ذبح کر لیتے تھے۔ ایک دفعہ ننھیال کی چند بوڑھی عورتیں قادیان آئیں تو کہنے لگیں کہ سندھی (مرزا صاحب) ہمارے گاؤں میں چڑیاں پکڑا کرتا تھا۔ تب دستور تھا کہ چھوٹے بچے کو پیار سے سندھی کہہ کر پکارتے تھے۔ کیونکہ جس بچے کے گلے میں سندھی (منّی) ڈال کر نذر پوری کرتے تھے اس کا نام عموماً سندھی رکھ لیا کرتے تھے۔ (اسلاف کے بیان میں مذکور ہو چکا ہے کہ سلطان احمد کی نانی کہتی تھی کہ آپ کی والدہ نے منتیں مان کر آپ کی پرورش کی تھی جس سے معلوم ہوتا

ہے کہ واقعی آپ کا پیارا نام پہلے سندھی ہی تھا) ہمیں اس سے بحث نہیں کہ آپ کا نام کیا تھا یا اس میں کیا تبدیلی ہوئی مگر یہ ضرور ماننا پڑتا ہے کہ آپ کا عہد طفولیت دیہاتی بچوں کی طرح نہایت لاپروائی میں گذرا ہے۔ اور جسمانی عوارض کا شکار آپ پہلے سے ہی ہو چکے تھے۔ خلوت نشینی، دل کی کمزوری، ضد کرنا اور چپ چاپ رہنا اور سائیں لوگ یا مسیتڑ کہلانا یہ سب ایسے بچے کے عوارض ہوتے ہیں کہ جس کی فطرتی صحت میں کچھ خلل آ گیا ہو۔ فضل عمر نے ''براہین احمدیہ'' کے اول میں آپ کی سوانح حیات لکھتے ہوئے بیان کیا ہے کہ آپ کے والد صاحب سے کسی نے پوچھا تھا کہ غلام احمد کہاں ہیں؟ تو آپ نے کہا تھا کہ جاؤ مسجد میں ہوگا یا مسجد کی ٹوٹیوں کے ساتھ لگا ہوا ہوگا۔ اگر وہاں نہ ملے تو کسی نے صف میں لپیٹ دیا ہوگا کیونکہ اسکو کچھ ہوش نہیں۔ مجھے تو یہ فکر ہے کہ بڑا ہو کر یہ اپنا پیٹ کس طرح پالے گا؟ (او کما قال)۔ مگر آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ شخص ایسا کام کرے گا کہ دنیا میں ان لوگوں کی تعداد میں آئے گا جو انگلیوں پر شمار کئے جاتے ہیں یہ خدا کی قدرت ہے کہ۔

بناداں آں چناں روزی رساند   کہ دانا اندراں حیراں بماند

بہرحال کچھ بھی ہو آپ کا عہد طفولیت کسی نبی کے عہد طفولیت کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتا' نہ اس میں ابراہیمی طفولیت کا ولولۂ توحید موجود ہے، نہ موسوی وجاہت اور جلال کا جلوہ دکھائی دیتا ہے، نہ عیسوی اعجاز نمائی کا کرشمہ موجود ہے اور نہ احمدی طفولیت کی عصمت قدر افزائی اور آثار نجابت یا تاثر رسالت نمایاں ہیں۔ ہاں اگر غور سے مطالعہ کیا جائے تو رامچندر، کرشن مہاراج، بابا نانک کے عہد طفولیت سے آپ کے حالات ملتے جلتے نظر آتے ہیں۔ شاید یہی وجہ تھی کہ آپ نے کرشن وغیرہ ہونے کا دعویٰ بھی کیا تھا۔ طبی اصول سے اگر آپ کے عہد طفولیت کا موازنہ کیا جائے تو کسی انسان کامل کا بچپن کے ساتھ ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو بچہ پیدائشی ہی دائم المریض ہو اس میں شان رسالت کا نمودار ہونا بالکل

ناممکن ہے اور تجربہ شاہد ہے کہ جو لوگ بچپن ہی میں دماغی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں تو لوگ ان کو مقدس خیال کرنے لگ جاتے ہیں اور وہ بھی اپنا تقدس قائم رکھنے کی دھن میں شب و روز ایسے وسائل سوچتے رہتے ہیں کہ جن سے ان کی دماغی بیماریاں استغراق فی ملکوت اللہ اور فنافی اللہ کا رنگ دکھاتی رہتی ہیں۔ ورنہ حقیقت میں نہ ایسے لوگ خدا رسیدہ ہوتے ہیں اور نہ اولیاء نہ پیغمبر بلکہ زیادہ سے زیادہ ان کو مجذوب یا کاہن کا خطاب دیا جا سکتا ہے کیونکہ شان رسالت کے لئے عقلاً یہ پہلی شرط ہے کہ مدعی نبوت کو دماغی عارضہ نہ ہو اور جسمانی بیماریوں سے بھی اس کے جسمانی حالات مشتبہ نہ ہوں' تاکہ تبلیغ رسالت کا کام اچھی طرح سرانجام دے سکے۔ اور نقص عقل صنف نازک کی طرح نقص دین کا باعث ہو کر مدعی کو اپنے پایۂ اعتبار سے نہ گرا دے۔ آپ کے حالات جب یہ ثابت کرتے ہیں کہ ایام شباب میں بھی آپ بہت رویا کرتے تھے اور تنہائی پسند اور مسیتڑ کہلاتے تھے اور دماغی دورے اس کثرت سے پڑتے تھے کہ آپ روزہ رکھنے سے بھی معذور ہو گئے۔ مسجد کی امامت کرانے کے بھی قابل نہ رہے اور اعتکاف بھی نہ کر سکتے تھے تو ایسا معذور آدمی امامت صغریٰ کی اہلیت نہ رکھتے ہوئے کیسے دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ امامت کبریٰ کا بھی حقدار ہے یا یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ وہ آسمانی بادشاہت کا مدعی بن کر اپنے منکرین کو دین الٰہی کے باغی اور منکر اسلام قرار دے۔ اور یہ بھی ظاہر کہ انبیاء کی جسمانی طاقت اور دماغی قویٰ مشک وعنبر کے مرکبات کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ روکھی سوکھی کھا کر فطرتی طور پر انوار شباب کو ساٹھ سال بلکہ سو سال تک نمایاں طور پر دنیا کے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں، مریل اور دائم المریض نہیں ہوتے کہ مذہبی فرائض ادا کرنے سے بھی معذور ہوں۔

ولا ینفع الجرباء قرب صحیحۃ   الیہا ولکن الصحیحۃ تجرب

مزاج و عادات

سوتے وقت تہبند باندھتے اور کرتہ اتار دیتے۔ رفع حاجت کے بعد اپنا ہاتھ مٹی سے مل کر پانی سے دھوتے۔ ململ کے سپید رومال میں کچھ پیسے باندھ رکھتے تھے' بچے مانگتے تو دے دیتے۔ کام ہوتا تو کہتے پھر آنا ابھی تنگ نہ کرو۔ اس سفید رومال کا دوسرا کنارہ واسکٹ سے سلوا لیتے تھے یا کاج میں باندھ لیتے تھے۔ چابیاں آزار بند سے باندھتے تھے جو کبھی لٹک بھی آتا تھا وہ آزار بند عموماً ریشمی ہوتا تھا کیونکہ کثرت پیشاب سے آپ کو بار بار کھولنے میں آسانی ہوتی تھی ورنہ سوتی کی گرہ مشکل سے کھلتی ہے۔ صبح کو ایک دو میل سیر کو جاتے خادم ساتھ ہوتے اور ان سے گفتگو ہوتی تو اخبار والے نوٹ کر لیتے۔ جاتے وقت مولوی نور الدین صاحب اور نواب محمد علی صاحب کو ساتھ لے جاتے۔ کئی دفعہ کئی منٹ انتظار بھی کرتے' مولوی صاحب پیچھے رہ جاتے تو ٹھہر کر ساتھ ملا لیتے تھے' کیونکہ آپ تیز رو تھے۔ سیر کے لئے بسراوان (مشرق قادیان) یا بوٹر (شمال) کو نکل جاتے یا اپنے باغ میں جاتے تو شہتوت وغیرہ کھلاتے اور کھاتے۔ کسی کی ٹھوکر سے عصا گر جاتا تو پرواہ نہ کرتے۔ بسراوان سے ایک دفعہ واپس آئے تو راستہ میں مرزا نظام الدین نے جھک کر سلام کیا کیونکہ لوگ بکثرت ہمراہ تھے آخری جلسہ میں بوٹر کو نکلے تو زیادہ بھیڑ سے گھبرا کر تھوڑی دور جا کر واپس آ گئے۔ بھیڑ ہوتی تو خادم ارد گرد اپنے بازوؤں سے چکر بنا لیتے تھے۔

آپ میانہ قد، گندم گوں، چہرہ بھاری، بال سیدھے اور ملائم اور ہاتھ پاؤں بھرے بھرے تھے۔ آخری عمر میں بدن بھاری ہو گیا تھا اور بارعب تھے۔ ایک دفعہ ایک سفر میں اسٹیشن پر گاڑی کو دیر تھی تو آپ اہلیہ کے ہمراہ پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگے' مولوی عبدالکریم نے مولوی نور الدین صاحب سے کہا کہ اہلیہ کو کسی جگہ بٹھا دیں تو اچھا ہے۔ لوگ ادھر اُدھر پھر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تم ہی جا کر کہو تو جا کر عرض کی تو جناب نے فرمایا کہ ''جاؤ جی میں ایسے

پردے کا قائل نہیں ہوں'' جناب کو جب دورے پڑنے شروع ہوئے تو سارا رمضان روزے نہیں رکھے۔ دوسرا رمضان آیا تو آٹھ روزے رکھے تو دورہ شروع ہو گیا تو باقی چھوڑ دیئے۔ تیسرا رمضان آیا تو دس رکھے تو دورہ شروع ہو گیا۔ چوتھے رمضان میں تیرہ رکھے تو مغرب کے قریب دورہ ہوا تو آپ نے روزہ توڑ دیا۔ شروع شروع میں جب برد اطراف اور دوران سر کے دورے پڑے تو بہت کمزور ہو گئے تھے۔ اور رمضان تک بھی طاقت نہ پائی تھی کہ روزے شروع کر دیئے تو پھر جب دورہ پڑتا تھا تو روزے ترک کر دیتے تھے۔ اور فدیہ ادا کر دیتے تھے۔ اوائل عمر میں غرارے پہنتے تھے پھر معمولی پاجامہ پہنتے تھے پگڑی سپید ململ کی ہوتی تھی۔ پگڑی کے نیچے گرم قسم کی رومی ٹوپی پہنتے تھے اور گھر صرف وہی ٹوپی ہوتی تھی۔ گرمیوں میں ململ کا کرتہ پہنتے جس پر گرم کوٹ یا گرم صدری ہوتی۔ پاجامہ بھی آپ کا گرم ہوتا تھا، جراب پہنے رہتے تھے۔ سردیوں میں دو دو تین تین جرابوں کے جوڑے پہنتے تھے۔ جوتہ دیسی پہنتے تھے۔ جب سے دورے پڑنے شروع ہوئے۔ سردی گرمی میں گرم کپڑے پہننے شروع کر دیئے' گو کبھی تکلیف ہوتی مگر ان کا استعمال نہیں چھوڑا۔ شیخ رحمت اللہ گجراتی (پھر لاہوری) جب سے داخل بیعت ہوئے کپڑوں کے جوڑے وہی لاتے تھے۔ کسی نے گرگابی پیش کی تو الٹے سیدھے کا آپ کو پتہ نہ تھا۔ اہلیہ نے نشان بھی کر دیا مگر تاہم الٹا سیدھا پہن لیتے تھے۔ آخر اسے چھوڑ کر کہا کہ انگریزوں کی کوئی چیز بھی اچھی نہیں ہے۔

بود و باش

انگریزی قمیص کی کالر کے متعلق بھی یہی لفظ فرماتے تھے کیونکہ بٹن کھولنے اور لگانے سے آپ گھبراتے تھے' کہتے تھے کہ یہ کیا کان سے لگتے رہتے ہیں۔ عام طور پر جیسا کپڑا مل جاتا پہن لیتے تھے۔ جکڑنے والے لباس سے نفرت تھی۔ گھر میں پگڑیاں اور ململ کے کرتے تیار ہوتے تھے باقی کپڑے ہدیۃً آتے تھے۔ کمر پر پلکہ استعمال کرتے تھے۔ باہر

جاتے تو کوٹ ضرور پہنتے' عصا بھی لیتے۔ آخری سال اہلیہ نے پورے ایک تھان کے کرتے
تیار کرائے تو آپ نے کہا کیا ضرورت تھی؟ جمعہ کے روز کپڑے بدل کر خوشبو لگاتے تھے
مغرب کی نماز پڑھاتے تو انما اشکو بثی ضرور پڑھتے آپ کی قرأت لہر دار ہوتی اور
اعتکاف کبھی نہیں کیا۔ آپ بیت الفکر میں لیٹے ہوئے تھے کہ "ملاوامل" یا "لالہ شرم پت"
نے دستک دی' عبداللہ خادم کنڈہ کھولنے چلا تو آپ پہلے دوڑ کر کھول آئے' کہا کہ حدیث
کے مطابق مہمان کی عزت واجب ہے۔ (بیت الفکر مسجد مبارک کا ایک حجرہ ہے جو جناب
کے گھر سے ملحق ہے) عبداللہ سنوری نے کہا کہ شیخ حامد علی نے بتادیا کہ میں حقہ پیتا ہوں۔
پیر دبانے لگا تو حامد علی سے کہا حقہ تازہ کر کے لے آؤ۔ پھر مجھے کہا کہ پیئے کیوں نہیں؟ میں
نے شرم کے مارے ایک گھونٹ پیا پھر نفرت ہو گئی۔ پھر میرے مسوڑھے پھول گئے تو آپ
نے فرمایا کہ بطور علاج پی سکتے ہو۔ کچھ دن پیا پھر چھوڑ دیا۔ آپ نے مجھے ایک ٹوٹا ہوا حقہ
کیل سے ٹھکا ہوا دکھایا کہ ہم نے تو اسے پھانسی دیا ہوا ہے' کیونکہ ہم کو تو اس سے طبعی نفرت
ہے' شاید یہ حقہ کسی عورت کا ہوگا۔ چودھری غلام محمد بی اے ۱۹۰۵ء کو قادیان آیا تو آپ نے
سبز رنگ کی پگڑی پہنی ہوئی تھی مجھے گراں گذرا۔ مگر مقدمہ ابن خلدون پڑھا تو معلوم ہوا کہ
سبز پگڑی میں وحی بہت ہوتی ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اعجاز احمدی کی تصنیف کے بعد
مباحثہ کے لئے آئے تو وحی خط و کتابت شروع ہوئی تو آپ جب مسجد سے گھر جا رہے تھے تو
مولوی صاحب کے آدمی نے کہا کہ فلاں کام کون کرے گا تو آپ نے کہا تو اس سے پیشتر یہ
لفظ کبھی استعمال نہیں کیا تھا۔ آپ کو کسی نے گھڑی تحفہ دی' جس کو رومال میں باندھ کر رکھتے
تھے۔ اور وقت دیکھتے تو ایک دو گنتے گنتے اصل وقت پر پہنچ جاتے۔ آپ بڑی مسجد میں
جاتے تو ڈوں سے ہی منہ لگا کر پانی پیتے یا ٹھنڈا اور آبخورہ سے پیتے۔ تازہ پکوڑے مسجد میں
ٹہل ٹہل کر کھاتے تھے' سالم مرغ کا کباب بھی پسند تھا۔ ہوشیار پور گئے تو مرغ کا کباب

ساتھ لے گئے تھے۔ مولی کی چٹنی، گوشت مع موگرہ، بھنی ہوئی بوٹیاں، خوب سینکی ہوئی
چپاتی اور پتلا شوربا جس میں گوشت خوب گداز ہو چکا ہو' سکنجبین، چاول شیریں گڑ کے، میٹھی
روٹی، چائے میں دیسی شکر مرغوب خاطر تھی۔ کہا کہ صرف گوشت ہی کھانے سے چالیس دن
تک دل سیاہ ہو جاتا ہے اس میں سبزیاں بدل بدل کر کھانا چاہئے۔ کیچڑ جیسا شوربا پسند نہ تھا
کہا کہ ایک آنہ کے گوشت میں (جو سیر بھر مل جاتا تھا) دس آدمی کے لئے شوربا بنانا چاہئے۔
بھیڑ کا گوشت آپ کو پسند نہ تھا۔ کسی نے تسبیح پیش کی تو عبداللہ سنوری کو دے دی کہ تم اس پر
درود شریف پڑھا کرو کیونکہ آپ تسبیح کو پسند نہیں کرتے تھے۔ قادیان کے پہلے جلسہ میں
تقریر سے پہلے کہا کہ عبداللہ سنوری ہمارے اس وقت کے دوست ہیں جبکہ ہم گوشہ گمنامی
میں تھے' یہ اس لئے کہا کہ تم اس سے واقف ہو جاؤ۔ آپ کا یہ اکثر مقولہ تھا کہ خداداری چہ غم
داری۔ چوبارے میں رہتے تھے اور وہیں کھانا آتا تھا اور کبھی اعتراض نہیں کیا گیا۔ ایک
دفعہ بیمار ہو گئے۔ حالت نازک ہو گئی۔ حکیموں نے لاعلاج کر دیا اور نبض بھی ساقط ہو گئی تو
آپ نے کہا کہ میرے پیٹ پر نیچے اوپر کیچڑ رکھو تو آرام آ گیا' کیونکہ زحیر کا مرض تھا عموماً
غرارہ پہنتے تھے۔ مگر سفر میں تنگ پاجامہ بھی پہنتے تھے۔ شرم پت اور ملاوامل ہی قادیانی
دوست ہے اور کوئی نہ تھا۔ آپ یہ اخبار پڑھا کرتے تھے: رجب علی کا اخبار سفیر امرتسر۔ اگنی
ہوتری کا رسالہ ہندو بندو۔ اور منشور محمدی، اخیر عمر میں اخبار عام لاہور۔ اور اس میں اپنا
مضمون بھی بھیجتے تھے۔ میٹھی روٹی آپ کو مرغوب تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ میٹھی روٹی
کھانے لگے تو کچھ تلخی معلوم ہوئی' مگر کچھ محسوس نہ کیا پھر تلخی معلوم ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ
یہ کیا بات ہے؟ بعد میں معلوم ہوا کہ خادمہ نے کھانڈ کی بجائے کنین ڈالدی تھی۔ جہلم کے
مقدمہ میں ایک دن گورداسپور پہلے ہی چلے گئے دعا کے لئے ایک کوٹھڑی مقرر کر رکھی تھی،
اس میں جاتے ہوئے اپنی چھڑی مولوی محمد علی صاحب کو دیتے گئے' باہر نکلے تو آپ کو دی گئی'

کہا کہ کیا یہ میری ہی چھڑی ہے؟ محویت میں غرق تھے پہچان نہ سکے' حالانکہ وہی چھڑی مدتوں سے آپ کے ہاتھ میں رہتی تھی۔ ایم ذوالفقار کی روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ سے مسجد کی سیڑھیوں میں ملے، جبکہ آپ ایک افغان کو افغانستان میں تبلیغ کے لئے بھیج رہے تھے اور وہ ڈرتا تھا اس لئے آپ ناخوش تھے، آپ نے مجھے نہ پہچانا واپس چلے گئے۔ ظہر کے وقت کسی نے کہا کہ تحصیلدار صاحب آئے ہوئے ہیں تو آپ نے بڑے تپاک سے پوچھا کہ آپ کب سے آئے ہیں؟ میں نے کہا کہ اس وقت سے کہ افغان کو آپ بھیج رہے تھے' تو آپ نے میری طرف توجہ نہیں کی تھی، اس لئے میں روتا رہا کہ یا اللہ آج کیا بات ہے کہ حضور نے بشاشت کے ساتھ ملاقات نہیں کی۔ آپ مسرت اور تبسم سے ملتے تھے، چھوٹے بڑے سب کی باتیں غور سے سنتے تھے' وہ غیر مہذب ادھر ادھر کے قصے چھیڑ دیتے تو سنتے رہتے تھے۔ مجلس بے قاعدہ ہوتی تھی۔ عموماً بعد از نماز ہوتی تھی۔ کوئی سوال پوچھتا یا مخالف کا ذکر آجاتا یا اپنی جماعت کی تکالیف کا ذکر آجاتا تو آپ تقریر کرتے ہوئے چھوٹی آواز سے شروع کرتے، پھر آواز بڑی ہو جاتی تو دور والے بھی سن لیتے تھے۔ اور آپ کی آواز میں خاص سوز ہوتا تھا۔ فضل الدین وکیل لاہوری غیر احمدی نے عیسائیوں کے مقدمہ میں مولوی محمد حسین پر جرح کرنے کے بعد آپ سے پوچھا کہ اس کا حسب نسب پوچھ کر شہادت کمزور کردوں تو آپ نے اجازت نہ دی اور کہا کہ لایحب اللہ الجھر بالسوء اور جب مولوی محمد حسین کو عدالت میں کرسی نہ ملی تو اسکی خوب اہانت ہوئی اور یہ الہام پورا ہوا کہ انی مھین من اراد اھانتک. ڈگلس صاحب کو آپ نے کہا کہ مجھ پر قتل کا الزام لگایا ہے تو اس نے کہا مبارک ہو، میں نے آپ کو بری کر دیا ہے۔ ڈگلس پہلے فوجی کپتان تھا، پھر ڈپٹی کمشنر ہوا، پھر جزائر انڈمان میں چیف کمشنر ہو گیا تھا۔ اور فوجی کرنل کے عہدہ میں پنشنر ہو کر ولایت چلا گیا۔ مولوی مبارک علی مبلغ قادیان ۲۸ جولائی ۱۹۲۲ء کو جب صاحب ممدوح سے

ملے تو دوران گفتگو اس نے کہا کہ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ عبدالحمید مستغیث مشنریوں کے پاس رہ کر ہر روز جھوٹ گھڑ کر اپنی مثل مکمل کرتا رہتا ہے' اس لئے جب حوالہ پولیس ہوا تو فوراً میرے قدموں پر گر کر اقبالی ہو گیا کہ یہ صاف افتراء ہے۔ پھر کہا کہ مجھے حیرت ہے کہ غلام احمد کا قائم کیا ہوا سلسلہ اتنی ترقی کر گیا۔ آپکی عادت تھی کہ جماعت کی کمزوری مطالعہ کرتے تو عام تقریر کر کے اصلاح کر دیتے اور بات بات پر ٹوکنے کی بجائے دعا پر زور دیتے تھے۔ کہتے تھے کہ دل درست ہو جائے جو جڑ ہے تو اعمال جو شاخ ہیں خود بخود درست ہو جائیں گے۔ تمکو داڑھی کی فکر ہے اور مجھے ایمان کی فکر ہے۔ کہا کہ جو شخص سچے سے مجھے خدا کا بھیجا ہوا سمجھتا ہے وہ جب دیکھے گا کہ میں داڑھی رکھتا ہوں تو اس کا ایمان خود داڑھی رکھوالے گا۔ صبر اور ہمدردی پر بہت زور دیتے تھے۔ تکبر، سنگدلی، درشتی اور تنعم و تعیش سے نفرت تھی۔ کہتے تھے کہ سور سے طبعی نفرت مسلمان کو اس لئے ہوئی ہے کہ باقی محرمات کو بھی یوں ہی سمجھے۔ کہا کرتے تھے کہ الاستقامۃ فوق الکرامۃ۔ آپ کہتے تھے کہ مجھے بعض دفعہ تکلف سے غصہ کا اظہار کرنا پڑتا ہے کیونکہ غصہ بہت کم پیدا ہوتا ہے۔ ایک دفعہ مولوی محمد علی ڈھاب میں نہانے لگے تو گہرے پانی میں چلے گئے تو لوگوں نے نکالنا شروع کیا، مگر جو جاتا اسے بھی دبا لیتے' خوب غوطے کھائے تو قاضی میر حسین نے غوطہ لگا کر نیچے سے ان کو باہر پھینک دیا تو باہر آگئے' تو آپ نے کہا کہ گھڑے کے پانی سے نہالیا کریں' میں تو بچپن میں اتنا تیرتا تھا کہ ڈھاب بھر جاتی تو ساری قادیان کے اردگرد ایک دفعہ ہی چکر لگا لیتا تھا۔

واضح رہے کہ ڈھاب چاروں طرف محیط ہے' بارش کے موقع پر قادیان جزیرہ بن جاتا ہے۔ نکاح ثانی کو چودہ سال گذر گئے مگر آپ نے ایک دفعہ بھی گھر میں ناچاقی پیدا نہیں ہونے دی تھی۔ عورتیں کہتی تھیں کہ "مرجا بیوی دی گل بڑی من دا اے" آپ نے کہا کہ ایک دفعہ میں نے بیوی پر آواز کسی جس سے معلوم ہوا کہ میرے دل میں رنجش ہے تو مجھے

استغفار اور صدقہ خیرات اور نوافل ادا کرنے پڑے۔ محمدی بیگم کے نکاح میں دوسری اہلیہ خود دعا کرتی تھیں کہ یا اللہ یہ کام سرانجام ہو۔ ایک دفعہ اسے دعا مانگتے ہوئے دیکھ کر کہا کہ تمہیں سوت کیونکر پسند ہے؟ تو اس نے کہا کہ کچھ ہی ہو مگر آپ کی بات پوری ہو جائے۔ آپ مصروفیت میں محو رہتے تھے۔ معاون تھک جاتے تھے مگر آپ تصنیف و تالیف، تربیت جماعت اور دیگر مشاغل میں ہر وقت مستغرق رہتے تھے۔ مولوی عبدالکریم کا قول ہے کہ میں نے دیکھا کہ مشکل سے مشکل مضمون بھی آپ لکھتے ہوئے ماحول کے شور و شغب سے متاثر نہ ہوتے تھے۔ کسی نے پوچھا تو فرمایا کہ میں تو سنتا ہی نہیں تو پھر تشویش کیا ہو؟ ''تبلیغ'' لکھنے کے دنوں میں ایک دو ورقہ آپ نے لکھا جس کا ترجمہ فارسی میں کرنے کو مولوی عبدالکریم کو دینا تھا آپ کو دینا یاد نہ رہا، سیر کو گئے تو راستہ میں آپ نے وہ دو ورقہ حکیم صاحب کو دیدیا کہ ان کو پہنچا دیں' مگر ان سے گر گیا بہت تلاش کیا مگر نہ ملا۔ مولوی صاحب نے مضمون منگوا بھیجا اور آپ اس وقت سیر سے فارغ ہو کر گھر چلے گئے تھے۔ حکیم صاحب کا رنگ فق ہو گیا تھا، مگر آپ مسکرا کر کہنے لگے کہ مجھے خدا سے امید ہے کہ اس سے بہتر عنایت کرے گا۔ سید سرور شاہ کہتے ہیں کہ آپ نے جب مسیحیت کا دعویٰ کیا تو میں لاہور میں تعلیم پاتا تھا اور دیوبند جانے کو تھا۔ حکیم صاحب کے ساتھ میرے والد صاحب کے تعلقات بہت تھے۔ اس لئے میں حکیم صاحب کے پاس جایا کرتا تھا۔ حکیم صاحب اس وقت مسجد چونیاں لاہور میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی بھی آگئے تھے جبکہ وہ وضو کر رہے تھے' کہا کہ مولوی صاحب آپ جیسے بھی مرزا کے ساتھ ہو گئے؟ تو حکیم صاحب نے کہا کہ علی وجہ البصیرۃ مانا ہے اور منجانب اللہ پایا ہے۔ اسی پر تنازع ہو گیا دوسرے دن بحث ہوئی مگر ابھی بحث ختم نہ ہوئی تھی کہ حکیم صاحب کو تار آگیا کہ جموں فوراً چلے آؤ' تو حکیم صاحب لدھیانہ آگئے کہ آپ سے مل کر جائیں۔ کچھ عرصہ بعد میں خود لدھیانہ گیا اور ابراہیم غیر

احمدی کے پاس ٹھہرا تو اس نے کہا کہ مرزا صاحب آجکل یہیں ہیں' مخالفت بہت ہے۔ میں نے تو نہیں جانے کا' تم خود مل سکتے ہو' میں گیا تو آپ کمرہ سے باہر بیٹھے ہوئے تھے' مصافحہ کیا تو آپ سر نیچے بیٹھے رہے۔ انگریزی حکومت کا ذکر دیر تک ہوتا رہا مگر آپ نے سر نہیں اٹھایا۔ اس وقت آپ کا رنگ زرد تھا، بہت کمزور تھے، کچھ دیر بعد مصافحہ کر کے میں اٹھ آیا اور ابراہیم سے کہا کہ لوگ ویسے ہی مخالف ہو رہے ہیں وہ تو چند دن کے مہمان ہیں' بچتے نظر نہیں آتے۔ اصل میں ابتدائے دعاوی کے وقت سے دورے بھی شروع ہو گئے تھے، مگر بعد میں الہام ہوا کہ ترد الیک انوار الشباب تو آپ کی طبیعت سنبھل گئی۔ اور اچھی طرح کام کرنے کے قابل ہو گئے۔ آپ اپنے خادموں سے بے تکلف بھی رہتے تھے۔

ایک دفعہ جب خواجہ کمال الدین کے حافظہ کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ان کا کیا کہنا ہے وہ تو ایک دفعہ پاخانے گئے تو لوٹا وہیں بھول آئے اور نوکروں نے یہ سمجھا کہ لوٹا گم ہو گیا ہے۔ مفتی محمد صادق کے متعلق آپ کہا کرتے تھے کہ ہمارے مفتی صاحب، جس سے معلوم ہوتا تھا کہ مفتی صاحب سے بھی آپ کو بہت پیار تھا۔ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کاربنکل سے بیمار ہوئے تو جناب کے کمرہ کے نیچے کوٹھری میں رہتے تھے' ڈاکٹروں نے چیر چیر کر آپ کا بدن چھلنی کر دیا تھا۔ آپ کراہتے تو جناب کو تکلیف ہوتی' اس لئے جناب نے کمرہ بدل لیا تھا اور تا دم مرگ مولوی صاحب کو دیکھنے بھی نہیں گئے۔ کیونکہ جناب کو آپ کا دکھ دیکھنا ناقابل برداشت تھا کہ کہیں دیکھ کر اپنا دورہ نہ شروع ہو جائے۔ مولوی صاحب زیارت کے بہت مشتاق تھے' غشی میں کہتے کہ سواری لا کر مجھے قادیان پہنچاؤ۔ ہوش سنبھالتے تو کہتے کہ کم از کم ایک دفعہ کھڑے کھڑے مجھے اپنا دیدار دے جائیں۔ مولوی صاحب کی اہلیہ نے جناب سے ملاقات کو لکھا آپ تیار ہو گئے' اس نے جلدی سے مولوی صاحب کو خبر کر دی کہ جناب آتے ہیں، تو مولوی صاحب نے روک دیا کہ جناب تکلیف

گوارا نہ فرمائیں میں تو اپنا دکھڑا روتا ہوں ورنہ مجھے معلوم ہے کہ جناب میری تکلیف دیکھ کر برداشت نہ کرسکیں گے۔

ایک دفعہ آپ ریسرچ ورک (تفتیش حوالہ جات) کر رہے تھے تو کام کرنے والے پرچیاں بھیج کر آپ سے بات پوچھتے تھے۔ معراج الدین عمر لاہور نے پرچی بھیجی تو السلام علیکم لکھنا بھول گئے تو آپ نے جواب میں یہ بھی لکھا کہ السلام علیکم آپ کو لکھنا چاہئے تھا۔ آپ کو السلام علیکم لکھنے کی اتنی عادت تھی کہ ایک ہندو کو خط لکھا تو السلام علیکم لکھ دیا۔ کاٹ کر پھر لکھ دیا اور تیسری دفعہ پھر لکھ دیا تو آخر آپ نے کاغذ ہی بدل لیا۔ آپ منگل کو برا جانتے تھے یہاں تک کہ جب آپ کو معلوم ہوا کہ آپ کی لڑکی مبارکہ بیگم کی ولادت منگل کو ہو رہی ہے تو بہت دعا کی تو پھر خدا نے ولادت بدھ کے دن بدل دی۔ آپ کو دوران سر اور ہسٹیریا کا دورہ بشیر اول متوفی ۱۸۸۸ء کی وفات پر ہوا رات کو اُتھو آیا طبیعت خراب ہوگئی۔ ایک دفعہ نماز کو نکلے تو کہا کہ طبیعت خراب ہے۔ حامد علی نے گھر دستک دی کہ پانی گرم کرو اہلیہ نے حال پوچھ بھیجا، تو حال خراب معلوم ہوا تو خود پردہ کر کے مسجد میں آئیں تو جناب نے فرمایا کہ اب افاقہ ہے نماز پڑھا رہا تھا کہ کالی کالی چیز سامنے اٹھتی ہوئی نظر آئی جو آسمان تک چلی گئی۔ پھر میں چیخ مار کر زمین پر گر گیا اور غشی ہوگئی۔ اسکے بعد باقاعدہ دورے پڑتے رہے جن میں ہاتھ پاؤں سرد ہو جاتے تھے اور خاص کر گردن کے پٹھے تو کھچے بھی جاتے تھے۔ سر میں چکر ہوتا اور بدن سہار نہیں سکتے تھے۔ شروع میں یہ دورے سخت پڑتے تھے بعد میں خفیف معلوم ہونے لگے کیونکہ آپ عادی اور کمزور ہو چکے تھے۔ دوروں کے وقت سے آپ نے نماز پڑھانی چھوڑ دی تھی۔ الہام کے وقت رنگ سرخ ہو جاتا تھا پیشانی پر پسینہ آ جاتا۔ ایک دفعہ اپنے مکان میں ہی تھے کہ صبح کے وقت آپ کو غنودگی ہوگئی لیٹ گئے تو ہونٹوں سے کچھ آواز شنوائی دینے لگے جسے ہم نہیں سمجھ سکتے تھے کہا کہ یہ الہام

کی حالت تھی۔ عموماً آپ بیدار ہو کر لکھ لیتے تھے۔ پہلے پہل کتاب پر ہی نوٹ کر لیتے تھے بعد میں بڑی کاپی بنائی، پھر نوٹ بک تیار کی، جو اب تک مرزا محمود کے پاس موجود ہے۔ اخیر عمر میں ٹیڑھی نب سے لکھتے تھے۔ بغیر لکیر کے سفید کاغذ لے کر دونوں طرف حاشیہ کے لئے شکن ڈالتے تھے کالی اور بلو بلیک دونوں طرح کی سیاہی استعمال کرتے تھے مٹی کا اپلہ بنا کر اس میں دوات نصب کر لیتے تھے۔ عموماً ٹہلتے ہوئے لکھتے تھے اور دوات ایک جگہ بھی پڑی رہتی پاس جاتے تو نب تر کر لیتے اور لکھتے ہوئے باریک آواز سے پڑھتے بھی جاتے تھے مگر ہمیں سمجھ نہیں آتا تھا۔ خط شکستہ تھا جس کو مشق ہوتی وہی پڑھ سکتا تھا۔ تحریر بہت باریک تھی اور لفظ کاٹ کاٹ کر لکھتے تھے۔ اوائل میں آپ کو دورہ سخت پڑا تو آپ کے دونوں بیٹے مرزا سلطان احمد اور فضل احمد پاس آگئے اور ان کے سامنے بھی دورہ پڑا۔ سلطان احمد خاموش رہا اور فضل احمد بیتاب ہوگیا اور گھبراہٹ سے اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔

آپ ایک دفعہ مرزا امام الدین کے ہمراہ پنشن وصول کرنے گئے تو وہ آپ کو پھسلا کر کہیں لے گیا۔ جب سارا روپیہ ختم ہوگیا تو وہ کہیں اور جگہ چلا گیا اور آپ شرم کے مارے گھر واپس نہ آئے۔ اور اس نے ایک قافلہ پر ڈاکہ مارا تو پکڑا گیا مگر مقدمہ میں آپ کی وجہ سے رہا ہوگیا۔

ایک دفعہ والد نے نوکری کے لئے بلا بھیجا تو اس وقت آپ کتاب مطالعہ کر رہے تھے جواب دیا کہ میں نوکر ہو چکا ہوں۔ باپ نے کہا کہ اچھا۔ آپ کو یہ چیزیں مرغوب تھیں: پرندوں کا گوشت، بیسن کے پکوڑے، مکئی کی روٹی، مگر ایام طاعون میں بٹیر کا گوشت چھوڑ دیا تھا کیونکہ اس میں خونی مادہ ہوتا ہے۔ ناشتہ اور خوراک بے قاعدہ تھی مگر صبح کو دودھ ہر روز پی لیتے تھے۔ گو کہ ہضم نہ ہوتا تھا۔ ایک دفعہ سکنجبین عرصہ تک پیتے رہے۔ ایک دفعہ چائے کثرت سے پی تھی اور ایک دفعہ صرف وہی سے روٹی کھاتے رہے۔ کھاتے وقت روٹی

کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرتے چلے جاتے تھے اس لئے ریزے بہت ہوتے تھے لنگر خانہ کا انتظام گھر پر ہی کرواتے تھے۔ مہمان مقیم ہوں یا مسافر دونوں کے لئے خاطر خواہ کھانا تیار کراتے تھے۔ ہر چند مشورہ دیا گیا کہ مہمان خانہ کا انتظام کسی کے سپرد کیا جائے مگر آپ نے منظور نہ کیا۔ آپ کے بعد حکیم نور الدین صاحب نے یہ انتظام صدر انجمن احمدیہ کے سپرد کر دیا تھا۔ (انتہی) خونی تے اور اتھو گورداسپور کے مقدمہ میں وقوع پذیر ہوئی جس پر آپ کو ڈاکٹری سرٹیفکیٹ پیش کرنا پڑا پھر اسی موقع پر لکھا ہے کہ آپ کی آنکھیں نیم بند رہتی تھیں (دیکھو بحث کرامات) آپ کا دایاں ہاتھ بالکل کمزور تھا کیونکہ ایک دفعہ آپ دریچہ سے گر پڑے تھے (دیکھو بحث کرامات) ''الوصیۃ'' میں لکھا ہے کہ آپ کے بال تیس سال میں ہی سفید ہونے شروع ہو گئے تھے۔

عہد شباب

ایک دفعہ آپ کو سل ہوگئی تھی اور ناامیدی ہو چکی تھی تو مرزا غلام محی الدین نے طفل تسلی دی کہ ڈرنا نہیں چاہیے۔ باپ نے چھ ماہ تک علاج کیا اور چھ ماہ تک بکرے کے پائے کا شوربہ پلایا۔ ۱۸۷۷ء میں آپ کی دوسری اہلیہ بھی آٹھ نو سال کی تھی کہ میر ناصر قادیان آئے اور مرزا غلام قادر کے مکان میں رہے تھے۔ جناب کو نہیں دیکھا کیونکہ اس وقت آپ چالیس سال کی عمر میں گوشہ نشین تھے۔ گوشہ نشینی کا کمرہ وہی تھا جو آج مرزا سلطان احمد کے قبضہ میں ہے۔ دوسری شادی کا الہام آپ کو دلی میں شادی کرانے کا ہوا تھا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے پاس تمام خواستگاران اہلحدیث کی فہرست رہتی تھی اور میر صاحب بھی اہلحدیث تھے۔ اس لئے آپ کی بھی ان سے ملاقات تھی مولوی صاحب کے مشورہ سے جناب نے میر صاحب کو دہلی لکھا۔ گو عمر کا فرق تھا مگر آپ رضا مند ہو گئے۔ جناب نکاح کے لئے حامد علی و ملا وامل کو بھی ساتھ لے گئے۔ ۲۷ محرم ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۴ء

میں مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی نے نکاح پڑھایا۔ جناب نے پانچ روپے اور ایک مصلیٰ نذر کیا اس وقت جناب پچاس سالہ تھے۔ نکاح کی تقریب پہلے اتوار کو تھی مگر جناب نے پیر کے دن تبدیلی کرائی تھی۔ مولوی میر حسن صاحب سیالکوٹی سرسید کے دلدادہ تھے مگر وہ لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب ۱۸۶۴ء میں سیالکوٹ ملازمت کے لئے آئے۔ آپ عزلت نشین تھے لالہ بھیم سین بٹالہ سے ہی آپ کا دوست بن چکا تھا۔ کیونکہ وہ بھی فارسی دان علم دوست تھا۔ اوائل گرما میں محمد صالح نامی ایک عرب وارد شہر ہوئے تو پرکسن صاحب ڈپٹی کمشنر نے جاسوسی کے شبہ میں اس کے بیانات قلم بند کئے' جن میں مرزا صاحب ترجمان مقرر ہوئے تھے مولوی الٰہی بخش محرر مدارس یعنی ڈسٹرکٹ انسپکٹر نے منشیوں کے لئے ایک انگریزی مدرسہ قائم کیا۔ ڈاکٹر امیر شاہ پنشنر استاد تھے۔ مرزا صاحب نے بھی انگریزی کی ایک دو کتابیں پڑھیں۔ آپ کو مباحثہ کا شوق تھا۔ دیسی پادری الائشہ نے کہا کہ عیسائی مذہب کے سوا نجات نہیں ہوتی۔ آپ نے کہا کہ نجات سے کیا مراد ہے؟ وہ خاموش ہو گیا۔ بٹلر صاحب سے آپ کا مباحثہ بہت دفعہ ہوا۔ (یہ ایم۔اے تھے اور موضع گوہد پور میں رہتے تھے) کہا کہ بے باپ پیدا کرنے میں یہ بھید تھا کہ آدم کی شرکت سے بری رہے کیونکہ وہ گنہگار تھا آپ نے کہا کہ مریم بھی تو آخر آدم کی ہی نسل سے تھی تو بریت کیسی؟ بالخصوص جبکہ عورت ہی گناہ کا باعث بنی تھی؟ پادری صاحب خاموش ہو گئے۔ مگر ولایت جانے لگے تو آخری ملاقات کو آپ کے کمرہ میں فرش پر ہی بیٹھ گئے۔ مراد بیگ متخلص بہ سکتہ وموحد نے آپ سے کہا کہ سرسید نے انجیل کی تفسیر لکھی ہے آپ کو شغف ہے تو منگا لیں تو آپ نے عربی میں خط لکھا۔ شیخ الہ داد سابق محافظ دفتر اور مولوی محبوب عالم نقشبندی سے آپ کا انس تھا حکیم منصب علی وثیقہ نویس کی بیٹھک بر سر بازار تھی اور حکیم حسام الدین کی دواسازی محاذ پر تھی اس لئے آپ کا تعارف حسام الدین سے ہو گیا تو اس نے آپ سے قانونچہ اور کچھ

موجز پڑھی۔ آپ ملازمت کو پسند نہیں کرتے تھے اس لئے مختاری کی طرف رخ کیا مگر امتحان میں ناکام رہے۔ پنجاب یونیورسٹی میں ایک استاد کی ضرورت تھی آپ سے درخواست کے لئے کہا گیا کہا کہ مدرسی اچھی نہیں کیونکہ لوگ علم کو ناجائز امر کا آلہ بنالیتے ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ نبی کو احتلام کیوں نہیں ہوتا؟ کہا کہ وہ نیک خیال ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ جھگڑا ہوا کہ پاجامہ کی موری کیسے ہونی چاہئے؟ کہا کہ تنگ، تاکہ ستر عورت بھی ہو، تو سب نے پسند کیا۔ آپ نے تنگ آ کر ۱۸۶۸ء میں استعفیٰ داخل کردیا اور ۱۸۷۷ء میں لالہ بھیم سین کے مکان پر آئے اور حکیم حسام الدین نے دعوت دی ان دنوں سرسید نے قرآن شریف کی تفسیر شروع کی تھی۔ میں اور الہ داد لالہ صاحب کے مکان پر گئے تو میں نے کہا کہ تین رکوعوں کی تفسیر میرے پاس آ گئی ہے کہا کہ کل لیتے آئیں۔ مگر دوسرے دن تفسیر سنکر خوش نہ ہوئے۔ ۱۸۷۳ء میں آپ کی عمر ۳۸ سال سے متجاوز نہ تھی صاحبزادہ بشیر احمد لکھتے ہیں کہ میں ساتویں جماعت میں پڑھتا تھا تو قلم دان پر Blue Red Copying لکھا ہوا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ Copying کا لفظ نہیں پڑھ سکے۔ گویا آپ کو صرف حرف شناسی تھی۔ سرسیدی روشنی سے مرعوب ہو کر خوارق وغیرہ کے منکر ہوگئے تھے۔ تو آپ نے ''آئینہ کمالات اسلام'' میں ان کو دردمندانہ طریق سے متنبہ کیا تھا۔ اوائل میں حکیم نورالدین بھی سرسید سے متاثر تھے۔ مگر آپ کی صحبت سے یہ اثر جاتا رہا مولوی عبدالکریم سیالکوٹی بھی ایسے ہی تھے چنانچہ ان کا شعر ہے کہ۔

مدتے در آتش نیچر فرو افتادہ بود این کرامت بیں کہ از آتش بروں آیدہم

ایک دفعہ آپ چوبارہ کی کھڑکی سے گر پڑے تو دائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اور آخر عمر تک وہ ہاتھ کمزور رہا اس سے لقمہ تو اٹھا سکتے تھے مگر پیالہ نہیں اٹھایا جاتا تھا۔ نماز میں بھی دایاں ہاتھ بائیں کے سہارے سنبھالنا پڑتا تھا سارا دن الگ بیٹھ کر پڑھا کرتے،

کتابوں کا ڈھیر اردگرد ہوتا شام کو پہاڑی دروازہ سے شمال کو سیر کرتے، ہروقت دین کے کام میں لگے رہتے۔ گاؤں والے آپ کو امین کہتے تھے، آپ ہی کا فیصلہ مانتے تھے، مغل نہیں فقیر بن کر زندگی بسر کرتے تھے۔ ناراض بھی صرف دینی امور میں ہوتے تھے۔ سلطان احمد کو نماز کا حکم دیتے مگر وہ نزدیک بھی نہ جاتا تھا حضور ﷺ کی شان میں گستاخی سنتے تو فوراً اچھلے جاتے چہرہ سرخ ہو جاتا۔ جب دسمبر ۱۹۰۷ء کو آریوں نے وچھووالی لاہور میں جلسہ کیا تو آپ نے حکیم صاحب کی معیت میں چند احمدی دیکر ایک مضمون پیش کیا تھا مگر آریوں نے خلاف وعدہ حضور ﷺ کے حق میں بدزبانی کی جب آپ کو معلوم ہوا تو سب کو ڈانٹا۔ حکیم صاحب سرنیچے کئے بیٹھے تھے کہا کہ تم کیوں نہ اٹھ کر چلے آئے۔ ایک دفعہ آپ اسیر بھی مقرر ہوئے تھے۔ مگر آپ نے انکار کردیا جو خادمہ آپ کو کھانا دینے جاتی تھی۔ واپس آ کر کہتی تھی ان کو کیا ہوش ہے یاد نہیں یا کتابیں۔ محمد عظیم خادم پیر جماعت علی شاہ علیپوری کا بیان ہے کہ ایام جوانی میں عیسائیوں کا واعظ جگہ جگہ ہوتا تھا۔ آپ امرتسر آتے تو عیسائیوں کے خلاف بڑا جوش رکھتے تھے اور ان کا مقابلہ کرتے تھے۔ میر حسن صاحب سیالکوٹی سے روایت ہے کہ ایک اہلکار کچہری سے گھر کو واپس ہوئے تو تیز دوڑنے کا ذکر آ گیا بلا سنگھ نے سب سے بڑھ کر دعویٰ کیا تو مرزا صاحب مقابلہ میں آئے اور شیخ الہ داد منصف مقرر ہوئے۔ ننگے پاؤں کچہری سے پل تک جانا تھا جو شہر کے قریب تھی ایک آدمی پہلے بھیجا گیا کہ پل پر انتظار کرے کہ پہلے کون وہاں پہنچتا ہے؟ دوڑ ہوئی تو مرزا صاحب پہلے پہنچ گئے۔ ۱۸۸۴ء لغایت ۱۸۸۶ء ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہوگئے۔ والدہ بیمار ہوئیں۔ تو والد کے حکم سے مستعفی ہو کر واپس آ گئے ابھی امرتسر پہنچے ہی تھے اور یکہ کرایہ کرلیا تھا کہ ایک آدمی قادیان سے آپ کے لینے کو آ حاضر ہوا اور کہا کہ جلدی چلو حالت نازک ہے مگر آپ کو معلوم ہوگیا کہ وہ مرچکی ہیں (الحی سیر المہدی) اس بیان سے معلوم ہوا کہ عہد شباب میں بھی عوارض

جسمانی نے آپ کا پیچھا نہیں چھوڑا اور آپ کے اول المومنین حکیم صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب بلکہ خود بھی سرسید کے اثرات میں مدتوں متاثر رہے تھے۔

ادبیات

آپ نے کہا کہ میری جتنی عربی تحریریں ہیں وہ ایک رنگ میں الہام ہی ہیں کیونکہ خدا کی تائید سے لکھی گئی ہیں کئی ایسے فقرات بھی لکھ جاتا ہوں کہ جن کے معنی نہیں آتے پھر لغت دیکھتا ہوں۔ عربی کی کاپیاں اور پروف حکیم نورالدین اور مولوی محمد احسن کے پاس اصلاح کے لئے بھیج دیتے تھے۔ حکیم صاحب تو یوں ہی واپس کر دیتے اور مولوی صاحب کسی جگہ اصلاح کرتے تو آپ کہتے کہ میرا لفظ زیادہ فصیح اور برمحل ہے۔ کسی جگہ ان کا لفظ بھی رہنے دیتا ہوں کہ دل شکنی نہ ہو۔ آپ نے ''ایا ارض مد'' کا قصیدہ لکھا تو حکیم صاحب سے پوچھا کہ کیا' ایا'' حرف ندا ہے آپ نے کہا کہ ہاں' کہا کہ مجھے خیال نہیں تھا ۔آپ کبھی ایسا محاورہ بھی لکھ دیتے تھے کہ جو بڑی جستجو سے ملتا تھا۔ آپ نے کہا کہ جن آیات کے معانی ظاہر نہیں اور ان پر اعتراض پڑتے ہیں درحقیقت وہ معارف کا خزانہ ہیں۔ جن پر بدنما قفل لگے ہیں اور زر یز میں انہیں جنگلوں میں مدفون ہیں۔ اردو فارسی آپ شعر کہتے تھے اور آپ کا تخلص فرخ تھا۔ آپ کی کاپی سے کچھ شعر دستیاب ہوئے ہیں جن کا نمونہ درج ذیل ہے۔ ع

عشق کا روگ ہے کیا پوچھتے ہو اس کی دوا؟ — ایسے بیمار کا مرنا ہی دوا ہوتا ہے
کچھ مزا پایا مرے دل! ابھی کچھ پاؤ گے — تم بھی کہتے تھے کہ الفت میں مزا ہوتا ہے

ہائے کیوں ہجر کے الم میں پڑے — مفت بیٹھے بٹھائے غم میں پڑے
اسکے جانے سے دل سے صبر گیا — ہوش بھی ورطۂ الم میں پڑے

سبب کوئی خداوندا بنا دے — کسی صورت سے وہ صورت ملا دے
کرم فرما کے آ او میرے جانی — بہت روئے ہیں اب ہمکو ہنسا دے
کبھی نکلے گا آخر تنگ ہوکر — دلا اکبار شور و غم مچا دے
نہ سر کی ہوش ہے تم کو نہ پا کی — سمجھ ایسی ہوئی قدرت خدا کی
میرے بت اب سے پردہ میں رہو تم — کہ کافر ہوگئی خلقت خدا کی
نہیں منظور تھی گر تم کو اُلفت — تو یہ مجھ کو بھی جتلایا تو ہوتا
میری دلسوزیوں سے بے خبر ہو — میرا کچھ بھید بھی پایا تو ہوتا
دل اپنا اس کو دوں یا ہوش یا جاں — کوئی اک حکم فرمایا تو ہوتا
کوئی راضی ہو یا ناراض ہووے — رضا مندی خدا کی مدعا کر

کچھ شعر ادھورے ہیں اور کچھ نظر ثانی کے لئے پڑے ہیں۔ آپ کے کاغذات سے یہ چٹھی ملی ہے جو تاریخ سے خالی ہے اور مکتوب الیہ کو نہیں ملی۔

حضرت والد مخدوم من سلامت مراسم غلامانه وقواعد فدویانه بجا آورده معروض خدمت والا میکندچوں که دریں ایام رای العین بے بینم وبچشم سر مشاهده میکنم که درهمه ممالك وبلده هر سال چناں وبائے مے افتدکه دوستاں وخویشاں را از خویشاں جدا مینکند. هیچ سالے مے بینم که ایں نائره عظیم وچنیں حادث الیم دراں سال شور قیامت بپا نیفگند. نظر برآں دل از دنیا سرو شده ورو از خوف جان زرد واکثر ایں دو مصرعه مصلح الدین سعدی شیرازی بیاد مے آیند واشك حسرت ریخته میشود۔

مکن تکیه بر عمر ناپائدار — مباش ایمن از بازیٔ روزگار

ونیز ایں دو مصرعہ از دیوان فرخ قادیانی نمک پاشی جراحت دل میشود ؎

بدنیائے دوں دل مہند اے جواں

کہ وقت اجل میرسد ناگہاں

لهذا میخواهم که بقیه عمر در گوشه تنهائی نشینم و دامن از صحبت مردم بچینم وبیاد اوبخانه مشغول شوم مگرگذشته راعذرے ومافات راتدارکے شود. عمر بگذشت ونما ندست جُزایا مے چند. به که دریاد کسے صبح کنم شامیچند . که دنیا ر اساسے محکم نیست وزندگی را اعتبارے نے وانس من خاف علی نفسه من آفة غیر۔ والسلام۔

مرزا صاحب نے ''براہین حصہ پنجم'' میں مولوی محمد حسین کی تقریظ کا ذکر یوں کیا ہے کہ ایاراشفی قدکنت تمدح منطقی. وتثنی علی بالفة و توقر ولله درک حین قرظت مخلصا کتابی وصرت لکل ضال محقر. وانت الذی قدقال فی تقریظه. کمثل المؤلف لیس فینا غضنفر. عرفت مقامی ثم انکرت مدبرا فما الجهل بعد العلم ان کنت تشعر. کمثلک مع علم بحالی وفطنته عجبت له یبغی الهدی ثم یاطر. قطعت ودادا قدغرسناه فی الصبا ولیس فؤادی فی الوداد یقصر. علی غیر شئ قلت ما قلت عجلة ووالله انی صادق لا ازور. (انتهی مافی سیرة المهدی)

اس موقع پر اول یہ معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے عہد میں قبل ازاں بھی طاعون کا زور تھا۔ اور اس سے خود بھی گھبرایا کرتے تھے۔ اس لئے یہ کہنا غلط ہوگیا کہ طاعون دعوائے نبوت کا آسمانی نشان تھا۔ دوم یہ کہ ۱۹۰۷ء تک بھی مرزا صاحب اپنی نظم میں وہی غلطیاں

کرتے رہے جو ۱۹۰۲ء یا اس سے پہلے کرتے تھے کیونکہ ''براہین، حصہ پنجم'' ۱۹۰۰ء میں شائع ہوئی ہے جس میں اپنے قصیدہ عربیہ متعلقہ تقریظ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی پر فخریہ انداز ظاہر کیا ہے۔ اور قصیدہ اعجازیہ (اعجاز احمدی) ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا۔ جس میں اس قدر شاعری کا ستیاناس کیا ہے کہ ۷۵ فیصدی شعر انداز شاعری سے خارج ہیں۔ امید تھی کہ ۱۹۰۷ء تک کچھ اصلاح ہوجائے گی۔ مگر ولن یصلح العطار ما افسد الدهر۔

کرامات

محمد یوسف مردانی کے ساتھ ایک مردانی مریض علاج کرانے کو حکیم صاحب کے پاس آیا احمدیوں کے محلے سے بھی متنفر تھا۔ جب افاقہ ہوا تو محمد یوسف اسے مسجد مبارک میں لے آئے جبکہ وہاں کوئی نہ تھا۔ مگر اسی وقت جناب کھڑکی کھول کر آگئے۔ نظر پڑی تو فوراً داخل بیعت ہوگیا۔ فخر الدین ملتانی کا باپ سخت بدزبان تھا۔ قادیان آیا تو پھر بھی بند نہ ہوا۔ جناب کے پاس لایا گیا تو ادب سے خاموش ہوگیا۔ اور آپ نے اثنائے تقریر میں بہت ابھارا مگر اس کے منہ پر مہر لگ گئی۔ گجرات کا ایک ہندو کسی برات میں قادیان آیا تو مسجد میں جناب بیٹھے تلقین کررہے تھے۔ اس نے اپنی توجہ ڈالی کہ جناب کے منہ سے بیساختہ کوئی لفظ بلوائے کہ تضحیک ہو مگر پہلی دفعہ کانپا دوسری دفعہ خوفزدہ آواز نکالی تیسری دفعہ چیخ کر مسجد سے بھاگ نکلا۔ پوچھا گیا تو کہا کہ میں اپنی توجہ جناب پر ڈال رہا تھا کہ مجھے شیر نظر آیا تو میں ڈر گیا دوسری دفعہ حوصلہ کیا تو وہ میرے قریب آگیا تو میں کانپ گیا تیسری دفعہ توجہ کرنے پر مجھ پر حملہ آور ہوگیا اس لئے میں بھاگ نکلا۔ پھر وہ جناب کا معتقد ہوگیا تھا۔ محمد روڑا از کپور تھلہ کہتا تھا کہ ہم بیمار بھی ہوتے تو جناب کا منہ دیکھ کر شفا پالیتے تھے۔ کپورتھلہ میں احمدیوں کا غیر احمدیوں سے مسجد کا تنازع تھا اور جج غیر احمدی تھا تو اس نے مخالفت زور سے کی انہوں نے دعا کے لئے قادیان لکھا تو آپ نے زور سے لکھا کہ اگر میں سچا ہوں تو مسجد تم کو

مل جائے گی۔ فیصلہ سنانے کے دن صبح جج نے نوکر سے کہا کہ بوٹ پہنائے وہ مصروف کار ہوا تو کھٹ کی سی آواز آئی' دیکھا تو حرکت قلب کے بند ہونے سے جج کرسی پر ہی مرا پڑا تھا۔ دوسرے دن ہندو جج آیا تو احمدیوں کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اس جماعت نے وہی فقرہ مسجد میں لکھوا کر نصب کرا دیا تھا۔ اس جماعت کے متعلق جناب نے کہا تھا کہ جس طرح جماعت کپورتھلہ نے دنیا میں میرا ساتھ دیا ہے امید کرتا ہوں کہ جنت میں بھی میرے ساتھ ہوگی مولوی رحیم بخش صاحب کا دادا خلیفہ) بدزبان تھا۔ آپ کے والد نے قادیان میں دعا کی درخواست کی جناب نے لکھ بھیجا کہ اب وہ بدزبانی نہیں کریگا۔ جواب سب کو سنایا گیا تو جمعہ کے دن لوگ منتظر تھے کہ بدستور گالیاں سنائے گا مگر خاموش ہو کر کہتا تھا کہ گالیوں سے کیا فائدہ مولوی صاحب نے بھی آج یہی وعظ کیا تھا۔ پھر باوجود بھڑکانے کے بھی نہیں بولا۔ ایک دفعہ مسجد مبارک میں تلقین کر رہے تھے عبداللہ سنوری کی طرف خاص توجہ تھی تو سید فضل شاہ کو رشک ہوا آپ سمجھ گئے اور فرمایا کہ ؎

قدیماں خود را بیفزائے قدر

بشیر اول کی ولادت تھی تو نصف رات کو جناب عبداللہ کے پاس آئے کہ یسٓ یہاں پڑھو اور میں اندر جا کر پڑھتا ہوں کیونکہ وہ بیمار کی تکلیف کم کرتی ہے نزع کی حالت میں بھی اس لئے پڑھتے ہیں اور ختم ہونے سے پہلے تکلیف دور ہو جاتی ہے۔ تھوڑی دیر ہوئی کہ آپ مسکراتے ہوئے مسجد میں آئے کہ لڑکا پیدا ہوا ہے میں نے مسجد کے اوپر چڑھ کر کہا کہ مبارک ہو۔ مبارک ہو۔ شادی کے بعد ایک مہینہ ٹھہر کر اہلیہ واپس دہلی گئیں تو جناب نے خط لکھا کہ میں نے خواب میں تمہارے تین جوان لڑکے دیکھے ہیں۔ ۱۸۸۹ء میں جب لدھیانہ میں بیعت کا اشتہار دیا تو بیعت سے پہلے میر علی کے پاس ہوشیارپور بتقریب شادی مدعو ہوئے تو میر عباس علی، حامد علی اور عبداللہ سنوری ساتھ تھے' گو دوسروں کے لئے الگ

انتظام تھا مگر جناب نے ہم کو اپنے دائیں بائیں بٹھالیا۔ ان دنوں محمود شاہ چھچھہ ہزاروی کا بہت چرچا تھا۔ اس کے وعظ میں عبداللہ کو اعلان کرانے کے لئے بھیجا پھر آپ بھی گئے۔ مگر اس نے وہ اعلان اخیر میں سنایا جب لوگ جانے لگے تو آپ کو رنج ہوا اور کچھ عرصہ بعد محمود شاہ چوری کے جرم میں پکڑا گیا۔ عبداللہ نے کہا کہ مئی یا جون ۱۸۸۴ء کو آپ نماز فجر ادا کر کے مسجد مبارک کے غسل خانہ میں جو تازہ ہی پلستر کیا ہوا تھا ایک چارپائی پر لیٹ گئے سر شمال کو تھا کہنی کا تکیہ بنا کر دوسری کو چہرے پر رکھ لیا اور سو گئے۔ تاریخ ۲۷ رمضان یوم جمعہ اور رات شب قدر تھی، کیونکہ میں نے سنا ہوا تھا کہ شب جمعہ کو تو شب قدر ہوتی ہے۔ آپ کانپے میری طرف دیکھا تو آبدیدہ تھے، پھر سو گئے۔ پاؤں دباتا ہوا پنڈلی پر آیا تو ٹخنے کے نیچے سخت جگہ تھی اس پر سرخ نشان پایا کہ گویا خون بستہ ہے۔ انگلی لگائی تو ٹخنے پر بھی پھیل گیا اور انگلی پر بھی لگ گیا۔ سونگھا تو خوشبو نہ تھی۔ پھر پسلیوں کے پاس پہنچا تو وہاں بھی گیلا سرخ نشان تھا۔ اٹھا کر دیکھا مگر کوئی سبب معلوم نہ ہوا پھر دبانے لگا تو آپ اٹھ کر مسجد میں جا بیٹھے میں مونڈھے دباتا تھا پوچھا کہ یہ سرخی کہاں سے آئی تھی کہا کہ آم کا رس ہوگا میں نے کہا نہیں یہ تو سرخی ہے فرمایا "کتھے اے" میں نے کرتہ کا نشان دکھایا تو خاموش ہو گئے، فرمایا کہ خدا کی ہستی وراء الوراء ہے دنیا کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی البتہ اس کے صفات جلالی یا جمالی ظاہر ہوتے ہیں۔ شاہ عبدالقادر نے لکھا ہے کہ میں نے خدا کو اپنے والد کی شکل میں دیکھا۔ پھر دیکھا تو اس نے ہلدی کا ٹکڑا دیا بیدار ہوئے تو ہلدی موجود تھی۔ ایک بزرگ نے کشف میں دیکھا کہ کسی نے نیچے سے مصلیٰ نکال لیا ہے دن چڑھے دیکھا تو وہی مصلیٰ صحن مسجد میں پڑا تھا جب تم پاؤں دبا رہے تھے مجھے ایک وسیع اور مصفا مکان نظر آیا۔ پلنگ پر ایک آدمی تھا جسے میں نے خدا سمجھا اور حاکم اور اپنے آپ کو سرشتہ دار۔ میں نے کچھ احکام قضاء و قدر کے متعلق لکھے تھے دستخط کرانے گیا تو پلنگ پر بٹھایا، گویا باپ بچھڑے ہوئے بیٹے سے ملا ہے، پھر احکام

پیش کیے تو حاکم نے سرخی کی دوات سے قلم ڈبو کر مجھ پر چھڑکی اور دستخط کردیے۔ یہ وہی سرخی ہے دیکھو تمہاری ٹوپی پر بھی کوئی نشان ہوگا۔ دیکھا تو اس پر بھی ایک قطرہ تھا۔ میں نے پوچھا کہ تبرک جائز ہے فرمایا ہاں۔ تو پھر اپنا کرتہ مجھے دیدیجئے کہا کہ نہیں کیونکہ مرنے کے بعد لوگ زیارت بنالینگے اور پوجیں گے۔ میں نے کہ حضور ﷺ کے تبرکات بھی تو آخر تھے، فرمایا کہ صحابہ نے اپنے ساتھ قبر میں دفن کرالئے تھے۔ میں نے کہا کہ میں بھی ایسا ہی کروں گا تو آپ نے کہا اچھا، پھر غسل کر کے آپ نے کپڑے بدلے تو میں نے وہ کرتہ سنبھال لیا۔ اس سے پہلے دو تین مہمان آئے تو میں ان سے کہہ بیٹھا کہ قطرے گرے ہیں۔ انہوں نے تصدیق کرائی تو انہوں نے بھی وہی کرتہ مانگا کہ ہم سب تقسیم کرلیں گے۔ اس لئے میں نے کہا کہ جناب یہ کرتہ میرا ہو چکا ہے۔ تو مسکرا کر کہا کہ ''عبداللہ مالک ہے اس سے لو''۔ مگر میں نے انکار کردیا آج تک وہی داغ موجود ہے کوئی تغیر نہیں ہوا (نینو کا بنا ہوا ہے) صرف سات روز پہنا تھا میں کسی کو نہیں دکھاتا تھا خلیفہ ثانی سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ بہت دکھایا کرو تاکہ اس کی رویت کے گواہ بہت پیدا ہوں مگر اب بھی خواہشمند کو ہی دکھاتا ہوں از خود نہیں دکھاتا اور سفر میں پاس رکھتا ہوں کہ معلوم نہیں کہاں مرجاؤں۔ اب اس سرخی کا رنگ ہلکا ہے۔ عبداللہ سنوری کا بیان ہے کہ ۱۸۸۲ء میں جب قادیان آیا تو اس وقت میری عمر سولہ(۱۶) سترہ(۱۷) سال کے درمیان تھی ایک شادی ہو چکی تھی دوسری کا خیال دامنگیر تھا جس کے متعلق مجھے خوابیں بھی آئیں آپ نے کہا کہ مجھے بھی دوسری شادی کا الہام ہوا ہے دیکھئے پہلے کس کی ہو؟ مجھے اپنے ماموں اسمٰعیل کی لڑکی کا خیال ہوا تو میں قادیان آیا اور ماموں صاحب مجھ سے پہلے حاضری دے چکے تھے تو آپ نے کہا کہ مجھے کہا ہوتا تو اسے کہہ دیتے مگر آپ نے میرے ماموں محمد یوسف کو کہ جس کے ذریعہ سے مجھے بیعت حاصل ہوئی تھی خط لکھا جس میں والد خسر اور دادا کی طرف حکم لکھ بھیجا کہ چونکہ یہ دینی تحریک سے

مزاحمت نہ کریں اور اس پر الیس اللہ بکاف عبدہ کی مہر لگائی اور دے دی۔ ابھی جواب نہیں آیا تھا کہ الہام ہوا۔ ''ناکامی'' پھر الہام ہوا:

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

پھر الہام ہوا کہ (فصبر جمیل) جواب آیا کہ سب راضی ہیں مگر اسمٰعیل نہیں مانتا۔ فرمایا کہ اسے ہم خود کہیں گے میں نے کہا کہ ادھر ناکامی ہے ادھر آپ کوشش کرتے ہیں تو فرمایا کہ کل یوم هو فی شان ممکن ہے کہ کوئی دوسری سبیل کامیابی کی نکل آئے۔ اسمٰعیل سرہند کے قریب پٹواری تھا آپ انبالہ گئے اور تحصیل سرہند میں حشمت علی کے پاس ٹھہرے جس سے پہلے وعدہ ہو چکا تھا کہ ہم سرہند آئیں گے تو مجدد صاحب کا روضہ بھی دیکھیں گے۔ بعد از فراغت نماز اسمٰعیل پاؤں دبا رہا تھا۔ سب کو اٹھا دیا اسے کہہ دیا تو اس نے عذر کیا کہ دو بیبیاں لڑتی ہیں اور اس کی تنخواہ صرف ساڑھے چار روپے ماہوار ہے۔ خسر اول بھی ناراض ہوگا آپ نے ذمہ لیا مگر اس نے کہا کہ میری بیوی نہیں مانتی۔ آپ نے کشف میں دیکھا کہ اسمٰعیل نے میرے ہاتھ پر دست پھیر دیا ہے اور اس کی سبابہ کٹ گئی ہے تو سمجھ گئے کہ وہ نہیں مانے گا۔ آپ کو اس سے نفرت ہوگئی۔ مگر مجھے تشویش ہوئی تو آپ نے مجھے قادیان بلا لیا کہ خیالات تبدیل ہوں مگر اسمٰعیل پر بڑی مصیبت نازل ہوگئی جبکہ اس نے لڑکی کی شادی دوسری جگہ کردی تھی۔ معافی کا خواستگار ہوا۔ مگر اسے ملاقات نصیب نہ ہوئی۔ (دیکھو نشان حقیقۃ الوحی)

دوسری جگہ تجویز ہوئی تو آپ نے کہا کہ لڑکی دیکھو۔ دیکھی تو مجھے اس سے نفرت ہوگئی کہ تے آتی تھی۔ پھر لدھیانہ میں ایک معلمہ سے تجویز ہوئی تو آپ نے اس سے بھی انکار کردیا پھر ماسٹر قادر بخش کی ہمشیرہ کا ذکر کیا تو فرمایا کرلو۔ آپ نے بھی اسے لکھا تو اس نے کہا کہ میرا باپ ناراض ہے مگر راضی کرلوں گا یا مرجائے تو نکاح کردوں گا۔ اس وقت

آپ باغ کو جارہے تھے بڑے خوش ہوئے ماسٹر صاحب نے ہمشیرہ کا نکاح خفیہ کردیا۔
آپ سرہند جاتے ہوئے سنور بھی گئے تھے حکیم نورالدین صاحب کا بیان ہے کہ جب میں
پہلی دفعہ قادیان آیا تو چھوٹی مسجد کے پاس چوک میں اترا امام الدین اور نظام الدین کو دیکھ
کر دل بیٹھ گیا اور تانگہ ٹھہرالیا کہ شاید واپس جانا ہوگا۔ مگر انہوں نے کہا کہ مرزا صاحب کو
ملو گے؟ تو میری جان میں جان آئی کہ کوئی اور بھی مرزا صاحب ہیں۔ چھوٹی مسجد میں چھوڑ
گئے آپ نے کہا کہ ظہر کو آؤں گا۔ اس وقت آپ ''براہین'' میں مصروف تھے تو آپ نے
کہا کہ میں دعا کرتا تھا کہ ''موسیٰ کی طرح مجھے ہارون دے''۔ میری طرف دیکھتے ہی کہا کہ
هذا دعائی جب جموں سے فارغ ہوا تو بھیرہ میں مکان تعمیر کرانا شروع کردیا تھا۔ سامان
لینے لاہور آیا تو قادیان کا خیال پیدا ہوگیا۔ یہاں آیا تو آپ نے کہا اب تو فراغت سے کچھ
دن ٹھہرو گے۔ کچھ دن کے بعد فرمایا کہ گھر والوں کو بھی یہیں بلالو عمارت بند کرادی اور اہل و
عیال کو بلوالیا، پھر کہا کہ بھیرہ کا خیال ترک کرو تو میرے دل میں یہ بھی خیال نہ آیا کہ بھیرہ
بھی میرا وطن تھا۔ جہلم کے مقدمہ میں گورداسپور گئے تو تین مہمان الہ آباد سے آئے جن
میں سے قادر بخش نے تبادلہ خیالات کے بعد بیعت کرلی۔

ایک دفعہ الٰہی بخش صاحب آپ کے ساتھ ساتھ مکان کے صحن میں ٹہل رہے تھے
تو کہا کہ میری بیعت سے بہت لوگ اور بھی داخل بیعت ہوں گے آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور
کہا کہ مجھے کیا پرواہ ہے یہ خدا کا کام ہے وہ خود لوگوں کی گردنیں پکڑ پکڑ کر میرے پاؤں پر
گرائے گا اور گرا رہا ہے۔ دوسرے دن جب واپس جانے لگے تو پوچھا گیا کہ آپ کی تسلی
ہوگئی؟ کہا ہاں۔ ذوالفقار علی خان نے کہا کہ پھر بیعت؟ آپ نے کہا کہ تمہارا حق نہیں
جانے دو۔ تیسرے چوتھے روز آپ قادیان آئے تو اپنے رومال سے کارڈ نکال کر دکھایا کہ
تحصیلدار صاحب آپ تو جلدی کرتے تھے، دیکھئے! دیکھا تو الٰہی بخش صاحب لکھتے جاتے

ہوئے پنسل سے ریل میں لکھتے ہیں کہ ''جب حق کھل گیا تو دیر کیسی راستہ میں مرجاؤں تو کیا
جواب دوں گا اس لئے میری بیعت قبول کی جائے۔'' آپ نے کہا کہ تنہائی میں آدمی صحیح
نتیجے پر پہنچ سکتا ہے'' مولوی کرم الدین صاحب نے مقدمہ میں ۱۱ رفروری ۱۹۰۴ء کو
گورداسپور جانا تھا۔ سرور شاہ صاحب کو معہ حامد علی و عبدالرحیم نائی کے دو روز پہلے بھیجا کہ
حوالہ جات تلاش کرکے پیشی کی تیاری کرو۔ وہاں آکر انہوں نے ڈاکٹر محمد اسمٰعیل کو دروازہ
کھولنے کے لئے آواز دی تو ڈاکٹر صاحب نے رونا شروع کردیا۔ تھوڑی دیر بعد آئے تو کہا
کہ محمد حسین پیشکار آیا تھا کہ آریوں کا جلسہ ہوا ہے۔ جلسہ کے بعد پرائیوٹ میٹنگ ہوئی میں
پاس ہی تھا۔ ایک نے چنڈولال مجسٹریٹ سے کہا کہ مرزا آریوں کا دشمن اور لیکھرام کا قاتل
بے شکار ہاتھ میں آگیا ہے ساری قوم کی نظر آپ کی طرف لگی ہوئی ہے آپ چھوڑ دیں گے
تو دشمن ہوں گے۔ چنڈولال مجسٹریٹ نے کہا کہ مرزا اور اسکے گواہوں کو جہنم رسید کروں گا۔
مگر کیا کروں کہ مقدمہ ایسی ہوشیاری سے چلایا گیا ہے کہ ہاتھ نہیں پڑسکتا۔ مگر میں عدالتی کار
روائی پہلی پیشی میں ہی عمل میں لاؤں گا' یعنی بغیر ضمانت کے حوالات میں کردوں گا۔ گو میں
مخالف ہوں مگر کسی شریف کو ہندوؤں کے ہاتھ سے ذلیل ہوتا نہیں دیکھ سکتا، یا تو چیف کورٹ
میں مقدمہ تبدیل کراؤ یا مرزا صاحب کا ڈاکٹری سرٹیفکیٹ پیش کردو۔ پس تجویز ہوا کہ ابھی
کوئی قادیان جائے۔ یکہ تلاش کیا اور چار گنا زیادہ کرایہ بھی دیا۔ مگر مخالفت اتنی تھی کہ کوئی نہ
مانا۔ آخر شیخ حامد علی، عبدالرحیم نائی اور ایک اور آدمی پیدل قادیان آئے اور صبح آپ کو خبر دی
آپ نے کہا کہ خیر ہم بٹالہ چلتے ہیں۔ خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی لاہور سے آتے
ہیں۔ ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ تبدیلی مقدمہ میں کامیابی نہیں ہوتی۔ جب گورد
اسپور پہنچے تو الگ کمرہ میں لیٹ گئے تو مولوی صاحب نے واقعہ سنادیا تو یک لخت آپ چار
پائی پر بیٹھ گئے چہرہ سرخ آنکھیں چمک اٹھیں جو ہمیشہ جھکی ہوئی اور نیم بند رہتی تھیں۔ کہا میں

اس کا شکار ہوں؟ نہیں۔ شیر ہوں اور شیر بھی خدا کا۔ وہ بھلا خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال سکتا ہے؟ ہاں کشتی کر کے تو دیکھے' آواز اتنی بلند تھی کہ باہر کے لوگ بھی چونک اٹھے۔ شیر کا لفظ کئی بار دہرایا، کہا کہ میں کیا کروں میں نے تو کہا ہے کہ لوہا پہننے کو تیار ہوں۔ مگر وہ کہتا ہے کہ نہیں ذلت سے بچاؤں گا اور عزت کیساتھ بری کروں گا۔ پھر محبت الٰہی پر نصف گھنٹہ تقریر کی۔ پھر ایکائی آئی تو خونی قے ہوئی۔ منہ صاف کیا اور پوچھا کہ کیا ہے؟ مولوی صاحب نے کہا کہ خون ہے۔ ڈاکٹر انگریز بلایا گیا کہ بڑھاپے میں خونی قے خطرناک ہے، آرام کیوں نہیں کرتے۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ مجسٹریٹ تنگ کرتا ہے حالانکہ یہ مقدمہ یونہی طے ہو سکتا تھا۔ ایک ماہ کیلئے سرٹیفکیٹ لکھ دیا اور بغیر کسی رکاوٹ کے ہم سب قادیان آ گئے۔ دوسرے روز مجسٹریٹ نے سرٹیفکیٹ پر اعتراض کیا مگر ڈاکٹر نے کہا کہ میرا سرٹیفکیٹ ہمیشہ عدالتوں میں جاتا ہے۔ پھر وہ تبدیل ہو گیا اور ای اے سی تھا منصف ہو گیا۔ مولوی کرم الدین صاحب کے مقدمہ میں اہلیہ صاحب کو خواب آیا کہ کوئی کہتا ہے کہ آپ کو امرتسر میں سولی پر لٹکایا جائے گا تاکہ قادیان والوں کی آسانی ہو۔ آپ نے تعبیر کی کہ عزت ہوگی چنانچہ امرتسر میں اپیل کے ذریعہ سے آپ کی بریت ہوئی۔ آپ نے گھر والوں سے کہا کہ مجسٹریٹ کی نیت خراب معلوم ہوتی ہے اور اس کی بیوی نے خواب دیکھا ہے کہ اگر مجسٹریٹ کوئی خراب کام کرے گا تو اس پر وبال آئے گا تو اس کا ایک لڑکا مر گیا۔ بیوی نے کہا کہ تم کیوں گھر اجاڑنے لگے ہو؟ فیصلہ کے دن عام مرید بہت روپیہ لے گئے تھے اور نواب محمد علی تو ہزاروں روپیہ لائے تھے کہ اگر جرمانہ ہوا تو ہم ادا کر دیں گے۔ درختوں کے نیچے عدالت کے پاس آپ کا ڈیرہ ہوتا تھا۔ کئی دفعہ ڈپٹی کمشنر انگریز گذرتا تو کہتا کہ اگر میں ہوتا تو ایک دن میں ہی فیصلہ کر دیتا ماسٹر محمد الدین بی اے نے کہا کہ آپ کی حاضری میں ہمیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ طبیعت صاف ہو رہی ہے اور روحانیت ترقی کر رہی ہے۔ الگ ہوتے تو وہ بات نہ ہوتی۔

مولوی شیر علی نے کہا کہ اس وقت خواہ طبیعت کیسی ہوتی خوش ہو جاتی تھی۔ عبداللہ سنوری پہلے پہل قادیان آئے تو آپ نے اسکے والد کا حال پوچھا کہا کہ وہ تو شرابی اور خراب آدمی ہے آپ نے ڈانٹا کہ آخری دم کسی کو معلوم نہیں اچھا ہے یا بُرا۔ تو ان کا والد آخر میں تعشق کی حالت میں مرا۔ امام بی بی اور احمد بیگ بہن بھائی تھے، امام بی بی کی شادی مرزا غلام حسین سے ہو چکی تھی جو مفقود الخبر ہو گیا تھا اور اس کی جائیداد امام بی بی کے نام ہو گئی تھی۔ اب احمد بیگ نے اپنی ہمشیرہ سے درخواست کی کہ اپنی تمام جائیداد اس کے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام کرا دے وہ تو مان گئی مگر قانوناً جناب کی رضا مندی کے سوا ہبہ نامہ نامکمل تھا اس لئے احمد بیگ ملتجی ہوا کہ آپ اس پر دستخط کر دیں مگر آپنے استخارہ پر ٹال دیا اور استخارہ میں الہام ہوا کہ اس کی لڑکی محمدی بیگم کے نکاح کی سلسلہ جنبانی کر وہ منظور کریں تو خیر ورنہ انجام بُرا ہوگا۔ اڑہائی تین سال تک بربادی ہوگی آپ نے یہ بھی لکھا کہ مکاشفات نے حوادث کو تین سال کے اندر بھی دکھایا ہے۔ یہ لکھ کر احمد بیگ کو بھیج دیا مگر لڑکی کے ماموں مرزا نظام الدین نے استہزاء کے طور پر یہ تحریر شائع کر دی تو آپ کو بھی موقع مل گیا۔ ایک نے کہا کہ جلتی آگ میں گھس کر سلامت نکلتا ہوں مرزا صاحب نبی ہیں تو وہ بھی داخل ہو کر دکھلائیں۔ آپنے فرمایا کہ میرے سامنے اگر آگ میں داخل ہو تو کبھی نہ نکلے۔ ایک دفعہ مہمان آ گئے کھانا تیار ہوا' کھلانے لگے تو اتنے اور آ گئے۔ آپ گھر گئے تو زردہ کو ڈھانپ کر ہاتھ رکھا وہ اتنا بڑھا کہ سب سیر ہو گئے۔ ایک دفعہ آپکے لئے مرغ کا پلاؤ پکایا گیا تو نواب صاحب کے گھر کے آدمی بھی آپ کے ہاں آ گئے' کیونکہ انکے مکان میں دھونی ہو رہی تھی آپ نے کہا کہ ان کو بھی کھانا کھلاؤ۔ چاول کم تھے تو آپ نے دم کیا' وہ اتنے بڑھے کہ نواب صاحب کے آدمی بھی کھا گئے اور دوسرے آدمی بھی تبرک سمجھ کر لے گئے۔ محمد حسین بٹالوی نے جناب کے دعویٰ مسیحیت سے پہلے اپنے وعظ میں بیان کیا کہ ایک دفعہ انبالہ میں ہم دس بارہ آدمی

ملاقات کو آئے کہا: آیا تو صرف دو آدمیوں کے لئے کافی تھا مگر سب کو کافی ہو گیا۔ دہوتی مسیحیت پر بیا انکاری ہو گیا تھا اور اب مر چکا ہے۔ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل نے کہا کہ جلسہ کے موقع پر چائے اور زردہ تیار ہو رہا تھا آپ کا کھانا: خشکہ اور دال اندر سے آیا ہم نے خیال کیا کہ بہت لذیذ ہوگا آپ نے اپنے ساتھ شامل کر لیا کھانا ایک آدمی کا تھا مگر ہم سب سیر ہو گئے۔ دہرمپال آریہ مرتد نے ترک اسلام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ پر اعتراض کیا تو حکیم صاحب نے جواب لکھا کہ وہ مخالفت کی آگ تھی۔ جناب نے کہا کہ اسکی کیا ضرورت ہے ہم خود موجود ہیں ہمیں آگ میں ڈال کر دیکھ لیں گلزار ہوتی ہے یا نہیں؟ آپ نے یہ شعر بھی کہا ہے کہ شعر

ترے مکروں سے اے جاہل مرا نقصاں نہیں ہرگز

کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آنے والی ہے

آپ کا الہام بھی ہے کہ آگ سے ہمیں مت ڈراؤ آگ ہماری غلام ہے۔ بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔ منارۃ المسیح بننے لگا تو لوگوں نے شکایت کی کہ اس سے بے پردگی ہوگی۔ موقع پر ایک ڈپٹی آیا۔ آپ مسجد مبارک کے حجرہ میں تھے۔ بڈ ہامل رکن اعظم آریہ پاس تھا تو آپ نے کہا کہ اس سے پوچھو کہ میں نے کبھی فائدہ پہنچانے میں دریغ کیا ہے اور اس نے کبھی ایذا رسانی میں کسر چھوڑی ہے تو ایسا شرمندہ ہوا کہ بول نہ سکا۔ چہرہ کا رنگ سپید ہو گیا تھا۔ عبداللہ سنوری نے کہا کہ مجھے میرے تمام حالات خاتمہ عمر تک بتلا دیئے تھے تو اسی کے مطابق حالات پیش آتے تھے ریاست پٹیالہ میں نو گاؤں کا میں پٹواری تھا سالانہ تنخواہ (۔۔) روپے تھی۔ میں نے دوسرے پٹواری سے ملکر پکل پور میں تبادلہ کرا لیا مگر وہاں کوئی مسجد نہ تھی تو میں نے آپ سے درخواست کی کہ دعا کریں مجھے نو گاؤں واپس مل جائے۔ کہا کہ وقت آنے دو تو میرا تبادلہ غوث گڑھ میں ہو گیا جس میں میرا ایسا دل لگا کہ نو

گاؤں کا خیال جاتا رہا کچھ عرصہ بعد غوث گڑھ کا حلقہ خالی ہو گیا اور تحصیلدار نے نو گاؤں بھی میرے حلقہ سے ملحق کر دیا اور میری تنخواہ سالانہ ماعہ روپیہ ہو گئی حالانکہ دونوں حلقوں میں پندرہ میل کا فاصلہ تھا اور درمیان میں اور حلقے بھی تھے اور غوث گڑھ تمام احمدی ہو گیا۔ ایک نے پوچھا کہ کیا آپ واقعی مسیح موعود اور مہدی ہیں؟ تو آپ نے اس انداز سے کہا ''ہاں'' کہ وہ شخص فوراً بیعت میں داخل ہو گیا۔ اور میرے (عبداللہ سنوری) کے دل پر بھی گہرا اثر ہوا۔ فخر الدین ملتانی سے کہا کہ ۱۹۱۰ء میں نو روز ضلع کانگڑہ میں رہے تو وہاں کے کورٹ انسپکٹر اوف پولیس نے جو غیر احمدی تھا ایک دعوت قائم کی جس میں مجھے بھی بلایا تو اس نے اثناء گفتگو میں کہا کہ جب پندرہ ماہی پیشینگوئی کا آخری دن تھا، پہرے کا انتظام میرے سپرد تھا، چاروں طرف پولیس کھڑی تھی 'مگر آتھم کوٹھی کے اندر بھی بیتاب تھا۔ بندوق کی آواز آئی تو اور بھی حالت ابتر ہوگئی تو عیسائیوں نے اسے شراب پلا کر بیہوش کر دیا تو دوسرے دن اس کا جلوس نکال کر نعرہ لگاتے تھے کہ مرزا کی پیشینگوئی جھوٹی نکلی۔ انہی دنوں لوکس صاحب لودھیانہ میں ڈسٹرکٹ جج تھا اور آتھم اس کا داماد تھا۔ دوران میعاد میں آتھم اس کی کوٹھی پر ٹھہرا تو ایک غیر احمدی پنکھا قلی نے بتایا کہ رات بھر وہ روتا رہتا ہے۔ پوچھا گیا کہ کیوں؟ کہا کہ تلواروں والے نظر آتے ہیں اور وہ صرف مجھے ہی نظر آتے ہیں۔ کبھی اُسے کتے نظر آتے تھے اور کبھی سانپ۔ اس لئے مخالفوں کا کہنا درست نہیں کہ احمدیوں سے ڈرتا تھا۔ ورنہ اس طرح کی بے چینی نہ ہوتی۔ اس کی حالت تو اسی وقت خراب ہو چکی تھی جبکہ جلسہ مباحثہ میں ساٹھ ستر عیسائیوں کے سامنے کہتا تھا کہ میں نے دجال کا لفظ حضور ﷺ کے متعلق نہیں لکھا حالانکہ اندرونہ بائبل میں یہ لفظ موجود تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا علیم بھی ہے اور قدیر بھی پہلی صفت کے ماتحت جو پیشینگوئی ہوتی ہے تو عین تاریخ پر ہوتی ہے۔ جیسے حضور ﷺ کی پیشینگوئی جناب فاطمۃ الزہرہ کے متعلق تھی کہ وہ چھ ماہ کے اندر دنیا سے

رخصت ہوجائیں گی اور دوسری صفت کے زیر اثر جو پیشگوئی ظاہر ہوتی ہے وہ تخلف عن الوعید کے طرز پر تاریخ کی پابند نہیں ہوتی کیونکہ مجرم کبھی کچھ نیکی یا خوف الٰہی کے عوض تاخیر عذاب کا مستحق ہوجاتا ہے اور آخر جب وہ باز نہیں آتا اور مغرور ہوجاتا ہے تو اس کا وقوع ہوجاتا ہے۔ جیسے حضرت یونس علیہ السلام کی پیشگوئی امت کے خوف سے ٹل ہی گئی تھی۔

امرتسر میں جب آتھم سے مباحثہ ہوا تو عیسائیوں نے مادرزاد اندھا، لنجا، وغیرہ پیش کرکے چنگا کرنے کو کہا تھا' کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام ایسوں کو تندرست کردیا کرتے تھے تو آپ نے جواب میں لکھوایا کہ میں تو اس معجزہ کا اس طرح قائل ہی نہیں۔ البتہ تم کہتے ہو کہ جسمیں ذرہ بھر بھی ایمان ہو وہ ایسوں کو چنگا کرسکتا ہے تم تجربہ کرو ہم دیکھیں گے کہ کہاں تک صحیح ہے' تب وہ خاموش ہوگئے۔ جب محمدی بیگم ابھی زیر تجویز تھی تو اس کا ماموں جو جالندھر اور ہوشیارپور میں آمد و رفت رکھتا تھا' آپ سے انعام کا خواہاں ہوا جبکہ ایک دفعہ آپ ایک ماہ کے لئے جالندھر مقیم تھے اور آپ نے اس سے کچھ انعام کا وعدہ بھی کرلیا تھا بشرطیکہ وہ نکاح کرادے مگر وہ بدنیت تھا۔ دوسری جگہ ناطہ دلوانے میں کوشش کررہا تھا اس لئے آپ نے حکیمانہ طور پر احتیاط برت رکھی تھی اور ایسے موقع پر جدوجہد اس لئے کی جاتی ہے کہ عالم اسباب میں کسی چیز کا انصرام بغیر کسب کے نہیں ہوتا اور خدا بھی خفا ہوجاتا ہے کہ جب بندہ کو ضرورت نہیں تو ہمیں کیا ضرورت ہے اس لئے محبت کا تقاضا ہے کہ اپنے محبوب کے ارادوں کو پورا کرنے میں اپنی کوشش پیش کی جائے نیز چونکہ غلبہ دین مقصود ہوتا ہے تو نبی کار ثواب سمجھ کر اس میں حصہ لیتا ہے۔ اس پیشگوئی کی اصلی غرض و غایت اظہار قدرت تھا اور تمام الہامات کا یکجائی خلاصہ مضمون یہ نکلتا ہے کہ اس کا بیرونی مضمون یوں تھا کہ اگر یہ لوگ تمردانہ حالت نہ چھوڑیں گے جس کی علامت یہ تھی کہ وہ نکاح قبول نہ کریں تو اس

صورت میں وہ تباہ ہوں گے اور بالخصوص جب تک سلطان محمد تمرد نہ چھوڑے تین سال کے اندر تباہ ہوگا اور وہ واپس آئے گی اور اندرونی مضمون یہ تھا کہ اگر وہ تمرد چھوڑ دینگے تو عذاب سے بچ رہیں گے اور بالخصوص جب سلطان محمد تمرد چھوڑ دیگا تو نہ خود ہلاک ہوگا اور نہ ہی وہ واپس آئے گی۔ اس الہام کو اوّل صرف بیرونی صورت کے لحاظ سے کہا گیا تھا۔ اس تبدیلی کے بعد جب اندرونی صورت رونما ہوئی تو وہ تقدیر بھی ٹل گئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس قوم کو ایک نشان دکھلانا مطلوب تھا جو ہمیشہ تمسخر سے نشان کی طالب تھی تو جس قدر پیشگوئی نے موقع پایا اس نے اپنا کام پورا کردیا چنانچہ لڑکی کے میاں سرکشی سے باز نہ آئے تو سب تباہ ہوگئے اور ان کی نسل کا صرف ایک بچہ بھی صرف اس لئے بچا ہوا ہے کہ احمدی ہوگیا ہے اور احمد بیگ بھی اسی سلسلہ میں تپ محرقہ سے ہسپتال میں تباہ ہوگیا۔ سلطان محمد نے کبھی بھی جناب کے حق میں گستاخی نہیں کی۔ آریوں اور عیسائیوں نے بہتیرا لالچ دے کر ابھارا بھی مگر اس نے اس جرم کا ارتکاب نہیں کیا اس لئے اس کی جان بچ گئی اور نکاح بھی قائم رہا۔

رہا یہ امر کہ اس نے بیعت کیوں نہ کی یا بیوی کیوں نہ چھوڑی یا وہ نکاح قائم رکھنے کے جرم میں مارا کیوں نہ گیا سو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کا صرف انکار موجب ہلاکت نہیں ہوتا بلکہ تمرد اور سرکشی موجب ہلاکت ہوا کرتا ہے۔ جو اس سے سرزد نہیں ہوئی اور انکار نبوت کی سزا آخرت میں ملے گی جو اس دنیا سے متعلق نہیں اور دنیا میں طاعون وغیرہ ہلاکتوں کا انکار کے باعث آنا صرف اسی لئے ہوتا ہے کہ قوم بیدار ہوکر نبی وقت کی متلاشی بن جائے اس لئے قومی عذاب کو شخصی عذاب پر قیاس کرنا صحیح نہ ہوگا۔ غرضکہ یہ آسمانی نشان پورا ہوگیا تھا ورنہ آپ کی غرض وجاہت دنیاوی نہ تھی کیونکہ سلطان محمد کا خاندان ادنیٰ خاندان تھا۔ نہ ہی وہ خوبصورت تھی اور نہ ہی نفسانی جذبات کا تقاضا تھا۔ کیونکہ آپکی عمر پچاس برس کے اوپر ہوچکی تھی۔ حافظ جمال احمد نے کہا کہ مرزا سلطان محمد سے میں نے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ

میرا خسر پیشگوئی سے مر گیا اور خدا غفور رحیم ہے‘ دوسروں کی سنتا ہے اور ایمان سے کہتا ہوں کہ پیشگوئی میرے لئے شبہ کا باعث نہیں ہوئی تو پھر بیعت کیوں نہیں کی؟ کہا کہ جب میں انبالہ چھاؤنی میں تھا تو میں نے ایک احمدی کے استفسار پر اس کو ایک تحریر لکھ بھیجی تھی (جو ’’تشحیذ الاذہان‘‘ میں موجود ہے) اور بھی وجوہات ہیں جن کا بیان کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ میں چاہتا ہوں کہ قادیان آ کر آپ سے وہ سب کچھ عرض کروں۔ پھر چاہیں تو شائع بھی کر دیں۔ عیسائیوں اور آریوں نے لاکھ روپیہ دے کر اس کے لئے ابھارا مگر میں نے انکار کر دیا۔ اور جب فرانس میں سلطان محمد کو گولی لگی تھی تو محمدی بیگم کو تشویش ہوئی۔ رات کو رویا میں مرزا صاحب نے دودھ کا پیالہ دے کر فرمایا کہ یہ پی لو فکر نہ کرو تیرے سر کی چادر سلامت ہے تو اسے کمال اطمینان ہو گیا سیالکوٹ آپ کمرہ میں بیٹھے تھے تو بجلی آئی اور گھوم کر چلی گئی۔ جس سے گندھک کی بُو آتی تھی۔ اور کمرہ دھوئیں سے بھر گیا۔ پھر تیجا سنگھ کے مندر میں گری اور وہاں بیچ در بیچ طواف کے لئے دیوار تھی جس میں ایک ہندو تھا مگر وہ بجلی تمام چکر کاٹ کر اسی ہندو کو جلا گئی۔ وہیں چھت گرنے کا واقعہ بھی پیش آیا تھا۔ پھر ایک دفعہ لحاف میں بچھو مرا ہوا پایا۔ دوسری دفعہ لحاف کے اندر چلتا ہوا دیکھا۔ ایک دفعہ آپ کے دامن کو آگ لگی تو دوسرے نے بجھائی۔ ’’براہین احمدیہ‘‘ حصہ سوم ص ۲۴۸ میں قطبی کا مشہور خواب دیکھا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی آپ کے ہم مکتب تھے۔ جب مولوی بنکر آئے تو انکے خیالات لوگوں کو ناگوار گذرے۔ ایک نے بحث کے لئے آپ کو بلایا مگر مولوی صاحب کی تقریر میں کوئی مخالفت نہ پائی گئی اور بحث ترک کی گئی تو الہام ہوا کہ ’’خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا۔ اور وہ تجھے بہت برکت دے گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے‘‘ پھر کشف میں وہ بادشاہ بھی دکھلائے گئے جو گھوڑوں پر سوار تھے۔ عطاء محمد پٹواری و بخوان ضلع گورداسپور کا بیان ہے کہ میں شرابی کبابی تھا۔ قاضی نعمت اللہ

خطیب بٹالوی مجھے تبلیغ کرتے۔ مگر مجھے کوئی اثر نہ ہوا۔ تنگ آ کر میں نے ایک دن ان سے کہہ دیا کہ میری تین بیویاں ہیں۔ بارہ سال سے اولاد نہیں ہوئی۔ اگر ان کی دعا سے خوبصورت لڑکا بڑی بیوی سے پیدا ہو تو سچا مان لوں گا۔ خطیب نے خط لکھ کر دعا منگوائی آپ نے جواب دیا کہ لڑکا ہوگا بشرطیکہ زکریا والی توبہ کرو۔ یعنی شراب چھوڑ کر نمازی بن جاؤ۔ چار پانچ ماہ کا عرصہ ہوا تو میری بڑی بیوی رونے لگی کہ اب تو حیض بھی بند ہو گیا ہے مجھے میرے بھائی کے پاس بھیج دے جا کر علاج کراؤں تو میں نے یہیں دایہ بلائی تو اس نے کہا کہ خدا بھول گیا ہے اس کو تو حمل ہو گیا ہے پھر آثار شروع ہو گئے۔ پھر لڑکا خوبصورت نصف رات کو پیدا ہوا جس کا نام عبدالحق رکھا گیا۔ دھرم کوٹ جا کر سب رشتہ داروں کو اطلاع دی تو وخوان اور دھرم کوٹ کے باشندوں نے آپ سے بیعت کر لی۔ میں قادیان آیا تو مسجد کا راستہ دیوار سے بند تھا۔ آپ باغ میں تھے۔ میں نے خواب سنایا کہ میرے ہاتھ میں خربوزہ ہے کھانے میں شیریں ہے ایک قاش عبدالحق کو دی تو وہ خشک ہو گئی آپ نے کہا کہ ایک اور لڑکا پیدا ہو کر مر جائے گا۔ تو ایسا ہی ہوا جس رات امۃ النصیر پیدا ہوئی تو خود مولوی محمد احسن صاحب کے دروازہ پر حاضر ہو کر کہنے لگے کہ لڑکی پیدا ہوئی مگر الہام ہوا ہے کہ غاسق اللہ (جلدی فوت ہو جانے والی) تو ویسا ہی ہوا۔ محمد بخش تھانہ دار کہ جس کی رپورٹ سے حفظ امن کا مقدمہ ۱۸۹۹ء میں دائر ہوا تھا طاعون سے مرا۔ مگر اس کا لڑکا نیاز محمد مرید ہو گیا۔ آخری تقریر میں جب آپ نے کہا کہ عبداللہ آتھم نے حضور ﷺ کے حق میں ’’اندرونہ بائبل‘‘ میں معاذ اللہ دجال لکھا ہے تو خوف زدہ ہو کر زبان باہر نکال کر کانوں کی طرف ہاتھ اٹھائے اور کہا کہ میں نے کب کہا ہے اور کہاں؟ ایک دفعہ اپنے باغ میں پھر رہے تھے۔ اہلیہ نے سنگترہ مانگا اور اس وقت موسم نہ تھا تو آپ نے ایک پودہ پر ہاتھ مار کر سنگترہ حاضر کر دیا۔ آپ تانگہ میں سوار ہوئے تو رفیق سفر ہندو نے آپ کو دھوپ میں جگہ دی۔ مگر ابر نے سایہ

کر دیا اور قادیان تک یہی حالت رہی تو پھر وہ ہندو پشیمان ہو گیا۔ ایک مقدمہ پر آپ ڈلہوزی گئے۔ راستہ میں بارش آ گئی ایک پہاڑی آدمی کے گھر گئے اس نے دوسروں کو تو جگہ نہ دی مگر آپ کو اندر لے گیا کیونکہ اس کی لڑکی جوان تھی اور غیروں کا داخلہ بند کر دیا تھا سیالکوٹ میں ایک نئے مکان پر آپ لوگوں کے ہمراہ بیٹھے تھے کہ کڑ کڑ کی آواز ہوئی کسی نے کہا کہ چوہا ہوگا مگر آپ نے کہا کہ خطرہ ہے لوگوں نے نہ مانا۔ آخر آپ ابھی لوگوں کو اپنے ہمراہ لے کر نیچے اترے ہی تھے کہ مکان گر گیا۔ گویا آپ کا ہی انتظار کر رہا تھا۔ ایک دفعہ عدالت کی پیشی میں دیر تھی تو آپ نے نماز شروع کر دی۔ ابھی ختم نہ کی تھی کہ بہرے نے خبر دی کہ آپ کی فتح ہو گئی ہے۔ جہلم کے مقدمہ میں آپ گورداسپور گئے۔ پیشی بھگت کر کچہری کے پاس ہی آرام کرتے ہوئے لیٹ گئے اور اس وقت مولوی شیر علی اور مفتی محمد صادق ہی پاس تھے آپ نے کہا کہ الہام ہوا ہے لکھ لو قلم دوات پاس نہ تھی مفتی صاحب نے باورچی خانہ سے کوئلہ لا کر لکھ لیا اور بھی الہام ہوئے جن میں سے ایک الہام یہ بھی تھا کہ یسئلونک عن شانک قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون۔ دوسرے دن وکیل مستغیث نے ''تحفہ گولڑویہ'' میں سے آپ کی تعلّی کے چند الفاظ پڑھے اور پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ اللہ کی شان ہے۔ قادیان کو جب واپس آئے تو راستہ میں شیر علی نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ وہ عربی الہام پورا ہو گیا ہے۔ تو آپ نے کہا ہاں جب مرزا کمال الدین نے دیوار بنا کر مسجد کا راستہ بند کر دیا تو مرزا بشیر کو خواب آیا کہ وہ گرائی گئی ہے۔ آپ نے نوٹ کر لیا پھر آپ نے قانونی چارہ جوئی کی اور کامیاب ہوئے ۱۹۰۵ء میں بڑا زلزلہ آیا تو مفتی محمد صادق کے چھوٹے لڑکے نے خواب میں دیکھا کہ بکرے ذبح ہو رہے ہیں۔ آپ اس وقت باغ میں ٹہل رہے تھے تو آپ نے یہ خواب معلوم کرنے پر کئی بکرے صدقہ کرا دیئے اور لوگوں نے بکرے ذبح کرائے۔ سب کی تعداد سو سے زیادہ ہو گئی۔ مرزا بشیر کا

بیان ہے کہ زلزلہ آیا تو میں نواب صاحب سے ملحق مکان میں بمعہ دوسرے بچوں کے لیٹ رہا تھا۔ ہم ڈر کر صحن کو دوڑے تو آپ اور میری والدہ دونوں صحن کی طرف گھبرا کر آ رہے تھے۔ پھر باغ میں چلے گئے۔ جہاں کچے مکان بنا رکھے تھے اور خیمے بھی لگوا دیئے۔ اسکول بھی کچھ عرصہ وہیں لگتا تھا۔

قادیان میں امیر حسین قصر صلوٰۃ اسوقت جائز سمجھتے تھے کہ لڑائی شروع ہو۔ حکیم نورالدین صاحب سے بھی بحث کرتے تھے۔ گورداسپور میں آپ جہلم کے مقدمہ کے لئے گئے۔ تو قاضی صاحب کو ظہر کی نماز میں امام بنایا۔ اور کان میں کہا ''اب تو قصر کرو گے نا؟'' تب سے قاضی صاحب نے اپنا عقیدہ بدل لیا۔ ان کا لڑکا مر گیا تو لڑکے کی ماں اور نانی بہت روئیں۔ آپ جب جنازہ پڑھا کر فارغ ہوئے تو وعظ کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنی بیوی سے بھی کہہ دینا۔ پھر دو لڑکے اور بھی فوت ہوئے مگر وہ نہ روئیں۔ ایک دفعہ گورداسپور جاتے ہوئے بٹالہ میں ٹھہرے کسی نے انگور پیش کئے تو آپ نے تناول فرماتے ہوئے کہا کہ گو اس میں ترشی ہوتی ہے مگر زکام کو مضر نہیں ہوتی۔ کلام کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ میرا جی انگور کو چاہتا تھا۔ خدا نے بھیج ہی دیئے۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں کہیں جا رہا تھا تو مجھے پونڈے کی خواہش ہوئی۔ مگر وہاں نہ ملتا تھا اس کے بعد مجھے ایک آدمی ملا جس سے مجھے پونڈے مل گئے جب محمدی بیگم کی شادی دوسری جگہ کرائی گئی تو آپ نے اپنے دونوں لڑکوں کو خط لکھا کہ میرے ساتھ رہو یا مخالفین سے مل جاؤ اور میں تم کو عاق کر دوں۔ سلطان احمد نے کہا کہ میں اپنے رشتہ داروں سے تعلق قائم رکھوں گا۔ فضل احمد سے کہا کہ تو اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو اس نے دیدی۔ مگر دوسری بیوی کی فتنہ پردازی سے پھر مخالفوں سے جاملا۔ شرمیلا بہت تھا' مر گیا تو جناب کو بہت غم ہوا۔ ساری رات نہیں سوئے۔ دو تین روز مغموم بھی رہے۔ محمدی بیگم جناب کی چچا زاد بہن عمر النساء کی لڑکی تھی۔ امام الدین و نظام الدین کی

بھانجی مرزا غلام قادر کی بیوہ اس کی خالہ تھی۔ احمد بیگ ہوشیار پوری اس کا والد امام الدین کا بہنوئی تھا۔ آپ کی حقیقی ہمشیرہ محمد بیگ برادر کلاں احمد بیگ سے بیاہی ہوئی تھی۔ یہ تمام رشتہ دار بیدین تھے۔ آپ کو خیال پیدا ہوا کہ یا تو ان کی اصلاح ہو جائے یا کوئی اور فیصلہ ہو تو الہام ہوا کہ ''محمدی بیگم کے نکاح کی سلسلہ جنبانی کر۔ شادی ہوگی تو برکت پائیں گے، ورنہ انکے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے۔ لڑکی کا والد تین سال میں مرجائے گا اور جس سے شادی ہوگی وہ بھی اڑہائی سال میں مرجائے گا''۔ ''سو احمد بیگ'' مرگیا۔ شوہر خوفزدہ ہوگیا اور عجز و نیاز کا خط لکھا جو ''تشحیذ الاذہان'' میں شائع ہو چکا ہے۔ اس لئے بچ گیا۔ باقی رشتہ دار تباہ ہوگئے۔ اس خاندان کا ایک بچہ رہ گیا۔ مگر وہ بھی احمدی ہوگیا۔ غلام قادر کی بیوہ بھی احمدی ہوگئی۔ باقیوں نے مخالفت چھوڑ دی ہے۔ آپ کا یہ الہام پورا ہوا کہ ''ہم کچھ حسنی طریق پر داخل ہونگے اور کچھ حسینی طریق پر''۔ سعد اللہ لدھیانوی کے متعلق آپ نے لکھا تھا کہ یہ ابتر رہے گا۔ کیونکہ اس کا لڑکا نامرد ہے۔ مولوی محمد علی نے کہا کہ ایسی تحریر قانون کے خلاف ہے۔ بہت تکرار کے بعد آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور فرمایا ''جب نبی ہتھیار لگا کر باہر آجاتا ہے تو پھر ہتھیار نہیں اتارتا''۔ (انتھی ما فی سیرۃ المھدی)

ان کرامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو اتفاقیہ واقعات میں کرامات دکھلانے کا بہت بڑا موقع ملا تھا۔ اور کرامات دکھانے میں یہ وتیرہ اختیار کیا ہے جو ہر ایک خواندہ آدمی کو حاصل ہو سکتا تھا۔ جبکہ وہ اپنے پاس پاکٹ بک رکھ کر چیدہ چیدہ باتیں نوٹ کرتا رہے۔ سال کے بعد اس کی کئی ایک تخمینی باتیں پوری ہو جائیں گی اور اگر اپنے آپ کو مقدس ظاہر کرے تو کرامات کا ڈھیر بھی لگ جائیگا۔ ان کرامات میں سب سے بڑی کرامت محمدی بیگم کا نکاح ہے جو صرف اس لئے تجویز ہوا تھا کہ مرزا صاحب مسیح بنکر نئی شادی کرکے صاحب اولاد ہوں۔ جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے مگر چونکہ کامیابی نہ ہوئی اور تمام

پیشگوئیاں حدیث النفس ثابت ہوئیں۔ اس لئے پہلے تو اس حدیث کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا گیا۔ پھر ناکامیابی کے وجوہات گھڑنے شروع کر دیئے کہ یہ آیات متشابہات سے ہے یا اس سے مراد اولاد در اولاد کا نکاح ہے یا یہ مشروط پیشگوئی تھی یا تخلف عن المیعاد کا جواز ممکن ہے اور یار محمد صاحب وکیل نے تو کمال ہی کر دیا کہ محمدی بیگم میں ہوں میں نے بیعت کی تو آپ کے نکاح میں آگیا۔ اخیر میں مولف ''سیرۃ المھدی'' نے اسکا ظاہر و باطن بنا کر بنائے پیشگوئی وجود تمرد کو قرار دیا ہے اور تفہیمات ربانیہ کی مؤلف نے اس پیشگوئی کو ابھی واجب الوصول قرار نہیں دیا بلکہ عالم آخرت پر چھوڑ دیا ہے کہ یا تو وہاں پر آپ کو کامیابی نکاح کی صورت میں ہوگی اور یا اسکے عوض میں کچھ اور نعمت مل جاوے گی بہر حال یہ پیشگوئی کسی کے نزدیک بھی بظاہر پوری نہیں ہوئی اور جس آن بان سے اس کو شائع کیا گیا تھا اور اپنی صداقت کا معیار اسی کو ٹھہرایا گیا تھا۔ سب کچھ غلط نکلا۔ ہاں اگر نکاح ہو جاتا اور اولاد بھی پیدا ہو جاتی تو آپ کی مسیحیت پر چار چاند لگ جاتے مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ گو ہزار تاویلیں کی جائیں اس سے نشان مسیحیت کا ثبوت ملنا مشکل ہوگیا ہے۔ جو اہل اسلام کے نزدیک ایک بھاری صداقت کا نشان تھا۔

زہد واتقاء

۱۸۸۶ء میں چلہ کشی کا ارادہ کیا کہ باہر جائیں اور ہندوستان کی سیر بھی کریں۔ سو جان پور ضلع گورداسپور میں جانے کا ارادہ کیا اور عبداللہ سنوری کو ہمراہ لے جانا منظور کر لیا تو الہام ہوا کہ ہوشیار پور جاؤ۔ جنوری ۱۸۸۶ء میں روانہ ہوئے تو عبداللہ کو خط بھیج کر منگوا لیا۔ شیخ مہر علی رئیس ہوشیار پور کو خط لکھا کہ دو ماہ کے لئے ہمارے لئے شہر کے کنارے بالا خانہ والا مکان کرائے کروا دو۔ تو جناب بہلی میں بیٹھ کر بیاس کے کنارے روانہ ہوئے۔ شیخ حامد علی اور فتح خان بھی ساتھ تھے فتح خان رسولپور متصل ٹانڈہ ضلع ہوشیار پور کا باشندہ تھا۔ پہلے

بہت معتقد تھا بعد میں مولوی محمد حسین صاحب کے کہنے سے مرتد ہو گیا تھا دریا پر پہنچے تو کشتی تک راستہ میں کچھ پانی تھا۔

ملاح نے آپ کو اٹھا کر کشتی میں بٹھایا تو آپ نے اس کو ایک روپیہ انعام دیا کشتی روانہ ہوئی تو عبداللہ سے فرمایا کہ کامل کی صحبت دریا کی مانند ہے پار ہونے کی بھی امید ہے اور ڈوبنے کا بھی ڈر ہے۔ فتح خان مرتد ہوا تو مجھے یہ بات یاد آ گئی راستہ میں فتح خان کے گاؤں میں قیام کر کے دوسرے دن ہوشیار پور پہنچے اور طویلہ کے بالا خانہ میں قیام کیا اور ہم تینوں کے الگ الگ کام مقرر کر دیئے۔ عبداللہ کے سپرد کھانا پکانا تھا۔ فتح خان کے سپرد بازار سے سودا لانا تھا اور مہمان نوازی وغیرہ حامد علی کے سپرد تھی۔ پھر دستی اشتہار دے کر اعلان کر دیا کہ مجھے کوئی ملنے نہ آئے۔ چالیس دن بعد بیس روز ٹھہروں گا ملنے والے، دعوت کرنے والے اور سوال و جواب کرنے والے اس وقت آ سکتے ہیں۔ کنڈ لگا رہے۔ گھر میں بھی کوئی نہ بلائے کھانا اوپر بھیجا جائے۔ میں کسی کو بلاؤں تو ضروری بات کر کے واپس آ جائے دوسرے وقت برتن لے جائیں۔ نماز اوپر پڑھوں گا تم نیچے پڑھ لیا کرو۔ ویران مسجد تلاش کرو جہاں جمعہ مل کر پڑھ لیا کریں۔ شہر سے باہر ایک مسجد ویران پڑی تھی وہاں جمعہ پڑھتے تھے۔ ایک دفعہ عبداللہ کھانا دینے آیا تو آپ نے کہا کہ مجھ پر اللہ کے فضل کے دروازے کھل گئے ہیں۔ دیر تک خدا مجھ سے باتیں کرتا ہے۔ لکھوں تو کئی ورق ہو جائیں۔ پسر موعود کے متعلق بھی الہام اسی جگہ ہوا تھا (دیکھو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء) چالیس دن کے بعد بیس روز ٹھیرے تو دعوت کرنے والے تبادلہ خیالات کرنے والے اور زور و نزدیک کے مہمان آ گئے۔ انہی دنوں میں مرلی دھر آریہ سے مباحثہ ہوا جو ”سرمہ چشم آریہ“ میں درج ہے دو ماہ کے بعد قادیان کو روانہ ہوئے۔ ہوشیار پور سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ایک بزرگ کی قبر تھی وہاں بہلی سے اتر کر قبر کی طرف گئے قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر دعا کی تو عبداللہ سے کہا کہ جب میں نے ہاتھ اٹھائے تو یہ بزرگ میرے سامنے دو زانوں ہو کر بیٹھ گیا۔ تم ساتھ نہ ہوتے تو اس سے باتیں کر لیتا۔ اس کی آنکھیں موٹی ہیں اور رنگ سانولا ہے۔ مجاوروں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ سو سال سے یہ قبر ہے۔ باپ دادا سے سنا ہے کہ یہ ایک بزرگ، بزرگ چشم سانولا رنگ تھے۔ پھر قادیان پہنچ گئے۔ عبداللہ سے پوچھا گیا کہ آپ کس طرح عبادت کرتے تھے تو اس نے لاعلمی ظاہر کی مگر کہا کہ ایک دن کھانا دینے گیا تو آپ نے کہا کہ الہام ہوا ہے کہ بورک من فیھا ومن حولھا. من فیھا سے میں مراد ہوں اور من حولھا سے تم لوگ مراد ہو۔ حامد علی اور عبداللہ سارا دن آپ کے پاس رہتے تھے اور فتح علی سارا دن باہر رہتا تھا غالباً اس الہام کے وقت بھی وہ باہر ہی تھا۔ مگر وہ اتنا معتقد تھا کہ اثنائے گفتگو میں کہا کرتا تھا کہ میں جناب کو نبی سمجھتا ہوں مگر میں پرانے معروف عقیدہ کے بنا پر گھبراتا تھا۔ ایک دفعہ میں کھانا چھوڑنے گیا تو جناب نے فرمایا کہ خدا مجھ سے اس طرح کی باتیں کرتا ہے کہ اگر ان میں سے کچھ تھوڑا سا بھی بیان کروں تو جتنے معتقد نظر آتے ہیں، سب پھر جائیں۔ کسی نے حکیم صاحب کو بذریعہ خط پوچھا کہ ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے میں کیا حکم ہے؟ آپ نے جناب کے پاس کہلا بھیجا کہ فوق السرۃ کی ہر ایک حدیث مخدوش نظر آتی ہے تو کہا کہ باوجودیکہ ارد گرد کے تمام حنفی تھے زیر ناف ہاتھ باندھنے سے مجھے نفرت رہی ہے تلاش کرو حدیث مل جائے گی کیونکہ جس کا ہمیں میلان ہو اس کا حکم مل جایا کرتا ہے حکیم صاحب نے آدھ گھنٹہ بھی نہ گذرا کہ حدیث علی شرط الشیخین پالی اور پیش کر کے کہا کہ یہ حضور کی برکت ہے۔

ایک مہمان آیا تو عصر کے قریب آپ نے اس کا روزہ افطار کرانا چاہا مگر اس نے انکار کیا تو آپ نے کہا کہ خدا فرمانبرداری سے راضی ہوتا ہے سینہ زوری سے نہیں۔ اس کا حکم ہے کہ مسافر روزہ نہ رکھے تو روزہ کھلوا دیا۔ حکیم نور الدین صاحب معتکف تھے

عدالت میں جانا پڑا تو اعتکاف توڑ دیا۔ آپ نے کہا کہ جب جانا ہی تھا تو اعتکاف میں کیوں بیٹھے تھے۔ سراج الحق کا روزہ تھا بھول کر کسی نے پانی منگوایا تو اس کو یاد آ گیا آپ نے کہا کہ یہ خدا کی مہمانی تھی جو سوال کرنے سے روک دی گئی۔ ماہ ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ بوقت ۱۰ ربجے عبداللہ سنوری سے کہا کہ رعب اور خوف سے بچنے کے لئے تین دفعہ سورۂ یاسین پڑھ کر اپنی پیشانی پر یا عزیز خشک انگلی کے ساتھ لکھ لیا کرو۔ حکیم صاحب نے ایک دفعہ زراعتی کنواں ساڑھے تین ہزار میں رہن لیا' مگر تحریر نہ لی اور مالک کے قبضہ میں ہی رہنے دیا' آمد کا مطالبہ کیا تو وہ منکر ہوگیا۔ جناب کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ مولوی صاحب کو مال کی فکر ہے اور مجھے آپ کے ایمان کی کہ کیوں مالک کو ایسا موقع دیا۔ لکھوا کیوں نہ لیا؟ اور کیوں قبضہ نہ لیا؟ عبداللہ سنوری آمین بالجہر اور رفع یدین کے دلدادہ تھے۔ ایک دن آپ نے کہا کہ سنت پر بہت عمل ہوگیا ہے اس دن سے یہ دونوں چھوڑ دیئے اور آپ نے بھی نہ یہ دونوں کام کئے اور نہ جہر سے بسم اللہ پڑھی اور یہی اکثری عمل حضور ﷺ کا تھا۔ اوائل میں جناب خود ہی مؤذن اور خود ہی امام تھے۔ حکیم نورالدین مقرر ہوئے تو مولوی عبدالکریم کو مقرر کرادیا تھا اور ۱۹۰۵ء تک تادم مرگ وہی امام رہے جناب مولوی صاحب کے دائیں طرف کھڑے ہوا کرتے تھے اور باقی مقتدی پیچھے ہوتے تھے ان کی غیر حاضری میں اور ان کی وفات کے بعد حکیم صاحب امام ہوتے تھے۔ مسجد اقصیٰ میں امام جمعہ بھی مولوی عبدالکریم ہوا کرتے تھے۔ بعد میں جب آپ کی طبیعت ناساز رہتی مولوی صاحب مسجد مبارک میں جمعہ پڑھاتے تھے اور اقصیٰ میں حکیم صاحب امام جمعہ ہوتے تھے مولوی صاحب کی وفات کے بعد مولوی محمد احسن صاحب، وہ نہ ہوں تو سرور شاہ صاحب امام بنتے تھے۔ وفات مسیح تک یہی طریق تھا۔ عید کے امام مولوی صاحب یا حکیم صاحب ہوتے تھے۔ نماز جنازہ جناب خود پڑھاتے تھے۔ عید الاضحیٰ ۱۹۰۰ء پر خطبہ الہامیہ مسجد

مبارک میں پڑھا تو مسجد اقصیٰ کو گئے اور خطبہ شروع کیا۔ لکھنے پر مولوی عبدالکریم اور حکیم صاحب مقرر ہوئے ایک دفعہ کہا کہ جلدی لکھو یہ وقت پھر نہیں رہے گا اس وقت آپ کرسی پر تھے بائیں طرف خطبہ نویس تھے آواز متغیر تھی۔ بعد از خطبہ آپ نے کہا کہ یہ خطبہ میری طرف سے نہ تھا بلکہ القاء من اللہ تھا۔ بعض دفعہ لکھا ہوا پیش آ جاتا تھا' جب لفظ بند ہوگئے خطبہ بھی بند ہوگیا۔ صاحبزادہ نے کہا کہ ہم اس وقت سات برس کے قریب تھے مگر اتنا یاد ہے کہ آپ کی آنکھیں اس وقت قریباً بند تھیں۔ خطبہ کا باب دوم بعد میں لکھا گیا ہے اور ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا۔ عبداللہ سنوری نے کہا کہ مسجد مبارک میں میں ظہر کی سنتیں پڑھ رہا تھا بیت الفکر (جو آپ کی مسجد مبارک کے متصل مکان رہائش کا حصہ ہے) سے آپ نے آواز دی تو میں نماز توڑ کر متوجہ ہوگیا آپ نے فرمایا کہ تم نے بہت اچھا کیا اور یہ ابتدائی زمانہ کا واقعہ ہے۔ ابھی حکیم نورالدین صاحب جموں میں ملازم تھے تو انہوں نے خط لکھا کہ اگر یہاں تشریف لے آئیں تو مہاراج آپ کی ملاقات کی خواہش رکھتے ہیں۔ تو عبداللہ سنوری سے جواب لکھایا کہ بئس الفقیر علی باب الامیر۔ عبداللہ سنوری سے کہا کہ قیامت کو ایک شخص خدا کے سامنے حاضر ہوگا، پوچھے گا کہ تم نے کوئی نیک عمل بھی کیا ہے؟ کہے گا کہ نہیں' تو پھر کسی بزرگ سے بھی ملا؟ کہے گا کہ نہیں، ہاں ایک دفعہ کوچہ میں ایک بزرگ جارہا تھا تو وہ دیکھا تھا' خدا فرمائے گا کہ جا تمہیں اسی کی خاطر بخش دیا۔ یہ بھی کہا کہ جو شخص کامل کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو سجدہ کرنے سے پہلے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں' مگر صحت نیت شرط ہے۔ آپ نے کہا کہ انسان دو بیویاں کر کے درویش ہو جاتا ہے۔ کہا کہ مردے کا چہلم غیر مقلدوں کے نزدیک ناجائز ہے' مگر چونکہ مردہ کی روح چالیس دن بعد رخصت ہوتی ہے، اس لئے غرباء میں کھانا تقسیم کر کے اسے رخصت کرنا چاہئے۔ عبداللہ سنوری نے کہا کہ آپ اس رسم کے پابند نہ تھے' مگر حکمت بتادی۔ بچپن میں میاں محمود

صاحب خلیفہ ثانی ایک دفعہ دروازہ بند کر کے چڑیاں پکڑ رہے تھے تو آپ نے جمعہ کو جاتے ہوئے دیکھا کہا کہ ایماندار گھر کی چڑیاں نہیں پکڑا کرتے جس میں رحم نہیں اس میں ایمان نہیں۔

مرزا سلطان احمد نے کہا کہ آپ قرآن مجید، دلائل الخیرات اور مثنوی روم بہت پڑھتے تھے اور کچھ نوٹ بھی کرتے تھے یہ بھی کہا کہ آپ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کو ملنے جاتے تھے اور کبھی میاں شرف الدین صاحب المعروف فقیر سماں والا سے بھی ملنے جاتے تھے اور موضع سم طالب پور کے نزدیک ضلع گورداسپور میں ہے۔ وہاں ایک چشمہ بھی ہے شاید اسی واسطے سماں والا کہتے ہوں گے۔ مرزا غلام مرتضیٰ کے پاس جب دونوں بھائی جاتے تو آپ مرزا غلام قادر کو کرسی پر بٹھا دیتے اور جناب خود ہی نیچے بیٹھ جاتے۔ گو خود متنفر تھے۔ مگر والد صاحب کی خاطر افسروں سے ملاقات کر لیتے تھے۔ (از سلطان احمد) ایک دفعہ آپ مغرب کی طرف سیر کو گئے تو قبرستان کے شمال میں کھڑے ہو کر دعا کی کیونکہ وہاں رشتہ داروں کی قبریں تھیں امۃ النصیر کو وہیں دفنایا تھا تو خود اٹھا کر لے گئے تھے۔ ایک دفعہ حکیم صاحب کے درس میں جنگ بدر کا ذکر آیا تو حکیم صاحب نے فرشتوں کے متعلق کچھ تاویل کی۔ تو آپ نے کہا کہ نبی کے ساتھ دوسروں کو بھی فرشتے نظر آجاتے ہیں۔ ۴؍ اپریل ۱۹۰۵ء میں زلزلہ آیا تو آپ نے باغ میں آٹھ نو بجے لمبی نماز پڑھی، سیر کو گئے تو کسی نے کہا: لم اخنہ بالغیب کس کا قول ہے حکیم صاحب زلیخا کا قول بتاتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ ایسا پُرمعنی قول حضرت یوسف کا ہی ہوسکتا ہے زلیخا کا نہیں ہوسکتا۔

۱۸۸۴ء میں سلطان احمد نے تحصیلداری کا امتحان دیا تو دعا کے لئے رقعہ لکھا تو آپ نے پھینک دیا اور کہا کہ دنیاداری کے لئے ہی دعا کراتے ہیں' مگر بعد میں کہا کہ الہام ہوا ہے کہ وہ پاس ہوگا' چنانچہ پاس ہوگیا۔ آپ نے اور آپ کے والد صاحب نے طبابت کو

کبھی ذریعہ معاش نہیں بنایا تھا خیراتی کام سمجھ کر کرتے تھے۔ اس لئے معراج الدین عمر کا یہ قول غلط ہے کہ آپ کے والد صاحب کا ذریعہ معاش طبابت تھی۔ جب منصوری پیسے (موٹے پیسے) چلتے تھے تو کسی نے آپ سے استفسار کیا کہ مجھے پنجی کا ترکہ ملا ہے، کیا کروں؟ تو آپ نے کہا کہ اسلام کی تبلیغ میں ایسا مال خرچ ہوسکتا ہے۔ جب دیوانہ کتا حملہ آور ہو اور منصوری پیسوں کے سوا کچھ نہ ہو جو نجاست میں پڑے ہوں تو کیا تم ان کے ساتھ اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے ان کو لے کر کتوں کو نہیں مارو گے؟ صاحبزادہ کہتے ہیں کہ سود کا فتویٰ جواز کچھ شرائط کے ماتحت صرف وقتی ہے' ایک دفعہ آپ مسجد متصلا اسٹیشن لاہور میں وضو کر رہے تھے تو لیکھرام نے آکر باہر سے سلام کیا، جواب ندارد' پھر کیا، جواب ندارد' اور کہا کہ میرے آقا کو گالیاں دیتا ہے اور مجھے سلام کرتا ہے۔ سوالی نے کچھ مانگا تو آپ نے کثرت شور سے آواز نہ سنی گھر چلے گئے' واپس آئے تو وہ چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ خود ہی آگیا تو آپ نے اسے کچھ نقدی دے دی کہ گویا آپ کے سر سے بوجھ ہلکا ہوگیا ہے۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ میں نے دعا کی تھی کہ وہ فقیر واپس آئے۔ شروع میں آپ نماز کے وقت پہلی صف میں دوسرے مقتدیوں کے ساتھ مل کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ لیکن پھر بعض باتیں ایسی ہوئیں کہ آپ نے اندر حجرہ میں امام کے ساتھ کھڑا ہونا شروع کر دیا اور جب حجرہ گرا کر تمام مسجد ایک کی گئی تو پھر بھی آپ بدستور امام کے ساتھ ہی کھڑے ہوتے تھے' باوضو سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العلی العظیم پڑھا کرتے تھے۔ اشراق وتہجد بھی حتی الوسع پڑھتے تھے۔ رات کو نیند کم آتی تھی اور رات کو یا کثرت پیشاب تھی یا تہجد اور یا مضمون نویسی۔ فجر کی سنت خفیف صورت میں گھر پڑھتے تھے۔ جناب نے شباب میں بھی روزے رکھے اور آخر عمر میں بھی، اور شوال کے چھ روزے ضرور رکھتے تھے۔ دعا کرنی ہوتی تو روزہ رکھ لیتے مگر اخیر عمر میں کمزوری کے باعث تین سال رمضان کے روزے بھی نہیں

رکھے۔ ایک دفعہ آپ نے حجامت کرائی تو قاضی امیر حسین نے تبرک کے طور پر بال اپنے پاس رکھ لئے' کچھ بال مرزا بشیر احمد کے پاس بھی اب تک موجود ہیں۔ نماز مغرب میں آپ نے چھوٹی چھوٹی سورتوں سے امامت کرائی تو سوز اور درد ول سے سامعین چیخ اٹھے اور قاضی صاحب سے فرمایا کہ عشاء آپ پڑھائیں مجھے تکلیف ہوئی ہے۔ مرزا بشیر احمد نے ایک دفعہ یوں کہا تھا کہ ''نظام الدین'' تو آپ نے کہا آخر وہ تمہارا چچا ہے، بڑوں کا اس طرح نام نہیں لیا کرتے۔ آپ صدقہ میں جائیدا کا دسواں حصہ محتاجوں کو خواہ غیر احمدی کیوں نہ ہوں خفیہ طور پر دیا کرتے تھے۔ قرضہ لیتے تو واپسی میں زیادہ دیتے۔ حکیم نور الدین صاحب نے ایک دفعہ قرضہ لیا جب واپس کرنے لگے تو آپ نے انکار کر دیا اور کہا کہ کیا میرا روپیہ اور ہے؟ حکیم فضل الدین نے بھی آپ سے قرضہ لیا ہوا تھا۔ تو حکیم صاحب نے ان کو کہلا بھیجا کہ اگر تم اپنا قرضہ واپس دلا بھیجو تو کسی اور طریق سے واپس کرو، ورنہ مرزا صاحب ناراض ہوں گے۔ آپ نے حج کا پختہ ارادہ کیا تھا مگر آپ عہدہ برآ نہ ہو سکے۔ وفات کے بعد آپ کی اہلیہ نے آپ کی طرف سے حج کروا دیا تھا۔ (النبی ملخص سیرۃ المہدی)

ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا زہد اور تشرع کچھ رواج پر مبنی تھا، کچھ مذہب اہلحدیث پر اور کچھ تصوف پر۔ اور یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ دائم المریض ہونے کی وجہ سے بھی آپ کو کئی جگہ زہد اختیار کرنا پڑا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ آپ کامل انسان نہ تھے، کیونکہ جس قدر ایسے انسان ہو گذرے ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں تھا جو ذیابیطس، کثرت پیشاب، بار چشم، ضرب بازو، نزف دم، غثیان وقے، ضعف و بدہضمی، کزاز و تشنج اعضاء، اور مراق وغیرہ میں ہمیشہ کے لئے مبتلا رہا ہو۔ اس لئے ایسا دائم المریض انسان ناقص الاسلام اور ضعیف العمل سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ نے نہ کبھی اعتکاف کیا، نہ حج کرنے پر قدرت پائی، نہ رمضان کے روزے مکمل طور پر نصیب ہوئے اور

نہ ہی نماز باجماعت کی فضیلت پر قیام دکھایا اور نہ ہی نمازوں کو اپنے اپنے اوقات پر ادا کرنے کی فضیلت حاصل کی۔ بلکہ زہد و اتقاء کے خلاف روزہ داروں کے روزے بھی تڑوا دیئے اور سنن و نوافل اور جمع بین صلوٰتین یا بین الصلوات سے اسلام کی رہی سہی وقعت بھی اڑا دی۔ اپنی اولاد کو عاق کر کے لاوارث بناتے ہوئے اتنا بھی خیال نہیں کیا کہ اسلام میں عاق ہونے سے کوئی بیٹا لاوارث نہیں بن سکتا۔ اب اگر اسلامی حکم مانا جائے تو ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ مرزا صاحب صاحب شریعت نبی تھے جو احکام جدیدہ کے اجراء پر قادر تھے تو پھر یہ اصول صحیح نہ رہا کہ حضور ﷺ کے بعد تشریعی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔

''پیغامی جنتری'' ۱۹۲۱ء ص ۷۲ میں لکھا ہے۔ جو خط دعا کے لئے آتا فوراً دعا کرتے کہ کہیں بھول نہ جائے۔ نماز کے قیام میں ایڑیوں کا فاصلہ انگلیوں کی نسبت کم ہوتا تھا۔ نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھتے تھے۔ آمین بالجہر آپ سے کبھی نہیں سنی گئی۔ نمازی کے آگے سے نہیں گذرتے تھے، علالت کی وجہ سے معذور ہوتے تو کہلا بھیجتے کہ نماز پڑھ لو۔ آپ جتنی دفعہ آتے السلام علیکم کہتے۔ نماز جنازہ کی امامت خود کراتے تھے اور باقی نمازوں میں بھی آپ ہی عموماً امام ہوتے تھے۔ سنتیں اور نوافل گھر پڑھتے۔ مگر مغرب کی سنتیں مسجد میں ہی پڑھ لیتے تھے۔ اور رمضان شریف میں یہ سنتیں بھی گھر جا کر پڑھتے۔ آپ کی مجلس بین المغرب والعشاء ہوتی یا بین الظہر والعصر۔

سوانح مختلفہ

ایک دفعہ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آپ نے مرزا بشیر احمد کو قلا بازیاں لگاتے ہوئے اپنے گھر چار پائیوں پر دیکھا جبکہ ابھی وہ دوسری جماعت میں تھا تو کہا کہ اے بی۔ اے پاس کرانا۔ بچوں کو کبھی بھلے بُرے کی کہانی سناتے، کہ بھلے کا انجام بھلا ہوا

اور بُرے کا برا۔ اور کبھی بینگن کی، کہ ایک نے نوکر سے کہا کہ بینگن برا ہے۔ پھر کسی اور دن کہا کہ بینگن اچھی چیز ہے تو نوکر نے کہا کہ ہاں اچھی چیز ہے آقا نے پوچھا کہ تم نے پہلے برا کیوں کہا تھا؟ کہا کہ میں جناب کا ملازم ہوں، بینگن کا ملازم نہیں۔ آپ کے تینوں صاحبزادوں نے ہوائی بندوق منگوانے کے لئے قرعہ اندازی کی کہ کس قسم منگائی جائے، تو آپ نے جس نام کا قرعہ نکالا وہی منگائی گئی جس سے بہت شکار کیا گیا۔

میاں شریف کو بچے بہت چھیڑتے تھے کہ ابا تم سے پیار نہیں کرتے تو وہ روتا تھا تو ناک سے رطوبت بہت نکلتی تھی۔ آپ اس کو اپنے پاس بلاتے تو وہ مارے شرم کے پیچھے ہٹتا۔ موضع بسرا واں واقعہ جانب شرق قادیان میں مرزا غلام مرتضیٰ و مرزا غلام محی الدین کو وہاں پر قلعہ خام میں بند کر کے سکھوں نے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ جبکہ رنجیت سنگھ کے بعد بدامنی پھیل گئی تھی۔ تو مرزا غلام حیدر برادر خورد غلام محی الدین کو خبر گئی تو اس نے لاہور سے کمک منگوا کر بچالیا تھا آپ کے عہد میں کبھی نماز استسقاء ادا کرنے کا موقع نہیں آیا۔ کیونکہ اگر ایک دن گرمی ہوتی تو آپ فرماتے آج بہت گرمی ہے تو دوسرے تیسرے دن بارش ہو جاتی' فصل بھی خوب ہوتی تھی۔ آپ کے بعد مہینوں آگ برستی ہے اور بارش نہیں پڑتی صاحبزادہ مبارک احمد بیمار تھا تو حکیم نور الدین صاحب پوچھنے آئے اور جناب چارپائی پر تھے حکیم صاحب نیچے بیٹھنے کو تھے تو آپ نے حکیم صاحب کو پالکی پر بٹھالیا آپ نے کہا کہ اللہ کے کاموں میں انخفا ہوتا ہے۔ پسر موعود کے متعلق اللہ نے فرمایا کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ مگر یہ صفت سب میں موجود ہے کیونکہ خلیفہ محمود اس لئے ایسا ہوا کہ فضل احمد، سلطان احمد اور بشیر اول کو ساتھ ملایا گیا۔ بشیر احمد اس لئے کہ صرف زندہ لڑکے شمار کر لئے۔ شریف احمد کو اس لئے کہ صرف نکاح دوم کے زندہ اور متوفی لڑکے شمار کر لئے اور مبارک کو اس طرح کہ نکاح دوم کے صرف زندہ لڑکے اور بشیر اول متوفی کو شمار کر لیا۔

حاجی عبدالمجید صاحب لدھیانوی کے مکان میں نیم کا درخت تھا۔ آپ نے حاجی صاحب سے کہا کہ دیکھو برسات سے پتے کیسے خوشنما ہیں میں نے دیکھا تو آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ ''ازالہ اوہام'' کے مرتب کرنے کے دنوں میں بروایت سنوری یہ الہام ہوا کہ سلطنت برطانیہ تا ہفت سال بعد ازاں باشد خلاف واختلال اور بروایت حامد علی، سلطنت برطانیہ تا ہشت سال بعد ازاں ایام ضعف واختلال۔ اس کا وقوع یا یوم الہام سے ہے یا وفات وکٹوریہ سے یا انیسویں صدی کا آغاز یا جناب کی وفات سے ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ لدھیانہ میں پہلی بیعت ۲۰ رجب ۱۳۰۶ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو لی تو حامد علی کو دروازہ پر بٹھایا۔ تو آپ نے پہلے حکیم نور الدین صاحب سے بیعت لی۔ پھر عباس علی سے پھر محمد حسین مراد آبادی سے، پھر عبداللہ سنوری سے، پھر باقی لوگوں سے پہلے الگ الگ بیعت لیتے تھے پھر اکٹھے کر کے لینے لگے۔

بیعت یوں لیتے تھے کہ سچے دل سے وعدہ کرتا ہوں کہ تادم مرگ گناہوں سے بچوں گا اور دین کو نفس کی لذات پر مقدم رکھوں گا۔ ۱۲ر جنوری کی دس شرطوں پر حتی الوسع پابند رہوں گا۔ اب بھی گذشتہ گناہوں سے معافی چاہتا ہوں استغفر اللہ ۳ بار من کل ذنب واتوب الیہ، کلمہ شہادت، رب انی ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنبی فانه لایغفر الذنوب الاانت۔ بیعت میں ہاتھ کی کلائی پر اپنا ہاتھ رکھتے یا ہاتھ میں ہاتھ دیتے۔ بیعت اولیٰ میں مولوی عبدالکریم صاحب وہاں ہو کر شریک نہیں ہوئے۔ بیعت لینے کے بعد آپ علی گڑھ گئے اور سید تفضیل حسین تحصیلدار کے مکان پر ٹھہرے۔ تو سید صاحب کے کسی دوست تحصیلدار نے انگریزی طریق پر عام دعوت میں آپ کو بلایا' میر عباس علی نے نفرت کی۔ آپ نے کہا کوئی حرج نہیں مگر وہ انکاری ہی رہا۔ بعد میں جب وہ مرتد ہو گیا تو عبداللہ نے کہا کہ وہ تو اسی دن سے کٹ گیا تھا۔ آپ کے لیکچر

کا وہاں اشتہار ہوا تو سید صاحب سے آپ نے کہا کہ الہام ہوا ہے کہ لیکچر نہ دو۔ بہت اصرار ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں حکم الٰہی کی نافرمانی کیسے کرسکتا ہوں۔ سات دن قیام کر کے واپس لدھیانہ آ گئے۔ ان دنوں ہی اسمٰعیل علی گڑھی نے آپ کے خلاف ایک کتاب لکھی تھی اور بعد میں مر گیا تھا۔ حکیم نورالدین کا بیان ہے کہ ''فتح الاسلام'' اور ''توضیح المرام'' شائع ہوئیں تو ابھی میرے پاس نہ پہنچی تھیں کہ ایک مخالف نے دیکھ کر کہا کیا نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی اور نبی ہوسکتا ہے؟ کیا کوئی دعویٰ کرے تو پھر؟ میں نے کہا کہ اگر وہ صادق ہے تو بہر حال لوگ اس کا قول قبول کریں گے یہ سن کر کہا تم قابو نہ ہی آئے، میں تو چاہتا تھا کہ تم کو مرزا سے الگ کر دوں۔ یہ قصہ سنا کر حکیم صاحب کہا کرتے تھے کہ یہ تو صرف نبوت کی بات ہے میرا تو ایمان ہے کہ اگر وہ صاحب شریعت ہونے کا بھی دعویٰ کر دیں اور قرآنی شریعت کو منسوخ کر دیں۔ تو بھی مجھے انکار نہ ہو کیونکہ ان کو منجانب اللہ حق مان لیا۔ تو جو بھی آپ فرمائیں گے حق ہوگا اور سمجھ لیں گے کہ خاتم النبیین کے کوئی اور معنی ہیں۔ عبداللہ سنوری نے کہا کہ پسر موعود کی پیشگوئی کے بعد ہم سے کہا کرتے تھے کہ دعا کرو لڑکا پیدا ہو۔ تب امید واری بھی تھی بارش ہوئی تو مسجد مبارک کے اوپر جا کر میں نے دعا کی۔ پھر قادیان سے مشرق کو نکل کر جنگل میں دعا کی تو سارا دن بارش میں دعا کرتے گذرا۔ شام کو الہام ہوا کہ ان کو کہہ دو کہ انہوں نے بہت رنج اٹھایا ہے ثواب بہت ہوگا میں نے کہا کہ یہ میرے متعلق ہی ہے کیونکہ میں نے بارش میں اور جنگل میں دعا کی تھی تا کہ قبول ہو، آپ نے تصدیق کی اور ایک آنہ کے بتاشے تقسیم کئے مگر عصمت پیدا ہوئی تو معلوم ہوا کہ دعا قبول نہیں ہوئی مگر ثواب مل گیا۔ ابھی بیعت لینی شروع نہ ہوئی تھی کہ میں نے کہا میری بیعت لے لیں۔ کہا کہ پیر کا کام بھنگی کا کام ہوتا ہے اپنے ہاتھ سے مرید کے گناہ دھونے پڑتے ہیں اور مجھے کراہت ہے تم شاگرد بن جاؤ۔ میں نے ایک آنہ کے بتاشے لا کر رکھ دیے جو تقسیم کر دیے اور مجھے بھی

دیئے۔ ایک ہفتہ کے بعد ایک آیت کا ترجمہ سادہ پڑھاتے تھے۔ اور کبھی کچھ تشریح بھی کر دیتے۔ کہتے کہ تم میں معارف کی برداشت نہیں۔ شاید اس لئے کہ میں مجنون نہ بن جاؤں آپ نے نصف پارہ پڑھایا ہوگا کہ میں نے جانا کہ میرے دل پر معانی کی پوٹلی گرادی جاتی ہے۔ کہتے تھے کہ میں معانی قرآن کے لئے ہی مبعوث ہوا ہوں اور ہماری صحبت سے یہی فائدہ ہے۔ حاجی عبدالمجید لدھیانوی اور حکیم نورالدین صاحب کو بھی یہی جواب دیا تھا۔ کہ لست بمامور ہ تو جب حکم ہوا بیعت لینی شروع کردی۔ ایک دن بڑی مسجد میں قرآن پڑھ رہا تھا اور آپ ٹہل رہے تھے آپ کی نظر سے میری نظر مل گئی تو میرا دل پگھل گیا اور دیر تک دعا کرتا رہا پھر آپ نے بند کرادی تو میں نے سمجھا کہ کامل کی نظر میں کیا تاثیر ہوتی ہے۔ میں اور حامد علی آپ کے ہمراہ شمال کو سیر کے لئے نکلے، راستے میں بیری کے پاس ایک لال بیر تھا میں نے اٹھا لیا تو آپ نے فرمایا کہ کسی کی ملکیت ہوگا نہ کھاؤ۔ تب سے میں نے ایسے بیر نہیں کھائے۔ گو عہد شباب میں ہی آپ نے تبلیغ وتعلیم شروع کردی تھی۔ اور زبانی مباحثہ بھی ہوتا تھا جسکے متعلق ۸۵-۱۸۸۴ء کو ایک تبلیغی خواب بھی دیکھا تھا۔ سیالکوٹ کی ملازمت میں بھی آپ نے یہ کام شروع رکھا۔ ۷۷-۱۸۷۸ء میں آپ نے مضامین بھی شائع کئے ''براہین'' کا کام گو پہلے شروع تھا مگر اشاعت ۱۸۸۹ء سے شروع ہوئی اور حصہ چہارم ۱۸۸۴ء میں شائع ہوا تو آپ مجدد تسلیم ہوئے اور ایک جماعت تیار ہوگئی اور مخالفین اسلام کھڑے ہوگئے گویا یہ پہلا زلزلہ تھا۔ ''براہین'' کے بعد بیس ہزار اشتہارات کے ذریعہ سے اپنی ماموریت کا اعلان کیا۔ ۱۸۸۶ء میں ہوشیار پور کا جلسہ رونما ہوا عظیم الشان بیٹے کی بشارت ملی۔ اور ۱۸۸۶ء میں اس کا اعلان کردیا۔ اب موافق ومخالف منتظر رہے۔ گھر امیدواری تھی۔ تو مئی ۱۸۸۶ء کو لڑکی پیدا ہوئی یہ دوسرا زلزلہ تھا جو اتنا ثابت ہوئی اور اعلان کیا گیا کہ الہام میں اس کی تعیین نہیں ہوئی تھی۔ لوگ سنبھل گئے۔ مؤلفین نے

استہزا کی اور آمد کا جوش نہ رہا۔ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء سے پہلے دس ماہ سلسلہ بیعت کا اعلان ہوا۔ اور ۱۸۸۹ء میں ''بیعت اولیٰ'' لدھیانہ میں لی گئی۔ اس وقت تک لوگ آپ کو بے نظیر خادم اسلام سمجھتے تھے۔ ۱۸۹۱ء کے شروع میں ''فتح اسلام'' تصنیف ہوئی جس میں آپ نے وفات مسیح اور اپنی مسیحیت کا اعلان کر دیا اور کفر کے فتوی لگ گئے اور مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو اس سے پہلے موافق تھا سب پر تکفیر میں سبقت کی اور فتوی تکفیر شائع کیا۔ یہ تیسرا زلزلہ تھا۔ اس کے بعد پندرہ ماہی پیشگوئی متعلقہ آتھم کے متعلق شور اٹھا۔ مگر جماعت برداشت کر گئی اور یہ چوتھا زلزلہ تھا۔ پانچواں زلزلہ جو ''زلزلۃ الساعۃ'' تھا۔ آپ کی وفات تھی۔ مگر آپ کی مقناطیسی طاقت نے جماعت کو الگ نہ ہونے دیا۔ اس کے بعد خلیفہ اول کی وفات پر شور اٹھا۔ مگر یہ صدق دعویٰ سے متعلق نہ تھا۔ صاحبزادہ بشیر احمد کا قول ہے کہ پانچ زلزلوں کی پیشگوئی ان زلزلوں پر بھی منطبق ہو سکتی ہے۔ چھوٹے زلزلے کئی دفعہ آئے اور آئیں گے، مگر ان کے برابر نہیں ہو سکتے۔ خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی ملنے گئے تو آپ اپنے مکان میں خربوزے کھا رہے تھے۔ آپ نے ایک موٹا خربوزہ مولوی صاحب کو دے کر کہا کہ موٹا آدمی منافق ہوتا ہے۔ دیکھیں کیسا نکلتا ہے، چیرا تو پھیکا تھا۔

لالہ ملاوامل نے کہا کہ آپ نے مجھے صندوقچی کھول کر ''براہین'' کا مسودہ دکھایا کہ میرا یہی سب مال اور یہی جائیداد ہے۔ ۱۸۷۹ء میں جب آپ نے ''براہین'' کا اعلان کیا تو اس وقت اس کا حجم دو اڑھائی ہزار صفحہ تک پہنچ چکا تھا، جس میں آپ نے اسلام کی صداقت پر تین سو دلائل لکھے تھے اور آپ کا ارادہ تھا کہ اشاعت پر اور بھی اضافہ کیا جائے گا۔ چنانچہ چار جلدیں شائع ہوئیں تو مقدمہ اور حواشی بڑھا دیئے مگر اصل کتاب کے صرف چند ورق درج ہوئے ہیں اور صرف ایک دلیل لکھی گئی ہے اور وہ بھی ادھوری۔ پھر اشاعت رک گئی اور باقی مسودہ جل کر تباہ ہو گیا۔ جلد چہارم کے آخر پر لکھ دیا کہ ابتداء میں کچھ اور

خیال تھا۔ دوران اشاعت میں آپ مامور بن گئے اور پہلے ارادے ترک کر دیئے۔ صاحبزادہ کا قول ہے کہ آپ کی اسی کتابیں اور آپ کا وجود ہی تین سو دلائل صداقت اسلام کی ضمانت ہے جو ہر کہ ومہ پر ظاہر ہے۔ چوہدری حاکم الدین کا بیان ہے کہ جب مرزا امام الدین و نظام الدین نے مسجد کا راستہ بند کیا تو آدمی بھیج کر منت سماجت کی۔ مگر انہوں نے نہ مانا اس وقت قادیان کے قریب کسی موقع پر ڈپٹی کمشنر صاحب تحقیق کے لئے آئے ہوئے تھے آپ نے اس کے پاس اپنے آدمی بھیجے مگر اس نے بھی غصہ میں آکر کہہ دیا کہ میں تم کو جانتا ہوں، میں تمہاری خبر لینے والا ہوں، تم کو پتہ لگ جائے گا' کیونکہ سوائے چند مہاجرین اور مہمانوں کے سارا قادیان آپ کے خلاف تھا۔ آپ نے احمدیوں کی تکلیف دیکھ کر کہا کہ یہاں رہنا مشکل ہو گیا ہے۔ ہجرت انبیاء کا کام ہے کہیں باہر چلے جائیں۔ حکیم صاحب نے کہا بھیرہ چلیں میرا مکان حاضر ہے۔ مولوی عبدالکریم نے سیالکوٹ جانا پیش کیا۔ شیخ رحمت اللہ نے لاہور اپنے پاس لے جانے کو کہا اور میں نے کہا کہ میرا گاؤں صحیح وسالم موجود ہے گویا وہاں ہماری ہی حکومت ہے پاس ہی دوسرا گاؤں ہے جس سے تمام اشیاء مہیا ہو سکتی ہیں۔ آپ نے کہا کہ اچھا وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ ۱۸۸۷ء میں بھی ہجرت کرنے کا آپ نے ارادہ کیا تھا جس کا ذکر ''شحنۂ حق'' میں ہے۔ ہوشیار پور میں چلہ کشی کا حساب و کتاب عبداللہ سنوری نے اپنی پاکٹ بک میں درج کیا تھا۔ جس کا نمونہ درج ذیل ہے۔ ۳۱ مارچ ۱۸۸۶ء مربائے آم، آچار، دودھ، مصری، چٹنی، گوشت، لفافہ، پالک، دال ماش، نمک، دھنیا، پیاز تھوم، آرد گندم، مرمت تھیلا، ریوڑی، چوندہ ضلع امرتسر کا ایک معمر سوا سو سال کا بوڑھا پست قد حضرت سید احمد صاحب بریلوی کا مرید اور شریک سفر حج بھی تھا اور اس کے جسم پر زخموں کے نشان بھی تھے قادیان آیا۔ جبکہ حافظ روشن علی صاحب یہاں ابھی ابھی آئے تھے اس نے بیعت کی حکیم صاحب نے صلوٰۃ خوف کے عملی طریق اس سے سیکھے تھے۔

چار دن رہ کر روانہ ہونے لگا تو آپ نے دو ماہ کے لئے اور ٹھہرا لیا۔ ایک دفعہ پھر آیا تھا۔ مگر جلدی واپس جا کر مر گیا یہ وہ شخص تھا کہ جس نے دو ماموں سے بیعت کی اور صدیوں کے سرپائے احمدیوں کو اہل قادیان خصوصاً ایذا رسانی کرتے تھے۔ کسی کے کھیت میں کسی نے پاخانہ پھر دیا تو اسی کے ہاتھوں اٹھواتے تھے۔ ڈھاب سے مٹی اٹھائی تو لپٹ گئے۔ مگر آپ نے ہمیشہ صبر کی تلقین کی۔

سید احمد نور کابلی مہاجر نے ایک دفعہ اجازت مانگی تو آپ نے کہا کہ لڑنا ہے تو واپس کابل چلے جاؤ۔ ۱۹۰۶ء میں ایک دفعہ ایک احمدی نے مکان کیلئے ڈھاب سے مٹی اٹھوائی سکھ لاٹھیاں لے کر آ پڑے احمدیوں نے بھی مقاومت کی جانبین زخمی ہوئے پولیس نے سکھوں کا چالان کر دیا۔ مگر جب آپ قادیان آئے تو سکھوں نے غلطی کا اعتراف کیا تو آپ نے معاف کر دیا، اسکے بعد آہستہ آہستہ ایذا رسانی کم ہوتی گئی آج یہ حالت ہے کہ قانونی ایذا رسانی تو کرتے ہیں مگر دستی ایذا رسانی پر قادر نہیں رہے' کیونکہ خود قادیان میں احمدیوں کی تعداد بہت بن چکی ہے۔ دعویٰ مسیحیت سے پہلے الہام ہوا کہ وسیع مکانک عبداللہ سنوری سے کہا کہ سردست تین چھپر بنا لیتے ہیں۔ امرتسر حکیم محمد شریف کہ جس کے پاس آ کر ٹھہرا کرتے تھے کے پاس جا کر مصالحہ اور کاریگر لے آؤ۔ تو اس طرح چھپر تیار ہو گئے، وہ بہت مدت رہے آخر خراب ہو گئے۔ منشی احمد جان صاحب سجادہ نشین لدھیانہ آپ کی خدمت میں آئے تو آپ نے پوچھا کہ آپ نے کیا سیکھا ہے کہا کہ علم توجہ سے مخاطب کو گرا لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو پھر کیا ہوا؟ بس اتنے سی ہی حقیقت کھل گئی اور آپ کے معتقد ہو گئے فیج اعوج کے زمانہ میں صوفیا نے یہی کمال سمجھ رکھا تھا۔ یہ تو ہر ایک دہریہ بھی کر سکتا ہے۔ منشی صاحب دعوائے مسیحیت سے پہلے ہی مر چکے تھے اور آپ کی لڑکی کا نکاح حکیم نور الدین سے ہوا تھا۔ آپ کے دونوں لڑکے یہیں ہجرت کر کے گئے تھے۔ حکیم

صاحب کی زینہ اولاد اسی شادی سے ہوئی۔ منشی صاحب نے ایک دفعہ یوں شعر کہا تھا کہ۔

ہم مریضوں پہ ہے تمہیں کی نظر　　　تم مسیحا بنو خدا کے لئے

لالہ بھیم سین سیالکوٹی کو آپ سے عقیدت تھی۔ آپ اس سے قرضہ بھی لیا کرتے تھے۔ جہلم کے مقدمہ میں اس نے اپنا لڑکا کنور سین وکیل پیروی کے لئے مفت پیش کیا مگر آپ نے نہ مانا۔ اس نے آپ کے ساتھ مل کر مختاری کا امتحان دیا تو الہام ہوا کہ بھیم سین کے سوا سب فیل ہیں اس لئے آپ بھی فیل ہو گئے۔ قادیان میں بھی جناب گوشہ نشین رہتے تھے آریہ شرم پت اور ملاوامل تاہم آپ کے پکے دوست تھے۔ ملاوامل دوسری شادی پر دہلی بھی گیا تھا۔ مگر بعد میں اس کا آنا کم ہو گیا تھا تو الہام ہیھودا اسکریوطی پورا ہوا آپ نے اتمام حجت کیلئے ان دونوں کو اپنا شاہد مقرر کیا تھا کہ واقعات جھوٹ ہوں تو یہ دونوں اشتہار دے دیں۔ الیس اللہ بکاف عبدہ والی انگوٹھی بھی لالہ ملاوامل تیار کرانے امرتسر آیا تھا۔ اور پانچ روپے میں تیار ہوئی تھی۔ حکیم صاحب کے کچھ شاگردوں پر بدکاری کا الزام عائد ہوا تو آپ نے کہا کہ وہ قادیان سے چلے جائیں۔ حکیم صاحب نے کہا کہ حضور صرف شبہ ہی ہے تو آپ نے کہا کہ ہم بھی تو شرعی حد نہیں لگا رہے۔ آپ نے اپنے اصحاب کے متعلق لکھا ہے کہ۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا　　　صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

عبدالحکیم مرتد نے کہا کہ صرف حکیم صاحب عملی رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے مجھ پر ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں۔ موسیٰ کے پیرواں سے ان کو ہزار ہا درجہ بہتر سمجھتا ہوں، ہزار ہا آدمی دل سے فدا ہیں۔ کہوں تو مال سے دستبردار ہو جائیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ صحابہ میں تو شان نظر آتی ہے اور ان میں نہیں کیا وجہ

ہے؟ جواب یہ ہے کہ (۱) ہمعصر اپنے ہمعصر کی قدر نہیں کرتے (۲) اسلامی تاریخ سے بھی خوب واقف نہیں اور ان سے خوب واقف ہیں (۳) صحابہ کے حالات متمدون ہیں اور ان کے حالات قلم بند نہیں ہوئے (۴) صحابہ کو ایسے واقعات پیش آئے کہ ان کا ایمان چمکا اور ان کو پیش نہیں آئے (۵) صحابہ کے مقابل طاقت اس قدر زوردار نہ تھی جو ان کے مقابل تھی۔ (۶) مرنے کے بعد یہ بھی ویسے ہی سمجھے جائیں گے (۷) انفرادی اصلاح اور جماعت کی اجتماعی اصلاح میں فرق ہوتا ہے (۸) برائی بہت جلد اور زیادہ نظر آتی ہے (۹) جتنا نفاق آج کل کی زندگی میں ہے شاید ہی کسی زمانہ میں ہو۔ یہ غلط ہے کہ آج کل منافق نہیں اور ہم عملاً دیکھ رہے ہیں کہ احمدی کہلانے والوں میں بھی منافق پائے جاتے ہیں کوئی کسی وجہ سے اور کوئی کسی وجہ سے۔ بہتر ہے کہ ایسے لوگوں کو الگ کر دیا جائے۔ (۱۰) احمدی اور غیر احمدی کا امتیاز مشکل ہوتا ہے پھر صحبت یافتہ کا امتیاز بھی نہیں (۱۱) آپ نے اور خلیفہ اول نے بعض دفعہ احمدیوں کی کمزوریاں ظاہر کر دی ہیں۔ مگر جناب لکھتے ہیں کہ میں ان کو ترقیات کی ترغیب دیتا ہوں اور ان کی نیکیاں ان کو نہیں سناتا مگر دل میں خوش ہوں (۱۲) صحابہ کی تعریف قرآن میں ظاہر ہے اور ان کی تعریف الہامات میں مخفی ہے (۱۳) صحابہ کی ترقی دفعی ہوئی اور ان کی تدریجی ہو رہی ہے۔ مبارک احمد بیمار ہوا تو آپ کو قلق تھا۔ فوت ہو گیا تو آپ خط لکھنے بیٹھ گئے کہ الہام پورا ہوا کہ خدا رسیدہ ہوگا یا بچپن میں مرے گا۔ حکیم صاحب نے نبض دیکھی تو کہا کہ بہت کمزوری ہے۔ کہا کہ آپ کستوری لائیں۔ آپ لانے میں مشغول ہو گئے اور دیر ہو گئی اور وہ چل دیا۔ قبر میں دیری تھی اس لئے باغ میں بیٹھ گئے تو آپ نے خاموشی کے بعد کہا کہ شریعت خدا نے اپنے بندوں کے ہاتھ میں دے دی ہے کہ اس میں آسانی تلاش کر سکے۔ مگر قضاء وقدر کا سلسلہ اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ جب اس کی چوٹ آلگتی ہے اور بندہ صبر کرتا ہے تو ایک آن میں اتنی ترقی کرتا ہے کہ چالیس سال کی صوم

وصلوۃ سے نہیں کر سکتا۔ ایک دفعہ آپ نے کہا کہ ایک بزرگ کا بچہ مر گیا تو کہا سگ بچہ مرد دفن بکنید مگر مقتدائے قوم ایسی بات نہیں کرتے۔ جب آتھم کی موت میں ایک دن رہ گیا تو آپ نے عبداللہ اور حامد علی سے کہا کہ چنے لے کر ان پر فلاں سورۃ پڑھو وہ سورۃ چھوٹی سی تھی۔ ہم نے ساری رات میں وہ وظیفہ ختم کیا۔ ہم چنے لے گئے تو آپ نے قادیان سے شمال کی طرف جا کر فرمایا کہ یہ چنے غیر آباد کنوئیں میں ڈال دونگا اور جب ڈال چکوں تو بہت جلدی ہم کو منہ موڑ کر واپس آنا چاہئے۔ چنانچہ آپ نے غیر آباد کنوئیں میں چنے ڈال دیئے اور منہ موڑ کر واپس جلدی سے چلے آئے اور پیچھے نہیں دیکھا۔ آپ کے سوانح حیات میں یہ کتابیں اس وقت تیار ہو چکی ہیں۔ اول ''سیرۃ المسیح'' (اردو) از مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی تاریخ تصنیف ۱۹۰۰ء اس میں چشمدید واقعات اور خانگی امور پر خصوصیت سے بحث کی گئی ہے کیونکہ آپ جناب کے اپنے مکان میں ہی رہتے تھے۔ دوم ''احمد علیہ السلام'' (انگریزی) از مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ آپ ۱۸۹۷ء میں داخل بیعت ہوئے تھے تاریخ تصنیف ۱۹۰۶ء چشم دید سرسری واقعات پر مشتمل ہے۔ سوم ''مسیح کے مختصر حالات (اردو)'' از معراج الدین عمر لاہوری مہاجر نہ تھے، تاریخ تصنیف ۱۹۰۶ء اس میں کوئی خاص بات نہیں۔ چہارم ''حیات النبی (اردو)'' از شیخ یعقوب علی صاحب تراب عرفانی مہاجر تاریخ تصنیف ۱۹۱۵ء ''اخبار الحکم'' سے واقعات قلم بند کر کے اب تک دو جلدوں میں شائع کر چکے ہیں۔ پنجم ''تذکرۃ المہدی (اردو)'' از پیر سراج الحق نعمانی بہت دلچسپ ہے بیعت ۱۸۸۲ء مسلسل نہیں برجستہ مضامین چشمدید واقعات کے متعلق ہیں۔ تاریخ تصنیف ۱۹۱۵ء دو حصوں میں شائع ہو چکی ہے۔ ششم ''سیرۃ مسیح موعود (اردو)'' از مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ثانی عام واقعات ہیں تاریخ تصنیف ۱۹۱۶ء۔ ہفتم ''حالات مسیح (انگریزی)'' از ڈاکٹر گرس فولڈ پروفیسر مشن خالد لاہور کچھ مختصر،

کچھ غلط اور کچھ تعصب آمیز ہشتم ''حالات مسیح (انگریزی)'' از مسٹر والٹر سکریٹری ینگ مین ایسوسی ایشن لاہور مختصر احمدیہ لٹریچر سے ماخوذ اور متعصبانہ رنگ۔ آپ کی اسی (۸۰) کتابیں انجم البدر، تشحیذ الاذہان ودیگر رسائل بھی تاریخ پر شامل ہیں۔

مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ آپ کو خصوصیت سے تواریخ کی تعیین نہ تھی کیونکہ تجربہ ثابت ہوا ہے کہ ایسے دماغ اپنی دوسرے قوائے ذہنی میں کمزور ہوتے ہیں۔ بچوں کی شادیاں چھوٹی عمر میں ہی کردی تھیں۔ تاکہ اختلاط سے عمر خراب نہ ہو۔ شیخ رحمت اللہ لاہوری ایک نوجوان عیسائی کو قادیان لائے کہ داخل بیعت کریں۔ عبدالرحمٰن مصری بھی حاضر ہوگئے تو ان کی بیعت تو لی گئی۔ مگر عیسائی سے کہا کہ پھر آؤ۔ دوسری دفعہ بھی یہی کہا۔ تیسری دفعہ اس نے بروز منگل تعیین چاہی تو جمعرات بتائی تو ناراض ہوکر چلا گیا اور عیسائی ہوگیا تو آپ نے کہا کہ عیسائی قابل اعتبار نہیں ہوتے اسی واسطے ٹھہرایا تھا۔

مرزا سلطان احمد نے کہا کہ میری ولادت ۱۸۵۶ء پر آپ کی عمر اٹھارہ سال تھی تو آپ کا سنہ ولادت ۱۸۳۶ء بنتا ہے۔ رنجیت سنگھ کی موت ۱۸۳۹ء ہے۔ جس سے پہلے آپ کی ولادت لکھی ہے اس سے بھی ۱۸۳۶ء ہی ثابت ہوتا ہے یہی روایت صحیح ہے باقی سب اندازے ہیں میرے خیال میں آپ کی ولادت ۱۲۵۲ھ میں ہے اور وفات ۱۳۲۶ھ میں۔ مرزا سلطان احمد آپ سے نحو میر، گلستان، بوستان، وغیرہ پڑھتے تھے۔ دادا صاحب نے روک دیا کہ میں نے سب کو ملا نہیں بنانا۔ لاؤ میں پڑھاؤں گا۔ ملا جان محمد کشمیری پرانا امام تھا۔ خلیفہ ثانی نے اس سے کچھ پڑھا تھا پہلے وہی امام مسجد تھا آپ کے سفر وحضر میں حاضر رہتا تھا۔ اس کا بھائی غفارا جاہل اور بے نماز تھا۔ آمد ورفت زیادہ ہوگئی تو اس نے یکہ بنالیا اس کی اولاد یہی کام کرتی ہے۔ آپ اسے اعرابی کہتے تھے' کیونکہ اس نے نماز شروع کرکے چھوڑ دی تھی۔ جان محمد کا بیٹا دین محمد عرف بگا کو اکثر احمدی جانتے ہیں، چونکہ

مرزا سلطان احمد وفضل احمد جوانی میں پیدا ہوئے تھے، اسلئے اپنے دادا کے پاس ہی رہا کرتے تھے اور آپ سے میل ملاپ نہ تھا۔ آپ کی ایک بہن تھی۔ مرزا غلام مرتضیٰ کا خیال تھا کہ اس کے دماغ میں خلل ہے۔ اسے خواب بہت آتے تھے اس نے خواب میں دیکھا کہ کسی سفید ریش بزرگ نے اسے تعویذ دیا ہے۔ دیکھا تو بھوج پتر پر سورۃ مریم لکھی ہوئی موجود تھی۔

ایک دفعہ خواب میں دریا دیکھا اور پانی پانی کہہ کر چلا اٹھی' دیکھا کہ پاؤں بھیگے ہوئے تھے اور ریت بھی لگی ہوئی تھی' اس لئے خلل دماغ کا شبہ جاتا رہا۔ مسٹر میکائی ڈپٹی کمشنر نے مرزا غلام مرتضیٰ سے پوچھا کہ ہماری حکومت اچھی ہے یا سکھوں کی کہا کہ قادیان میں جواب دوں گا۔ وہ دورے پر آیا تو کہا کہ یہ میرے مکان سکھوں کے عہد کے ہیں آپ کے عہد میں میری اولاد شاید مرمت بھی نہ کرسکے گی۔ آپ کی دوسری شادی ہوئی تو سلطان احمد کی پہلی اہلیہ آپ کی اہلیہ سے بڑی معلوم ہوتی تھی اور فضل احمد کی شادی اس سے پہلے ہوچکی تھی۔ آپ کے دوسرے خسر کی بدلی ہنودان میں ہوئی تو آپ کی خوش دامن بیمار ہوگئی۔ جوڈولی میں بٹھا کر قادیان پہنچی تو آپ کے والد صاحب نے نسخہ لکھ کر رخصت کردیا ایک دفعہ جب گھر میں آئی تو آپ الگ کمرہ میں قرآن شریف تلاوت کررہے تھے۔ پیچھے دیکھ کر کہا کہ کون ہے؟ گھر والوں نے کہا کہ یہ غلام احمد چھوٹا لڑکا ہے جو بالکل ولی ہے۔ آپ کی دوسری اہلیہ ابھی بہت چھوٹی تھی جو گھر میں اس وقت اکیلی تھی۔ شام کے وقت چلائی مگر والد آگئے تو تسلی ہوئی۔ یوں تو ساری عمر جہاد ہی میں گذری مگر باقاعدہ مناظرے صرف پانچ ہوئے ہیں۔ اول ہوشیار پور میں، مرلی دھر کے ساتھ ۱۸۸۶ء میں جس کا ذکر ''سرمہ چشم آریہ'' میں ہے۔ دوم مولوی محمد حسین بٹالوی سے لدھیانہ میں جولائی ۱۸۹۱ء جو رسالہ الحق لدھیانہ میں مذکور ہے۔ سوم محمد بشیر بھوپالوی سے دہلی ۱۸۹۱ء کو جس کا ذکر رسالہ ''الحق'' دہلی

میں ہے۔ چہارم مولوی عبدالحکیم کلانوری سے بمقام لاہور جنوری وفروری ۱۸۹۲ء میں جس کی روئداد شائع نہیں ہوئی مگر اشتہار مورخہ ۳ فروری ۱۸۹۲ء میں کچھ ذکر ہے۔ پنجم بمقام امرتسر عبداللہ آتھم عیسائی سے مئی وجون ۱۸۹۳ء میں جس کی کیفیت ''جنگ مقدس'' میں مذکور ہے اور دو حملے ہوئے ہیں۔ اول بمقام بٹالہ محمد حسین پر ۶۹۔ ۱۸۶۸ء میں جو ''براہین'' حصہ چہارم ص ۵۲۰ پر ہے۔ دوم میاں نذیر حسین صاحب دہلوی پر بمقام جامع مسجد دہلی ۲۰ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو جو ''اشتہارات'' میں درج ہے۔ مخالفین کے مقدمات کی تفصیل یہ ہے۔ اول غالباً ۱۸۷۷ء میں بابورلیارام عیسائی امرتسر کی مخبری سے ڈاک خانہ کی طرف سے ہوا تھا جس کی تشریح مولوی محمد حسین بٹالوی کو خط لکھتے ہوئے آئینہ کمالات اسلام میں شائع ہو چکی ہے۔ دوم محمد بخش تھانہ دار بٹالہ کی رپورٹ مورخہ یکم دسمبر ۱۸۹۸ء اور مولوی محمد حسین بٹالوی کی درخواست برائے اسلحہ حفظ خود اختیاری مورخہ ۵ دسمبر ۱۸۹۸ء بعنوان مقدمہ حفظ امن زیر دفعہ ۱۰۷ اصابطہ فوجداری بعدالت ڈپٹی کمشنر گورداسپور دائر ہو کر ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کو فیصل ہوا اور ضمانت سے برأت ہوئی۔ جس کی تفصیل ''الحکم'' مارچ ۱۸۹۹ء اور اشتہار ۲۶ فروری ۱۸۹۹ء میں درج ہے۔ سوم جہلم کا مقدمہ جو مولوی کرم الدین ساکن بھین ضلع جہلم کی طرف سے پہلے جہلم میں دائر ہوا پھر گورداسپور میں چلا گیا تھا۔ بالآخر بعدالت اے ہری سشن جج امرتسر ۷ جنوری ۱۹۰۵ء کو فیصل ہوا۔ اور آپ بری ہو گئے۔ ماتحت عدالت کا فیصلہ بعدالت آتمارام مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو ہوا تھا۔ اسکی تفصیل ''الحکم'' میں ہے چہارم مقدمہ دیوانی جو آپ کی طرف سے مرزا امام الدین پر قائم ہوا کہ اس نے ۷ جنوری ۱۹۰۰ء کو مسجد مبارک کے سامنے دیوار اٹھا کر راستہ بند کر دیا تھا۔ ۱۲ اگست ۱۹۰۱ء کو بعدالت شیخ خدا بخش صاحب ڈسٹرکٹ جج گورداسپور آپ کے حق میں فیصلہ ہوا۔ اور ۲۰ اگست ۱۹۰۱ء کو دیوار گرائی گئی۔ دیکھو تفصیل کے لئے ''الحکم'' اور ''حقیقۃ الوحی''۔ ششم مقدمہ انکم ٹیکس

جو ۱۷ دسمبر ۱۸۹۷ء کو بعدالت ٹی ڈکسن ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور فیصلہ ہوا اور ٹیکس نہ لگا۔ اسکی تفصیل ''ضرورۃ الامام'' میں شائع ہوئی ہے۔ ہفتم فوجداری مقدمہ جو مارٹن کلارک پادری نے قتل کے الزام پر دائر کیا تھا۔ ابتدائی کاروائی یکم اگست ۱۸۹۷ء کو امرتسر میں بعدالت مارٹینو ڈپٹی کمشنر امرتسر ہوئی۔ اور آخری کاروائی میں ۲۳ اگست ۱۸۹۷ء کو ایم ڈگلس ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے بری کر دیا۔ دیکھو ''کتاب البریہ''۔ ۸ اپریل ۱۸۹۷ء کو جناب اندر دالان میں کام کر رہے تھے کہ سپاہی آئے مسجد کا دروازہ کھٹکھٹایا اور ڈیوڑھی پر بھی ایک سپاہی آ گیا مرزا محمود کو کہہ کر بھیجا کہ جناب آتے ہیں۔ جب مسجد کو نکلے، انگریز کپتان مسجد میں کھڑا تھا کہ لیکھرام کے قتل میں آپ کی خانہ تلاشی لوں گا تو کپتان معہ دوسرے سپاہیوں نے ساری خانہ تلاشی خوب لی۔ سر دخانہ میں جانے لگا تو سر دروازے سے ٹکرایا اور سخت بے چین ہوا، آپ نے تیمارداری کی۔ اثنائے تفتیش میں ایک خط نکلا کہ جس میں کسی نے لیکھرام کے قتل پر مبارکباد لکھی تھی۔ مخالفین نے کہا کہ دیکھئے اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے تو آپ نے بستہ کھول کر اور بھی اس قسم کے خط نکال کر پیش کر دیئے اور کپتان نے کہا کوئی بات نہیں۔ دیکھو اشتہار ۱۱ اپریل ۱۸۹۷ء۔ لیکھرام ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو قتل ہوا تھا۔

میر ناصر نواب صاحب سے مولوی محمد علی کی کشمکش ہو گئی تو میر صاحب نے آپ کے پاس شکایت کر دی۔ بعد میں مولوی صاحب نے کہا کہ اگر ایسی شکایتیں شروع ہو گئیں تو ہم سے کوئی اسلامی کام نہ ہو سکے گا اس لئے بہتر ہے کہ ہم قادیان سے چلے جائیں تو آپ نے فرمایا کہ وہ آئے تھے مگر مجھے معلوم نہیں وہ کیا کہہ گئے ہیں۔ میں اپنے خیال میں سمجھتا کہ گو میری جماعت نے قوۃ استدلالی میں کافی ترقی کر لی ہے اور مخالف بھی کمزوری ظاہر کرتا ہے۔ مگر اصلی غرض جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں۔ ابھی اس میں کامیابی نہیں ہوئی یعنی جماعت میں مکارم اخلاق، تقویٰ واصلاح، اسوہ حسنہ پر عمل درآمد، اسلام کو اپنا شعار بنالینا

موجود نہیں ہوا۔ اور یہ فکر شب و روز خلوت وجلوت میں دامنگیر ہے۔ عبداللطیف کی شہادت کی خبر آئی تو خوش ہوئے اور کہا کہ ایمان کا نمونہ قائم ہوگیا ہے اور افسوس بھی کیا کہ ایک قلع الگ ہوگیا ہے وہ جب کابل جانے لگے تھے تو خود ہی کہتے تھے کہ اب میں زندہ نہ رہوں گا۔ یہ موقع آخری رخصت کا جانتے تھے۔ آپ رخصت کرنے دور تک چلے گئے تو وہ قدم پر گر کر رونے لگے مگر آپ نے الامر فوق الادب کہہ کر کھڑا کردیا تو حضرت سے حسرت کے ساتھ رخصت ہوئے۔

عبداللہ سنوری کا بیان ہے کہ میں ایک امیر کے لئے (جو غالباً پٹیالہ کا تھا) دعا کرانے کو قادیان آیا۔ کیونکہ وہ لاولد تھا اور جائیداد بہت تھی۔ مگر جناب نے اثنائے تقریر میں فرمایا کہ دعا کے لئے تعلق کا ہونا ضروری ہے ورنہ دعا کرانے والے کو ضروری ہے کہ کوئی ایسا کام کرے جس سے دعا کرنے والے کا دل پگھلے۔ اس کے بعد کہا کہ جاؤ اس سے کہہ دو کہ ایک لاکھ روپیہ دے یا دینے کا وعدہ کرے' پھر ہم اس کے لئے دعا کریں گے' پھر ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو لڑکا عنایت کرے گا۔ عبداللہ سنوری نے اس کو جا کر بعینہ یہی لفظ کہہ دیئے وہ خاموش ہوگیا اور لاولد ہی مرگیا اور جائیداد تقسیم ہوگئی۔ مولوی فخر الدین ملتانی نے کہا کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی عمر کے متعلق مختلف خیال تھے تو میں مولوی محمد حسین صاحب کے پاس آیا میں نہیں چاہتا تھا کہ احمدی ظاہر ہو جاؤں مگر آپ نے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو؟ تو میں نے کہا کہ قادیان۔ تو اثنائے گفتگو میں میں نے کہا کہ آپ تو وفات مسیح کے قائل ہوں گے؟ تو جواب تختی سے دیکر کہا کہ میں مسیح زندہ مانتا ہوں دوران گفتگو کہا کہ میں مرزا صاحب کا بچپن میں ہم مکتب بھی تھا اور میری ملاقات بھی رہی ہے۔ اور جوانی سے جانتا ہوں۔ میں نے کہا کہ کیا آپ ان کے ہم عمر تھے؟ کہا وہ مجھ سے تین چار سال بڑے تھے تو آپ کی عمر اب کتنی ہے؟ کہا کہ ۷۳ یا ۷۴ سال کی تو پھر میں چلا آیا۔'' آئینہ

کمالات'' اسلام میں جو تحریر مولوی صاحب کی شائع ہوئی اس میں آپ نے اپنی تاریخ پیدائش ۱۷ محرم ۱۲۵۶ھ بتائی ہے تو جناب کی تاریخ پیدائش ۱۲۵۲ھ ثابت ہوتی ہے۔ اور آتھم کے مقابلہ پر ۱۸۹۳ء کے اشتہار میں اپنی عمر ساٹھ سال بتائی ہے تو دونوں طریق پر آپ کی عمر ۷۴ یا ۷۵ سال ثابت ہوگی۔

آپ کا مقولہ ہے کہ جو لوگ سادگی میں عمر بسر کرتے ہیں بہت ہی پیارے لگتے ہیں۔ اور یہ بھی آپ کا مقولہ تھا کہ '' مرضی مولیٰ بہر حال اولیٰ''۔ میاں ظفر احمد کپورتھلوی کو دوسری شادی کی ضرورت ہوئی تو آپ نے کہا کہ یہاں دو لڑکیاں ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک پسند کرلیں۔ آپ آگئے اور ان کو کمرہ کے باہر چک (چق) کے درے کھڑا کردیا کہ وہ پسند کریں۔ اس نے دیکھ لیں تو آپ نے ان کو رخصت کردیا۔ پوچھا کہ کونسی پسند ہے کہا کہ لمبے چہرہ والی۔ مگر آپ نے کہا کہ گول چہرے والی اچھی ہے۔ کیونکہ اس کی خوبصورتی قائم رہتی ہے۔ مگر ان میں سے کسی کا رشتہ نہ ہوسکا۔ عبداللہ سنوری کو جب دوسری شادی کی ضرورت پیش آئی تو آپ نے کہا کہ بہت جلد اس قلعہ میں آجانا چاہئے اور زید، بکر کی پرواہ نہ کرو۔ آپ خوبصورت چیز کو پسند کرتے تھے اس لئے کہ (ان اللہ جمیل ویحب الجمال) آپ نے غالباً بیعت سے پہلے اشتہار دیا تھا کہ اگر کسی مخالف یا غیر مسلم کو شک ہو تو ہمارے پاس کچھ عرصہ ٹھہرے تاکہ اس کو نشان مل جائے ورنہ وہ انعام کا مستحق ہوگا۔ تو پھر آپ نے عبداللہ سنوری سے کہا کہ بہت بلایا ہے کوئی نہیں آتا۔'' وائٹ بریخت پادری'' بٹالہ میں ہے تم اس کے پاس متلاشی حق بنکر کہو کہ مرزا نے بڑا شور مچا رکھا ہے آپ اس سے مقابلہ کریں اگر وہ ہار گیا تو میں بلاعذر عیسائی ہو جاؤں گا اور بہت سے لوگ اور بھی عیسائی ہوجائیں گے۔ شام کا وقت تھا، سردی اور بارش بھی تھی، حامد علی نے مجھے روکا بھی مگر اسی وقت بٹالہ کو چلا آیا۔ تقریباً گیارہ بجے کوٹھی پر پہنچا تو خانساماں نے مجھے ٹھہرالیا کہ صبح ملاقات

کرادوں گا۔ صبح ہوئی تو پادری اور میم دونوں سے ملاقات کر کے میں نے وہ سب لفظ کہہ دیے جو آپ نے فرمائے تھے۔ مگر وہ انکاری ہوگیا کہ ہم ایسے معاملہ میں نہیں آنا چاہتے۔ تو میں مایوس ہوکر واپس قادیان آ گیا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی سے لدھیانہ میں جب مناظرہ ہوا تو تحریری مناظرہ تھا۔ حاجی نظام الدین مولوی صاحب کے پاس ہی کھانا کھاتے تھے وہ ایک دفعہ آپ کے پاس آئے کہ خلاف قرآن تم نے کیوں وفات مسیح کا قول کیا ہے؟ آپ نے کہا کہ اگر کوئی قرآن سے حیات مسیح ثابت کرے تو ابھی عقیدہ بدل لوں گا۔ کہا کہ ابھی مولوی صاحب سے پچاس آیتیں لکھواتا ہوں۔ آپ نے کہا کہ پچاس کی ضرورت نہیں ایک ہی لکھالاؤ' واپس دو گئے اور سر جھکائے واپس آ گئے کیوں؟ کہا کہ جب میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ مرزا صاحب عقیدہ بدلنے کا اقرار کرتے ہیں تو آپ جلدی آیتیں لکھ دیجئے۔ تو آپ ناراض ہو گئے کہ ارے اُلو ہم تو اسے احادیث کی طرف لاتے ہیں اور تم پھر قرآن کی طرف لے جاتے ہو۔ میں نے کہا کہ کیا قرآن میں حیات مسیح کا ذکر نہیں' کہا کہ نہیں۔ میں نے کہا کہ جب قرآن سے وفات ثابت ہوتی ہے تو ہم مخالف حدیثوں کو کیا کریں' تو انہوں نے گالیاں دیں تو حاجی صاحب نے آپ سے بیعت کرلی۔ کہتے ہیں کہ جب حاجی صاحب نے کہا کہ ہم تو قرآن کے ساتھ ہیں تو مولوی صاحب نے ساتھیوں سے کہا کہ اس کی روٹی بند کردو' تو مذاق کے طور پر حاجی نے دست بستہ ہوکر کہا کہ نہیں نہیں میں قرآن چھوڑ دیتا ہوں، آپ میری روٹی بند نہ کریں' تو مولوی صاحب شرمندہ ہو گئے۔ مولوی محمد حسین نے مخالفت سے پہلے براہین ہر چہار حصہ پر ایک بسیط تقریظ لکھی تھی جس کا اقتباس درج ذیل ہے۔ ''اس زمانہ میں بلحاظ حالات حاضرہ کے ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی نظیر آج تک پیدا نہیں ہوئی۔ اور آئندہ کی خبر نہیں اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی، جانی، قلمی، لسانی، حالی اور قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے کہ جس کی نظیر پہلے

مسلمانوں میں نہیں ملتی۔ کوئی مبالغہ سمجھے تو ایسی کوئی کتاب بتائے کہ جس میں آریہ و برہم سماج سے مقابلہ پایا جاتا ہو، اور اسلام کی نصرت کا بیڑا اٹھایا ہو، اور تحدی کی ہو کہ جس کو الہام میں شک ہو وہ ہمارے پاس آ کر مشاہدہ کرلے۔ مؤلف ہمارے ہم وطن ہیں بلکہ اوائل عمر میں (جب شرح ملا اور قطبی) پڑھتے تھے ہمارے ہم مکتب بھی تھے' اور اب تک خط وکتابت بھی جاری ہے۔ اس نے مسلمانوں کی عزت رکھ لی ہے یا اللہ لوگوں کے دلوں میں اس کتاب کی محبت ڈال اور اس گنہ گار بندے کو بھی اس کتاب کے خاص برکات سے فیضیاب کر''۔

ولارض من کاس الکرام نصیب

(دیکھو اشاعۃ السنہ جلد ششم)

''فتح اسلام'' میں وفات مسیح اور مثیل مسیح کا تذکرہ سرسری طور پر کیا تھا، نہ اس میں تحدی تھی اور نہ دلائل تھے۔ مگر اس کے بعد ''توضیح المرام'' میں پچھان دونوں مسئلوں پر روشنی ڈالی گئی' تاہم ایسی نہیں کہ انقلاب نما ہو۔ لیکن اس کے بعد جب ''ازالۃ الاوہام'' شائع ہوا تو ان دونوں نے انقلابی رنگ اختیار کرلیا تھا۔ اور جس قدر درمیانی اشتہارات نکلتے رہے ان میں بھی ایسی صراحت نہ تھی جس قدر کہ ''ازالہ'' میں ہے۔ بہرحال جب یہ اعلان ہوا تو شور مچ گیا اور آپ کو لدھیانہ، دہلی اور لاہور میں پرزور مباحثات کرنے پڑے اور جب ثابت ہوا کہ آپ مخالفین کے رعب میں آنے والے نہیں ہیں تو محمد حسین نے استفتاء تیار کیا اور میاں صاحب نذیر حسین دہلوی سے جواب لکھوا کر دو سو مولویوں کے دستخط کرائے اور ۱۸۹۲ء میں شائع کیا تو وہ پیشگوئی پوری ہوگئی کہ مسیح موعود پر تکفیری فتویٰ لگے گا۔ جناب مولوی میر حسن نے مرزا صاحب کے مزید حالات بھی اپنے ایک خط میں لکھے ہیں جو صاحبزادہ کو کچھ عرصہ ہوا آپ نے بھیجا تھا کہ مرزا صاحب سیالکوٹ محلہ کشمیریاں میں کرایہ کا مکان لے کر مقیم

ہوئے تھے مالک مکان کا نام عمرا جولاہا تھا جو میرا قریبی ہمسایہ ہی تھا۔ آپ فراغت کے وقت تلاوت قرآن مجید میں مصروف رہتے تھے اور رویا کرتے تھے۔ حاجت مند حسب دستور آتے تو فضل الدین برادر کلاں عمرا جولاہا کو بلا کر کہتے کہ ان کو سمجھا دو یہاں نہ آیا کریں۔ جتنا کام میرے متعلق ہوتا ہے کچہری میں ہی کر آتا ہوں تو فضل الدین چونکہ اپنے محلہ میں موقر تھا۔ اس لئے ان کو نکال دیتا تھا۔ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی بھی اسی محلہ میں رہتے تھے۔ پھر جامع مسجد کے سامنے ایک بیٹھک پر منصب علی حکیم وثیقہ نویس کے ہمراہ رہنے لگے۔ بیٹھک کے قریب فضل الدین دکاندار رات کو دکان کھولے رکھتے تھے اور لوگ وہاں جمع ہو جاتے تھے تو کبھی وہاں پر نصر اللہ عیسائی ہیڈ ماسٹر مشن سکول اور مرزا صاحب کا مباحثہ بھی ہو جاتا تھا۔ مولوی محبوب عالم صوفی تھا۔ آپ اور آپ کے دوست حکیم سین دونوں خدمت میں جاتے تھے تو مرزا صاحب کہتے کہ انسان کو خود کوشش کرنا چاہئے۔ کیونکہ والذین جاهدوا...... وارد ہے تو صوفی صاحب کشیدہ خاطر ہو جاتے تھے کہ بیعت کے بغیر راہ نہیں ملتی۔ پھر آپ نے ایک سکھ سے دوڑ کرنے میں سبقت حاصل کی تھی۔

(دیکھو سوانح شباب)

حکیم نورالدین صاحب کا ایک بھتیجا مسمی عبدالرحمن بدمعاش بھگوڑ قادیان کچھ مانگنے آیا تو آپ کو کچھ شبہ پیدا ہو گیا اس لئے حکیم صاحب سے کہلا بھیجا کہ نکال دو۔ حکیم صاحب نے روپے پیش کئے تو اس نے زیادہ مانگے اور حکیم صاحب کے پاس اتنے ہی روپے تھے۔ اسی کشمکش میں کچھ دیر ہو گئی تو آپ نے پھر کہلا بھیجا کہ آپ اسے رخصت کر دیں یا خود بھی چلے جائیں، تو قرضہ لے کر آپ نے اسے رخصت کر دیا۔ ایک غیر احمدی مالدار راولپنڈی کا رہنے والا حکیم صاحب کو اپنے گھر معالجہ کے لئے لینے آیا اور حکیم صاحب کو لے جانے کے لئے درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ گو اگر میں حکیم صاحب سے کہوں

کہ پانی یا آگ میں کود پڑو تو ان کو کوئی عذر نہ ہوگا۔ مگر ہمیں بھی تو حکیم صاحب کے آرام کا خیال ہونا چاہئے۔ ان کے گھر بچہ پیدا ہونے والا ہے وہ کیسے جاسکتے ہیں۔ حکیم صاحب نے سنا تو بہت خوش ہوئے کہ ہمارے متعلق آپ کا ایسا خیال ہے۔ ایک دفعہ آپ لیکچر دے رہے تھے تو ایک سکھ مسجد میں آکر گالیاں دینے لگا۔ لوگ کڑھتے تھے مگر آپ نے کہا جب خاموش ہو جائے، دو آدمی پکڑ کر باہر لے جاؤ مزاحمت کرے تو حاکم علی سپاہی کے سپرد کر دو، جو حکومت کی طرف سے یہاں متقرر ہے۔ مرزا نظام الدین، مرزا سلطان احمد کا وکیل تھا۔ باغ کی تقسیم کے لئے قرعہ تجویز ہوا تھا۔ آپ گھر سے نکلے تو وہ گلی میں کھڑا تھا۔ آپ نے دو لفافے پیش کئے۔ اس نے ایک اٹھا لیا جس میں شمالی حصہ تھا۔ اس تقسیم کے بعد آپ کو ضرورت درپیش آئی تو اہلیہ ثانی کا زیور لے کر باغ کا اپنا حصہ اس کے پاس رہن رکھ دیا جس کی میعاد تیس سال رکھی۔ عبداللہ سنوری کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ نے اپنی ظلی نبوت کا ثبوت دیتے ہوئے یوں کہا کہ ''ایک بادشاہ نے ایک مستری سے دیوار بنوائی جس پر اس نے اعلیٰ قسم کی گلکاری کرنے میں سارا زور خرچ کر ڈالا۔ اس کے مقابل پر دوسرے مستری نے کہا کہ تم بھی ایسی دیوار بناؤ اور اس پر کمال جانفشانی سے اپنے نقش ونگار کا انتہائی نمونہ پیش کرو اور دونوں کے درمیان پردہ لٹکوا دیا تاکہ ایک دوسرے کے کام پر اطلاع نہ پاسکے۔ اور جب دونوں دیواریں مکمل ہو چکیں تو بادشاہ اور لوگ دیکھنے آئے اور درمیان سے پردہ اٹھا دیا کہ اچھی طرح موازنہ ہو سکے۔ مگر یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ جو نقش ایک دیوار پر ہیں بعینہ وہی نقش دوسری دیوار پر بھی ہیں۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ پہلے مستری نے بیل بوٹے دکھانے میں کمال کیا تھا تو دوسرے نے دوسری دیوار کو اس قدر مصفا اور شفاف کر دیا تھا کہ پہلی دیوار کے تمام نقوش اوپر ظاہر ہونے لگے تھے۔

آپ کا مکان احباب کا گھر تھا، مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی حصہ زیریں

میں رہتے تھے۔ محمد علی صاحب بھی آپ کے مکان کے مختلف حصوں میں رہتے تھے۔ نواب محمد علی صاحب آئے تو وہ بھی ایک حصہ میں رہتے تھے پھر اپنا مکان بنالیا تو وہاں چلے گئے۔ مفتی محمد صادق کو بھی پہلے پہل وہیں جگہ ملی تھی۔ مولوی محمد احسن صاحب بھی کئی بار آپ کے مکان پر ہی ٹھہرے تھے اور ڈاکٹر سید عبدالستار صاحب بھی جب اہل وعیال سمیت آتے تو وہ بھی وہیں ٹھہرتے۔ ایک دفعہ آل محمد نے آکر دستک دی اور کہا بڑی فتح کی خبر لایا ہوں۔ جناب کے پاس مفتی محمد صادق تھے آپ نے ان کو دریافت کے لئے بھیج دیا۔ مفتی صاحب نے معلوم کیا کہ ایک مقام پر مولوی محمد احسن صاحب ایک مولوی سے جھگڑے تو اس کو خوب رگیدا۔ آپ نے جناب سے یہی لفظ کہہ دیئے تو آپ نے کہا کہ میں سمجھا تھا کہ یورپ مسلمان ہوگیا ہے۔ آپ نے اپنی اہلیہ سے پوچھا کہ کیا مرزا محمود کو اپنا جانشین مقرر کریں۔ تو اس نے کہا کہ آپ کی مرضی۔ اور یہ بھی کہا کہ ہماری جماعت میں تین قسم کے آدمی ہیں اول وہ کہ جن کو دنیاوی شان وشوکت کا خیال ہے۔ دوم وہ جو کسی بڑے آدمی مثلاً حکیم نورالدین صاحب وغیرہ کے زیر اثر ہیں۔ سوم وہ جو خاص مجھ سے تعلق رکھتے ہیں اور میری خوشی کو مقدم سمجھتے ہیں۔

بیعت اولیٰ لدھیانہ میں چالیس آدمیوں نے کی کہ آپ مجدد ہیں۔ سب سے پہلے حکیم نورالدین صاحب نے بیعت کی۔ پھر حامد علی نے پھر عبداللہ سنوری نے پھر باقی لوگوں نے۔ قادیان واپس آئے تو اہلیہ اور دوسری عورتوں نے بھی بیعت کرلی۔ اور جب دعوائے مسیحیت کیا تو آپ نے کہا کہ اب بہت شور اٹھے گا۔ تو جب آپ نے لدھیانہ جاکر یہ اعلان کیا تو بہت شور اٹھا اور کچھ مرید مرتد بھی ہوگئے۔ آپ کے سسر لدھیانہ میں مقیم تھے تو جناب نے وہاں مسیحیت کا اعلان کردیا۔ اس وقت ڈاکٹر اسمٰعیل مرزا محمود کے حقیقی ماموں تیسری جماعت میں پڑھتے تھے تو ان سے ہم جماعت لڑکوں نے کہا کہ مسیح تو زندہ ہیں، مگر

آپ کے گھر جو مرزا صاحب آئے ہوئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مسیح مرگئے ہیں۔ اس پر ڈاکٹر صاحب متعجب ہوکر گھر آئے تو آپ سے پوچھنا شروع کردیا۔ آپ نے ''فتح اسلام'' کی ایک جلد الماری سے نکال کر ان کو دیدی تاکہ خود تشفی کرلیں۔ مرزا امام الدین نے اپنے مکان میں کھڑے ہوکر کسی سے کہا کہ لوگ (مرزا صاحب) دکانیں کھول کر نفع اٹھا رہے ہیں' ہم بھی کوئی دکان بنائیں تو خاکروبوں کا پیر بن بیٹھا۔ قاضی امیر حسین نے کہا کہ ایک دفعہ خواجہ کمال الدین سے میرا جھگڑا ہوگیا تو خواجہ صاحب نے مجھ سے کہا: دیکھئے مرزا صاحب میری کتنی عزت کرتے ہیں تو اسکے جواب میں میں نے کہا کہ میں ایک دفعہ آپ کی خدمت میں آیا تو آپ نے مجھے چائے تیار کروادی۔ مگر خیال پیدا ہوا کہ کہیں میں منافق تو نہیں سمجھا گیا کہ اتنی عزت ہورہی ہے (مطلب یہ تھا کہ مرزا صاحب منافقوں کی بہت عزت کیا کرتے تھے اس لئے خواجہ کمال الدین کو مغرور نہ ہونا چاہئے کہ مرزا صاحب نے آپ کی عزت کی تھی)۔ فضل احمد کی والدہ صاحبہ سے آپ کو بے دینی کی وجہ سے نفرت تھی اسے ''دیکھے دی ماں'' کے لقب سے پکارتے تھے۔ دوسری شادی ہوئی تو آپ نے کہلا بھیجا کہ یا طلاق لے لو یا حقوق بخش کر خرچ لیتی رہو تو اس نے خرچ لینا منظور کرلیا۔ محمدی بیگم کے جھگڑے میں وہ مخالفین سے مل گئی تو آپ نے اسے طلاق دیدی۔

(دیکھو اشتہار نصرت دین وقطع تعلق از اقارب مخالف دین مجریہ ۲ مئی ۱۸۹۱ء)

اسکے بعد ایک دفعہ وہ بیمار ہوگئی تو آپ نے دوسری اہلیہ سے کہا کہ دو گولیاں دے آؤ مگر میرا نام نہ لینا۔ مارچ ۱۸۸۲ء کو آپ اصلاح حق کے لئے مامور ہوئے۔

(براہین ۳/۲۳۸)

مگر احتیاطاً توقف کرکے دسمبر ۱۸۸۸ء کو بیعت کا اعلان کیا اور شروع ۱۸۸۹ء کو بیعت لینی شروع کردی کہ ''میں مجدد ہوں اور مسیح ناصری کے رنگ میں ظاہر ہوا ہوں۔''

۱۸۹۱ء میں اعلان کیا کہ مسیح مرگیا ہے اور مسیح موعود میں ہوں۔ بیسویں صدی کا آغاز ہوا تو آپ نے اپنے متعلق نبی اور رسول کا لفظ صراحۃً استعمال کرنا شروع کردیا۔ اور مثیل کرشن ہونے کا دعویٰ ۱۹۰۴ء میں کیا۔ (لمحی مانی سیرۃ المہدی حصہ اول)

آپ نے جو دعاوی کئے ہیں انکی فہرست مختصر طور پر بترتیب سنہ عیسوی و نمبر دعویٰ یوں ہے۔

۱..... یہ عاجز مولف ''براہین احمدیہ'' خدا کی طرف سے مامور ہوا ہے تا کہ مسیح کی طرز پر کمال تواضع سے اصلاح خلق کے لئے کوشش کرے۔ (خلاصہ جلد براہین ۱۸۸۰ء ص۸۲)

۲..... آپ نے کہا کہ وہ کون آیا ہے جس نے اس چودھویں صدی کے سر پر مجدد ہونے کا ایسا دعویٰ کیا جیسا کہ اس عاجز نے کیا ہے۔ (ازالہ ۵۲ یا ۱۲۶، ستمبر ۱۸۹۱ء)

۳..... اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہوکر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے گو اسکے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزوی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے۔ (توضیح المرام ۲۲ جنوری ۱۸۹۱ء ص ۹ و ازالہ ۳۲۰ یا ۳۲۰)

۴..... ۱۸۹۱ء میں کہا کہ واضح ہو کہ جو پیشگوئی ابوداؤد کی صحیح میں درج ہے کہ ایک شخص حارث ماوراء النہر یعنی سمرقند کی طرف سے نکلے گا جو آل رسول کو تقویت دے گا اور جس کی امداد ہر مومن پر واجب ہوگی الہامی طور پر مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ پیشگوئی اور مسیح کے آنے کی پیشگوئی (جو مسلمانوں کا امام اور مسلمانوں میں سے ہوگا) اور اصل دونوں متحد المضمون ہیں اور دونوں کا مصداق بھی عاجز ہے۔ (ازالہ ۹۷/۲۲ یا ۳ ستمبر ۱۸۹۱ء)

۵..... یک مشت تیرہ دعوے کردیئے کہ میں آدم ہوں اور شیث، نوح، ابراہیم، اسحاق، اسمٰعیل، یعقوب، یوسف، موسیٰ، داؤد، عیسیٰ اور آنحضرت ﷺ کا مظہر اتم ہوں یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔ (ازالہ ص۲۵۳)

۶..... پہلے میرا نام خدا نے مریم رکھا اور بعد اس کے ظاہر کیا کہ اس مریم میں خدا کی طرف سے روح پھونکی گئی ہے۔ پھر فرمایا کہ روح پھونکنے کے بعد عیسوی مرتبہ کی طرف منتقل ہوگیا اور اس طرح مریم سے عیسیٰ پیدا ہوکر ابن مریم کہلایا۔ (ازالہ ۲۳ یا ۲۱۸ وحاشیہ براہین احمدیہ ص۴۹۶، کشتی نوح، حاشیہ حقیقۃ الوحی ص۷۰) تعریف اس خدا کی کہ جس نے تجھے (مجھے) مسیح ابن مریم بنایا۔

(حاشیہ حقیقۃ الوحی ص۷۲، اربعین ۳۲/۳)

۷..... خدا میں جذب ہوکر یہ منظر دکھایا کہ یقیناً وہ خدا ہی ہیں۔

(دیکھو آئینہ کمالات اسلام ص۹۳ و کتاب البریہ میں بحث الہام و کشوف کرویت)

۸..... پہلے ''اشتہار معیار الاخبار'' ۱۷ مارچ ۱۸۹۴ء میں اپنا مہدی ہونا شائع کیا پھر ریویو نومبر ۱۹۰۳ء ص۴۰۷ وغیرہ میں بھی اس کو بار بار دہرایا۔

۹..... سچا خدا وہی خدا ہے جس نے اپنا رسول قادیان میں بھیجا۔ (دیکھو انجام آتھم ۲۲ جنوری ۱۸۹۷ء) اسکے بعد بحوالہ ''براہین احمدیہ ص۴۹۸'' یہ بھی لکھا ہے کہ خدا کی وہ وحی جو مجھ پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے رسول، مرسل اور نبی ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ موجود ہیں۔

۱۰..... خدا کی ۲۳ برس کی متواتر وحی کو کیسے رد کرسکتا ہوں میں اس کی اس پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان تمام وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہوچکی ہیں (آتھم ص۲۰) پھر ''حقیقۃ الوحی ص۱۵۰'' میں بھی اسکو دہرایا ہے، انسان جب تک آپ کو مسیح موعود نہیں مانتا کافر ہے اور اس کی نجات نہیں۔ (دیکھو انجام آتھم ص۲۲)

۱۱..... اور ''اربعین نمبر۴، حاشیہ ص۶'' میں لکھا ہے کہ اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے مدار نجات ٹھہرایا حقیقۃ الوحی ص۱۷۹ پر اس کو یوں پختہ کیا ہے کہ کفر دو قسم ہے۔ اول آنحضرت ﷺ کو رسول نہ ماننا۔ دوم

مسیح موعود کو نہ ماننا کہ جس کی تصدیق کے لئے خدا اور رسول نے حکم دیا ہے بلکہ پہلے نبیوں نے بھی تصدیق کی تاکید کی ہے اور درحقیقت دونوں کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔

۱۲..... ۱۸۹۱ء میں شروع کر کے ۱۸۹۷ء میں کہا کہ آپ حضرت مسیح علیہ السلام سے افضل اور زیادہ مقدس ہیں۔ چنانچہ ازالہ، ۳ ستمبر ۹۱ء اور انجام آتھم ۹۷ء میں یوں لکھا ہے کہ آپ کی تین دادیاں اور نانیاں زنا کار عورتیں تھیں جن کے خون سے مسیح کا وجود ہوا۔ (حاشیہ ضمیمہ انجام، ص ۷) اسی نادان اسرائیلی نبی نے ان معمولی باتوں کا پیشینگوئی نام کیوں رکھا (ضمیمہ انجام ص ۴) یہ بھی یاد رہے کہ مسیح کو جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔

(حاشیہ ضمیمہ آتھم ص ۵، ازالہ ص ۳، اعجاز احمدی ص ۳، کشتی ص ۹)

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ دو اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص ۲۰)

خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ بخدا اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں ہرگز نہ کر سکتا اور جو نشان مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں ہرگز نہ دکھلا سکتا۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۵۳، ۱۴۸)

ناظرین! یہ تحریر اس شبہ کو بالکل کافور کر دیتی ہے کہ مرزا صاحب عیسیٰ علیہ السلام کی توہین صرف الزامی طور پر کرتے تھے اور جس جگہ مرزا صاحب نے یہ بہانہ کیا ہے اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ گو مسیح مقدس ہستی تھے مگر مجھ سے کم تھے۔

۱۳..... ''کتاب البریہ'' ۹۸ء میں یوں لکھا ہے کہ آ واہمن، خدا تیرے (مرزا صاحب کے) اندر اتر آیا۔ ص ۷۶، اور اس سے پہلے ''آئینہ کمالات'' کا الہام ۹۳ء میں گذر چکا ہے کہ خدا کے اندر خود آپ مرزا صاحب اتر کر جذب ہو گئے تھے' اس لئے یہ الہام بالکل درست ہو گیا کہ انا منک وانت منی اور یہ ایسا الہام ہے کہ افضل المرسلین ﷺ کو بھی نصیب

نہیں ہوا۔

۱۴..... خدا نے الہام کیا ہے کہ میں لوگوں کے لئے تجھے امام بناؤں گا اور تو ان کا رہبر ہوگا۔

(کتاب البریہ ص ۷۶، حقیقۃ الوحی ص ۷۹)

۱۵..... خدا فرماتا ہے میں نے ارادہ کیا کہ اپنا جانشین بناؤں تو میں نے آدم کو یعنی تجھے پیدا کیا۔ (کتاب البریہ ص ۷۹)

۱۶..... دانیال نبی نے میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی زبان میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں خدا کی مانند۔ (حاشیہ اربعین ۲۵/۳)

۱۷..... انت منی بمنزلة اولادی۔ خدا نے کہا کہ تو میری اولاد کی بجائے ہے (اربعین ۱۹/۴)

۱۸..... یکے پائے من می بوسید و من گفتم کہ حجر اسود منم۔ (حاشیہ اربعین ۱۵/۴)

۱۹..... الہامات میں میرا نام بیت اللہ بھی رکھا گیا ہے۔ (حاشیہ اربعین ۱۵/۴)

۲۰..... خدا تعالیٰ نے کہا کہ یہ لوگ (منشی الٰہی بخش وغیرہ) خون حیض تجھ میں دیکھنا چاہتے ہیں یعنی ناپاکی اور خباثت کی تلاش میں ہیں اور خدا چاہتا ہے کہ اپنی متواتر نعمتیں جو مجھ پر ہیں دکھلا دے اور خون حیض سے تجھے کیونکر مشابہت ہو اور وہ کہاں تجھ میں باقی ہے۔ پاک تغیرات نے اس خون کو خوبصورت لڑکا بنا دیا اور وہ لڑکا جو اس خون سے بنا میرے ہاتھ سے پیدا ہوا۔ (حاشیہ اربعین ۸/۴)

۲۱..... آیہ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی اسی طرف اشارہ کرتی ہے کہ امت محمدیہ میں جب بہت فرقے ہو جائیں گے تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا اور اس زمانہ میں وہ فرقہ نجات پائے گا جو اس ابراہیم کا پیرو ہوگا۔ (اربعین ۳۲/۳)

۲۲..... خدا نے مجھے کہا ہے کہ یا ادم اسکن انت وزوجک الجنة.

(اربعین ۲۴/۳، نزول المسیح اور کتاب البریہ ص ۸۱)

۲۳..... خدا نے مجھے کہہ دیا ہے کہ هو الذی ارسل رسوله بالهدی کا مصداق تو ہی ہے (اعجاز احمدی ص ۱۷) اگر کہو کہ صاحب شریعت افترا کرنے سے ہلاک ہو جاتا ہے (نہ ہر ایک مفتری) تو (اولاً) یہ دعویٰ ہی بے دلیل ہے۔ کیونکہ خدا نے افترا کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ (ثانیاً) یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر و نہی بیان کئے وہی صاحب شریعت ہو گیا پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی ”قل للمومنین یغضوا من ابصارهم“ وغیرہ دوسرے الہامات براہین میں درج ہیں اور ۲۳ سال کا عرصہ بھی گذر چکا ہے اور اب تک میری وحی میں امر بھی ہے نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید بھی (اربعین ۴ ص ۶) اور اربعین ۴ ص ۶/۳ میں لکھ چکے ہیں کہ میرے اس دعویٰ کی بنیاد حدیث نہیں ہے بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی ہاں تائیدی طور پر وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں، جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی سے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں۔

(اعجاز احمدی ص ۲۹ تحفہ گولڑویہ ص ۱۰ تریاق القلوب ص ۳۰)

۲۴..... اے رودر گوپال تیری مہما گیتا میں بھی ہے (لیکچر سیالکوٹ) آریہ جس کرشن کے منتظر ہیں وہ کرشن میں ہی ہوں۔ (حقیقۃ الوحی ص ۸۵)

۲۵..... مجھے خدا نے کہا ہے کہ انت سلمان و منی یاذا البرکات۔ (ریویو اپریل ۱۹۰۶ء)

۲۶..... براہین حصہ پنجم ص ۹۰ و تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۸۵ کی اشاعت میں یوں کہا ہے کہ میں یحییٰ بھی ہوں (او کما قال)۔

۲۷..... خدا تعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانہ میں وہ نشانات دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے (حقیقۃ الوحی ص ۱۳۷)۔ سچ تو یہ ہے کہ اس نے

اس قدر معجزات کا دریا رواں کر دیا ہے کہ باستثناء ہمارے نبی ﷺ کے باقی تمام انبیاء میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ اور یقینی طور پر ماننا محال ہے اور خدا نے اپنی حجت پوری کر دی ہے (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۶)۔

له خسف القمر المنیر وان لی خسفا القمران المشرقان اتنکر

(اعجاز احمدی ص ۷۱)

۲۸..... محمد ﷺ کے واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں جذب ہو کر اور اس کا نام محمد و احمد سے مسمّٰی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۲۶۵)

۲۹..... بار ہا بتلا چکا ہوں کہ بموجب آیت لما یلحقوا بهم بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں۔ (ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۹۷، نطایت ص ۸۶، ازالہ ص ۲۵۲)

۳۰..... خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو ہی ہے۔ آریوں کا (آسمانی) بادشاہ۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۸۵)

۳۱..... اپنا حاملہ ہونا بیان کیا۔ (حاشیہ حقیقۃ الوحی، کشتی نوح ص ۴۷ حاشیہ براہین ص ۴۹۶/۵)

۳۲..... اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں اس سے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی۔ (غلطی کا ازالہ ص ۲۰۸)

۳۳..... اعجاز احمدی، براہین احمدیہ ۵۶/۵ و تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۲۸ میں لکھا ہے کہ خدا اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اس نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشانات ظاہر کئے ہیں۔ جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔

۳۴..... ہم خدا کے فضل سے نبی اور رسول ہیں (اخبار عام لاہور) قادیانی جنتری ص ۹، ۱۹۲۶ء میں مرزا صاحب کی طرف سے یہ نظم شائع ہوئی ہے جس کا اقتباس درج ذیل ہے:

اے امیر المنکرین ہم احمد موعود ہیں | کان دھر کر تم سنو ہم عیسیٰ معبود ہیں
ہم بروز آدم و نوح و خلیل اللہ ہیں | مظہر زرتشت موسیٰ کرشن اور داؤد ہیں
ہم مثیل لوط و اسحاق اور اسمٰعیل ہیں | ہم مثال یوسف و یعقوب صالح وہود ہیں
ہم ہیں عکس الیا حزقیل اور ہیں دانیال | ہم ہیں تصویر محمد حامد و محمود ہیں
ہم نبی اللہ ہیں اور مظہر جملہ رسل | جو نہ مانیں گے ہمیں وہ کافر و مردود ہیں
سب نبی دیتے رہے ہیں جن کی آنے کی خبر | وہ ہیں ہم حکم خدا سے وقت پر موجود ہیں
ہم سنانے آئے ہیں پیغام ہر ایک قوم کو | اسود و احمر ہمارے سب کے سب مقصود ہیں
جو ہمیں مانیں مسیح اور اپنے جھگڑوں میں حکم | وہ ہمارے متبع ہیں وہ ہمیں مودود ہیں
ہم جو آئے پھر ہوا تجدید حکم اسجدوا | ہو کے آدم سب ملائک کے بنے مسجود ہیں
جو ہمارے در پہ آئے ہو گئے مقبول حق | جو یہاں سے پھر گئے وہ انکے ہاں مطرود ہیں
انبیاء ہو ویں ہمارے بعد یا ہوں اولیاء | اب ہمارے اتباع میں تا ابد محدود ہیں
ہم نے اپنی زندگی میں وحی حق سے دی خبر | جن امور سر واخفی کی وہ اب مشہود ہیں
جانشیں اول تو اپنے ہو چکے ہیں نور دیں | بعد انکے جانشیں فضل عمر محمود ہیں
مومنوں میں آتش فتنہ جلانا تھا ضرور | بعض ان اصحاب نے جو ساکن اخدود ہیں
جو مخالف تھے بڑے سب مٹ گئے انکے نشاں | صفحہ ہستی سے انکے نقش اب مفقود ہیں
سعدی و ڈوئی پگٹ جھوٹی آتھم ہیں کہاں | خاک میں سب مل گئے اوناک خاک آلود ہیں
فتنہ گر اعداء جو اب ہیں ان کو بھی تم دیکھنا | چند سالوں میں جہاں سے ہوتے نابود ہیں
یہ دُرر جو نظم میں منظوم یوسف نے کئے | یہ ہماری وحی اور تحریر میں موجود ہیں

عہد وفات

آپ کو وفات کے قریب وفات کے متعلق کثرت سے الہامات منذرہ اور خواب آئے۔ لاہور گئے تو اور بھی کثرت ہوئی۔ اہلیہ نے کہا کہ واپس قادیان چلیں۔ کہا کہ خدا لے جائے گا تب ہی چلیں گے مگر اس وقت بھی آپ رسالہ ''پیغام صلح'' کی تالیف میں مصروف رہے اور تقاریر کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ چنانچہ ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء بعد از عصر خواجہ کمال الدین کے مکان پر ایک پر جوش تقریر کی کیونکہ ابراہیم سیالکوٹی کی طرف سے مباحثہ کا چیلنج آیا تھا اور شرائط مناظرہ کے لئے مولوی محمد احسن صاحب کو مقرر کیا تھا۔ چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور اثنائے تقریر میں کہا کہ عیسیٰ کو مرنے دو کہ اسی میں اسلام کی زندگی ہے اور یہ بھی کہا کہ ہم تو اپنا کام ختم کر چکے ہیں۔ آپ کی وفات پر ''پانیر'' الہ آباد نے یوں لکھا کہ اگر کوئی اسرائیلی آسمان سے اتر کر تبلیغ کرے تو غلام احمد قادیانی سے ہی مشابہت رکھے گا۔ ہم کوئی عالمانہ رائے قائم نہیں کر سکتے مگر اسے اپنی صداقت کا پورا یقین تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ بشپ ویلڈن کو چیلنج دیا کہ نشان نمائی میں مقابلہ کرے اور یہ چیلنج ایسا ہی تھا جو الیاس نبی نے بعل کے پروہتوں کو دیا تھا۔ وہ لوگ جنہوں نے مذہب کے رنگ میں دنیا کے اندر ایک حرکت پیدا کر دی ہے وہ اپنی طبیعت میں مرزا صاحب سے بہت مشابہت رکھتے ہیں۔ اگر ''ارنسٹ رینن'' جو فرانس کا مشہور مصنف ہے آپ کے زمانہ میں ہوتا تو ضرور آپ سے ملتا۔ بہر حال قادیان کا نبی ایسے لوگوں میں سے تھا جو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔

''ٹائمز اوف لندن'' نے لکھا کہ ''آپ ذی وقار جذبہ رکھنے والے خوب ذہین تھے۔ آپ کے متبعین بڑے لوگ بھی ہیں۔ آپ دھوکہ خوردہ تھے دھوکہ دینے والے ہرگز نہ تھے''۔

''علی گڑھ انسٹیٹیوٹ'' نے لکھا کہ ''آپ اسلام کے پہلوان تھے''۔

’’دی یونیٹی‘‘ کلکتہ نے لکھا کہ ’’آپ بہت دلچسپ تھے۔ ایمان کے زور سے بیس ہزار تبع پیدا کر لئے تھے‘‘۔

’’صادق الاخبار‘‘ ریواڑی نے لکھا کہ ’’آپ نے خدمت اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں رکھا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولوالعزم فاضل اجل حامی اسلام کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے‘‘۔

’’تہذیب نسواں‘‘ لاہور نے لکھا ’’آپ برگزیدہ بزرگ تھے۔ ہم انہیں مذہباً مسیح تو نہیں مانتے لیکن ان کی رہنمائی مردہ روحوں کیلئے واقعی مسیحائی تھی‘‘۔

’’آریہ پتر کا‘‘ لاہور نے لکھا کہ ’’جو کچھ آپ نے اسلام کی ترقی کیلئے کیا مسلمان ہی اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ مگر ان کی تصانیف میں پایا جاتا ہے کہ آپ کے خیالات بڑے وسیع تھے اور زیادہ قابل برداشت تھے۔ آریہ سماج سے آپ کے تعلقات دوستانہ نہ تھے‘ اس لئے جب ہم آپ کو یاد کرتے ہیں تو دل میں جوش پیدا ہوتا ہے‘‘۔

’’اندر‘‘ نے لکھا ’’مرزا صاحب ایک صفت (استقلال) میں محمد صاحب (ﷺ) سے مشابہ تھے اور آخر دم تک اس پر قائم رہے‘‘۔

’’برہم چارک‘‘ نے لکھا کہ ’’آپ بلحاظ لیاقت وشرافت کے بڑے پایہ کے انسان تھے‘‘۔

’’امرتا بازار پتر کا‘‘ کلکتہ سے لکھتا ہے کہ ’’آپ درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے اور سینکڑوں آدمی روزانہ ان کے لنگر سے کھانا کھاتے تھے‘‘۔

’’سٹیٹس مین‘‘ کلکتہ سے لکھتا ہے کہ ’’آپ مشہور اسلامی بزرگ تھے‘‘۔

’’اخبار وکیل‘‘ امرتسر نے لکھا کہ ’’اس شخص کا قلم پر سحر تھا۔ زبان جو دماغی عجائبات کا مجسمہ نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ وہ شخص جو تیس برس تک مذہبی دنیا کے لئے زلزلہ اور طوفان رہا اور شور قیامت ہو کر خفتگان ہستی کو بیدار کیا، خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا۔ ایسے شخص دنیا میں ہمیشہ نہیں

آتے کہ جن سے مذہبی دنیا میں انقلاب پیدا ہو۔ آپ کی مفارقت سے مسلمانوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ ان سے ایک بڑا شخص جدا ہو گیا ہے۔ جس سے مخالفین اسلام سے مدافعت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ عیسائیوں اور آریوں کے مقابلہ پر آپ کا لٹریچر قبولیت حاصل کر چکا ہے۔ آپ نے قلمی مجاہدوں کی پہلی صف میں کھڑے ہو کر فرض مدافعت ادا کر دیا تھا۔ کثرت مشق ومباحثہ نے آپ میں ایک شان پیدا کر دی تھی۔ تبلیغ وتلقین یہاں تک تھی کہ مخاطب برجستہ جواب سن کر فکر میں پڑ جاتا تھا۔ ہندوستان مذاہب کا گھر ہے‘ آپ کا دعویٰ تھا کہ میں حکم اور ثالث ہو کر آیا ہوں تو بے شک باقی مذاہب پر اسلام کو فوقیت دینے میں آپ خاص قابلیت رکھتے تھے۔ امید نہیں کہ مذہبی دنیا میں کوئی ایسا آدمی پیدا ہو‘‘۔

ڈاکٹر والٹر صاحب ایم اے سیکریٹری اوف وائی ایم سی اپنی کتاب ’’احمدیہ موومنٹ‘‘ میں لکھتے ہیں کہ ’’آپ فیاض اور سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور مخالفین کے سامنے جو جرأت آپ نے دکھائی تھی وہ قابل تحسین ہے۔ صرف مقناطیسی قوت جاذبہ رکھنے والا ہی ایسے لوگوں کی وفاداری حاصل کر سکتا ہے کہ جن میں سے دو نے افغانستان میں جان دے دی‘ مگر آپ کا دامن نہ چھوڑا۔ کئی احمدیوں سے پوچھا گیا تو انہوں نے آپ کی مقناطیسی طبیعت کو ہی پیش کیا‘‘۔

آپ کی وفات لاہور میں ہوئی۔ احمدیہ بلڈنگس متصل اسلامیہ کالج میں کچھ دن آپ نے قیام کیا تھا۔ حکیم نور الدین صاحب نیچے صحن میں روزانہ تبلیغ کرتے تھے اور اوپر کے مکان میں آپ معہ اہل وعیال رہتے تھے۔ پاس ہی دوسرے میدان میں مخالفین نے جلسہ گاہ قائم کر دی تھی۔ مقابلہ میں وعظ ہوتے تھے اور ایک میلہ لگا ہوا تھا۔ تقریباً دو ہفتے یہی کارروائی رہی آخر ایک روز فوری موت کی خبر اڑ گئی کہ آپ رخصت ہو گئے ہیں۔ وجوہات مختلف بیان کئے جاتے تھے کوئی درد گردہ کا دورہ بتاتا تھا۔ کوئی بند ہیضہ کی شکایت پیش کرتا

اور کوئی دل کی حرکت کا بند ہونا بتاتا تھا۔ اندر گھر کے ناگہانی واقعہ پیش آیا۔ اس لئے صحیح طور پر کوئی رائے قائم نہ ہوسکی۔ آخر الامر جب مرزا بشیر احمد نے ''سیرۃ المہدی'' لکھی تو اس نے صحیح واقعات پیش کر دیئے کہ جن کا خلاصہ یہ ہے' کہ آپ مرض الموت میں بیمار ہوگئے حالت نازک ہوگئی تو آپ کی اہلیہ بہت گھبرا کر کہنے لگیں یا اللہ یہ کیا ہونے لگا ہے تو آپ نے جواب دیا وہی جو میں کہا کرتا تھا۔

۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ تندرست تھے نماز عشاء کے بعد اپنی اہلیہ کے ساتھ کھانا کھایا۔ مرزا بشیر احمد کہتے ہیں کہ صبح کے قریب میں دیکھتا ہوں کہ آپ اسہال سے سخت بیمار ہیں اور حالت نازک ہے' معالج اور تیماردار اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ تو میرا دل بیٹھ گیا کہ یہ مرض الموت ہے کمزور تو ہو ہی چکے تھے۔ ڈاکٹر نے نبض دیکھی تو ندارد سب سمجھے کہ آپ وفات پا چکے ہیں' پھر نبض چلنی شروع ہوئی۔ چارپائی صحن میں تھی اندر لائی گئی روشنی ہوگئی تو آپ نے وقت پوچھ کر تیمم کے ساتھ نماز شروع کر دی تو غشی ہوگئی۔ پھر پوچھا تو نماز شروع کر دی مگر کرب بہت تھا۔ آٹھ بجے کے قریب ڈاکٹر نے پوچھا کہ کیا تکلیف ہے؟ تو جواب ندارد لکھنا چاہا تو قلم گھسٹتا ہوا چلا گیا۔ پھر نو بجے غرغرہ شروع ہوگیا اور لمبے سانس آنے لگے مستورات پلنگ کے پاس نیچے بیٹھ گئیں۔ ڈاکٹر محمد حسین نے قلب کے پاس انجکشن کیا تو جگہ ابھر آئی آخر ایک لمبا سانس آیا تو رخصت ہوگئے۔ مرزا بشیر احمد اس مقام پر اپنی والدہ کا بیان یوں درج کرتے ہیں کہ ''پہلا دست کھانا کھانے کے وقت آیا تھا کچھ دیر بعد دو دفعہ پاخانہ میں رفع حاجت کو گئے زیادہ ضعف ہوا۔ تو مجھے اٹھا کر میری چارپائی پر لیٹ گئے پھر حاجت ہوئی تو چارپائی کے پاس ہی رفع کر لی۔ میں پیر دباتی تھی کہ ایک اور دست آیا (ان پانچوں دستوں کے بعد) قے آئی تو بالکل ہی ناطاقت ہوکر چارپائی پر گر پڑے' گرتے ہوئے چوٹ بھی آئی تھی اور حالت دگرگوں ہوگئی تو حکیم نور الدین صاحب اور مرزا محمود

(خلیفہ وقت) کو بلا لیا''۔

اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ ہیضہ کے عارضہ سے وفات واقع ہوئی۔ وفات سے پہلے ایک انگریز نے مولوی محمد علی صاحب سے ''رسالہ الوصیۃ'' مرتب کرنے کے دنوں میں پوچھا تھا کہ جناب نے اپنے بعد جانشین کے قرار دیا ہے؟ تو آپ نے اہلیہ سے پوچھ کہ کیا مرزا محمود کو جانشین مقرر کیا جائے؟ تو اس نے کہا کہ آپ کی مرضی۔ آپ نے وفات پائی تو حکیم نور الدین صاحب سن کر اندر آئے اور آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا واپس ہوکر دروازے سے باہر نکل رہے تھے تو مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے کہا کہ انت صدیقی تو حکیم صاحب نے کہا کہ قادیان چل کر فیصلہ ہوگا۔ آپ کی تین انگوٹھیاں تھیں ایک پر الیس اللّٰہ بکاف عبدہ لکھا تھا۔ جو دعوائے نبوت سے پہلے کی تھی' دوم دعویٰ کے بعد کی جس پر یہ لکھا تھا کہ غرستک بیدی برحمتی وقدرتی ... الخ سوم وفات کی انگوٹھی جو آپ وفات کے وقت پہنے ہوئے تھے یہ کسی نے بنوا دی تھی اور اس پر یہ لکھا تھا کہ مولا بس۔ قرعہ اندازی سے پہلی محمود صاحب کو ملی، دوسری بشیر صاحب کو اور تیسری شریف احمد کو۔ حکیم محمد حسین صاحب قریشی موجد مفرح عنبری اپنے رسالہ موسوم بہ ''خطوط امام بنام غلام'' کے صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں کہ وحی الٰہی کے مطابق ۲۷ اپریل ۱۹۰۸ء کو حضور قادیان سے بعزم لاہور روانہ ہوئے دو روز بٹالہ ٹھہر کر ۲۷ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ کو لاہور پہنچے۔ ۲۷ روز ہی لاہور میں تشریف فرما رہے اور پھر ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو ہی مقبرہ بہشتی میں دفن ہوئے۔ غسل میرے ہاتھ سے ہوا اور دوسرے احباب پانی ڈالتے تھے۔ لاہور میں حضور کو تاریخ وفات کے رنگ میں یہ مصرعہ الہام ہوا۔ ؎ مکن تکیہ بر عمر ناپائدار

احمدیہ جنتری لاہور ۱۹۲۱ء ص ۳۶ میں ہے کہ ۱۹۰۵ء میں جناب نے تبلیغ سلسلہ قادیانیہ کا کام اصحاب ذیل کے سپرد کیا۔ مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ، خواجہ

کمال الدین، سید محمد احسن امروہی، صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد، خانصاحب محمد علی رئیس مالیر کوٹلہ، سیٹھ عبدالرحمن مدراسی، غلام رسول پشاوری، میر حامد شاہ سیالکوٹی، شیخ رحمت اللہ لاہوری، مرزا یعقوب بیگ شاہ پور خلیفہ رشید الدین آگرہ، ڈاکٹر سید محمد حسین لاہور اور ڈاکٹر محمد اسمٰعیل لاہور۔ چنانچہ ۲۹ جنوری ۱۹۰۶ء کو سکریٹری نے اپنے تبلیغی اصول شائع کرنے کا کام شروع کر دیا اور جناب نے اس انجمن کو یہ چارٹر عنایت کیا کہ انجمن کے امور وہی صحیح سمجھے جائیں جو کثرت رائے سے پاس ہوں مگر خاص دینی اغراض جو ہم سے تعلق رکھتے ہیں انکی اطلاع مجھے دینی چاہیے ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو میری زندگی کے بعد صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔ (از قلم مرزا غلام احمد ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

ضمیمہ الوصیت کی دفعہ ۶ میں لکھا ہے کہ چونکہ یہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے اسے دنیا داری کے رنگوں سے پاک رہنا چاہیئے۔ ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوکر جملہ اراکین نے متفقہ طور پر حکیم نور الدین صاحب کو خلیفۃ المسیح قرار دیا اور آپ کی وفات ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء تک متفقہ کام قادیان میں ہوتا رہا مگر آپ کی وفات پر ہی وہ انجمن دو حصے ہوگئی اور ایک فریق تو وہیں قادیان میں رہا اور دوسرے فریق نے لاہور کو صدر مقام احمدیہ بلڈنگس قرار دیا جہاں مسیح کی وفات ہوئی تھی۔ اور اپنا امیر جماعت مولوی محمد علی صاحب کو مقرر کر لیا اور ۲ مئی ۱۹۱۴ء کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام سے کام شروع ہوا اور ڈیڑھ سال (یعنی اخیر دسمبر ۱۹۱۵ء تک) کے عرصہ میں اخبار ''پیغام صلح'' جو مشترکہ سوسائٹی کی ملکیت تھا اسے خرید کر قومی اخبار بنایا گیا۔ کل آمدنی اس عرصہ میں معہ شمولیت ووکنگ مشن ساڑھے باون ہزار سے اوپر ہوئی اور خرچ پونے اکاون ہزار کے قریب ہوا۔ اور امیر صاحب نے حدیث کا درس دیا اور مولوی فضل الٰہی عربی پڑھاتے رہے۔ انگریزی ترجمہ قرآن مؤلفہ امیر صاحب چھپنا شروع ہوا۔ اور جہاد اکبر اور حدوث

مادہ وغیرہ رسائل مفت تقسیم کیے۔ ووکنگ مشن میں مولوی صدر الدین اور شیخ نور احمد اور خواجہ کمال الدین کام کرتے رہے۔ دوسرے سال (اکتوبر ۱۹۱۵ء لغایت ستمبر ۱۹۱۶ء) تقریباً ساڑھے چونسٹھ ہزار آمد ہوئی اور خرچ انگلستان میں پونے چونتیس ہزار ہوا باقی ہندوستان میں پہنچا اسی سال تعلیمی طور پر کام شروع ہوا اور امیر صاحب نے النبوۃ فی الاسلام کتاب لکھی اور احمدیہ لائبریری ایڈیشن پر سلسلہ تصانیف احمدیہ کی پہلی جلد براہین احمدیہ ہر چہار جلد شائع ہوئی۔ مولوی محمد احسن امروہی بھی لاہوری فریق میں (قادیانی فریق سے نکل کر) شامل ہوگئے اور خرچ ۳۲ ہزار کے قریب ہوا۔ تیسرے سال (اکتوبر ۱۹۱۶ء لغایت ۱۹۱۷ء) میں انگریزی ترجمہ قرآن شریف باہتمام مولوی صدر الدین چھپ کر ہندوستان پہنچا۔ مسلم ہائی سکول معہ میٹرک کلاس کے جاری ہوا۔ مئی ۱۹۱۷ء میں کوٹ موگل اور موہن پور ضلع سیالکوٹ میں قوم چوہڑوں کی اصلاح گورنمنٹ کی طرف سے اس انجمن کے سپرد ہوئی اور حسن کارکردگی میں انعام حاصل کیا۔ آمد ۳۷ ہزار کے قریب ہوئی اور خرچ ساڑھے ۳۴ ہزار کے قریب ہوا۔ یہ رسائل بھی جاری ہوئے: احمدیہ موومنٹ چار جلد، نکات القرآن وغیرہ مولفہ امیر صاحب سال چہارم (اکتوبر ۱۹۱۷ء لغایت ستمبر ۱۹۱۸ء) ۵۵ ہزار کے قریب آمدنی ہوئی اور ۵۲ ہزار خرچ ہوا۔ مبلغین بھیجے اور امیر صاحب نے درس قرآن لاہور اور شملہ میں دیا اور نکات القرآن اور حقیقۃ المسیح شائع ہوئے۔ سال پنجم (اکتوبر ۱۹۱۸ء لغایت ستمبر ۱۹۱۹ء) ۷۳ ہزار تک آمدنی ہوئی اور ۶۷ ہزار تک خرچ ہوا۔ اسی سال اردو ترجمہ قرآنی، صحیح البخاری مترجم اور سیرت نبوی امیر صاحب نے مرتب کی۔ چنانچہ ''سیرۃ'' اکتوبر ۱۹۲۰ء میں شائع ہوگئی۔

۱۴..... خاص خاص حالات مسیح قادیانی

یوں تو ''سیرۃ المہدی'' اور ''کتاب البریہ'' کے اقتباسات مطالعہ کرنے کے بعد جناب کے مزید حالات دریافت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ مگر تاہم جن خیالات پر زیادہ زور دیا جاتا ہے ان پر بھی خامہ فرسائی کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

بیماریاں اور دوائیں

اسلاف کے بیان میں گذر چکا ہے کہ دماغی کمزوری آپ کے ورثہ میں تھی اور بچپن سے ہی آپ دائم المریض اور گوشہ نشین چلے آئے ہیں۔ شباب بھی آپ کا بیماریوں میں ہی گذرا اور شیخوخت میں تو اس قدر عوارض جمع ہوگئے تھے کہ آپ کو ''کتاب الوصیۃ'' لکھنی پڑی اور مرض الموت میں بھی آپ کو ہیضہ کا عارضہ ہوا تھا اور یہ کہنا کہ کیا کیا دوائیں استعمال کرتے تھے یا کن کن عوارض میں آپ گرفتار رہتے ان کا کچھ بیان تو باب المزاج میں گذر چکا ہے اور کچھ رسالہ مسمّی بہ ''خطوط امام بنام غلام'' مولفہ حکیم محمد حسین صاحب قریشی لاہوری موجد مفرح عنبری مطبوعہ ۹ جولائی ۱۹۰۹ء سے اقتباساً درج ذیل ہے جس میں حکیم صاحب نے آپ کے وہ خطوط فخریہ طور پر درج کئے ہیں جو وقتاً فوقتاً آپ نے انکے نام روانہ کئے تھے ہم ان کو نمبروار درج کرتے ہیں۔

۳..... مجھے اخویم صاحب حکیم محمد حسین صاحب قریشی سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ چونکہ بباعث بیماری کے میرے گھر مشک خالص کی ضرورت ہے اور مجھے بھی سخت ضرورت ہے اور پہلی مشک ختم ہوچکی ہے پچاس روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال ہیں۔ دو تولہ مشک خالص دو شیشیوں میں ارسال کریں۔ بروز پنجشنبہ سیالکوٹ جاؤں گا بہتر ہے کہ آپ اسٹیشن پر مجھے دیدیں۔ (غلام احمد ۲۲ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

۵..... آپ بے شک مشک خالص بقیمت ـــ خرید کر کے وی پی کر دیں۔

۷..... اس دفعہ دو دواؤں کی ضرورت ہے ایک کیلورانہ جو دو دفعہ پہلے بھی منگا چکا ہوں۔ شاید للعہ روپے قیمت پر آتی ہے۔ دوسری وائی بیوٹر جو رحم کے لئے ہے اس کے لئے ـــ کافی ہوں گے۔ بذریعہ وی پی ارسال کریں۔

۱۰..... میرا چھوٹا لڑکا مبارک ضعف ہضم میں گرفتار ہے آپ پیرش کیمیکل فوڈ یعنی شربت فولادی ایک بوتل بہت جلد بھیجیں قیمت دی جائے گی اس کو شدت تپ میں ام الصبیان کا عارضہ بھی ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر محمد حسین سے مشورہ کر کے کوئی اور دوا بھی بھیج دیں جگر کا بھی خیال رہے۔

۱۲..... میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے اس کو اشیاء خود خرید دیں ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے خرید دیں (غالباً یہ بھی ایک قسم کی شراب ہی ہے۔ ۱۲ مصنف)۔

۱۳..... چند روز سے سخت بیمار ہوں۔ بعض وقت جب دورہ دوران سر شدت سے ہوتا ہے تو خاتمہ زندگی محسوس ہوتا ہے۔ ساتھ سر درد بھی ہے۔ اس لئے روغن بادام سر اور پاؤں کی ہتھیلیوں پر ملنا مفید ہوتا ہے۔ بدست محمد یار پانچ روپے ارسال ہیں۔ ایک بوتل روغن بادام تازہ خرید کر کے بھیج دیں۔

۱۴..... آج مولوی یار محمد لاہور گئے افسوس ضروری کام یاد نہ رہا۔ ایک تولہ مشک عمدہ خالص خوشبودار جس میں چھچھڑا نہ ہو درجہ اول شرطی یا اپنی ذمہ داری پر بھیج دیں اور دوا بیا سر درد کی ٹکیوں کی بھی جو بڑی ہوں بھیج دیں۔

۱۷..... آپ براہ مہربانی ایک تولہ مشک خالص جس میں ریشہ جھلی اور صوف نہ ہو اور تازہ و خوشبوناک ہو بہت جلدی وی پی کریں کیونکہ پہلی مشک ختم ہوچکی ہے اور بباعث دورہ مرض ضرورت رہتی ہے۔ ۲۸ اپریل ۱۹۰۳ء

۱۸..... ایک ضروری کام بوقت ملاقات یاد نہ رہا وہ یہ ہے کہ پہلی مشک جو آپ نے لاہور سے بھیجی تھی وہ ختم ہو چکی ہے آپ جاتے ہی ایک تولہ مشک خالص جس میں چھچھڑا نہ ہو اور عمدہ خوشبودار ہو وی پی کر دیں قیمت جتنی ہو مضائقہ نہیں اور ساتھ ہی اس کے انگریزی دکان سے ٹنکچر لونڈر جو ایک سرخ رنگ کا عرق ہے (غالباً وہ انگوری شراب ہوتا ہے ۱۲۔ مصنف) پرسوں تک ضرور بھیج دیں کیونکہ مجھے اپنی بیماری کے دورہ میں ان کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔

۱۹..... اشیاء مفصلہ ذیل ہمراہ لیتے آئیں۔ وائی بیوٹراز دکان پلومر قیمتی۔۔۔ مشک خالص جس میں چھچھڑا نہ ہو، قیمتی۔۔۔ پان بیگی عمدہ قیمتی اور ایک انگریزی وضع کا پاخانہ جس کی قیمت معلوم نہیں اس کی قیمت یہاں سے مل جائیگی۔ مجھے دوران سر کی بہت شدت سے مرض ہوگئی ہے۔ پیروں پر بیٹھ کر پاخانہ کرنے سے سر میں چکر آتا ہے اس لئے انگریزی پاخانہ کی ضرورت ہے۔

۲۰..... مجھے دو ماہ سے کثرت پیشاب کی بہت شکایت ہے۔ تمام رات بار بار پیشاب آنے سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ پہلے میں نے سوڈا ایلی سلاس استعمال کیا تھا فائدہ ہوا ۴/ کی خرید کر بھیج دیں اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے ذرے ریت کی طرح براق ہوتے ہیں یہ دوائی دو تولہ بھیج دیں قیمت کی کمی بیشی بعد میں دیکھی جائی گی ساتھ ہی اس کے آٹھ جوڑہ جراب عمدہ ولایتی فی جوڑہ قیمتی ۸/ جلد تر وی۔ پی کر دیں کیونکہ ایک طرف دوران سر کی شکایت ہے اور دوسری طرف پاؤں کی سردی کی بھی تکلیف ہے۔ اگر کوئی پشمینی پوستین کابلی جوتی اور گرم اور کشادہ ہو مل جائے تو اس کی قیمت سے بھی اطلاع دیں۔ جوڑہ جراب کسی رنگ کا ہو مضائقہ نہیں۔ اس قدر پاؤں کو سردی ہے کہ اٹھنا مشکل ہے۔

۲۱..... میری رائے میں مشک (مرسولہ) بہت عمدہ تھی۔ اگر چند ہفتوں میں گنجائش ہوئی تو اور

منگواؤں گا بوقت ضرورت جس طرح بن پڑے منگوانی پڑتی ہے وہ مشک تھوڑی سی موجود ہے باقی سب خرچ ہو چکی ہے۔

۲۲..... ۷ ستمبر ۱۹۰۷ء کو مبارک احمد فوت ہو گیا ہے اب برف نہ بھیجیں۔

۲۳..... میری بیماری کے لئے روغن بادام تازہ بھیج دیں۔ ان خطوط پر عموماً تاریخ روانگی نہیں دی گئی اور حکیم صاحب نے صفحہ نمبر ۸ پر ایک نوٹ دیا ہے کہ ”میں اپنا فخر سمجھتا ہوں کہ حضور علیہ السلام (مرزا صاحب) اس ناچیز کی تیار کردہ مفرح عنبری کا بھی استعمال فرماتے تھے چونکہ دورہ مرض کے وقت اکثر مشک و دیگر مقوی دل ادویات کی ضرورت رہتی تھی جو اکثر میری معرفت جایا کرتی تھیں۔ مجھے خیال آیا کہ میری مفرح عنبری آپ استعمال کریں تو بہت سا خرچ بچ جائے گا ہٰذا میں نے ایک دفعہ دوسری ادویہ کے ساتھ ایک ڈبیہ مفرح عنبری بھی بھیج دی اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ اگر آپ کو موافق آ جائے تو ہمیشہ پیش کر دیا کروں گا۔ میری خواہش پوری ہوئی اور آپ نے ایک ہفتہ بعد میر مہدی حسین کو بھیج کر قیمتاً ایک اور ڈبیہ منگائی تو میں نے قیمت واپس کرتے ہوئے ایک اور ڈبیہ بھیج دی اس کے بعد آپ نے لاہور کو آخری سفر کیا۔“ اور ص ۷ پر لکھا ہے کہ ”گرم پوستین چالیس روپیہ میں خرید کر کے بھیج دی گئی تھی۔ جسکی نصف قیمت بیس روپے مستری محمد موسیٰ سوداگر بائیسکل نے دی تھی“ اور ص ۳ پر لکھتے ہیں کہ ”آپ مجھ سے ہی مشک منگوایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ خادم امرتسر سے لے گیا تھا تو آپ نے واپس کر دی تھی۔

”اخبار الحکم“ ۲۸ مئی ۱۹۰۶ء میں ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کو اسہال کی بیماری بہت دیر سے تھی دماغی کام کرتے (تو بڑھ جاتی) کھانا ہضم نہ ہوتا۔ دل سخت کمزور تھا، نبض ساقط ہو جایا کرتی تھی۔ مشک وعنبر کے استعمال سے واپس آ جاتی تھی۔ لاہور کے آخری قیام میں بھی یہ عارضہ دو تین دفعہ پیش آیا لیکن ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کی شام کو جب سارا دن پیغام صلح کا

مضمون لکھنے کے بعد سیر کو تشریف لے گئے تو واپسی پر پھر یہ دورہ شروع ہو گیا اور وہی دوائی مقوی معدہ جو استعمال ہوتی تھی مجھے حکم بھیج کر تیار کرائی مگر فائدہ نہ ہوا اور قریباً گیارہ بجے ایک اور دست آنے پر طبیعت از حد کمزور ہو گئی۔ مجھے اور حکیم نورالدین کو بلایا مقوی ادویات دی گئیں اس خیال سے کہ دماغی کام کی وجہ سے یہ مرض ہے نیند آنے سے آرام آجائے گا اس لئے ہم واپس چلے گئے دو تین بجے کے درمیان ایک دست اور بڑا آیا۔ نبض بالکل بند ہو گئی تو حکیم نورالدین اور خواجہ کمال الدین نے مجھے اور میرے برادر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کو گھر سے بلوایا۔ مرزا صاحب نے یعقوب بیگ سے پاس بلا کر کہا کہ مجھے اسہال کا دورہ سخت ہو گیا ہے دوائی تجویز کریں۔ علاج شروع ہوا مگر حالت نازک تھی۔ نبض واپس نہ آئی اس لئے ہم پاس ہی رہے یہاں تک کہ سوا دس بجے آپ رخصت ہو گئے۔

البشریٰ ۱۰۵/۲ میں ہے کہ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں یہ الہام پورا نہ ہوا تو لاہوریوں نے لاہور کو ہی ”مدینۃ المسیح“ تصور کر لیا اور قادیانیوں نے قادیان کو ہی دارالامان یعنی مکہ بنا ڈالا۔ تا کہ یہ مفہوم پیدا ہو جائے کہ یا لاہور میں مرنے گئے یا قادیان میں۔

مگر ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کس جرأت سے مکہ و مدینہ، نبی و رسول، بیت المقدس، دمشق منارہ بیضاء اور باب لد وغیرہ تیار کر لئے ہیں۔ لیکن نقل نقل ہی ہے اور اصل اصل۔ دانشمند نقلی مال کے خواہاں نہیں ہوتے اور اصلی مال کو بڑے داموں پر خریدتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کے روضہ نبویہ میں دفن ہوں گے اس کی تاویل یوں کی کہ بروزی طور پر بہشتی مقبرہ ہی گنبد خضراء کا مقام ہے اس لئے آپ روضہ نبویہ میں ہی دفن ہوئے ہیں اور یہ بھی وارد ہے کہ مسلمان مسیح پر نماز جنازہ پڑھیں گے اس کا مطلب یوں گھڑ لیا کہ صرف آپ پر نماز جنازہ حاضر یا غائب پڑھنے والے ہی اس وقت مسلمان ہوں گے۔ باقی اہل اسلام سب کافر ہوں گے یہ بھی وارد ہے کہ مسیح روحاء کے درمیان تلبیہ کریں گے تو اس کا یہ

مطلب لیا ہے کہ ایک وسیع میدان یعنی قادیان میں مسیح موعود تبلیغ اسلام کی آواز کو بلند کریں گے۔ یہ بھی وارد ہے کہ مسیح نکاح کر کے اولاد پیدا کریگا تو آپ نے نکاح ثانی سے اولاد پیدا کر لی تھی مگر محمدی بیگم اس پیشینگوئی کا مصداق نہ بن سکی ورنہ یہ کہنے کی بھی گنجائش نہ رہتی کہ نکاح ثانی دعوائے مسیحیت سے پہلے تھا۔

تمدن رئیسانہ

پہلے عنوان میں بیان ہو چکا ہے کہ آپ اپنی دماغی بیماریوں کے لئے مشک، وائن اور مفرح عنبری وغیرہ کا استعمال کیا کرتے تھے جو خاص امراء و شرفاء کا حصہ ہے۔ اب ہم حکیم محمد حسین صاحب قریشی کی کتاب موسوم بہ ”خطوط امام بنام غلام“ سے چند تحریریں درج کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا باقی تمدن بھی امیرانہ تھا۔

۱..... اخویم حکیم محمد حسین صاحب السلام علیکم! مولوی یار محمد آپ کے پاس پہنچتے ہیں، کچھ اشیاء خریدنی ہیں، آپ اپنے ہمراہ اشیاء خرید دیں، روپیہ مرسلہ کم نکلے تو اپنی طرف سے دے دیں، میں بھیج دوں گا۔ (۳۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء، خط نمبر ۲، ص ۲)

۲..... ۸/ آپ کے جو میرے ذمہ تھے بھیجے گئے ہیں اور ۳۲ دانہ طلائی زیور پونچیاں تاگہ ڈالنے کے لئے بھیجتا ہوں۔ تیار کروا کر بدست حامل بھیج دیں۔ (خط نمبر ۳، ص ۳)

۳..... کل کے خط میں سہواً میں اس بستر کی رسید بھیجنا بھول گیا جو آپ نے اخلاص کی راہ سے بھیجا تھا۔ سردی میں میرے لئے بہت کارآمد ہے۔ جزاکم اللہ خیرا۔ (خط ۶، ص ۳)

۴..... رات کا وقت ہے قیمت نہیں بھیج سکتا آپ مفصلہ ذیل کپڑے ساتھ لے آئیں۔ (حکیم صاحب نوٹ لکھتے ہیں کہ یہ کپڑے مبارکہ بیگم کی تقریب نکاح پر منگوائے گئے تھے)

(خط ۲۳، ص ۷)

۵..... حکیم صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے بٹالہ کے راستہ سے قادیان جانے کو آپ سے چٹس مانگی تھی کیونکہ میری بیوی حاملہ میرے ساتھ تھی تو آپ نے جواب لکھا کہ سڑک بٹالہ سے لے کر قادیان تک بالکل خراب ہے چٹس کی سواری خطرناک ہے حمل کی حالت میں گویا ہلاکت کے ہاتھ میں ڈالنا ہے۔ (خط ۱۲ ص ۵)

۶..... ہمارا مکان جو باغ کے ایک طرف واقع ہے خطرناک ہے، اس لئے آج مالعہ روپے خیمہ خریدنے کے لئے بدست شیخ عبدالرحیم صاحب بھیجتا ہوں۔ آپ معہ تجربہ کار احباب کے خیمہ معہ قناتوں اور دوسرے سامان کے بہت جلد روانہ فرمائیں اور کسی بیچنے والے کو یہ خیال نہ ہو کہ کسی نواب صاحب نے یہ خیمہ خریدنا ہے کیونکہ نوابوں سے بہت قیمت لیتے ہیں۔ خیمہ نیا ہو، پاخانہ وغیرہ کا بھی انتظام ہو۔ (خط ۷ ص ۲) بموجب تاکید والدہ محمود آپ میری لڑکی مبارکہ کیلئے ایک قمیص ریشمی یا جالی کی جو چھ روپے سے زیادہ نہ ہو عید سے پہلے تیار کر کے بھیج دیں۔ ۱۳ر فروری ۱۹۰۴ء (خط ۱۱ ص ۵)

۷..... ہمارا پہلا گھنٹہ بگڑ گیا ہے اس لئے للعہ روپے بھیجتا ہوں بخوبی امتحان کر کے ارسال فرمادیں بشرطیکہ نیم گھنٹہ کی آواز دینے والی کل ہرگز نہ ہو کیونکہ بسا اوقات دھوکا لگ جاتا ہے۔ اس کے ساتھ اور چیزیں بھی خریدنی ہیں (خط ۱۳ ص ۵)

۸..... تمام چیزیں اور کپڑے بڑی احتیاط سے خرید دیں۔ حماموں کی قیمت معہ کرایہ عـــہ مولوی محمد علی صاحب کو دے دیئے ہیں۔ (خط ۱۵ ص ۸)

دعائیں

''احمدیہ جنتری ۱۹۳۵ء'' میں ہے کہ

۱..... آپ نے اپنی امت کو یوں دعا کرنے کے لئے ارشاد کیا کہ طریق استخارہ یوں ہے کہ

رات کو توبہ نصوح کر کے دو رکعت نماز نفل کی رکعت اول میں سورہ یٰسین پڑھو، دوسری میں اکیس دفعہ سورہ اخلاص۔ نفل کے بعد تین سو مرتبہ درود شریف پڑھو اور تین سو مرتبہ استغفار، پھر دعا کرو کہ اے قادر کریم! تو پوشیدہ حالات جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے' اور مقبول، مردود، مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ پس ہم عاجزی سے تیری طرف التجا کرتے ہیں کہ اس شخص کا تیرے نزدیک جو مسیح موعود اور مہدی و مجدد الوقت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا حال ہے' کیا صادق ہے یا کاذب، مردود ہے یا مقبول؟ اپنے فضل سے یہ حال رؤیا یا کشف یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما تا کہ اگر مردود ہے تو اس کے قبول کرنے سے گمراہ نہ ہوں، مقبول ہے اور تیری طرف سے ہے تو اس کے انکار اور اس کی اہانت سے ہم ہلاک نہ ہو جائیں۔ ہمیں ہر ایک فتنہ سے بچا کیونکہ ہر ایک قوت تجھ ہی کو ہے۔ یہ استخارہ کم از کم دو ہفتے کریں بشرطیکہ دل میں بغض نہ ہو ورنہ خواب میں شیطان آئے گا (بدر جلد ۹)

۲..... صوفی احمد جان لدھیانوی ۱۳۲۲ھ کو حج کرنے گئے تو آپ نے ان کو یہ دعا لکھ دی کہ میری طرف سے بیت اللہ شریف میں پڑھیں، چنانچہ صوفی صاحب نے حج اکبر کے دن بیت اللہ شریف میں یہ دعا پڑھی اور ساتھ کی جماعت آمین کہتی رہی۔ وہ دعا یہ ہے: اے ارحم الراحمین ایک تیرا بندہ، عاجز اور ناکارہ، پر خطا اور نالائق غلام احمد اور جو تیری زمین ملک ہند میں ہے اس کی یہ عرض ہے کہ تو مجھ سے راضی ہو اور میرے گناہ بخش کہ تو غفور رحیم ہے اور مجھ سے وہ کام کرا جس سے تو بہت ہی راضی ہو جائے مجھ میں اور میرے نفس میں مشرق و مغرب کی دوری ڈال۔ میری زندگی، میری موت اور میری ہر ایک قوت جو مجھے حاصل ہے اپنی ہی راہ میں کر اور اپنی ہی محبت میں مجھے زندہ رکھ اور اپنی ہی محبت میں مجھے مار اور اپنے ہی کامل محبین میں مجھے اٹھا۔ جس کام کے لئے تو نے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کے لئے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے اس کو اپنے ہی فضل سے انجام تک پہنچا اور اس کے

ہاتھ سے حجت اسلام مخالفین اور بے خبروں پر پوری کر۔ اور اس عاجز کو اور اس کے محبوں کو اپنی ظل حمایت میں رکھ کر دین و دنیا میں ان کا متکفل ہو۔ اور سب کو دارالرضاء میں پہنچا اور اپنے رسول اور اس کی آل پر درود اور رحمت نازل فرما۔

۳..... یہ دعا ہر روز رات دن سجدۂ نماز میں کئی مرتبہ پڑھنی چاہئے یامن ھو احب کل محبوب اغفرلی و تب علی وادخلنی فی عبادک المخلصین.

(خط بنام منشی رستم علی ۵ا فروری ۱۸۸۸ء)

۴..... بہتر ہے کہ یہ دعا نماز میں پڑھی جائے کیونکہ یہ اسم اعظم ہے، اسے جو پڑھے گا آفت سے نجات پائے گا۔ رب کل شیء، خادمک، رب فاحفظنی وانصرلی وارحمنی. ہیضہ کے لئے رات اٹھ کر اس اسم اعظم کا تکرار نماز کے رکوع وسجود وغیرہ اور دوسرے وقتوں میں کرو۔ (الحکم جلد ۷)

۵..... ہر نماز کی آخری رکعت میں یہ دعا بکثرت پڑھو، تاکید ہے۔ ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار. (دسمبر ۱۹۹۸ء)

۶..... وبائی بیماری کے لئے یہ اسم پڑھو یا حفیظ یا عزیز یا رفیق. (الحکم جلد ۷)

۷..... قادر اور کامل خدا جو ہمیشہ نبیوں سے ظاہر ہوتا رہا اور ظاہر ہوتا رہے گا۔ یہ فیصلہ جلد ظاہر کر کہ پگٹ اور ڈوئی کا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کر دے کیونکہ تیرے عاجز بندے اپنے جیسے انسانوں کی پرستش میں گرفتار ہو کر تجھ سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ انکو اس زہر سے رہائی بخش، اور اپنے وعدوں کو پورا کر وہ جو اس زمانہ کیلئے تیرے تمام نبیوں نے کئے ہیں اور حقیقی نجات کے سرچشمہ سے ان کو سیراب کر۔ کیونکہ نجات تیری محبت میں ہے کسی کے خون میں نہیں ہے۔ مخلوق پرستی پر بہت سا عرصہ گذر چکا ہے اب ان پر تو رحم کر۔ صلیب اور خون کے خیالات سے ان کو نجات بخش، میری دعائیں سن اور آسمان سے نور نازل کر، تا کہ وہ تجھے

دیکھ لیں۔ نوح کے دنوں کی طرح ان کو ہلاک مت کر کہ آخر وہ تیرے بندے ہیں۔ جبکہ تو نے مجھے اس کام کیلئے بھیجا ہے سو میں تیرے منہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں نامرادی سے مروں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جو کچھ اپنی وحی کے ذریعہ تو نے مجھے وعدے دیئے ہیں ان وعدوں کو تو پورا کرے گا۔ ضرور کرے گا۔ کیونکہ تو ہمارا صادق خدا ہے۔ میرا ابجشت دنیا میں یہی ہے کہ تیرے بندے مخلوق پرستی سے نجات پائیں۔ وہ مجھے عطا کر اور ان پر ظاہر کر دے کہ وہ خدا سے بے خبر ہیں۔ (الحکم جلد ۸، ص ۲)

۸..... گناہوں سے مخلصی کی دعا یہ ہے کہ میں گنہگار ہوں تیری دستگیری کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا، تو مجھے گناہوں سے پاک کر۔ (بدر جلد ۲/ ۳۰)

۹..... اے خدا اگرچہ تیری عادت ہے کہ بچوں اور امیوں کو سمجھ عطا کرتا ہے اور حکیموں اور فلاسفروں کی آنکھ پر پردہ ڈالتا ہے مگر میں عرض کرتا ہوں کہ ان لوگوں سے ایک جماعت میری طرف کھینچ لا تا کہ تیری نعمت کا قدر پہچان کر اسکے حاصل کرنے کو متوجہ ہوں۔ (ازالہ)

۱۰..... ۲۰/ اگست ۱۸۸۵ء میں حکیم نور الدین صاحب کو بچہ کی علالت کے لئے یوں لکھا کہ رات کو دوگانہ پڑھ کر یہ دعا کرو کہ ''اے میرے محسن خدا! میں تیرا پر معصیت بندہ ہوں، تو نے مجھ سے ظلم پر ظلم دیکھا اور انعام پر انعام کیا، تو نے ہمیشہ پردہ پوشی کی، تو اب بھی مجھ پر پردہ پوشی کر''۔

۱۱..... فروری ۹۵ء کو نواب محمد علی کو خط لکھا کہ اے خدا! میں تیرے احسانوں کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ میرے گناہ بخش دے تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤں۔ اپنی محبت میرے دل میں ڈال تا کہ مجھے زندگی حاصل ہو جائے۔ میری پردہ پوشی کر اور مجھ سے ایسے عمل کرا کہ تو راضی ہو جائے۔ دنیا اور آخرت کی آفت سے بچا۔

خلاصہ یہ ہے کہ کچھ دعائیں احادیث کا ترجمہ ہیں اور کچھ خود ساختہ ہیں جو عیسائی طرز

تعلیم سے ملتی جلتی ہیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ آپ کی دعائیں منظور نہ ہوئیں ورنہ آج کوئی عیسائی نظر نہ آتا۔ مگر حالانکہ آپ کے زمانہ میں اگر ہندوستان کے عیسائی سات لاکھ تھے تو آج اٹھائیس لاکھ تک بڑھ گئے ہیں تو پھر یہ شیخی کیسے صحیح ہو سکتی ہے کہ ہماری دعائیں قبول ہوتی ہیں، اور قبولیت دعا کو معیار صداقت کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ اور یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ مرزائی ضروری مسلمانوں سے الگ ہو کر نماز پڑھیں کیونکہ جو دعائیں مرزائی پڑھتے ہیں مسلمان نہیں پڑھتے۔ غالباً درود شریف بھی مرزائیوں کا الگ ہے۔ جس میں وصلی اللہ علی عبدہ المسیح الموعود کا اضافہ کیا گیا ہے کیونکہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ خدا مجھ پر درود بھیجتا ہے تو پھر ان کی امت درود کیوں نہ بھیجے۔

مشہور واقعات متعلقہ جماعت مرزائیہ

(۱) مانع...... جنوری

۱...... مدرسہ تعلیم الاسلام کا اجراء قادیان میں ۱۸۹۸ء

۳...... سعد اللہ لدھیانوی مر گیا ۱۹۰۷ء

۵...... مسجد کے سامنے دیوار بنائی گئی ۱۹۰۰ء

۱۱...... رستم علی مر گیا ۱۹۰۹ء

۱۲...... میاں محمود پیدا ہوئے ۱۸۸۹ء

۲۰...... ریویو آف ریلیجنز زیر ادارت مولوی محمد علی صاحب جاری ہوا۔ ۱۹۰۲ء

۲۷...... امۃ النصیر پیدا ہوئی ۱۹۰۳ء

(۲) سلام...... فروری

۱...... تعلیم الاسلام کی ہائی کلاسیں کھلیں ۱۹۰۰ء

۱...... سیکھواں ضلع گورداسپور میں تعلیم الاسلام کی شاخ کھولی گئی ۱۹۰۷ء

۱۷...... نواب محمد علی صاحب مبارکہ بیگم کا نکاح بمعاوضہ مہر ۵۶ ہزار ۱۹۰۸ء

۲۰...... ''الحکم'' شروع ہوا ۱۸۹۸ء

۲۵...... عبدالمجید دہلوی فالج سے فوراً مر گیا ۱۹۰۷ء

(۳) عجل...... مارچ

۱...... مسیح نے لدھیانہ میں بیعت لی۔ ۱۸۸۹ء

۱...... تشحیذ الاذہان شروع ہوا۔ ۱۹۰۶ء

۶...... لیکھرام قتل ہوا۔ ۱۸۹۷ء

۱۳...... منارۃ المسیح اور بیت الدعاء کی بنیاد ۱۹۰۳ء

۱۳...... خلیفہ نور الدین صاحب کی وفات ۱۹۱۴ء

۱۴...... رخصتانہ مبارکہ بیگم ۱۹۰۹ء

۲۰...... لاہوری پارٹی الگ ہو گئی۔ ۱۹۱۴ء

۲۲...... جلسہ شوریٰ بین الجماعتین ہوا۔ ۱۹۱۴ء

۳۱...... انجمن اشاعت اسلام کی بنیاد ۱۹۰۱ء اور بیت الدعاء کی تیاری، رحمت اللہ لاہوری کے خرچ سے ۱۹۰۳ء

(۴) مبارک...... اپریل

۴...... زلزلہ پنجاب میں آیا۔ ۱۹۰۵ء

۴...... چراغ الدین جمونی طاعون سے مر گیا۔ ۱۹۰۶ء

۸...... منشی الٰہی بخش مصنف ''عصائے موسیٰ'' طاعون سے مر گیا۔ ۱۹۰۷ء

۱۳..... خطبہ عربیہ الہامیہ عید اضحیٰ پر ۱۹۰۰ء

۲۰..... بشیر احمد کی ولادت ہوئی۔ ۱۸۹۳ء

۲۷..... لاہور میں درس قرآن شروع ہوا۔ ۱۹۱۴ء

(۵) الرحیل..... مئی

۱..... فیض اللہ چک، ضلع گورداسپور میں تعلیم الاسلام کی برانچ کھولی گئی۔ ۱۹۰۷ء

۵..... عبدالرحمٰن ولد منظور الٰہی پیدا ہوا۔ ۱۹۱۱ء

۱۴..... صدرالدین پہلی دفعہ یورپ گئے۔ ۱۹۱۴ء

۲۳..... آتھم سے امرتسر میں مباہلہ ہوا۔ ۱۹۰۳ء

۲۷..... بوقت ۵ بجے بہشتی مقبرہ میں جنازہ دفن ہوا۔ ۱۹۰۸ء

۲۴..... شریف احمد کی ولادت ہوئی ۱۸۹۵ء (ذیقعدہ ۱۲ھ)

۲۶..... نصیر احمد ولد میاں صاحب محمود احمد تولد ہوا۔ ۱۹۰۶ء

۲۶..... مرزا صاحب کا انتقال ہوا (بمقام احمدیہ بلڈنگس بر مکان سید محمد حسین صاحب لاہور) ۱۹۰۸ء

۲۸..... تعلیم الاسلام کالج کا افتتاح ہوا۔ ۱۹۰۳ء

(۶) فوق..... جون

۱..... صدرالدین یورپ بار اول پہنچے۔ ۱۹۱۴ء

۲..... آتھم سے مباحثہ ختم ہوا۔ ۱۸۹۳ء

۱۴..... مبارک احمد کی ولادت (۴ صفر ۱۷) ۱۸۹۹ء

۳۰..... عبدالحی ولد نورالدین کی آمین ہوئی۔ ۱۹۰۵ء

۲۵..... امۃ الحفیظ کی ولادت ۱۹۰۴ء

۲۷..... محمد احمد ولد مولوی محمد علی ایم اے کی ولادت ۱۹۲۰ء

۲۸..... شیخ نور احمد ایجنٹ خواجہ کمال الدین یورپ گئے۔ ۱۹۱۳ء

(۷) برکات..... جولائی

۱..... مولوی محمد علی صاحب نے قادیان کو ہجرت کی ۱۸۹۸ء

۱..... رسالہ ''تعلیم الاسلام'' صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے شائع ہوا۔ ۱۹۰۶ء

۲..... شیخ نور احمد ولد چوہدری فتح محمد بمبئی سے جہاز پر سوار ہوئے۔ ۱۹۱۳ء

۱۰..... پیغام صلح لاہور کا اجراء ہوا۔ ۱۹۱۳ء

۲۲..... مولوی محمد حسین سے لدھیانہ میں مباحثہ شروع ہوا۔ ۱۸۹۱ء

۲۷..... آتھم فیروز پور میں مرگیا۔ ۱۸۹۶ء

۲۹..... خواجہ کمال الدین کا لیکچر مذہبی کانفرنس پیرس میں خصوصیات اسلام پر ہوا۔ ۱۹۱۳ء

۳۰..... مولوی محمد حسین سے مباحثہ ختم ہوا۔ ۱۸۹۱ء

(۸) تخت..... اگست

۱..... عبدالحمید جہلمی کی معرفت ڈاکٹر کلارک نے اقدام قتل کا مقدمہ دائر کیا۔ ۱۸۹۷ء

۷..... بشیر اول پیدا ہوا (۱۶ ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ)، ۱۸۸۷ء

۱۳..... خواجہ صاحب کو ووکنگ مسجد پر قبضہ ملا۔ ۱۳۳۱ھ

۱۴..... حکیم حسام الدین سیالکوٹی مرگیا۔ ۱۹۱۳ء

۲۰..... دیوار مانع مسجد گرائی گئی۔ ۱۹۰۱ء

۲۱..... عبدالکریم کو سرطان ہوا۔ ۱۹۰۵ء

۲۳..... عبدالحمید والا مقدمہ خارج ہوا۔ ۱۸۹۷ء

۳۰..... مبارک احمد کا نکاح ڈاکٹر سید ستار شاہ کی لڑکی مریم بیگم سے ہوا۔ ۱۹۰۷ء

(۹) خیر..... ستمبر

۱..... اخبار القادیان کا نمونہ بابو محمد افضل نے شائع کیا۔ ۱۹۰۲ء

۳..... لاہور آپ کا لیکچر ہوا۔ ۱۹۰۴ء

۴..... خواجہ صاحب بمبئی سے یورپ کو گئے۔ ۱۹۱۲ء

۵..... بشیر صاحب کا نکاح سرور سلطان بنت مولوی غلام حسن صاحب سب رجسٹرار پشاور سے ہوا۔ مہر ایک ہزار ۱۹۰۲ء

۱۵..... ''تعلیم الاسلام'' کو سرکار نے منظور کر لیا۔ ۱۹۰۰ء

۱۶..... ''تعلیم الاسلام'' میں شاخ دینیات کھولی گئی۔ ۱۹۰۰ء

۱۶..... صاحبزادہ مبارک احمد مر گیا۔ ۱۹۰۷ء

۲۴..... خواجہ صاحب یورپ پہنچ گئے۔ ۱۹۱۲ء

(۱۰) بشارت..... اکتوبر

۳..... محمود نے آپ کی بیعت کی۔ ۱۸۹۸ء

۸..... ''اخبار الحکم'' امرتسر سے شائع ہوا۔ ۱۸۹۷ء

۹..... خواجہ نے مدینہ طیبہ کی زیارت کی۔ ۱۹۱۴ء

۱۰..... خواجہ مکہ شریف کو گئے۔ ۱۹۱۴ء

۱۱..... مولوی عبدالکریم کی وفات ہوئی۔ ۱۹۰۵ء

۳۱..... ''البدر'' قادیان سے جاری ہوا۔ ۱۹۰۲ء

۳۰..... خواجہ نے حج کر لیا۔ ۱۹۱۴ء

۳۰..... ''مد'' کا مباحثہ ختم ہوا۔ ۱۹۰۲ء

۱۴..... محمود صاحب کا نکاح ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین کی لڑکی محمودہ بیگم سے ہوا۔ ۱۹۰۲ء

۲۲..... آپ بمعہ عیال دہلی گئے۔ ۱۸۹۱ء

۲۳..... آپ کا مباحثہ مولوی محمد بشیر سے دہلی میں شروع ہوا۔ ۱۸۹۱ء

۲۹..... جماعت احمدیہ کا مباحثہ مولوی ثناء اللہ سے بمقام ''مد'' ضلع گورداسپور شروع ہوا۔ ۱۹۰۲ء۔

(۱۱) قبول..... نومبر

۱..... سیالکوٹ میں راجہ کشمیری کی سرائے میں آپ کا لیکچر ہوا۔ ۱۹۰۴ء

۴..... فرقہ احمدیہ مردم شماری میں لکھوانے کا حکم ہوا۔ ۱۹۰۰ء

۶..... آپ کا لدھیانہ میں لیکچر ہوا۔ ۱۹۰۵ء

۷..... فضل الٰہی ولد منظور الٰہی بمقام لاہور پیدا ہوا۔ ۱۹۰۹ء

۱۰..... دہلی کا مناظرہ ختم ہوا۔

۲۱..... منظور الٰہی کا نکاح رسول بیگم سے ہوا۔ بمہر دو صد روپیہ ۱۹۰۸ء

۱۲..... جلسۃ الوداع ۱۴ تک رہا۔ ۱۸۹۹ء

۱۵..... عید فنڈ کی بنیاد پڑی (بہ تحریک جماعت سیالکوٹی) ۱۹۰۰ء

۱۵..... شریف احمد کا نکاح نواب محمد علی کی لڑکی زینب سے بمہر ایک ہزار ہوا۔ ۱۹۰۰ء

۱۶..... ہیڈ نے مسلمان ہوا۔ ۱۹۱۳ء

۲۰..... غلام فاطمہ زوجہ مولوی محمد علی نے لاہور میں وفات پائی۔

۲۱.....بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئی۔ ۱۹۰۸ء

۲۵.....رقیہ بنت مولوی محمد علی پیدا ہوئی۔ ۱۹۰۶ء

۳۰.....بشیر احمد، شریف احمد، مبارکہ بیگم کی آمین ہوئی۔ ۱۹۰۱ء

(۱۲) فلک......دسمبر

۸.....رسل بابا امرتسری طاعون سے مرا۔ ۱۹۰۲ء

۱۲.....لارڈ سینڈ نے عبدالرحمن نے وفات پائی۔ ۱۹۰۲ء

۱۸.....سجادہ نشین چکوڑی والا دفعۃً لاولد مر گیا کیونکہ آتھم کیساتھ اس کو بھی خطاب تھا۔ ۱۹۰۷ء۔

۲۷.....جلسہ مذاہب اسلام لاہور میں آپ کی تقریر اعلیٰ رہی جو مولوی عبدالکریم نے پڑھی تھی۔ ۱۸۹۶ء

۲۰.....رسالہ الوصیۃ شائع ہوا۔ ۱۹۰۵ء

۲۶.....ڈاکٹر محمد حسین نے بیعت کی۔ ۱۹۰۲ء

۲۵.....افتتاح مقبرہ بہشتی ہوا۔ جس میں مولوی عبدالکریم کی لاش منتقل ہوئی۔ ۱۹۰۵ء

۲۷.....لغایت ۲۹ سالانہ جلسہ کی بنیاد رکھی گئی۔ جس میں پہلے ۷۶ آدمی شامل ہوئے۔ ۱۸۹۱ء۔

سن مرزائیہ

چونکہ پنجاب میں آپ کی پہلی بیعت ۱۸۸۸ء سے کچھ تغیر رونما ہوا تھا اس لئے اس کی یادگار میں اسی سال ۱۸۸۸ء سے انہوں نے بھی اپنے نئے مہینے تجویز کئے ہیں اور ہر ایک ماہ کے ضمن میں ایک ایک الہام کا مفہوم مضمر رکھا ہے، گویا وہ ایک ایک الہام کی یادگار

ہیں اور ۱۹۳۳ء میں آپ کا ۴۵ سن ہوگا۔

۱.....**فلک**۔ اصنع الفلک باعیننا و وحینا. (یکم دسمبر ۱۸۵۸ء)

۲.....**مانع**۔ منعہ مانع من السماء (اعجاز المسیح کی مانند بنانے سے آسمانی رکاوٹ نے روک دیا ہے)۔ (۱۴ جنوری ۱۹۰۱ء)

۳.....**سلام**.................... (۱۰ فروری ۱۹۰۲ء)

۴.....**عجل**۔ عجل جسدلہ خوار. (لیکھرام بچھڑے کی طرح آواز کریگا) (۶ مارچ ۱۸۹۷ء)

۵.....**مبارک**۔ مبارک (تصنیف خطبہ الہامیہ ۱۱ اپریل ۱۹۰۰ء)

۶.....**الرحیل**۔ الرحیل ثم الرحیل. (وفات مسیح ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

۷.....**فوق**۔ جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا. (جون)

۸.....**برکات**۔ اسمائے مہدی و مسیح کا راز۔ (۲ جولائی ۱۸۹۸ء)

۹.....**تخت**۔ آسمان سے کئی تخت اترے مگر تیرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا۔ (۲۷ اگست ۱۸۹۹ء)

۱۰.....**خیر**۔ خیر۔ (۵ ستمبر ۱۹۰۷ء)

۱۱.....**بشارت**۔ بشارت باد ترا اے احمد من تو مراد منی و با منی۔ نشاندم درخت بزرگی ترا بدست خود۔ (۵ نومبر ۱۸۹۶ء)

۱۲.....**قبول**۔ تیری دعا قبول کی گئی۔ (۱۵ نومبر ۱۹۰۶ء)

ہر سال ماہ عجل ۳۰ یوم کا ہوگا مگر چوتھے سال ۳۱ یوم کا ہوگا۔ بشرطیکہ اس سال کے اعداد چار پر تقسیم ہو سکیں۔ ہر صدی اور ہزار سال کے اخیر پر بھی ماہ عجل ۳۰ یوم کا ہوگا۔ مگر چوتھی صدی پر ۳۱ یوم کا ہوگا۔ بشرطیکہ وہ صدی یا ہزار سال چار پر تقسیم ہو سکے۔

تاریخ ہائے تصانیف مسیح معہ تاریخ اشاعت

(۱) براہین احمدیہ جلد اول و دوم، سوم، چہارم، پنجم ۱۵؍ اکتوبر ۱۹۰۸ء (۲) سرمہ چشم آریہ (۳) شحنہ حق (۴) عیسائی کے جواب (۵) توضیح مرام، ۲۲؍ جنوری ۹۱ء (۶) فتح اسلام، ۲۲ جنوری ۹۱ء (۷) ازالہ اوہام، جلد اول، جلد دوم ۳ ستمبر ۹۱ء (۸) الحق بحث لدھیانہ، جولائی ۹۱ء۔ بحث دہلی، نومبر ۹۱ء (۹) آسمانی فیصلہ، ۲۷ دسمبر ۹۱ء (۱۰) نشان آسمانی، ۲۶ مئی ۹۲ء (۱۱) آئینہ کمالات اسلام، ۲۶ فروری ۹۳ء (۱۲) برکات الدعا، ۱۰ اپریل ۹۳ء (۱۳) جنگ مقدس، ۲۲ مئی ۹۳ء (۱۴) حجۃ الاسلام، جون ۹۳ء (۱۵) تحفہ بغداد، جولائی ۹۳ء (۱۶) کرامات الصادقین، ۲۴ اگست ۹۳ء (۱۷) شہادت القرآن، ۲۲ دسمبر ۹۳ء (۱۸) نور الحق، جلد اول، فروری ۹۴ء، جلد دوم، ۱۸ مئی ۹۴ء (۱۹) اتمام الحجہ، جون ۹۴ء (۲۰) سر الخلافۃ عربی، ۱۲ جولائی ۹۴ء (۲۱) انوار الاسلام، ۶ ستمبر ۹۴ء (۲۲) ضیاء الحق، مئی ۹۵ء (۲۳) نور القرآن جلد اول، ۱۵ جون ۹۵ء، جلد دوم ۲۰ دسمبر ۹۵ء (۲۴) آریہ دھرم، ۲۲ ستمبر ۹۵ء (۲۵) ست بچن، یکم دسمبر ۹۵ء (۲۶) لیکچر جلسہ مہوتسو، ۲۷ دسمبر ۹۶ء (۲۷) انجام آتھم معہ ضمیمہ، ۲۲ جنوری ۹۷ء (۲۸) سراج منیر، ۲۴ مارچ ۹۷ء (۲۹) روئداد جلسہ احباب، تقریب جشن دہلی مئی ۹۷ء (۳۰) استفتاء، ۱۲ مئی ۹۷ء (۳۱) تحفہ قیصریہ، ۲۵ مئی ۹۷ء (۳۲) حجۃ اللہ، ۲۶ مئی ۹۷ء (۳۳) سراج الدین عیسائی کے جواب، ۱۶ جون ۹۷ء (۳۴) محمود کی آمین، ۹۷ء (۳۵) کتاب البریہ، ۲۴؍ جنوری ۹۸ء (۳۶) ایام الصلح فارسی، یکم اگست ۹۸ء (۳۷) ضرورۃ الامام، ستمبر ۹۸ء (۳۸) جلسہ طاعون، ۹۸ء (۳۹) نجم الہدیٰ، ۲۰ نومبر ۹۸ء (۴۰) راز حقیقت، ۳۰ نومبر ۹۸ء (۴۱) کشف الغطاء، ۲۷ دسمبر ۹۸ء (۴۲) ایام الصلح اردو، جنوری ۹۹ء (۴۳) حقیقۃ المہدی،

۲۱ فروری ۹۹ء (۴۴) ستارہ قیصریہ، ۲۴ اگست ۹۹ء (۴۵) جلسہ دعا، ۲ فروری ۱۹۰۰ء (۴۶) گورنمنٹ انگریزی و جہاد، ۲۲ مئی ۱۹۰۰ء (۴۷) اربعین نمبر اول، ۲۳ جولائی، نمبر دوم ۲۹ ستمبر سوم و چہارم ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء (۴۸) اعجاز المسیح، ۲۲ فروری ۱۹۰۱ء (۴۹) بشیر احمد شریف احمد، مبارکہ کی آمین، ۲۷ نومبر ۱۹۰۱ء (۵۰) دافع البلاء، ۲۳ اپریل ۱۹۰۲ء (۵۱) الہدیٰ، ۱۲ جون ۱۹۰۲ء (۵۲) نزول المسیح، ۲۰ اگست ۱۹۰۲، ۱۹۰۹ء (۵۳) تحفہ گولڑویہ، یکم ستمبر ۱۹۰۲ء (۵۴) کشتی نوح، ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء (۵۵) تحفہ غزنویہ، ۲۲؍ اکتوبر ۱۹۰۲ء (۵۶) تحفۃ الندوہ، ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء (۵۷) خطبہ الہامیہ، ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء (۵۸) تریاق القلوب، ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء (۵۹) اعجاز احمدی، ۱۵ نومبر ۱۹۰۲ء (۶۰) ریویو مباحثہ چکڑالوی و محمد حسین، ۲۷ نومبر ۱۹۰۲ء (۶۱) مواہب الرحمٰن، ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء (۶۲) نسیم دعوت، ۲۸ فروری ۱۹۰۳ء (۶۳) سناتن دھرم، ۸ مارچ ۱۹۰۳ء (۶۴) حمامۃ البشریٰ عربی، ۲۷ جولائی ۱۹۰۳ء (۶۵) تذکرۃ الشہادتین، اردو، ۱۱۶ اکتوبر ۱۹۰۳ء (۶۶) سیرۃ الابدال، دسمبر ۱۹۰۳ء (۶۷) تذکرۃ الشہادتین فارسی، جولائی ۱۹۰۳ء (۶۸) اسلام و دیگر مذاہب، ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء (۶۹) لیکچر سیالکوٹ، ۲؍ نومبر ۱۹۰۴ء (۷۰) تقریروں کا مجموعہ، ۲۸ دسمبر ۱۹۰۴ء (۷۱) الوصیۃ، ۲۰ دسمبر ۱۹۰۵ء (۷۲) ضمیمہ الوصیۃ، ۶ جنوری ۱۹۰۶ء (۷۳) چشمہ مسیحی، یکم مارچ ۱۹۰۶ء (۷۴) تجلیات الٰہیہ، نامکمل ۱۵ مارچ ۱۹۰۶ء (۷۵) قادیان کے آریہ اور ہم، ۲۰ فروری ۱۹۰۷ء (۷۶) حقیقۃ الوحی، ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء (۷۷) دوازدہ نشان، ۲۰ مئی ۱۹۰۷ء (۷۸) چشمہ معرفت، ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء (۷۹) پیغام صلح، ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء (۸۰) [illegible] ۱۹۱۰ء۔

اشتہارات مسیح

(۱) پانچ سو انعامی پانچ سو روپیہ بمقابلہ آریہ روح بے انت ۲ مارچ ۱۸۷۸ء
(۲) شرائط انعام اشتہار نمبر اول اپریل ۷۸ء (۳) منظوری مباحثہ دیانند ۱۰ جون ۷۸ء
(۴) ابطال تناسخ بمقابلہ کھڑک سنگھ آریہ جولائی ۷۸ء (۵) استعانت براہین اپریل ۷۹ء
(۶) قیمت و تاریخ براہین ۳ دسمبر ۷۹ء (۷) انتظام سرمایہ براہین ۸۰ء (۸) مطالبہ
نشانات آسمانی ۸۳ء (۹) دعوت تجدید اسلام ۸۴ء (۱۰) مشاہدہ انعامی نشان آسمانی
بمقابلہ اندرمن ۳۰ مئی ۸۵ء، بار دوم جون (۱۱) تبلیغ اصلاح النساء ۸۵ء (۱۲) دعوت
مشاہدہ نشان برائے ہنود اگست ۸۵ء (۱۳) سراج منیر اور چند پیشگوئیاں ۲۰ فروری ۸۶ء
(۱۴) تولد فرزند پر پیشگوئی کی مزید تشریح ۲۲ مارچ ۸۶ء (۱۵) سوالات اندرمن متعلقہ ص
۱۵ کا جواب ۱۸ اپریل ۸۶ء (۱۶) خریداری رسالہ سراج منیر ۸۷ء (۱۷) تولد فرزند پہ
پیشگوئی ۱۸ اپریل ۸۶ء۔ ۷ اگست ۸۷ء (۱۸) وقوع پیشگوئی امام دین و نظام الدین ۲۰
مارچ ۸۸ء (۱۹) فتح مسیح ۱۸ مئی ۸۸ء (۲۰) پادری وائٹ بریخت و جلسہ مذہبی ۲۱ مئی ۔ ۲۳
مئی ۸۸ء (۲۱) اتمام حجت بروایت بریخت و دروغ میاں فتح ۹ جون ۸۸ء (۲۲) نکاح
ثانی و نورافشاں ۱۰ جولائی ۸۸ء (۲۳) تتمہ (عـ ۲۲) ۱۵ جون ۸۸ء (۲۴) وفات بشیر یکم
دسمبر ۸۸ء (۲۵) تکمیل تبلیغ و شرائط بیعت ۱۲ جنوری ۸۹ء (۲۶) متعلقہ مستعدین دعوت ۴
مارچ ۸۹ء (۲۷) دعوت عامہ بر وفات مسیح ۲۶ مارچ ۹۱ء (۲۸) جواب مباہلہ عبدالحق ۱۲
اپریل ۹۱ء (۲۹) قطع تعلق از اقارب مخالف دین مئی ۹۱ء (۳۰) وفات مسیح بمقابلہ
پادریاں ۲۰ مئی ۹۱ء (۳۱) دعوت حق بمقابلہ لودھیانویاں ۲۳ مئی ۹۱ء (۳۲) مباحثہ کا
انجام بمقابلہ محمد حسین یکم اگست ۹۱ء (۳۳) نقل اقرار نامہ غلام احمد قادیانی ۲۳؍اگست ۹۱

ء (۳۴) مسافر کا اشتہار ۲۰؍اکتوبر ۹۱ء (۳۵) مقابلہ نذیر حسین صاحب دہلوی ۶؍اکتوبر
۹۱ء (۳۶) بحث وفات مسیح بمقابلہ نذیر حسین صاحب ۱۷؍اکتوبر ۹۱ء (۳۷) واقعات
مباحثہ نذیر حسین صاحب ۲۳؍اکتوبر ۹۱ء (۳۸) دعوت خریداری ازالہ اوہام ۔ اکتوبر ۹۱
ء (۳۹) دعوت مناظرہ وفات مسیح محمد اسحق صاحب کو ۱۳ اکتوبر ۹۱ء (۴۰) لائق غور مصنفین
جنوری ۹۲ء (۴۱) عام اطلاع جلسہ تقرر روپوٹھی میراں بخش لاہور ۲۸ جنوری ۹۲ء (۴۲)
مباحثہ نبوت و اعلان محدثیت ۳ فروری ۹۲ء (۴۳) امداد عرب مسافر ۱۷ مارچ ۹۲ء (۴۴)
آسمانی فیصلہ اور خط و کتابت ۹ مئی ۹۲ء (۴۵) آئینہ کمالات اسلام ۱۰؍اگست ۹۲ء (۴۶)
امداد محمد احسن صاحب ۱۲ ستمبر ۹۲ء (۴۷) انعقاد جلسہ ۲۷ دسمبر، ۷ دسمبر ۹۲ء (۴۸) متعلقہ
محمد حسین صاحب ۱۱۹ اپریل ۹۳ء (۴۹) مباہلہ عبدالحق و محمد یوسف غزنوی ۲۵ اپریل ۹۳ء
(۵۰) واپسی قیمت براہین احمدیہ یکم مئی ۹۳ء (۵۱) جنگ مقدس ۵ جون ۹۳ء (۵۲)
اعلان مباہلہ عبدالحق ۹۳ء ۱۸ مئی (۵۳) وقوع مباہلہ با عبدالحق بمقام امرتسر ۲۷ مئی ۹۳ء
(۵۴) معیار الاشرار والاخیار برائے عمادالدین انعام پانچ ہزار ۱۷ مارچ ۹۴ء (۵۵)
ردنصاریٰ ۲۷ مئی ۹۳ء (۵۶) فتح اسلام ۹ ستمبر ۹۴ء (۵۷) اشتہار دو ہزار انعامی برائے
آتھم ۲۰ ستمبر ۹۴ء و تین ہزار انعامی ۱۵ اکتوبر ۹۴ء و چار ہزار انعامی ۲۷ اکتوبر ۹۴ء (۵۸)
لائق توجہ گورنمنٹ ۱۰ دسمبر ۹۴ء (۵۹) قابل توجہ گورنمنٹ ۲۷ فروری ۹۵ء (۶۰)
استفسار نیوگ ۳۱ فروری ۹۵ء (۶۱) مبارکبادست بچن ۹ ستمبر ۹۵ء (۶۲) درخواست
اصلاح مباحثات مذہبی بحضور گورنر جنرل ۲۲ ستمبر ۹۵ء (۶۳) انما الاعمال بالنیات ۲۱
اکتوبر ۹۵ء (۶۴) ست بچن و آریہ دھرم ۱۵ نومبر ۹۵ء (۶۵) کتاب ست بچن کا تھوڑا سا
مضمون ۲۵ نومبر ۹۵ء (۶۶) جلسہ تحقیق مذاہب ۲۹؍دسمبر ۹۵ء (۶۷) آتھم و فتح مسیح ۳۰
دسمبر ۹۵ء (۶۸) ضیاء الحق درباره قسم عبداللہ آتھم ۹۵ء (۶۹) جمعہ کی تعطیل یکم جنوری ۹۶ء

(۷۰) درخواست بحضور وائسرائے ہند دربارہ تعطیل جمعہ یکم جنوری ۹۶ء (۷۱) تفسیر انجیل
متی ۲۶ جنوری ۹۶ء (۷۲) دو عیسائیوں میں محاکمہ ۹۶ء (۷۳) مولوی غلام دستگیر کا
جواب ۱۵ جنوری ۹۶ء (۷۴) مقابلہ معجزات مسیح انعامی ہزار روپیہ ۲۸ جنوری ۹۷ء
(۷۵) تردید شیخ نجفی یکم فروری ۹۷ء (۷۶) چندہ برائے توسیع مکان ۱۷ فروری ۹۷ء
(۷۷) لعنت وکسر صلیب ۲ مارچ ۹۷ء (۸۸) لیکھرام پر موت کی پیشگوئی کا پورا ہونا ۹
مارچ ۹۷ء (۸۹) شیخ نجفی کو نشان آسمانی ۱۰ مارچ ۹۷ء (۹۰) سرسید خان صاحب ۱۲ مارچ
۹۷ء (۹۱) آریہ کے خیالات دربارہ موت لیکھرام ۱۵ مارچ ۹۷ء (۹۲) عریضہ بحضور
گورنمنٹ والزام قتل لیکھرام ۲۲ مارچ ۹۷ء (۹۳) جواب اشتہار گنگا بشن ۵؍اپریل ۹۷ء
(۹۴) قتل لیکھرام پر خانہ تلاشی ۱۱؍اپریل ۹۷ء (۹۵) گنگا بشن کی درخواست موت ۱۶
اپریل ۹۷ء (۹۶) قابل توجہ سردار راجندر سنگھ ۱۸؍اپریل ۹۷ء (۹۷) اشتہار گنگا بشن در
قتل لیکھرام ۲۷ اپریل ۹۷ء (۹۸) اشتہار واجب الاظہار یکم مئی ۹۷ء (۹۹) قطعی فیصلہ ۱۹
مئی ۹۷ء (۱۰۰) حسین کامی سفیر روم ۲۴ مئی ۹۷ء (۱۰۱) شکریہ جشن جوبلی ۶۰ سالہ ۷
جون ۹۷ء (۱۰۲) جلسہ احباب متعلقہ جشن ۲۳ جون ۹۷ء (۱۰۳) کیا جو خدا کی طرف
سے ہو ضائع ہوسکتا ہے؟ ۲۵ جون ۹۷ء (۱۰۴) درخواست بخدمت صوفیائے پنجاب ۱۵
جولائی ۹۷ء (۱۰۵) تعاونوا علی البر والتقوی ۲۹ جولائی ۹۷ء (۱۰۶) امداد سول ۱۵
ستمبر ۹۷ء (۱۰۷) اشتہار واجب الاظہار ۲۰ ستمبر ۹۷ء (۱۰۸) ایک بزرگ کی توبہ ۲۰
نومبر ۹۷ء (۱۰۹) ضروری الاظہار ۵ فروری ۹۸ء (۱۱۰) طاعون ۲ فروری ۹۸ء (۱۱۱) بحضور
نواب لفٹنٹ گورنر ۲۴ فروری ۹۸ء (۱۱۲) کیا محمد حسین کو کرسی ملی؟ ۷ مارچ ۹۸ء (۱۱۳)
جلسہ طاعون ۲۲ اپریل ۹۸ء (۱۱۴) میموریل بحضور لفٹنٹ گورنر صاحب ۴ مئی ۹۸ء (۱۱۵)
اشتہار تنبیہ جماعت ۲۹ مئی ۹۸ء (۱۱۶) قابل توجہ اپنی جماعت ۷ جون ۹۸ء (۱۱۷) دوائی

طاعون ۲۳ جولائی ۹۸ء (۱۱۸) متعلقہ کتب ۳۰ ستمبر ۹۸ء (۱۱۹) جو ہماری بات سنے اس پر رحم
ہو ۱۷؍اکتوبر ۹۸ء (۱۲۰) خدا پر فیصلہ ۲۱ نومبر ۹۸ء (۱۲۱) وصیۃ الحق ۳۰ نومبر ۹۸ء
(۱۲۲) متعلقہ پیشگوئی ۲۲ نومبر ۹۸ء ۔ ۲۷ دسمبر ۹۸ء (۱۲۳) استفتاء عقیدہ مہدی فاطمی
دسمبر ۹۸ء (۱۲۴) متعلقہ محمد حسین وایک پیشگوئی ۳ جنوری ۹۹ء (۱۲۵) ایک پیشگوئی کا
وقوع ۹ جنوری ۹۹ء (۱۲۶) پنجاب وہندوستان کے مولویوں کی ایمانداری کا نمونہ ۷ جنوری
۹۹ء (۱۲۷) نقل ڈیفنس ۲۰ جنوری ۹۹ء (۱۲۸) استفتاء بر منصفانہ گواہی ۲۱ جنوری ۹۹ء
(۱۲۹) اپنی جماعت کے ہر ایک رشید کے نام ۱۹ اگست ۹۹ء (۱۳۰) بحضور گورنمنٹ ایک
عاجزانہ درخواست ۲۷ ستمبر ۹۹ء (۱۳۱) اشتہار للانصار ۴؍اکتوبر ۹۹ء (۱۳۲) جلسہ الوداع
۱۰ اکتوبر ۹۹ء (۱۳۳) اپنی جماعت کو اطلاع ۵ نومبر ۹۹ء (۱۳۴) آسمانی گواہی کے لئے
دعا کی درخواست ۵ نومبر ۹۹ء (۱۳۵) متعلقہ حسین کامی ۱۸ نومبر ۹۹ء (۱۳۶) پیشگوئی کا
وقوع ۱۷ دسمبر ۹۹ء (۱۳۷) چندہ ٹرانسوال فروری ۱۹۰۰ء (۱۳۸) بشپ صاحب لاہور سے
فیصلہ کی درخواست ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء (۱۳۹) زندہ رسول پر کچھ بیان ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء (۱۴۰)
معیار الاخیار ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء (۱۴۱) چندہ منارۃ المسیح ۱۸ مئی ۱۹۰۰ء (۱۴۲) جہاد کی ممانعت ۷
جون ۱۹۰۰ء (۱۴۳) متعلقہ منارۃ المسیح قابل توجہ جماعت خود یکم جولائی ۱۹۰۰ء (۱۴۴) پیر
گولڑوی سے فیصلہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء (۱۴۵) اطلاع مباحثہ گولڑوی ۲۵؍اگست ۱۹۰۰ء
(۱۴۶) پیر گولڑوی اور عربی تفسیر نویسی ۲۸ اگست ۱۹۰۰ء (۱۴۷) متعلقہ نام احمدی ۴ نومبر
۱۹۰۰ء (۱۴۸) پیر گولڑوی ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء (۱۴۹) تجویز رسالہ ریویو ۱۵ جنوری ۱۹۰۱ء (۱۵۰)
ظہور معجزہ ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء (۱۵۱) الصلح خیر ۵ مارچ ۱۹۰۱ء (۱۵۲) طاعون ۱۷ مارچ
۱۹۰۱ء (۱۵۳) امتحان کتب ۹ ستمبر ۱۹۰۱ء (۱۵۴) ایک غلطی کا ازالہ ۵ نومبر ۱۹۰۱ء
(۱۵۵) متعلقہ آیات الرحمن ۱۰ نومبر ۱۹۰۱ء (۱۵۶) المنار ۱۸ نومبر ۱۹۰۱ء (۱۵۷) الطاعون

عربی فارسی اردو ۱۰ دسمبر ۱۹۰۱ء (۱۵۸) انتظام لنگر خانہ ۵ مارچ ۱۹۰۲ء (۱۵۹) التوائے جلسہ سالانہ ۱۸ دسمبر ۱۹۰۲ء (۱۶۰) اصلاح متعلقہ ثناءاللہ ۲۰ دسمبر ۱۹۰۲ء (۱۶۱) پیش از وقت پیشگوئی یکم جنوری ۱۹۰۳ء (۱۶۲) امداد ریویو ۱۳ اگست ۱۹۰۲ء (۱۶۳) ایک واقعہ کا اظہار ۱۴ جون ۱۹۰۴ء (۱۶۴) الوصیہ ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء (۱۶۵) متعلقہ اخبار بدر ۳۰ مارچ ۱۹۰۵ء (۱۶۶) متعلقہ زلزلہ ۵ اپریل ۱۹۰۵ء (۱۶۷) الانذار ۱۸ اپریل ۱۹۰۵ء (۱۶۸) النداء من وحی السماء ۲۱ اپریل ۱۹۰۵ء (۱۶۹) خبر سوم زلزلہ ۲۹ اپریل ۱۹۰۵ء (۱۷۰) قابل توجہ گورنمنٹ ۱۱ مئی ۱۹۰۵ء (۱۷۱) تبلیغ الحق متعلقہ امام حسین ؓ ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۵ء (۱۷۲) تازہ اشتہار ۱۹۰۵ء (۱۷۳) پیشگوئی متعلقہ زلزلہ ۲ مارچ ۱۹۰۶ء (۱۷۴) متعلقہ چراغدین جمونی ۲۹ اپریل ۱۹۰۶ء (۱۷۵) اعلان ارتداد عبدالحکیم ۳ مئی ۱۹۰۶ء (۱۷۶) منظوری مباہلہ احمد مسیح دہلوی ۲۱ مئی ۱۹۰۶ء (۱۷۷) خدا سچے کا حامی ہو ۱۶ اگست ۱۹۰۶ء (۱۷۸) ثناءاللہ سے آخری فیصلہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء (۱۷۹) جماعت کو ایک ضروری نصیحت ۷ مئی ۱۹۰۷ء (۱۸۰) تبصرہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء (منقول از جنتری احمدیہ لاہوری ۲۱ء)

ووکنگ مسجد

۱۸۹۱ء میں جناب نے ایک خواب دیکھا کہ لندن میں میز پر کھڑے ہو کر انگریزی میں صداقت اسلام پر لیکچر دے رہے ہیں۔ پھر آپ نے چھوٹے چھوٹے درختوں پر بہت سے پرندے تیتر کی جسامت کے پکڑے۔ اس کی تعبیر یوں کی کہ میرے بعد میری تحریرات وہاں شائع ہوں گی۔ اس خواب کے بعد ۲۱ سال اور وفات کے بعد ۴ سال یعنی اگست ۱۲ء کو خواجہ کمال الدین نے ولایت جانے کا ارادہ کر لیا۔ شروع ستمبر ۱۹۱۲ء میں آپ رخصت ہوئے۔ ۷ ستمبر ۱۲ء کو بارہ بجے بمبئی سے سوار ہو کر ۲۴ ستمبر ۱۲ء کو بمقام پورٹ سموتھ انگلستان پہنچ گئے ۔۔۔ روپے ماہوار پر ایک مکان کرایہ پر لیا اور عیدالاضحیٰ کی

نماز پچاس ساٹھ آدمیوں کی معیت میں کیکسٹن ہال میں پڑھی گئی اور اشتہار تقسیم کئے۔ فروری ۱۳ء سے رسالہ مسلم انڈیا اور اسلامک ریویو شائع کیا۔ جنوری ۱۳ء میں کیمبرج میں پادری فریر سے مباحثہ ہوا۔ فروری ۱۹۱۳ء میں پہلی خاتون مسز ابراہام ایک کرنیل کی لڑکی جمعہ میں شامل ہوئی۔ مارچ ۱۹۱۳ء میں غلبۃ الروم کی پیشگوئی شائع کی اور ووکنگ کی مسجد میں پہلے ہفتہ نماز عشاء ادا کی دوسرے ہفتہ جمعہ پڑھایا۔ جس میں عبدالمجید اور حکیم محمود بانی بھی شریک ہوئے۔ مسجد ووکنگ کا بانی ڈاکٹر لائیٹنر تھا۔ جس نے پنجاب یونیورسٹی اور اورینٹل کالج کی بنیاد ڈالی۔ وہ ہندوستان سے واپسی پر بہت سا روپیہ ساتھ لے گیا۔ لندن سے تیس میل کے فاصلہ پر شہر ووکنگ میں کچھ مشرقی طریق پر ایک رہائشی مکان تعمیر کیا جس میں مشرقی یادگاریں بھی رکھیں اور سو گز کے فاصلہ پر ۵۔۶ گز مربع مسجد بھی بنائی جس کے مسقف حصہ میں چالیس کے قریب آدمی آ سکتے ہیں۔ شروع مئی ۱۹۱۳ء میں ساگر چند جو وکالت کا طالب علم تھا مسلمان ہوا۔ اسلامی نام محمد رکھا گیا، اگلے اتوار دہریہ جماعت کو کیمبرج میں لیکچر دیا۔ ۲۶ مئی کو پکیڈلی میں عورت پر لیکچر دیا۔ ۳۰۔۳۱ مئی کو فاکسن میں دو لیکچر دیئے۔ جون میں ریسرچ کلب میں لیکچر دیا۔ کام زیادہ ہو گیا تو حکیم نورالدین صاحب کے حکم سے ۲۸ جون ۱۳ء کو چوہدری فتح محمد ایم اے اور شیخ نور محمد ایجنٹ خواجہ صاحب لندن گئے اور جون ۱۳ء میں خواجہ صاحب ایک خاتون کو تبلیغ کیلئے بلجیم لے گئے۔ ۲۹ جولائی کو مذہبی کانفرنس پیرس میں لیکچر دیا۔ ۱۳ اگست ۱۹۱۳ء کو مسجد ووکنگ کے خواجہ صاحب انچارج ہوئے اب وہیں رہنے لگے۔ ۳۰ ستمبر کو عیدالفطر کیکسٹن ہال میں سو آدمی کے ساتھ پڑھی۔ نواب صاحب بہاولپور نے پیش امام مجھ کر دس پونڈ پیش کئے۔ ۱۶ نومبر ۱۳ء کو لارڈ ہیڈلے مسلمان ہوا اور اسلامی نام رحمت اللہ فاروق حاصل کیا۔ پھر دو چار اور مرد وزن مسلمان ہوئے۔ ۲۸ نومبر ۱۳ء کو وائی کونٹ ڈی پورٹسکنہ بلجیم۔ کپتان سٹنلے

مارگریٹ مس للی رسٹم اور مسز کلفورڈ مسلمان ہوئے۔ سید امیر علی مرحوم نے لنڈن مسجد فنڈ سے ایک سو پونڈ سالانہ دینے کا انتظام کیا۔ دسمبر ۱۳ء میں روسی شہزادہ جبر و مسلمان ہوا۔ ۱۹۱۴ء میں خواجہ صاحب واپس ہندوستان آ گئے اور مولوی صدر الدین وہاں کام کرتے رہے' کچھ عرصہ تک ووکنگ مشن کا کام تیزی سے شروع رہا۔ پھر سرد ہو گیا۔ صدر الدین صاحب واپس آئے تو ۱۶ء میں خواجہ صاحب پھر ولایت گئے اور علیل ہو گئے اور اپنے بیٹے بشیر احمد بی اے کی وفات سے ان کو صدمہ ہوا۔ ۱۹ء میں واپس ہندوستان آ گئے اور ان کی جگہ مولوی صدر الدین، مولوی عبد اللہ جان ابن غلام حسن پشاوری اور دوست محمد اڈیٹر ''پیغام صلح'' ولایت گئے۔ خواجہ صاحب کے ایام علالت میں شیخ شیر حسن قدوائی، ملک عبد القیوم وغیرہ نے کام شروع رکھا۔ شیخ نور احمد صاحب جالندھری اگرچہ انگریزی نہ جانتے تھے اور خواجہ کے ایجنٹ تھے۔ مگر چار پانچ سال اخلاص سے وہاں کام کیا اور ہلال ووکنگ کا خطاب پایا اور ۱۹۱۹ء میں لاہور آ کر وفات پائی۔ ۱۹۳۰ء میں صدر الدین صاحب جب واپس آئے تو مصطفیٰ خان صاحب بی اے ووکنگ کے امام مقرر کئے گئے۔

(منقول از جنتری احمدیہ ۱۱ اور ۲۱ء)

تعبیر خواب

نیک و بد کی تعبیر خواب الگ الگ ہوتی ہے اور خواب تین قسم کے ہیں۔ رحمانی (خدا کا پیغام)، نفسانی (جیسے بلی کو چھیچھڑے کا خواب) اور شیطانی (خوفناک منظر)۔ رحمانی خواب کو روحانی امور سے ہی شناخت کیا جا سکتا ہے اور جو خواب منذر ہے مبشر نہیں ہو سکتی اور جو مبشر ہے منذر نہیں بن سکتی۔ منذر کے لئے صدقہ خیرات کی ضرورت ہے معبر اول کی تعبیر کچھ تاثیر نہیں رکھتی۔ تفاول درست ہے۔ مجھے گورداسپور مقدمہ پر جانا پڑا اور ایک شخص کو سزا ملنی تھی۔ راستہ میں ایک لڑکے کی بکری کے گلے میں رسی ڈال کر کہا کہ آ بادو

پھنس گئی، تو میں نے خیال کیا کہ اسے ضرور سزا ہو جائے گی۔ چکٹ کا مقابلہ تھا، راستہ میں ایک نے کہا کہ السلام علیکم تو میں نے سمجھا کہ ہماری فتح ہوگی خواب میں اسم سے مسمے یا موصوف سے صفت یا ملزوم سے لازم مراد ہوتی ہے یا بالعکس فطرۃ کوئی برا نہیں ہے اسلئے برے کو بھی نیک خواب آ سکتا ہے۔ خواب مبشر ہو تو پھر نہ سونا چاہیے۔ کہ خواب تہ زمین کے پانی کی طرح ہیں جو محنت سے دستیاب ہوتا ہے۔ فتور حواس کے وقت خواب آتا ہے اسی وجہ سے خواب کی حالت محسوس نہیں ہوتی۔ خواب کے علاوہ ایک حالت غیبت ہے جو نیم خوابی کی حالت میں فنافی اللہ انسان پر طاری ہوتی ہے اور اس کا باعث صرف روحانی طاقت ہے۔ حضور ﷺ کا دل بہت صاف تھا اس لئے قرآن مجید میں خدا کی تصویر روشن ہے اور باقی کتابوں میں اس کی دھندلی تصویر نظر آتی ہے۔ صبح کو خواب بیان کرنا سنت ہے۔ خواب اور الہام کا مادہ ہر شخص میں رکھ دیا ہے۔ میرا یہ مذہب ہے کہ بدکار کو بھی سچا خواب اور الہام صحیح بھی ہو جاتا ہے۔ مگر مومن کے اکثر خواب سچے ہوتے ہیں اور اس میں بشارت کا حصہ زیادہ ہوتا ہے اور کافر کی نسبت وہ صاف ہوتا ہے۔ کبھی نہ کبھی خواب کا آنا ضرور ہے مگر قضائے مبرم کی طرح اٹل نہیں ہوتا۔ بلکہ قضائے معلق کی طرح ہوتا ہے مبشر ہو تو بشارت کی صورت میں ظاہر ہونے کے لئے دعا کرو۔ منذر ہو تو توبہ و استغفار کرو۔ تعبیرات یوں ہیں۔ ہاتھی کو تیل ملنا (اچھا ہے)، گولیاں کھانا (غلبہ کا نشان ہے)، بجلی کی چمک (آبادی ہے)، ہاتھی پر سواری (طاعون پر سواری ہے)، بیسنی روٹی (کچھ تکلیف ہے)، زلزلہ (طاعون ہے)، خواب میں نام پر خوب غور کرو اس سے تعبیر کھل سکتی ہے۔ دشمن سے فرار (اس پر فتح ہے)، نماز پڑھنا یا شیرینی کھانا (نماز میں لطف آئے گا)، سورہ تبت پڑھنا (غلبہ ہے)، انگوٹھی (ایک حلقہ میں داخلہ ہے)، موت کی خبر پانا (بیعت میں داخلہ ہے)، دریا دیکھنا (علوم و معارف ہیں)، ابابیل (مستفید لوگ ہیں)، ختنہ کرنا (قطع شہوات ہے)، قیامت کی خبر

پانا (نیک کی فتح اور بد کی بدبختی ہے)، سلطان محمد کا آنا (کسی تائید کا ظاہر ہونا ہے کیونکہ سلطان کا نام یہی ظاہر کرتا ہے)، لبیں کترے ہوئے دیکھنا (تواضع ہے)، مریض قولنج کی موت (صحت ہے)، مامور کا آنا (رحمت کا ظہور ہے)، دایاں کان دین ہے اور بایاں دنیا اس لئے ان سے کچھ سننا (نیک بات ہے)، کتا (لالچی آدمی ہے)، بندر (ایک مسخ شدہ آدمی ہے)، دانت ٹوٹ کر (ہاتھ میں آئے تو اچھا ہے، ورنہ برا)، چاندی دینا (اظہار محبت اسلامی ہے)، سورہ تبارک و عم یتساء لون دکھانا (اعتراضات مخالفین اور مشیت الٰہی ہے)، کپڑے کو آگ لگنا اور پانی ڈال کر اسے صاف دیکھنا (صحت کی علامت ہے)، شہر میں عید پڑھنا (مبارک ہے)، منذر کو بری صورت میں دیکھنا (اپنی پردہ دری ہے)، جوان عورت (دنیاوی اقبال ہے)، مردے کا کلمہ پڑھنا (دین کی سرسبزی ہے)، بڑھا (عیسائیت) ہے۔ مردہ کا زندہ ہونا (کوئی پھر زندہ ہو)، کلیجہ (مال ہے)، نورانی کپڑے (کامیابی ہے)، مضمون عطا کردہ مسیح کا نقل کرنا (کامیابی ہے)، حضرت عمر کی ملاقات (شجاعت ہے)، گالیاں دینا (مغلوب ہونا ہے)، کتے کا خفیف کاٹنا اور انڈے دینا (کچھ ایذا رسانی ہے اور انڈے اس کی اولاد ہیں وہ توڑے جائیں تو وہ بھی تلف ہو گئے)، قبر سے مردہ کا نکلنا (گرفتار کی رہائی ہے)، سبحان اللہ پڑھنا (تصدیق وعدہ الٰہی ہے)، پیسے (جھگڑا ہیں)، کسی کا کچھ کہنا (کبھی دوسرے کی طرف اشارہ ہوتا ہے)، دوائی دینا (شفا بخشی ہے)، چنے، مولی، بینگن، پیاز وغیرہ (مکروہ ہے)، منقہ (اچھا ہے)، کتا (فتنہ پردازی ہے)۔

عقائد اور ملفوظات

آپ چودہویں صدی کے مجدد اور مسیح موعود اور مہدی معہود ہیں' وہ نبی اور رسول نہیں' کیونکہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پرانا ہو یا نیا نہیں آ سکتا' اور مجدد اور محدث آتے رہے ہیں اور آتے رہیں گے۔ پس اگر لفظ نبی یا مرسل کا اطلاق ان پر ہوگا تو مجازی طور پر ہوگا۔ آپ کو دوسرے مجددوں پر اس لئے فضیلت ہے کہ آپ کی آمد کے لئے صریح پیشگوئیاں موجود ہیں اور جس فتنہ کی اصلاح کے لئے آپ مبعوث ہوئے ہیں کسی دوسرے کو ایسی اصلاح سپرد نہیں ہوئی۔ پھر آپ کی دعوت عامہ ہے اور پہلے مجددین کی دعوت مختص الوقت اور مختص المقام تھی' پس حقیقی نبوت ختم ہو چکی ہے۔ پہلی امتوں میں انبیاء کے خلفاء حقیقی نبی ہوتے رہے ہیں' مگر اس امت میں کوئی خلیفہ حقیقی نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ کامل کتاب قرآن سے پہلے نازل نہیں ہوئی اور چونکہ حضور ﷺ رحمۃ للعالمین اور کافۃ الناس کی طرف مبعوث تھے۔ اس لئے کسی مخصوص التعلیم اور مختص القوم کی بھی بعد میں ضرورت نہ رہی مگر سلسلہ تجدید جاری رہا تاکہ بھولوں کو اسلام یاد دلایا جائے اور چونکہ آپ کی نسبت خاص طور پر پیشگوئیاں وارد ہیں اور اسلامی کامیابی آپ کی ذات سے وابستہ ہے اس لئے دوسرے مجددین کی نسبت آپ کا برحق ماننا زیادہ ضروری ہوا۔ گو کوئی شخص آپ کو نہ ماننے سے خارج از اسلام نہیں ہوتا۔ مگر کسی مسلمان کو یا مسیح موعود کو مفتری یا کاذب جاننے والا ضرور کافر ہوتا ہے (تو پھر انکار بھی موجب کفر ہوا) آپ نے کہا کہ ہماری جماعت میں چندہ دینے والے بہت تھوڑے ہیں جو ماہ بماہ چندہ دیتے ہیں۔ جو چندہ نہیں دیتا اس کے وجود سے اس سلسلہ کو کیا فائدہ ہے۔ جب بچوں کیلئے بازار سے کچھ نہ کچھ ضرور خرید کر لاتا ہے تو کیا یہ عظیم الشان سلسلہ اس لائق بھی نہیں کہ اس کے لئے چند پیسے بھی قربان کر سکے۔ آج دنیا میں کون سا سلسلہ ہے جو بغیر پیسہ کے چل سکتا ہے۔ وہ کس قدر بخیل ہے جو اس مقصد کے لئے چند پیسے بھی خرچ نہیں کر سکتا۔ صدیق اکبر نے اپنا کل گھر بار نثار کر دیا' فاروق اعظم اور ذی النورین نے اپنی طاقت کے مطابق مال قربان کر دیا۔ ایک وہ ہیں کہ بیعت تو کر جاتے ہیں۔ اور اقرار بھی کرتے ہیں کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم سمجھیں گے مگر امداد کے وقت اپنی جیبوں کو دبا کر پکڑے رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا وجود ہرگز نفع رساں نہیں۔ اس

وقت ہماری جماعت تین لاکھ ہے، پیسہ پیسہ بھی دیں تو کئی لاکھ پیسے ہو سکتے ہیں۔ چار روٹیاں کھانیوالا اگر آدھی روٹی بھی بچائے تو بھی اس کام سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ مگر اب تک اکثر لوگوں کو کہا بھی نہیں گیا جو دور دور بیعت کر جاتے ہیں اگر ان کو چندہ کے لئے کہا جائے تو ضرور چندہ دے دیں گے۔ تم ضرور ان کو باخبر کرو یہ موقع ہاتھ آنے کا نہیں۔ یہ کیسا برکت کا زمانہ ہے کہ جان نہیں مانگی جاتی اس لئے ہر ایک شخص تھوڑا تھوڑا جو لنگر اور مدرسہ اور دوسری ضروری مدوں میں دے سکتا ہے دے۔ باقاعدہ دینے والا اگرچہ تھوڑا ہی دے بے قاعدہ دینے والوں سے بہتر ہے۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے احادیث صحیحہ میں دی ہے جو بخاری و مسلم و دیگر صحاح میں درج ہیں۔ و کفی باللہ شہیدا. (۸ اگست ۱۸۹۹ء مرزا غلام احمد)

جو بیعت کرے اس کو قال اللہ اور قال الرسول کا پابند ہونا ضروری ہے اور یہ ضروری نہیں کہ وہ حنفی ہو یا شافعی۔ کوئی نئی شریعت اب نہیں آ سکتی اور نہ کوئی نیا رسول آ سکتا ہے مگر ولایت، امامت اور خلافت کی ہمیشہ قیامت تک راہیں کھلی ہیں۔ اور جس قدر مہدی دنیا میں آئے یا آئیں گے ان کا شمار خدا کو معلوم ہے۔ وحی رسالت ختم ہو گئی مگر ولایت امامت اور خلافت کبھی ختم نہ ہوگی۔ کسی کو گذشتہ لوگوں میں سے بجز حضور ﷺ کے جمیع کمالات کے رو سے بے مثل نہیں کہہ سکتے اور ممکن نہیں کہ آئندہ بھی کوئی آپ سے مجموعی طور پر بہتر ہو۔ ہاں جزوی لحاظ سے بعض لوگ بے مثل ٹھہر سکتے ہیں۔ مثلاً صحابہ کا حضور ﷺ کی صحبت اٹھانا، آپ کے ہمراہ جہاد کرنا اور مال و جان حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ ایسی خصوصیات ہیں جو دوسروں میں نہیں پائی جا سکتیں۔ مگر اس کے سوا ہر ایک کمال کے دروازے کھلے ہیں۔ خدا کے پیارے اور اعلیٰ درجہ کے مقبول بندے اور امام الوقت اور خلیفۃ اللہ فی الارض اللہ اب بھی ایسے ہی موجود ہیں جیسے پہلے ہوئے تھے اور

اب بھی اکرام و انعام کی وہ راہیں کھلی ہیں جو پہلے کھلی تھیں۔ کمالات نبوت و رسالت بھی ظلی طور پر حاصل ہو سکتے ہیں۔ جس قدر استعداد ہوگی پرتو نور کا اس پر پڑے گا۔ زندہ اسلام اسی کا نام ہے مگر جو لوگ امامت اور خلافت اور صدیقیت کو پہلے لوگوں پر ختم کر چکے ہیں ان کے ہاتھ میں اب مردہ اسلام ہے جو مذہب آئندہ کمالات کے دروازے بند کرتا ہے وہ انسانی ترقی کا دشمن ہے قرآن شریف میں ہماری دعا یہی ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم. یہ عقیدہ بھی ضروری ہے کہ کسی رشتہ سے گو رسول سے ہو کوئی فضیلت پیدا نہیں کرتا۔ فقط رشتہ پر فخر کرنا نامردوں کا کام ہے۔ صحابہ یا ذوی القربیٰ میں سے جو قابل تعریف ہے وہ صرف رشتہ کے لحاظ سے نہیں ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم. قرآن ہر ایک تصرف سے بکلی محفوظ ہے اور کوئی ایسا قرآن نہیں ہے کہ جس کو کوئی شخص غار میں لے کر چھپا بیٹھا ہے یہ بھی سچ ہے کہ چار یار ﷺ امین شرع تھے۔ شرک سے بکلی پاک رہنا ضروری ہے اور بیعت کا مقصد یہ ہے کہ انسان خدا کے غضب سے پرہیز کرے۔ (ڈاکٹر نواب محمد علی صاحب)

نسخہ جات

دہی و سرکہ سے مچھلی کی ہڈی گلے سے اتر جاتی ہے۔ طاعون میں مکنیشیا کا مسہل دے کر کیوڑہ اور زہری کھلاؤ اور جونک بھی مفید ہے۔ سکنجبین مقوی معدہ۔ یوں بناؤ عرق لیمو ایک سیر، الائچی خورد ۳ تولہ، کیوڑہ بقدر ضرورت۔ اطریفل مقوی دماغ اور دافع قبض یوں بناؤ۔ پوست ہلیلہ کابلی و زرد و سیاہ و بنفشہ و سقمونیا ہر یک ۵ مثقال گل سرخ و طباشیر و نیلوفر، پوست ہلیلہ و آملہ ہر یک (۴) مثقال تربد و کشنیز ہر یک ۱۰ مثقال، صندل سفید و کتیرا ہر یک ۱۰ مثقال روغن بادام ۱۵ مثقال یہ سب دوائیں بادام روغن میں چرب کریں۔ پھر عناب دانہ ۵۰ سپستان ۵۰ دانہ گل بنفشہ ۵ مثقال کے جوشاندہ میں ڈیڑھ وزن شیرہ ہر سہ ہلیلہ اور ایک وزن شہد ملا کر

گوندھ کر آگ پر رکھیں قوام ہو جائے تو مشک ۳ ماشہ ورق نقرہ ۲۵ عدد، ورق طلا ۱۰ عدد ملا کر اتار لیں۔ خوراک اول ڈیڑھ ماشہ پھر حسب برداشت۔ اٹھرا کے لئے مشک خالص ۲ ماشہ، زرسی ۳ ماشہ، فولاد قلمی ۳ ماشہ باہم پیسکر روزانہ بوقت شام ۲ رتی استعمال کرائیں اور غم سے بچائیں۔ طاعون کا انگریزی علاج یوں ہے کہ جدوار سرکہ میں پیس لیں، بڑے کے لئے ساتھ سرخ اور چھوٹے کے لئے پانچ سرخ گولی بنا کر کھائیں پھر کیمفر یا کو ۵ قطرہ، وائینم اپیکاک ۹ قطرہ، سپرٹ کلوروفارم ۱۵ قطرہ، عرق کیوڑہ ۵ تولہ، عرق سرس ۵ تولہ، پانی ۴ تولہ پی لیں یہ مقدار ابتدائی مرض میں ہے، ورنہ کیمفر کو بعد میں ۲۰ بوند وائینم اپیکاک، ۳۰ بوند اور سپرٹ کلوروفارم ۶۰ بوند، عرق کیوڑہ ۲۰ تولہ، عرق سرس ۲۵ تولہ تک بڑھا سکتے ہو۔ طاعون سے بچنے کے لئے روزانہ غسل، تبدیلی پوشاک، مکان اور بدررو کی صفائی، اپرسٹوری پر رہائش عود وغیرہ خوشبودار چیزیں جلانا، اپلے کوئلے اور چونہ جمع رکھنا اور گھر کو گرم رکھنا از بس ضروری ہے، مکان میں ہجوم تاریکی اور حبس نہ ہو اور روغن عنبر پرو کر دروازوں پر لٹکانا بھی مفید ہے اور مرہم عیسیٰ بہت مفید ہے۔ بال پیدا نہ ہوں تو ہڑتال ورقی ایک ماشہ، تیل چنبیلی ۵ تولہ، شیشی میں ڈال کر دھوپ میں رکھیں، جب ہڑتال نیچے بیٹھ جائے تو تیل صاف کر کے استعمال کریں۔ حمل گرتا ہو تو یہ نسخہ دیں: ۔ مروارید ۱ ماشہ در گلاب حل کردہ، عاقر قرحا ۱ ماشہ زنجبیل ۴ درم، مصطگی، زرنباد، درونج، کرفس شیطرج قاقلہ جوز بوا لسیاسہ قرفہ مد ۲ درم فلفل ۳ درم، دار فلفل ۳ م، دار چینی ۵ م، جدوار ۷ م، طباشیر ۵ م، مشک ۲ م، عود ۴ م، نبات سفید دو چند، خوراک حسب برداشت۔ بچے کو پیٹ میں قائم رکھنے کے لئے یہ آبزن استعمال کرو۔ گل سرخ ۷ م، گلنار ۵ م، برگ خشک ۴ م، شب یمانی ۳ م، پوست انار ۳ م، سب کو جو کوب کر کے دس سیر پختہ پانی میں جوش دیں ۵ سیر رہ جائے تو وہ پانی کسی بڑے برتن میں ڈال کر اس میں حاملہ کو لٹائیں۔

مبلغین قادیانیت

یوں تو ہر ایک قادیانی مبلغ بنتا ہے، مگر سر کردہ مبلغ یہ ہیں سید سرور شاہ مفسر قرآن، سید امیر حسین مدرس اعلیٰ مدرسہ احمدیہ محدث فقیہ اور پنجابی واعظ، میر محمد اسحق مولوی فاضل ایک ایک بات کو بار بار دہرانے والے حافظ روشن علی نابینا مقرر و مباحث، شیخ عبدالرحمن مصری، مولوی فاضل ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ نو مسلم تعلیمیافتہ مصر، مولوی اسمٰعیل حافظ حوالہ جات تحریرات مسیح فارسی دان خصوصی، مولوی فضل الدین وکیل ماہر تالیف، مولوی شیر علی بی اے سابق ایڈیٹر ریویو اوف ریلیجنس نائب خلیفہ ثانی بوقت ضرورت سادہ گو، میر قاسم علی ایڈیٹر فاروق مناظر مہیب برائے ثناء اللہ و آریہ سماج برجستہ اور پر زور اور تلخ گو، شیخ محمد یوسف (سکھ) ایڈیٹر نور نو مسلم مترجم قرآن بزبان گورمکھی و دیگر کتب، صوفی غلام رسول راجیکی ماہر تصوف، حافظ غلام رسول وزیر آبادی، والد شہید مدریشیش، عبید اللہ نابینا واعظ پنجابی، مفتی محمد صادق مبلغ انگلستان تا ہفت سال ماہر علوم عیسوی، عبدالرحیم نیر مبلغ نائجیریا و افریقہ، چوہدری فتح محمد ایم اے مبلغ انگلستان و ملکانہ، مولوی اللہ دتا جالندہری، مولوی فاضل مولف تفہیمات ربانیہ جواب عشرہ مبشرہ، مولوی فاضل سادہ گو، جلال الدین شمس سہوانی پیرو کار مقدمہ بہاولپور۔

عمر مسیح

احمدی جنتری ۲۶ء (ص ۱) میں ہے کہ: نصرۃ الحق مطبوعہ ۱۹۰۵ء میں لکھا ہے کہ جو الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں وہ تو چوہتر اور چھیاسی سال کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں اب میری عمر ستر برس کے قریب ہے اور تیس برس کی مدت گذر گئی، کہ خدا تعالیٰ نے صریح لفظوں میں مجھے خبر دی تھی کہ تیری عمر اسی برس کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ

ال زیادہ یا کم اور جب آپ ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے تو آپ کی عمر ۷۳ سال بنتی ہے اور
ری حساب سے پچھتر سال بنتی ہے اور امریکہ کے جھوٹے مدعی کے مقابلہ پر ۱۹۰۲ء میں
لکھا تھا کہ میری عمر ۶۶ سال سے زیادہ ہے تو اس تحریر سے آپکی بوقت وفات ۷۲ بنتی ہے
قمری حساب سے ۷۴ سال ہوتی ہے۔ زمیندار میں ظفر علی خان کے والد نے لکھا تھا کہ
پ ۱۸۶۰ء یا ۱۸۶۱ء کے قریب سیالکوٹ میں محرر تھے اور اس وقت آپ کی عمر ۲۲ سال یا
۲۰ سال کی تھی تو قمری حساب سے ۷۴ سال ہوئی۔ ملک محمد دین افسر انہار ریاست بہاولپور
نے ۱۸۹۱ء کے آغاز میں آپ سے پوچھا تھا تو آپ نے اپنی عمر ۶۴ یا ۶۵ سال بتائی تھی اس
ساب سے آپ کی عمر ۸۱ یا ۸۲ سال بنتی ہے پھر ملک صاحب ممدوح نے ۱۹۰۸ء میں مولوی
محمد حسین بٹالوی سے پوچھا کہ آپ کی عمر کتنی ہے تو آپ نے کہا کہ ستر سال کا ہوں اور جب
مرزا صاحب طب پڑھتے تھے تو وہ جوان عمر تھے اور مجھ سے آٹھ نو سال بڑے تھے تو آپ کی
عمر ۸۰ سال ہوئی اور مولانا نے اشاعۃ السنۃ ۱۸۹۳ء میں لکھا ہے کہ اب تو وہ ۶۳ سال کا
ہو چکا ہے تو چودہ برس اور زندہ رہے اور عمر ۸۱ سال ہوئی۔ مولوی ثناء اللہ اہلحدیث ۳ مئی
۱۹۰۸ء میں لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ میری موت عنقریب ۸۱ سال سے کچھ
اوپر پہنچے ہے جس کے سب زینے آپ غالباً طے کر چکے ہیں تو ۱۹۰۸ء میں لکھ دیا کہ آپ
کی عمر ۷۰ سال سے کم تھی۔ پھر اپنی تفسیر (ص ۱۰۴) ۱۸۹۹ء میں لکھتے ہیں کہ آپ کی عمر اس
وقت ستر سال سے متجاوز تھی تو پھر ۱۹۰۸ء میں آپ کی عمر ۷۹ سال ہوئی۔ بہرحال اعلان
دعوی کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے جو کسی مفتری کو نصیب نہیں ہوئی۔

دس شرائط بیعت مسیح

مسیح احمدی جنتری (ص ۱۱) ۱۹۲۶ء میں ہے کہ مرزا صاحب کی بیعت کے شرائط
یہ دس امور تھے۔

۱..... شرک سے تادم مرگ اجتناب۔

۲..... جذبات نفسانیہ اور فسق و فجور چھوڑنا۔

۳..... پنجوقتہ نماز حتی المقدور تہجد درود شریف و استغفار پر مداومت۔

۴..... غیر کو ناجائز تکلیف نہ دینا خواہ فعلی ہو یا قولی۔

۵..... عسر و یسر میں رضا بالقضاء۔

۶..... قرآن و حدیث کو اپنے اوپر حاکم بنانا۔

۷..... ترک کبر و نخوت۔

۸..... ہمدردی حسبۃ للہ اور خلق اللہ کو فائدہ پہنچانا۔

۹..... اسلامی ہمدردی کو اپنے مال و جان سے زیادہ عزیز سمجھنا۔

۱۰..... اس عاجز سے عقد اخوت باقرار اطاعت در معروف اور اس عقد میں لاثانی ہو کر دکھلانا۔ پھر (ص ۱۰) پر آپ کے نصائح لکھے ہیں کہ ظاہری بیعت کچھ نہیں۔ میں یہ کہہ کر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اسے مت کھاؤ۔ دعا کرو۔ جو خدا کو قادر نہیں سمجھتا جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا۔ آخرت کو نہیں دیکھتا، قمار بازی بدنظری خیانت رشوت، اور ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا۔ نماز کا پابند نہیں۔ برے رفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر برا اثر ڈالتا ہے والدین کی عزت نہیں کرتا اہلیہ اور اقارب سے نرمی نہیں برتتا۔ شرائط بیعت کو توڑتا ہے۔ مجھے فی الواقع مسیح موعود اور مہدی معہود نہیں سمجھتا۔ امر معروف میں میری اطاعت نہیں کرتا مخالفوں کی جماعت میں بیٹھ کر ہاں میں ہاں ملاتا ہے۔ خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا۔ فاسق زانی شرابی خونی چور قمار باز خائن مرتشی غاصب ظالم دروغگو، جعلساز اور ان کا ہم نشین اور اپنے بہن بھائیوں پر تہمت لگانے والا میری جماعت سے نہیں ہے اور تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح سے بچ نہیں سکتے۔ پھر (ص ۳۶) پر آپ کا ایک مکالمہ لکھا ہے جو

کسی صلح کل سے ہوا تھا۔

۱..... خدانے کافر و مسلمان کو یکساں حصہ بخشا ہے۔ ہاں سب کو ایک جیسے قوی دیے ہیں مگر ان کا صحیح استعمال اسلام کے سوا کسی دوسرے طریق پر ممکن نہیں۔

۲..... ریل کا سوار گو آرام میں ہے مگر پیدل بھی چلنے والے ہیں مگر خدا سے ملنے کی صرف ایک ہی راہ ہے جو اسلام ہے کیونکہ اس سے تزکیہ نفس اور یقین حاصل ہوتا ہے۔

۳..... خدا بے انت ہے تو شرع کی پابندی سے بے انت کیسے حاصل ہوگا؟ شرع خدا سے ملنے کی راہ کو کہتے ہیں تو پھر اسے کیوں چھوڑا جا سکتا ہے۔

۴..... ذات پات نہ پوچھو۔ ہر کو بھجے سو ہر کا ہو، ہاں خواہ کسی قوم کا ہو خدا کی راہ میں اسلام کے بغیر نہیں چل سکتا۔

۵..... پیروان وید نے کسی شخص کی پیروی نجات کے لئے محصور نہیں رکھی۔ تو مولف ویدکی بھی پیروی نہ رہی تو ایسا آزاد اگر نجات پائے گا تو ویدکی تعلیم بیکار ہوئی، اگر نجات نہیں پائے گا تو یہ مقولہ درست نہ رہا۔

۶..... ہر مذہب میں صاحب کمال گذرے ہیں۔ مگر اب کوئی نہیں لیکھرام ہی کو پیش کرو۔

انجام مکذبین

غلام دستگیر قصوری چراغ الدین جمونی، اسمٰعیل علی گڑھی، امریکن ڈوی، فقیر مرزا دوالمیالی، نور احمد بھری چٹھہ، زین العابدین، مولوی فاضل حافظ سلطان سیالکوٹی، سکندر بیگ سیالکوٹی، رشید احمد گنگوہی، شاہدین لدھیانوی مولوی عبدالعزیز، مولوی محمد عبداللہ لدھیانوی محمد حسن بھیّنی، نذیر حسین دہلوی، رسل بابا امرتسری، عبدالرحمٰن لکھو کے، نور احمد و نور محمد ملتانی، عبدالمجید دہلوی، سعد اللہ لدھیانوی، فضل داد جنگوی، سومراج و بھگت رام آریہ واچھر چند قادیانی ابوالحسن منچگرائیں، فیض اللہ جنڈیالہ، عبداللہ آتھم بابو الٰہی بخش ہلاک ہوئے مگر

مولوی ثناء اللہ پیر جماعت علی شاہ صاحب و پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی، فضل احمد لودھیانوی، عبدالحکیم سیالکوٹی، ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی، عبدالحق غزنوی محمد حسین بٹالوی، جعفر زٹلی لاہوری، ظفر علی خان لاہور ایڈیٹر زمیندار، سید حبیب ایڈیٹر ''سیاست''، مولوی محمد علی صاحب مونگیری، مرتضیٰ حسین صاحب دربھنگوی وغیرہ مکذب کے عذاب سے بچے رہے۔ اس لئے نظام دنیا کے عسر و یسر کو اپنی طرف منسوب کرنا کمال خوش فہمی ہوگی۔ پھر یہ تاویلیں کرنا کہ ان کا باطن خوفزدہ تھا یا انہوں نے دعا کی منظوری نہیں دی تھی اور بھی تعجب خیز ہے کیونکہ جب انسان اپنی بددعا سے آپ ہلاک ہوتا ہے تو مدعی صداقت میں کیا خوبی ہوئی۔ اس سے تو مسیح ایرانی ہی سخت جان نکلا کہ بغیر منظوری کے دشمن کے ہلاک ہونے کا ثبوت پیش کرتا تھا۔

۱۵..... اقتباسات کتاب ''الوصیۃ''

مصنفہ غلام احمد مسیح قادیان

مرزا صاحب جب دنیا کو خیر باد کہنے لگے تو تین سال پہلے اپنا ایک وصیت نامہ شائع کر دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''چونکہ خدا نے وحی کے ساتھ میری عمر کو جزحد سے بلا دیا ہے اس لئے وصیت کرتا ہوں کہ مجھے یہ وحی ہوئی ہے کہ تیرے متعلق ہم ایسی باتوں کا نام ونشان نہیں چھوڑیں گے جو (مخزیات) موجب رسوائی ہوں اور ایسے تمام اعتراضات دفع کریں گے جن سے تیری رسوائی ہوتی ہو۔ ہم قادر ہیں کہ مخالفین کے متعلق جو پیش گوئیاں ہیں ان میں سے تمہیں کچھ دکھلائیں یا تجھے ماردیں تو اس حالت میں فوت ہوگا کہ میں تجھ سے راضی ہوں گا۔ اور ہم تیرے لئے کھلے کھلے نشان ہمیشہ موجود رکھیں گے۔ جو وعدہ کیا گیا ہے وہ قریب ہے اپنے رب کی نعمت کا جو تجھ پر ہوئی ہے لوگوں کے پاس بیان کر جو تقویٰ اختیار کریں خدا ان کے اجر کو ضائع نہیں کرے گا۔''

تحزیات کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ رسوا کرنے والے اعتراضات ہم رفع کریں گے۔ دوم یہ کہ ایسی شرارت کرنے والوں کو جو شرارت اور بد ذکر کرنے سے باز نہیں آتے ہم ان کو دنیا سے اٹھا لیں گے اور صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے اور ان کی نابودگی سے اعتراضات خود بخود معدوم ہو جائیں گے اس کے بعد پھر الہام ہوا کہ ''بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں، اس دن سب پر اداسی چھا جائے گی۔ یہ ہوگا یہ ہوگا یہ ہوگا بعد اس کے تمہارا واقعہ ہوگا۔ تمام حوادث اور عجائبات قدرت دکھانے کے بعد تمہارا حادثہ آئے گا۔'' حوادث سے مراد موت اور زلزلہ قیامت کا نمونہ ہوگا، زندگی تلخ ہوگی، توبہ کرنیوالوں پر خدا کا رحم ہوگا، راستوں کو کچھ غم نہیں اور نہ خوف۔ پھر کہا کہ ''تو میری طرف سے نذیر ہے میں نے تجھے بھیجا تا کہ مجرم نیکوں سے الگ کیے جائیں۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا اور وہ بڑے زور آور حملوں سے اس کی تصدیق ظاہر کرے گا (لوگ دیکھتے تو معلوم ہو جاتا کہ میں صدی کے سر پر ظاہر ہوا ربع صدی چہارم بھی گذر گئی اور کسوف بھی رمضان میں ہوا۔ طاعون اور زلزلے بھی آئے اور آئیں گے مگر دنیا کے پیاروں نے مجھے قبول نہ کیا) میں تجھے اس قدر برکت دوں گا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ (آئندہ زلزلہ کے متعلق کہا کہ ع

پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی

اس لئے زلزلہ شدید آئے گا مگر راستباز محفوظ رہیں گے) پس راستباز بنو تا کہ محفوظ ہو۔ کئی آفتیں آئیں گی (مگر کچھ زندگی میں اور کچھ میری موت کے بعد) خدا میرے سلسلہ کو ترقی دے گا کچھ میرے ہاتھ سے اور کچھ میرے بعد ہمیشہ سے لاغلبن انا ورسلی کا قاعدہ جاری ہے (کہ خدا اور خدا کے رسول غالب رہیں گے) ''غلبہ رسل'' سے مراد یہ ہے کہ ان کی صداقت کے نشانات ظاہر ہوں وہ صداقت کی تخم ریزی ان کے ہاتھ سے کراتا ہے مگر تکمیل

نہیں کراتا، بلکہ ان کو وفات دے کر مخالفین کو طعن و تشنیع کا موقع دیتا ہے اس کے بعد دست قدرت سے جو کمی رہ گئی ہو پوری کر دیتا ہے۔ اس لئے جماعت کے لوگ تردد میں پڑ جاتے ہیں اور کئی مرتد بھی ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے جیسا کہ عہد رسالت کے بعد عہد صدیقی میں ہوا تھا پھر لیمکنن لھم دینھم پورا ہوا (کہ ہم انکے دینکو غالب کریں گے) حضرت موسیٰ بھی مصر اور کنعان کی راہ منزل مقصود تک پہنچنے سے پہلے وفات پا گئے تھے اور بنی اسرائیل چالیس روز تک روتے رہے واقعہ صلیب کے وقت بھی حواری تتر بتر ہو گئے تھے اور ایک مرتد بھی ہو گیا تھا پس دو قدرتوں کا آنا ضروری ہوا۔

قدرت ثانیہ

اور دوسری قدرت جب تک میں ہوں ظاہر نہ ہوگی۔ اس لئے میرا جانا ہی بہتر ہے کیونکہ اس کا تعلق تمہارے ساتھ ہے۔ ''براہین'' میں ہے کہ اس جماعت کو قیامت تک غالب رکھوں جو تیرے پیرو ہیں۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا ہوں اور خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں۔ میرے بعد اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے سو تم خدا کی قدرت کے انتظار میں دعا کرتے رہو، تا کہ وہ آسمان سے نازل ہو۔ چاہیے کہ میری جماعت کے بزرگ نفس میرے نام پر میرے بعد بیعت لیں۔ خدا چاہتا ہے کہ نیک فطرتوں کو یورپ اور ایشیا سے توحید پر جمع کرے جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں اور جب تک کوئی روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب مل کر میرے بعد کام کرو۔ (چالیس آدمی جس پر اتفاق کریں وہ بیعت لے سکے گا خدا نے کہا کہ تیری ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا۔ سو تم منتظر ہو۔ ممکن ہے کہ وہ اس وقت معمولی انسان ہو۔ جیسا کہ ایک کامل انسان بھی پیش از وقت نطفہ اور علقہ ہوتا ہے) طہارت قلبی اور ہمدردی سے روح القدس کا حصہ حاصل کرو کیونکہ اس کے سوا تقویٰ حاصل نہیں ہوتا۔ خدا کی رضا میں تنگ راہ اختیار کرو اگر تم

اس کے قریب آ جاؤ تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور تم راست بازوں کے وارث بن جاؤ گے۔ جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔

حصول نبوت

خدا نے کہا ہے کہ تقویٰ ایک درخت ہے جو دل میں لگانا چاہیے۔ وہ جڑ ہے اگر وہ نہیں تو کچھ نہیں اگر وہ ہے تو سب کچھ ہے۔ وہ ہلاک ہے جو دین کے ساتھ دنیا کی ملونی رکھتا ہے ورنہ وہ کیڑوں کی طرح ہلاک ہو جائے گا۔ اگر تم میں خدا نہیں تو تمہیں ہلاک کر کے خوش ہوگا۔ اگر تم نفس سے مر جاؤ گے تو خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے۔ اور تمہاری حرکت وسکون خدا کے لئے ہو جائے گی۔ توحید کا اقرار عملی طور پر کرو کہ خدا بھی عملی طور پر احسان ظاہر کرے۔ کینہ وری چھوڑ کر بنی نوع کی ہمدردی اختیار کرو۔ قرب الٰہی میں داخل ہو جاؤ اچھا موقع ہے یہ کیال نہ کرو تم ضائع ہو جاؤ گے کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا پھولے گا اور اس کی شاخیں پھیلیں گی مبارک وہ ہے جو مصائب سے نہ ڈرے، کیونکہ ان کا آنا ضروری ہے۔ اور صابر اخیر میں فتحیاب ہوتا ہے یہ بھی کہا ہے کہ جو لوگ ایسا ایمان لائے جس میں دنیا کی ملونی نہیں نفاق اور بزدلی سے بھی آلودہ نہیں اور اطاعت سے محرومی نہیں ایسے لوگ پسندیدہ ہیں۔ تم خدا کے ہو جاؤ شریک نہ لاؤ۔ وہ زندہ ہے اب بھی بولتا ہے جیسا کہ پہلے بھی بولتا تھا وہ تمثیل کے طور پر اپنے تئیں اہل کشف پر ظاہر کرتا ہے۔ غیر متشکل اور غیر مجسم عرش پر ہے زمین پر بھی ہے۔ منبع جمیع صفات کاملہ ہے منزہ عن العیوب ہے، اپنے تئیں نشانات سے ظاہر کرتا ہے اور راست بازوں پر ہمیشہ وجود ظاہر کرتا ہے نادان ہے وہ جو اس کی قدرتوں سے منکر ہے اور اندھا ہے وہ جو اس کی عمیق طاقتوں سے بے خبر ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے بغیر ان امور کے جو اس کے شان کے خلاف ہیں۔ اس کی طرف پہنچنے کا صرف ایک ہی

دروازہ قرآن مجید ہے باقی نبوتوں اور کتابوں کی الگ پیروی کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب سے پر حاوی ہے اس لئے اس پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور یہ نبوت فیض رسانی میں قاصر نہیں۔ اس کی پیروی خدا سے مکالمہ تک پہنچا دیتی ہے مگر اس کا کامل پیرو صرف نبی (یعنی مستقل نبی) نہیں کہلا سکتا' کیونکہ نبوت تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اس پر صادق آ سکتے ہیں اور اس میں اس کی کوئی ہتک نہیں۔ بلکہ اس کے فیضان سے اس کی چمک اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ (نبوت تشریعی کا دروازہ حضور کے بعد بالکل مسدود ہے اور قرآن مجید کے بعد کوئی اور کتاب نہیں جو اسے منسوخ کرے یا اس کی پیروی معطل کرے)۔

جب انسان کا مکالمہ خدا سے مکمل ہو جاتا ہے تو نبوت کے خطاب سے موسوم ہو جاتا ہے۔ جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔ یہ ممکن نہ تھا کہ خیر الامم اس مرتبہ عالیہ سے محروم رہ جاتی اور فیضان نبوت بند ہو جاتا۔ اس لئے نقائص کے رفع کرنے کے لئے خدا نے یہ شرف ایسے افراد کو بخشا جو فنا فی الرسول ہو گئے اور کوئی حجاب نہ رہا اور امتی بننے کا مفہوم اور پیروی کا معنی اتم اور اکمل درجہ پر ان میں پایا گیا۔ ایسے طور پر کہ ان کا وجود اپنا وجود نہ رہا بلکہ ان کے محویت کے آئینہ میں حضور کا وجود منعکس ہو گیا۔ اور دوسری طرف مخاطبہ الہیہ اور مکالمہ اتم اور اکمل طور پر نبیوں کی طرح ان کو نصیب ہو۔ پس اس طرح بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی کا خطاب پایا۔ یہی اس فقرہ کا معنی ہے کہ (المسیح نبی اللہ امامکم منکم) یعنی وہ نبی بھی ہے اور امتی بھی۔ مسیح ناصری مر چکے ہیں آیت توفی میں مذکور ہے کہ

وفات مسیح علیہ السلام

خدا قیامت کو آپ سے پوچھے گا کہ تم نے یہ شرکیہ تعلیم (تثلیث پرستی) دی تھی؟ تو وہ جواب

دیں گے کہ میں جب تک ان میں رہا ان کا نگہبان تھا۔ اب وفات کے بعد مجھے کیا علم تھا کہ وہ کس ضلالت میں مبتلا ہوئے۔ اب اگر کوئی چاہے تو یہ معنی کرے کہ جب تو نے مجھے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھالیا مگر نتیجہ یہی ہوگا کہ وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے ورنہ یہ ممکن نہیں کہ خدا کے سامنے اتنا بڑا جھوٹ بولیں گے۔ کیا جو شخص دوبارہ دنیا میں آئے اور چالیس برس عیسائیوں سے لڑائی کرے تو نبی کہلا کر ایسا جھوٹ بول سکتا ہے اگر وہ نہیں اتریں گے تو کیا ان کی قبر آسمان پر بنے گی؟ جو فیھا تموتون کے خلاف ہے۔ اب کتاب اللہ کی مخالفت نہیں تو اور کیا ہے؟ میں نہ آیا ہوتا تو یہ غلطی قابل معافی تھی۔ مگر جب قرآن کے معانی کھل گئے تو غلطی کو نہ چھوڑنا ایمانداری کا شیوہ نہیں ہے۔ زمین وآسمان میں میرے نشان ظاہر ہو چکے ہیں تو اب بھی حق کو قبول نہ کرنا سخت دلی ہے۔

صداقت کے نشان اور زلزلے

نشان ابھی ختم نہیں ہوئے۔ ۴ اپریل ۱۹۰۵ء کو جو زلزلہ میری پیشگوئی کے مطابق آیا تھا۔ اور اس کے بعد اور زلزلوں کی خبر مجھے دی گئی ہے کہ بہار کے موسم میں ایک اور زلزلہ آنے والا ہے یہ معلوم نہیں کہ بہار کا آغاز ہوگا یا درمیان یا اخیر چونکہ اخیر جنوری سے پتے نکلنے شروع ہو جاتے ہیں اس لئے جنوری سے اخیر مئی تک خزاں کے دن ہوں گے۔ (اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ بہار سے مراد کونسی بہار ہے، بہر حال بہار کا ہونا ضروری ہے خواہ کوئی ہو)۔ یہ بھی الہام ہوا:

۱..... زلزلة الساعة

۲..... لک نری ایات ونھدم ما یعمرون (یعنی وہ قیامت کا نمونہ ہوگا اور تیرے لئے ہم نشانات دکھلائیں گے اور جو عمارتیں بناتے ہیں ان کو گراتے جائیں گے)

۳..... بھونچال آیا اور شدت سے آیا زمین تہ وبالا کردی (یعنی زمین کے بعض حصوں کو تہ وبالا کر دے گا جیسا کہ لوط کے زمانہ میں ہوا)

۴..... انی مع الافواج اتیک بغتة (یعنی پوشیدہ طور پر فوجوں کے ساتھ آؤں گا کیونکہ گناہ حد سے بڑھ گیا ہے اور لوگ دنیا سے پیار کر رہے ہیں اور خدا کی راہ بنظر تحقیر دیکھتے ہیں)

۵..... زندگیوں کا خاتمہ۔

۶..... الله نازل من السماء مایرضیک رحمة منا وکان امرا مقضیا (یعنی ایک امر آسمان سے اترے گا جس سے تو خوش ہو جائے گا اور ضرور ہے کہ آسمان اس کے نازل کرنے سے رکا رہے جب تک یہ پیشگوئی شائع نہ ہو جائے) کون ہے جو ہماری باتوں پر ایمان لائے بجز اس کے جو خوش قسمت ہو۔ ہماری نیت ان (چھ) الہاموں سے موت نہیں بلکہ بچاؤ ہے جو توبہ کریں گے بچ جائیں گے مگر جو تحول کرتا ہے اور گناہ نہیں چھوڑتا اس کی ہلاکت قریب ہے یہ بتانا بھی ضروری ہے۔ کہ خدا نے میری وفات کی خبر دے دی ہے کہ بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں تمام حوادث اور عجائبات قدرت دکھانے کے بعد تیرا حادثہ آئے گا۔ پس ضرور ہے کہ میری وفات سے پہلے دنیا میں کچھ حوادث پڑیں تا کہ دنیا انقلاب کیلئے تیار ہو جائے۔ پھر میری وفات ہو مجھے میری قبر کی جگہ دکھلائی گئی ہے جو چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اس کی مٹی تمام چاندی کی تھی۔

بہشتی مقبرہ

اور کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے اور جگہ دکھائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا کہ اس میں بہشتیوں کی قبریں ہیں تب سے مجھے فکر تھی کہ ایک قطعہ زمین قبرستان کیلئے خریدا

جائے مگر چونکہ موقع کی زمین زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔ اس لئے یہ امر ملتوی رہا۔ جب مولوی عبدالکریم کی وفات کے بعد میری وفات کی خبر آئی تو بہت جلد انتظام کرنا پڑا اور اپنی ملکیت کی زمین جو ہزار روپیہ سے کم نہیں اور میرے باغ کے قریب ہے، اس کے واسطے تجویز کرلی۔ میری دعا ہے کہ خدا اسی کو بہشتی مقبرہ بنائے اور میری جماعت میں سے ان لوگوں کی خواب گاہ ہو کہ جنہوں نے دین کو دنیا پر مقدم سمجھا ہے اور ان میں پاک تبدیلی آگئی ہے اور صحابہ کی طرح صدق اور وفاداری کا نمونہ ہیں۔ اے میرے خدا میری جماعت میں سے ان لوگوں کی قبریں بنا جو تیرے لئے ہو چکے ہیں۔ ان کو صرف یہ جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں۔ اور کوئی نفاق اور بدظنی اور غرض نفسانی اپنے اندر نہیں رکھتے (بدظنی آگ کی طرح ایمان کو کھا جاتی ہے جو خدا کے مرسلوں پر بدظنی کرتا ہے خدا اس کا دشمن بن جاتا ہے چنانچہ مجھے فرمایا کہ میں رسول کے ساتھ کھڑا ہوتا ہوں اور جو اسے برا جانتا ہے میں بھی اسے برا جانتا ہوں۔ میں تجھے وہ دوں گا جو تیرے لئے آسمان پر رتبہ بڑھائے۔ اوران لوگوں میں جو دیکھتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ تو اسی مقبرہ میں مفسدوں کو جگہ دے گا۔ نہیں میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ جلدی نہ کرو خدا کا حکم آچکا ہے۔ ڈرومت۔ رسول نہیں ڈرتے یہ بشارت ہے جو انبیاء نے حاصل کی تھی اے میرے احمد تو میری مراد ہے اور تو میرے ساتھ ہے تو میری توحید وتفرید کی جگہ ہے اور تو میرے ہاں اس مرتبہ میں ہے کہ لوگ اسے نہیں جانتے) یہ مقبرہ ان کے لئے ہے جو تیرے لئے اپنی جان قربان کر چکے ہیں۔ تیری محبت میں کھوئے گئے ہیں۔ اور تیرے فرستادوں سے وفاداری ادب کامل اور انشراحی ایمان سے محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں۔ یہ صرف بہشتی مقبرہ ہی نہیں ہے بلکہ اس کے متعلق یہ بھی الہام ہوا ہے کہ انزل فیھا کل رحمۃ (یعنی کوئی ایسی رحمت نہیں کہ جس میں سے اس کو حصہ نہیں ملا) اس لئے میرا دل بذریعہ وحی خفی اس طرف متوجہ ہوا

ہے کہ چار شرطیں لگاؤں۔

اول یہ کہ امیدوار حسب حیثیت چندہ داخل کریں جس کا مقصد اشاعت اعلائے کلمہ توحید ہوگا۔ ایک ہزار روپیہ کی زمین دے چکا ہوں اور ایک ہزار روپیہ کی اور زمین بھی اس میں شامل کرنا ہے اور ایک ہزار روپیہ پل بنوائی اور درخت لگوائی کے لئے بھی درکار ہے۔ تو یہ حکیم نورالدین کے پاس جمع رہے گا اور میرے مرنے کے بعد ایک جماعت کے قبضہ میں دیا جائے جو اشاعت توحید پر خرچ کرتی رہے۔

دوم یہ کہ امیدوار اپنی حین حیات میں اپنی کل جائداد کا دسواں حصہ بطور وصیت لکھ دے جو تبلیغ احکام قرآن، اشاعت اسلام و پرورش ایتام ومساکین اور نومسلموں کی امداد اور باقی مصالح اسلام پر خرچ ہوگا جن کی تفصیل قبل از وقت مشکل ہے اور یہ جائز ہوگا کہ انجمن اس کو ترقی دینے کیلئے تجارت میں خرچ کرے اور مجھے خطرہ ہے کہ کثرت اموال کیوجہ سے کہیں تم دنیا سے پیار نہ کرنے لگ جاؤ۔

سوم یہ کہ امیدوار متقی محرمات سے مجتنب شرک وبدعت سے کنارہ کش اور سچا صاف مسلمان ہو۔

چہارم یہ کہ جو مفلس اسلام پر جان قربان کر چکا ہو بشرطیکہ اس کا ثبوت مل جائے داخل کیا جائے گا۔ اور ہدایت منفصلہ ذیل بھی واجب التعمیل ہیں۔

۱..... گو وصیت پر عملدرآمد بعد موت ہوگا مگر ابھی سے انجمن کی طرف سے اخبارات میں اس کا شائع کرنا ضروری ہوگا۔ ۲..... بیرونی امیدوار کی لاش صندوق میں بند کر کے روانہ کی جائے کیونکہ قبر سے لاش نکالنا مناسب نہیں (یہ بدعت نہ سمجھو کیونکہ یہ وحی الٰہی کا حکم ہے اور یہ مقبرہ کسی کو بہشتی نہیں بناتا بلکہ بہشتی اس میں آتے ہیں) اللہ کا ارادہ ہے کہ ایسے تمام آدمی

اس میں یکجا جمع ہوں۔ اس کی اشاعت کرو آئندہ نسلوں کیلئے اسے محفوظ رکھو۔ اور مخالفین کیلئے بھی تبلیغ کرو اور بدگوی بدگوئی پر صبر کرو۔ غلام احمد ۳۰ دسمبر ۱۹۰۵ء

تنقیدات

اس میں شک نہیں کہ مسیح قادیانی نے اپنے آپ کو انبیاء کی صف میں لا کر کھڑا کر دیا ہے مگر جو دلائل دیئے ہیں وہ اہل اسلام کے نزدیک مخدوش ہیں کیونکہ

اول: تو (امامکم منکم) اور (المسیح نبی اللّٰہ) کا مفہوم ہی بدل دیا ہے ورنہ اہل اسلام کے نزدیک تو یہ معنی تھا کہ امام مہدی، امت محمدیہ میں سے ہوں گے اور مسیح علیہ السلام نبی اللہ نازل ہو کر چالیس سال حکومت کریں گے اس لئے یہ تحریف قابل التفات نہیں۔

دوم: یہ بھی غلط ہے کہ فیضان نبوت محمدی سے کئی لوگ انعکاسی نبوت پر پہنچ چکے ہیں کیونکہ خیر القرون میں بھی کوئی ایسا تابع کامل نہیں پایا گیا کہ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو۔ ہاں شطحیات صوفیاء میں ایسے بیانات ضرور پائے جاتے ہیں کہ جن میں وہ مظہر رسالت کے مدعی نظر آتے ہیں مگر تاہم ان کو یہ حوصلہ نہیں پڑا کہ اپنی نبوت کسی سے منوائیں اور اپنے منکر کو کافر غیر ناجی اور ناپاک قرار دیں کیونکہ شطحیات صوفیاء کو اسلام میں دخل نہیں ہوتا اور اس طرح کے بیانات امت محمدیہ کے لئے فتنہ ثابت ہوتے ہیں ان کی وجہ سے ہی کئی لوگ پیر پرستی میں ڈوب کر مشرک بن گئے اور کئی ایک جاہل اپنے پیر کو خدا تک اڑا لے گئے جن کا خمیازہ آج تک اہل اسلام کو بھگتنا پڑتا ہے۔ وحدت وجودی بروز رسالت فنافی اللّٰہ اور فنافی الرسول کا یہ مطلب جو مرزا صاحب نے یا دوسرے ناعاقبت اندیش صوفیاء نے پیش کیا ہے محققین اسلام نے اس کو تناسخ رجعت اور شرک فی الرسالۃ یا شرک فی الالوھیۃ قرار دیا ہے کیونکہ اس قسم کی باتیں اسلام کے علاوہ ہندوؤں، یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ کے تصوف میں بھی مشترکہ طور پر پائی جاتی ہیں اور وہ بھی اوتار

اور مظہر الٰہی بن کر اپنی پوجا کراتے ہیں۔ بہاء اللہ اور باب نے بھی اسی قسم کی بے ثبوت باتیں پیش کر کے اپنے آپ کو مظہر الٰہی، مظہر نبوت اور مظہر امامت پیش کیا تھا۔ اور مرزا صاحب بھی وہی چال چلے ہیں۔ تو اب اگر مرزا صاحب ان لایعنی باتوں سے نبی بن سکتے ہیں تو بہاء اللہ وغیرہ بھی نبی بلکہ امام الزمان اور مظہر الٰہی بننے کے حقدار ہیں۔

سوم: یہ بھی غلط ہے کہ امت محمدیہ میں اگر کوئی نبوت کے درجہ تک نہ پہنچے تو اس کو خیر الامم کا خطاب نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ اسی دلیل سے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر مخلوق الٰہی میں سے کوئی درجہ الوہیت تک نہ پہنچ جائے تو اس کو احسن تقویم کا خطاب نہیں مل سکتا اور نہ ہی یوں کہا جا سکتا ہے کہ ان اللّٰہ خلق ادم علی صورتہ اصل بات یہ ہے کہ امت محمدیہ کو خیر الامم کا خطاب قرآن مجید کی رو سے اس لئے دیا گیا ہے کہ اس کا ہر ایک فرد امر بالمعروف اور ناھی عن المنکر قرار دیا گیا ہے اور اس لئے بھی کہ یہود ونصاریٰ کے باہمی مناقشات کو رفع کر کے اس کو تعلیم دی گئے کہ انبیائے سابقین پیش کردہ قرآن شریف کو نظر تحسین دیکھ کر تصدیق کرے اور اس لئے بھی اسے خیر الامم کہا گیا کہ یہ خیر المرسلین کی امت ہے اور امۃ وسطا کا طغرا بھی اس کے سر پر ہی چمک رہا ہے اور اس لئے بھی کہ اس میں ایسے اہل علم کا ہونا قرار پایا ہے جو تبلیغی امور میں وہی کام کرتے ہیں جو پہلے نبی کرتے تھے۔

چہارم: یہ بھی غلط ہے کہ ایک امتی اپنے رسول سے متحد فی الوجود بن جاتا ہے۔ اور خدا سے کامل مکالمہ کا شرف حاصل کرتا ہے اور جس میں یہ دونوں صفات موجود ہو جائیں وہ نبی بن جاتا ہے یہ سب خیالی باتیں ہیں۔ ان کا ثبوت قرآن وحدیث سے نہیں ملتا اور نہ ہی واقعات اس کی تائید کرتے ہیں۔ انہی خیالی اصول پر تو بہاء اللہ اور باب کی مخالفت کی گئی تھی۔ مرزا صاحب نے بھی آخر وہی چشمہ دے کر اپنی نبوت منوانے کی ٹھان لی۔ اب اہل علم کیلئے یہ مشکل ہے کہ وہ کس دلیل سے ایک کو جھوٹا کہیں اور دوسرے کو سچا۔

پنجم: یہ کہنا بھی اصول اسلام میں نہیں ملتا کہ قدرت ثانیہ کا ظہور ہوگا۔ حقیقت میں یہ وہی بات ہے جو بہاء اللہ نے کہی تھی کہ نبوت ایک حقیقت ہے بار بار اسی ایک کا ظہور ہوتا ہے اور نام بدلتے رہتے ہیں یہی ظہور شیعہ کے نزدیک رجعت کے نام سے پکارا جاتا ہے اور مرزائی تعلیم میں قدرت ثانیہ کے عنوان سے پیش کیا جاتا ہے اور ہندو اسی کو ''اوتار'' کہتے ہیں اور اہل تناسخ اسی طرز پر تناسخ کا ثبوت دیتے ہیں' مگر اسلام ان سب کے مخالف ہے کیونکہ عہد رسالت سے کوئی ایسی تصریح موجود نہیں ہے کہ جس میں حضور ﷺ نے خود بھی کہا ہو کہ میں بطور رجعت یا بروز اور قدرت ثانیہ بن کر آؤں گا۔ کیا حضور سے بڑھ کر کوئی دعویدار ہو سکتا ہے؟ ہاں یہ بات اور ہے کہ لوگوں نے اپنے طرف سے اینچ پینچ لگا کر قرآن وحدیث سے بروز یا رجعت اور تناسخ کا ثبوت دے دیا ہے لیکن ایسی تشریحات کے یہ لوگ خود ذمہ دار ہیں۔ اسلام جواب دہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایسے محرف پیدا ہوتے ہیں تو اصل اسلامی تعلیم پر قائم رہنے والے ہر طرف سے ان کی تردید پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

ششم: بہشتی مقبرہ کی زمین واقعی چاندی کی ہے کیونکہ بہت قیمت پر بکتی ہے اور امیدوار کو دو بالشت چوڑی اور اڑہائی گز لمبی زمین معہ کتبہ ملتی ہے۔ جس کی قیمت کم از کم جائداد کا عشر (دسواں حصہ) ہوتا ہے۔ اور جن کی لاش وہاں نہیں پہنچتی ان کا کتبہ لکھ کر نصف قبر کی زمین پر لگا دیتے ہیں اور سب قبریں ایک قطار میں ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔ مقبرہ مسیح ایک مربعہ کنال میں واقع ہے۔ جس میں آپ کے رشتہ دار اور خلفاء کا داخلہ ہوتا ہے چاروں طرف دیوار اٹھائی گئی ہے۔ مسیح کی قبر پر بھی ایک کتبہ لکھا ہوا ہے۔ گنبد کسی پر نہیں چاردیواری میں مغرب کی طرف صرف ایک دروازہ ہے جس میں مرزائی داخل ہو کر قبر مسیح پر اللھم صل علی عبدک المسیح پڑھتے رہتے ہیں۔ مقبرہ کے چاروں طرف چار مربع کنال

میں زیبائشی پودے لگے ہوئے ہیں۔ مغربی مربع قبروں سے آباد ہو چکا ہے مشرقی مر
نصف تک آباد ہو رہا ہے جنوبی اور شمالی دو مربعے ابھی خالی پڑے ہیں۔ دوسری خلافت تک ابھی سارا مقبرہ پر نہیں ہوا۔

ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس قدر قبر فروشی سے آمدنی کی توقع ہو سکتی ہے۔ مقبرہ کے مغرب میں آموں کا باغ ہے جس میں مرزا صاحب معہ خاندان کے چہل قدمی کیا کرتے تھے جس کے جنوب میں پرانی وضع کے ایک دو کمرے بھی کھڑے ہیں جن میں آپ استراحت فرمایا کرتے تھے۔ اب یہ مقامات مقدسہ میں شامل ہیں۔ معلوم نہیں اس باغ کے آم کس تقدس سے فروخت ہوتے ہوں گے؟ کیونکہ تو زمین بہشت دفن شدہ بتایا جاتا ہے۔ بہر حال یہ قبر فروشی ایک ایسی تجارت ہے کہ جس سے وہ جوہڑ کا کنارہ جو کسی وقت بالکل ویران پڑا ہوا تھا سونے سے تل کر بک رہا ہے' مگر اس کی نظیر کسی نبی کے مقبرہ میں نہیں ملتی۔ کیونکہ ان کے ہاں جنت صرف اعمال صالحہ سے ملتا تھا مگر اب جنت فروشی کا وقت آ گیا ہے مالدار کے سوا کون لے سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مقبرہ کے مشرقی طرف دو سو قدم کے فاصلہ پر شمال سمت میں غریب مرزائیوں کا قبرستان بری حالت اور سادہ منظر میں بے چراغ وگل تیار کیا ہوا ہے جس میں ابھی آبادی بہت کم ہے اور اسکے جنوب میں لاہوری پارٹی کا قبرستان ہے' جو بالکل ہی کم آباد ہے کیونکہ ان کی جنت فروشی نہیں چل سکی۔

ہفتم: دور اندیش مرزائی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ قبر مرزا کی تعظیم قبر پرستی اور شرکیہ استمداد اور عورتوں کی نذر نیاز تک پہنچ چکی ہے۔ چند برس کے بعد باقاعدہ طور پر اس بت کی پوجا شروع ہو جائے گی۔ کیونکہ گدی نشین دوسرے تیسری پشت میں صرف الحکم پوری رہ جاتے ہیں۔ سالانہ میلہ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹ دسمبر کو بلا ناغہ بڑی شد ومد سے لگتا ہے جس میں گدی

نشین کو چڑھاوے بہت ملتے ہیں اور نذر و نیاز کا تو کچھ اندازہ ہی نہیں۔

ہشتم: مسیح قادیانی کی وفات اگرچہ مئی میں ہوئی تھی مگر وہ گویا اپنا عرس حکومت کو خوش کرنے کیلئے دسمبر میں ہی کیا کرتے تھے اور اس وقت گویا وہ زندہ پیر کا عرس تھا اور اب مردہ مسیح کا عرس بن گیا، مگر دوسرے مزاروں کی طرح اس مزار کے ارد گرد ایصال ثواب کے لئے نہ تلاوت کلام اللہ کا اہتمام کیا گیا ہے، نہ وضو اور طہارت بدنی کیلئے مسجد حوض اور سبیل کا انتظام ہے بلکہ دور سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں کا قبرستان ہے۔ وہی ترتیب، وہی درخت، وہی قبریں کھودی ہوئیں موجود اور وہی قبروں کی قطاریں اور وہی پتھر کے کتبے۔ اور ہونا بھی یونہی چاہیے تھا کیونکہ آخر وہ عیسیٰ ابن مریم تھے۔ اور اپنے مریدوں کو بنی اسرائیل یعنی یہودی کہہ چکے تھے۔ مقبرہ میں اگر عیسائیت کا بروز نہ ہوتا تو وہ عیسیٰ کیسے رہ سکتے تھے۔ ہاں فرق صرف اتنا ہے کہ یہ دیسی عیسائی ہیں اور وہ ولایتی۔

نہم: شرائط میں داخل ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھو مگر ناظرین کو معلوم رہنا چاہیے کہ دین سے مراد شریعت مسیحی ہے جس کے سامنے شریعت محمدیہ عملی طور پر موخر کی جاتی ہے ۱۹۳۴ء میں ان کا عرس رمضان شریف کے پہلے ہفتہ میں منایا گیا تھا۔ ایام عرس میں سب مرزائی تارک صوم تھے کیونکہ بیرونی مہمان مسافر تھے، جن کے متعلق شریعت مسیحائی کا حکم تھا کہ کوئی روزہ نہ رکھے اور باشندگان قادیان چونکہ مصروف مشاغل عرس تھے اس لئے ان کی افطاری بھی ضروری تھی۔ سنن و نوافل سب بالائے طاق، فرائض تھے تو وہ بھی نصف یا پانچوں وقت کے ایک دفعہ ہی ادا کئے جاتے تھے۔

دہم: مرزائیوں کے نزدیک یہ تین دن کا عرس ایام حج بیت اللہ شمار ہوتے ہیں۔ قادیان ارض حرم بن جاتی ہے۔ تیسری شب کو پنڈال میں خلیفہ خطبہ دیتا ہے اور جب اپنی اپنی

حاجات کی درخواستیں پیش کرتے ہیں اور دیر تک اہل کنیسہ کی طرح بیٹھ کر میز کرسی لگائے ہوئے دیر تک دست بدعا رہتے ہیں، گویا پنڈال میدان عرفات کا بروز ہوتا ہے، جس میں مرزائی داخل ہو کر حاجی ہونے کی بجائے قدوسی کا خطاب حاصل کر لیتے ہیں اور محمد علی باب کی سنت زندہ کر کے اپنے آپ کو بابیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

یازدہم: اس جلسہ پر خورد و نوش کا انتظام انجمن احمدیہ کے سپرد ہوتا ہے اور لنگر خانہ میں تقریباً تین سو آدمی کی خوراک ان دنوں تیار ہوتی ہے، جس کیلئے فراہمی چندہ کی کفالت کافی ہو جاتی ہے۔ خلیفہ صاحب اپنی زیارت گاہ میں بیٹھ کر نذرانے وصول کرتے ہیں اور پہلی تقریر میں مزید چندہ کی اپیل سناتے ہیں اور آخری تقریر کے بعد دعا سے جلسہ برخاست ہوتا ہے۔ ایام حج کی طرح ان دنوں مخالفین کو بھی کشادہ پیشانی سے ملتے ہیں۔ اور ہر ایک کو موقع دیا جاتا ہے کہ قادیانیت کے اثرات سے بہرہ ور ہو کر داخل بیعت ہو سکے۔

دوازدہم: مطبع اپنا ہے اخبار ''الفضل'' زیر نگرانی خلیفہ جاری ہے۔ ''فاروق'' میر قاسم علی کے ماتحت ہے ''النور'' محمد یوسف کے ماتحت شائع ہوتا ہے۔ ''المصباح'' عورتوں کے لئے مخصوص ہے لاہوری پارٹی نے صرف ''پیغام صلح'' جاری کر رکھا ہے۔

شازدہم: مسیح کے عہد میں ''البدر'' اور ''الحکم'' جاری تھے مگر اب ان کا اجراء ملتوی کیا گیا ہے اور اس کی بجائے ''تشحیذ الاذہان'' اسکول کی طرف سے ایام تعلیم میں خلیفہ نے جاری کیا تھا، جو اب تک جاری ہے۔ ریویو آف ریلیجنز مسلسل چل رہا ہے، جس میں تمام مذاہب پر تنقید کی جاتی ہے۔ لاہوریوں نے اس کے مقابلہ پر ''لائٹ'' ماہواری جاری کیا ہوا ہے۔

چہاردہم: اگلے صفحہ پر قادیان کا نقشہ دیا جاتا ہے:
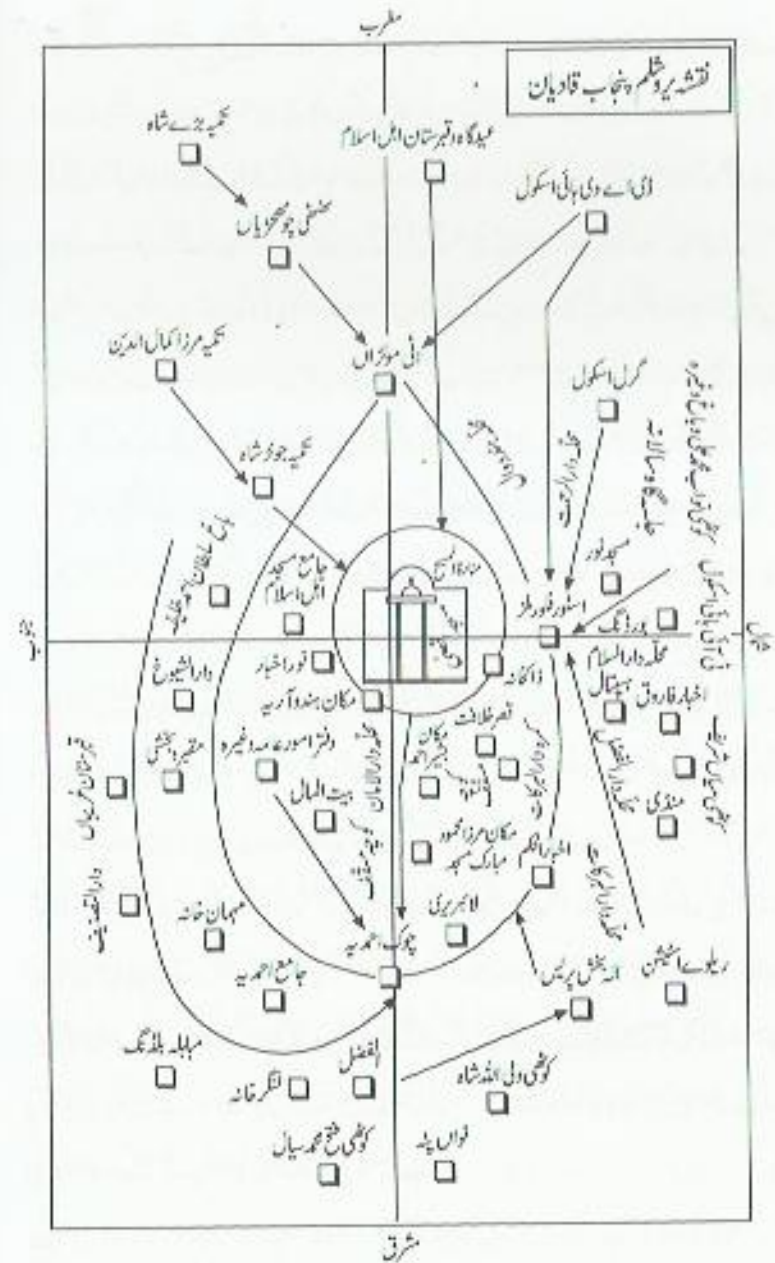
ناظرین اپنے آپ کو منارۃ المسیح میں کھڑے سمجھ کر چاروں طرف نظر دوڑائیں۔ اس نقشہ کے متعلق تفصیلات ذیل ملاحظہ ہوں:

۱..... دفتر الفضل سے یہ اخبار بھی شائع ہوتے ہیں (۱) سن رائز (۲) مصباح النسوان (۳) تشحیذ الاذہان (۴) بدر اور (۵) حکم سردست بند ہیں۔

۲..... دفتر امور عامہ میں یہ عدالتیں بھی قائم بھی قائم کی گئی ہیں (۱) نظارت امور خارجیہ (۲) نظارت امور داخلیہ (۳) نظارت امور اعلیٰ (۴) نظارت امور عامہ (۵) محکمہ قضا وقدر (۶) نظارت دعوت تبلیغ (۷) بیت المال (۸) احمدیہ ٹریڈنگ کمپنی (۹) نظارت تربیت یتامیٰ ومساکین۔

۳..... دار البرکات میں مرزا صاحب کو الہام ہوا کرتا تھا۔ وہ ایک بالا خانہ ہے جو بالکل پرانی وضع کا اب تک موجود ہے اس کے متعلق الہام ہے کہ جو شخص یہاں آ کر دعا کرے گا منظور ہو جائے گی۔ خاص خاص مریدوں کو وہاں جانے کی اجازت ملتی ہے بقول شخصے وہاں کچھ نذر ونیاز بھی پیش کرنی پڑتی ہے کمرے کے درمیان ایک چھوٹا سا ستون اینٹوں کا بنا ہوا نظر آتا ہے اس کے اوپر لکڑی کا ایک ٹب پڑا ہوا اس میں مٹی پڑی ہوئی ہے جو خاک شفائے قادیان سمجھی جاتی ہے واپسی کے وقت اس میں سے تھوڑی سی مقدار تبرکاً عنایت ہوتی ہے جس کو مرید خاک شفا کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ کبھی اس ٹب میں پانی بھر دیتے ہیں اور اس پانی کو لوگ آب زم زم کی طرح استعمال کرتے ہیں' کبھی خشک مٹی الگ رکھتے ہیں اور پانی الگ۔ لیکن ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس مٹی اور پانی کا مطلب کیا ہے؟

۴..... ''منارۃ المسیح'' کی مسجد اقصیٰ ہے حرم سرا کے ملحق مکانات کی مسجد مبارک ہے تائید الاسلام ہائی اسکول کی مسجد نور ہے اور قادیان کو دمشق کا خطاب دیا جاتا ہے۔ خود مرزا صاحب مسیح ہیں آپکی امت بنی اسرائیل یعنی یہودی اور عیسائی ہیں۔

۵..... منارۃ المسیح مرزا صاحب کی زندگی میں شروع ہوا تھا سنگ بنیاد رکھنے میں بہت سا روپیہ صرف ہوا۔ زمین سے دو تین گز کی بلندی تک پہنچا کر آپ انتقال فرما گئے۔ آپ کے بعد پہلی خلافت میں مکمل کر دیا گیا۔ دوسری خلافت نے اسپر کلاک لگایا اور سنگ مرمر کے پلستر سے اس کو المنارۃ البیضاء شرقیہ دمشق یعنی قادیان کا سفید منارہ بنا دیا اور یہ مینا اندرونی سیڑھیوں سے دیکھا جا سکتا ہے عموماً اذان اسی کے اوپر چڑھ کر دی جاتی ہے اور یہ اپنی قد و قامت میں ترنتارن کے مینار سے کم نہیں۔ یہ اس لئے نصب کیا گیا ہے کہ قادیان دور سے معلوم ہو اور مرزا صاحب کے مقامات مقدسہ کا دور سے ہی پتہ چل جائے بقول شخصے یہ اپنی ترقی کا معیار قرار دیا گیا ہے گویا دوسری خلافت میں مرزائیت پایۂ تکمیل تک پہنچ چکی ہے ورنہ یہ مطلب نہیں کہ مسیح خود مینار بنائے گا کیونکہ اس پیشگوئی سے یہ مطلب ہے کہ مسیح ایک نورانی جگہ میں پیدا ہو گا۔ (خوب بہت خوب)

۱۵..... بہشتی مقبرہ اور گاؤں کے درمیان ایک جوہڑ تین قد آدم گہرا چالیس قدم عرض میں واقع ہے جس میں تمام بستی کی گندگی گرتی ہے۔ اور تعفن اس قدر ہے کہ گویا وہ نہر غسلین یا نہر غساق ہے جو قادیان کو مشرق جنوب اور مغرب سے محیط ہے۔ شمال سے بھی محیط تھی مگر اب وہاں بھرتی ڈال دی گئی ہے گویا یہ دوزخ ہے جس پر پختہ پل باندھا گیا ہے اور پل کی سڑک کو وسیع کر کے رہائشی مکان بھی اہل اعراف کیلئے تیار کئے گئے ہیں۔ نو وارد پل صراط سے گذرتا ہے تو ناک بند کر کے گزرتا ہے مگر وہاں کے اصحاب النار اس تعفن کے عادی ہو چکے ہیں۔ اسے عبور کر کے آموں کے باغ دیکھو گے اور بائیں طرف مرکز بہشتی مقبرہ پاؤ گے۔

۱۶..... پچھلے بیان سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ ہم اسٹیشن سے چل کر اسلامیہ اسکول کو ہوتے ہوئے بہشتی مقبرہ تک نصف دائرہ کا چکر کاٹ چکے ہیں تو اس نصف دائرہ کے مرکز میں خالی میدان پڑا ہوا ہے جس میں مہاجرین زمین کے ٹکڑے خرید خرید کر انگریزی طرز پر مکان

بنا رہے ہیں بستی اور اسٹیشن کے درمیان اسی حصہ کے اندر دو چار سڑکیں تعمیر ہو چکی ہیں۔ ارد گرد درخت لگ چکے ہیں اور کچھ آبادی بھی بنگلوں کی شکل میں ہو چکی ہے۔ جن میں مہاجر رہتے ہیں یا مہاجرین کی صنف نازک کی بود و باش ہے۔ جو مدرسۃ البنات میں داخل ہیں۔ صبح سیر کو نکلو تو صنف نازک اپنے بنگلوں سے نکل کر مشرق کی طرف کھیتوں میں دور تک سیر کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے اور واپسی کے وقت مزار مسیح کی زیارت اور پرستش سے فارغ ہو کر برقعہ پوش لشکر کی صورت میں نظر آتی ہے۔ جن میں حرم سرا کا برقعہ سیاہ فام ہوتا ہے اور باقی سپید رنگ ہوتے ہیں۔ اور اندرون پردہ نیو فیشن کے نشان ملتے ہیں سیر کے بعد خلیفہ صاحب ایک بڑے ہال میں صنف نازک کو برملا قرآن کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور باقی تعلیم استانیوں کے سپرد ہے جس کا انتظام میر قاسم علی کرتے ہیں۔

۱۷..... سالانہ جلسہ کے موقع پر خلیفہ صاحب کی وساطت سے مریدوں کے نکاح و طلاق کے فیصلے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ باقی ایام میں محکمہ قضا الگ کھلا رہتا ہے۔ جس میں خلیفہ کی زیر نگرانی قاضی جھگڑے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ نئی آبادی کی خرید و فروخت کا محکمہ بھی اسی قضا خانہ کی ایک شاخ ہے۔ جو مرید قطعہ اراضی خرید کرتا ہے اس سے قیمت وصول کر کے یہ شرط لکھا لیتے ہیں کہ کسی غیر احمدی کے پاس یہ جائداد فروخت نہ ہو گی بہر حال کسی دن یہ حارۃ المہاجرین قادیان کو ایک شہر کی حیثیت میں لے آئے گا۔

۱۶..... مسیح قادیانی کی وفات

یہ مسئلہ آج تک طے نہیں ہوا کہ مسیح قادیانی کی موت کیوں ہوئی؟ مخالفین کے نزدیک ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کی پیشینگوئی یا پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری قبلہ کی بددعا کارگر ہوئی تھی اور یا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری سے مباہلہ رنگ لایا تھا۔ مگر آپ کے مرید کہتے ہیں کہ آپ کو خود اس طرح کے الہام ہو چکے تھے کہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ کو وفات

ہو جائے گی۔ چنانچہ ریویو نمبر ۶ و ۷ جلد سوم میں خلیفہ محمود نے بعنوان ''مسیح محمدی کے دشمنوں کے سوالوں کے جوابات'' لکھا ہے کہ اول آپ کو خواب میں جب مولوی عبدالکریم سیالکوٹی دکھائے دیئے تو آپ نے کہا کہ دعا کرو تبلیغ کے لئے کافی عمر مل جائے۔ مگر مولوی صاحب نے سینہ تک ہاتھ اٹھا کر صرف یہ کہا تھا کہ ''اکیس سال'' تو آپ تبلیغی عمر اکیس سال پا کر مر گئے کیونکہ ۱۸۸۹ء مطابق جمادی الاول ۱۳۰۶ ہجری میں آپ نے بیعت کا اعلان کیا تھا اور ۱۹۰۸ء میں مر گئے اور سینہ تک ہاتھ اٹھانے کا بھی یہی مطلب تھا کہ تبلیغ ناقص رہے گی۔ دوم یہ بھی رؤیا ہے کہ کوری ٹنڈ میں مجھے پانی دیا گیا۔ باقی صرف دو تین گھونٹ رہ گیا مگر تھا بہت صاف۔ پھر الہام ہوا کہ ''آب زندگی'' تو اسی کے مطابق اڑہائی سال بعد آپ کا انتقال ہوا۔ سوم ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء الہام ہوا کہ ''علم الدرمان'' (علاج کا علم) ۲۲۳۔ مطلب یہ کہ ۱۵ / ۱ اکتوبر سے ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء تک ۲۲۳ دن ہوں گے جیسا کہ اس تشریح سے معلوم ہوتا ہے (ایام اکتوبر ۱۶، نومبر ۳۰، دسمبر ۳۱، جنوری ۳۱، ۱۹۰۸ء فروری ۲۹، مارچ ۳۱، اپریل ۳۰، مئی ۲۵) میزان کل ۲۲۳) یہ حساب ایک سال بعد شروع ہوا تھا تاکہ فروری ۲۹ دن کا حاصل ہو جائے۔ چہارم ۱۸ رستمبر ۹۴ء کو الہام ہوا ''داغ ھجرت'' یعنی تیری وفات گھر سے باہر کسی اور جگہ ہوگی۔ ۲۰ رفروری ۱۹۰۷ء کو الہام ہوا افسوس ناک خبر آئی اور انتقال ذہن لاہور کی طرف ہوا۔ پنجم ۲۰ رمارچ ۱۹۰۷ء کو الہام ہوا کہ انما یرید اللہ (الآیۃ) ہے تو بھاری مگر اے خدا اس امتحان کو قبول کر۔ اے میرے اہل بیت خدا تم کو محفوظ رکھے۔ تو وہ ہے جس کی روح میری طرف اڑ آئی ہے۔ کیا تم کو عجیب معلوم ہوتا ہے کہ مر جاؤ گے ان کی لاش کفن میں لپیٹ کر لائے ہیں۔ ششم ۲ ردسمبر ۱۹۰۰ء کو الہام ہوا ''بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید'' ۲۷ کو ایک واقعہ۔ اللّٰہ خیر و ابقی۔ خوشیاں منائیں گے۔ وقت رسید تو اس الہام کے مطابق ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ قادیان میں دفن ہوئے۔ ہفتم ۲۶ راپریل ۱۹۰۸ء کو الہام ہوا کہ مباش ایمن از بازی روزگار۔ لاہور جا کر الہام ہوا کہ مکن تکیہ بر عمر ناپائدار۔ اس

الہام میں ۱۳۲۶ھ بتایا گیا جس میں آپ فوت ہوئے۔ ہشتم ۷ رمارچ ۱۹۰۸ء کو الہام ہوا کہ ''ماتم کدہ''۔ پھر دیکھا کہ جنازہ آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی وفات قادیان سے باہر ہوگی۔ نہم یہ بھی الہام ہوا ''موت قریب'' ان اللہ یحمل کل حمل خدا تیرا بوجھ اٹھائے گا اور ڈاکٹر عبدالحکیم بیس سال مرید رہ کر مرتد ہو گیا تھا (کیونکہ اس نے خط لکھا تھا کہ کیا کوئی اطاعت رسول کے سوا بھی نجات پا سکتا ہے؟ تو آپ نے جواباً لکھا کہ نہیں اور اسی عقیدہ پر بگڑ کر مخالف ہو گیا تھا)۔

ڈاکٹر عبدالحکیم کی پیشگوئی

آپ کی وصیت شائع ہونے کے بعد اس نے اپنے رسالہ ''الحکیم نمبر ۴'' میں پیشگوئی کی تھی کہ مرزا تین سال تک مر جائے گا اور میں سچا ہوں اور وہ جھوٹا ہے، چنانچہ اس نے اپنی وصیت بھی شائع کر دی۔ اور جب مرزا صاحب نے یہ الہام شائع کیا کہ تیری موت قریب ہے، تو اس نے شائع کر دیا کہ ''مرزا چودہ ماہ کے اندر مر جائے گا'' اس وقت تین سال والی پیشگوئی سے آٹھ ماہ گذر چکے تھے مگر آپ کو الہام ہوا کہ عمر بڑھا دی گئی ہے۔ اور کہا کہ یہ الہام تین سال والی پیشگوئی کے متعلق ہے۔ پھر جب آپ کو الہام ہوا کہ موت بہت ہی قریب ہے، تو اس نے شائع کر دیا کہ ''مرزا ۲۱ اگست ۱۹۰۸ء مطابق ۲۱ ساون کو فوت ہو جائے گا'' مگر مرزا صاحب اس کی تکذیب کرتے ہوئے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہو گئے۔ لعنت ہے اس کی اصلاح پر اور تف ہے اس کی رسالت پر کیونکہ وہ اپنے رسالہ ''اعلان حق'' میں خود مقر تھا کہ میں صوم وصلوٰۃ کا پابند نہیں ہوں اور مجھے شیطانی الہام بھی ہوتے ہیں اور رحمۃ للعالمین بھی ہوں۔ اسی میں سہ سالہ پیشگوئی بھی درج کی تھی اور ۴ اگست کی پیشگوئی بھی درج کی تھی جو اخبار اہلحدیث، پیسہ اخبار، بریلی گزٹ اور اخبار وطن میں شائع ہو چکی تھی مگر بعد میں اس نے پھر یوں لکھ دیا تھا کہ میں نے ۴ راگست تک کی پیشگوئی کی تھی جو پوری ہو گئی۔

لعنۃ اللہ علی الکذبین.

عبدالحکیم کی ہلاکت

آپ نے تبصرہ میں الہام شائع کیا تھا کہ اپنے دشمن سے کہہ دے کہ خدا تجھ سے مواخذہ کرے گا میں تیری عمر بڑھادوں گا یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ ماہ تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں یا ایسا ہی جو اور دشمن پیشین گوئی کرتے ہیں ان سب کو جھوٹا کروں گا اور تیری عمر بڑھادوں گا۔ جو دشمن تیری موت چاہتا ہے وہ خود تیری آنکھوں کے روبرو اصحاب فیل کی طرح نابود ہو جائے گا اور تباہ ہو جائے گا۔ یہ پیشینگوئی ڈاکٹر کی اس پیشین گوئی کے مقابلہ پر تھی کہ مرزا چودہ ماہ تک مرجائے گا مگر جب اس نے ۱۴ اگست ۱۹۰۶ء کی پیشینگوئی شائع کردی تو یہ پیشینگوئی استعمال نہ کی گئی اور منسوخ ہو کر کٹ گئی۔ اس لیے ڈاکٹر مرزا صاحب سے پہلے نہ مرا۔ جیسے کہ کوئی اسلام کو برا کہتا ہے اور ہلاک ہونے کے قریب ہوتا ہے مگر جب مسلمان ہوجاتا ہے تو وہ ہلاکت منسوخ ہوجاتی ہے۔ علی ہذا القیاس یہ الہام بھی تاخیر میں ڈال دیا گیا کہ ’’رب فرق بین صادق وکاذب. انت تری مصلح وصادق. الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل. (الم یجعل کیدھم فی تضلیل) تیرے دشمنوں کا اخزاء وافساد تیرے ہی ہاتھ سے مقدر تھا‘‘ کیونکہ اس میں یہ لفظ نہیں کہ ڈاکٹر تیرے عین حیات میں مرے گا۔ گو مرزا صاحب نے اجتہادی غلطی کی وجہ سے اس کی تشریح کرتے ہوئے یہ سمجھ لیا تھا کہ ڈاکٹر کی ہلاکت آپ کی زندگی میں مقدر ہے مگر اس سے آپ پر کوئی حرف نہیں آتا۔ کیونکہ سنت انبیاء یونہی چلی آئی ہے کہ وہ اجتہادی غلطی کرتے آئے ہیں جیسے نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے متعلق غلط مفہوم سمجھا تھا اور حضور ﷺ کا مکہ پر قبضہ بعد میں ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمجھا تھا کہ بیت المقدس پہنچوں گا اور عیسیٰ علیہ السلام نے سمجھا تھا کہ میں بادشاہ بن جاؤں گا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ پیشین گوئی بھی ڈاکٹر کی چودہ ماہ والی پیشین گوئی کے ساتھ کٹ گئی تھی۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب کے بعد عہد خلافت بھی آپ کی ہی زندگی کا زمانہ سمجھا جاتا ہے (کیونکہ اس میں قدرت ثانیہ کا ظہور ہوا ہے اور آپ نے روپ بدل کر خلیفہ کہلایا ہے) اس لئے اجتہادی ترجمہ بھی صحیح ہوسکتا ہے۔ لوگو! ہمیں ستانا چھوڑ دو اور چار لاکھ آدمیوں کی آہ وزاری سے خوف کرو۔ جو آج اپنے روحانی باپ سے جدا ہوچکے ہیں۔ نومبر ۱۹۰۷ء میں آپ کو موی کھانسی ہوگئی تھی۔ جو بعد میں جاتی رہی مگر ڈاکٹر عبدالحکیم نے اعلان حق میں شائع کردیا تھا کہ مرزا پھیپھڑے کی بیماری سے مرے گا اور وفات کے بعد شائع کردیا کہ مرزا ہیضہ سے مرا ہے تو کیا سل کا مرض ہیضہ سے تبدیل ہوسکتا ہے؟ پھر اعلان حق میں شائع کیا کہ میں نے الہام شائع کیا تھا کہ مرزا چار اگست تک فوت ہوجائے گا۔ حالانکہ اس کی دستخطی چٹھی عکسی طور پر ’’پیسہ‘‘ اخبار میں شائع ہوچکی تھی۔ جس میں یہ لفظ موجود تھے کہ مرزا چار اگست کو مرجائے گا۔ افسوس ایسے جھوٹے رسول پر۔ جب وہ خود ایسے جھوٹ بولتا ہے تو اس کی امت کیا کرے گی؟

ہلاکت مولوی ثناءاللہ

اول مولوی ثناءاللہ صاحب کے متعلق یوں گذارش ہے کہ جب کتاب ’’قادیان کے آریہ اور ہم‘‘ شائع ہوئی تو مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مرزا صاحب جھوٹے ہیں اور ان کے الہام سراسر کذب ہیں تو ان کو لکھا گیا کہ حقیقۃ الوحی تیار کر کے آپ کو بھیج دی جائے گی۔ اس پر یہ لفظ لکھ دیں اور یہ بھی لکھ دیں کہ ’’اے میرے خدا اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو میری دعا ہے کہ تیرا عذاب مجھ پر نازل ہو‘‘ اس عبارت کے شائع ہونے کے بعد مرزا صاحب بھی شائع کردیں گے کہ ’’یہ تمام الہامات خدا کی طرف سے ہیں۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو میری دعا ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین‘‘ مگر مولوی

صاحب نے لکھا کہ عذاب کی تعیین کرو تو مباہلہ کروں گا۔

دوم مرزا صاحب نے اپنی طرف سے اشتہار دیا کہ ’’مولوی ثناء اللہ مجھے مفتری جانتا ہے یا اللہ تو جھوٹے سچے میں فرق کر۔ تا کہ دنیا گمراہی سے بچ جائے۔ تو ایسا کر کہ اگر میں سچا ہوں تو میری زندگی میں ہی مولوی ثناء اللہ کو کسی مہلک مرض میں مبتلا کر یا میرے سامنے ہی اسے موت دے۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو اس کی زندگی میں ہی مجھے دنیا سے اٹھا لے۔ یہ الہام نہیں دعا ہے۔ مولوی صاحب جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں‘‘ مگر مولوی صاحب نے ’’اہلحدیث‘‘ ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء میں لکھ دیں کہ مجھے یہ فیصلہ منظور نہیں اور کوئی دانا اسے مان بھی نہیں سکتا۔ اب مرزا صاحب کے مرنے کے بعد خود ہی جاہل و نادان بن گئے اور کہنے لگ گئے کہ مرزا صاحب اسی فیصلہ کے مطابق مر گئے ہیں۔

سوم نبی اصلاح کیلئے آتے ہیں نہ افساد کیلئے۔ مرزا صاحب بھی اس لئے نہیں آئے تھے کہ آتھم مرے، طاعون پڑے اور زلزلے وغیرہ آئیں مولوی صاحب نے جب دعا سے انکار کر دیا تو اب اگر مر جاتے تو اس کے تابعدار کہہ دیتے کہ وہ انکاری تھے اسی لئے دعا کے اثر سے نہیں مرے تو اصلاح کی بجائے افساد ہو جاتا۔ اس لئے وہ معاملہ التواء میں ڈال دیا گیا ورنہ ان کو خوف تھا کہ کہیں سزا نہ مل جائے۔ چنانچہ مرقع قادیانی مئی ۱۹۰۸ء میں لکھتے ہیں کہ مجھ پر مباہلہ کا کوئی اثر نہ ہوا کیونکہ ایک سال میعاد مباہلہ گذر چکی ہے۔ اور چند دن وفات مرزا سے پہلے مرقع جون ۱۹۰۸ء ص ۸ میں لکھا تھا کہ مرزائی جماعت کے جوشیلے ممبرو! اب کس وقت کا انتظار ہے۔ تمہارے پیر مغاں کی میعاد کا زمانہ تو گذر گیا۔ درحقیقت وہ دھوکا دیتے تھے کیونکہ وہ مباہلہ اس لئے منسوخ ہو چکا تھا کہ انہوں نے منظوری نہ دی تھی۔

چہارم اہلحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء میں لکھ چکے تھے کہ مفتری کی رسی دراز ہوتی ہے تو خدا نے اسی اصول پر فیصلہ کر دیا کہ مرزا صاحب مفتری نہ تھے اور مولوی صاحب مفتری تھے اس

لئے جھوٹا زندہ رہا اور سچا مر گیا۔ اس کے برخلاف اسماعیل علی گڑھی۔ غلام دستگیر قصوری۔ چراغ الدین جمونی اور فقیر مرزا کا عقیدہ تھا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے اس لئے وہ اپنے اصول کی مطابق سزا یافتہ ہو گئے اور مولوی ثناء اللہ چونکہ معتقد تھے کہ جھوٹے کی رسی دراز ہوتی ہے اس لیے وہ اپنے اصول کے مطابق جھوٹے بن کر سزا بھگت رہے ہیں۔ گویا یہ نسخہ الگ ہے اور وہ نسخہ الگ ہے ان کا زندہ رہنا ہی کذب کی علامت ہے اور خدا نے سنسمه علی الخرطوم کے پیرائے میں یہ داغ ان کی ناک پر لگا دیا ہے۔ عبدالحق سرہندی نے اسی مرقع میں لکھا تھا کہ یہ کوئی قاعدہ نہیں ہے کہ سچے کی زندگی میں جھوٹا مرے کیونکہ مسیلمہ بعد میں مرا تھا۔ بلکہ قاعدہ یہ ہے کہ جھوٹے کی رسی دراز ہوتی ہے اس لئے خدا نے یہی اصول برت کر مولوی صاحب کو زندہ رکھا ہوا ہے اور یہ اعتراض کہ ثنائی پارٹی پر اس کا کیا اثر ہوا۔ بالکل واہیات ہے کیونکہ اس کا اثر تب ظاہر ہوگا جب کہ یہ جھگڑا شائع ہو کر ہر ایک کے پاس پہنچ جائے گا تو لوگ خود بخود غور کر کے فیصلہ دے دیں گے کہ مولوی صاحب نے اپنا ہی نسخہ استعمال کیا ہے اس لئے وہ جھوٹے ہیں۔ شاید یہ نتیجہ ابھی دیر طلب ہو لعلک باخع کے زیر ہدایت عجلت نہ کرنا چاہئے کیونکہ مرزا صاحب احمد تھے اور ثناء اللہ مسیلمہ۔ اس لئے ان کا بعد ہی میں مرنا ضروری ہوا۔

پنجم ’’اہلحدیث‘‘ ۱۹ اپریل ۱۹۰۷ء ص ۴ میں مولوی صاحب لکھ چکے ہیں۔ کہ مباہلہ اور چیز ہے اور قسم اور چیز ہے اور قسم کو مباہلہ کہنا آپ جیسے (مرزائیوں کا) ہی کام ہے۔ مگر پھر بار بار لکھ رہے ہیں کہ مرزا صاحب نے مباہلہ میں ہار کھائی ہے۔

ششم مولوی صاحب کو تسلیم ہے کہ مباہلہ کی میعاد مرزا صاحب کی وفات سے پہلے ختم ہو چکی ہے تو اب وفات مرزا کو مباہلہ میں داخل کرنا بالکل غلط ہوگا۔

تنقید وتشریح

۱..... مولوی عبدالکریم کی دعا کا عجیب ڈھنگ تھا کہ نماز میں رفع یدین کی طرح دعا مانگتے تھے۔ اور اگر انہوں نے دعا کیلئے ہاتھ ملا کر اکیس سال کا لفظ کہا تھا تو اس پر تعجب کیوں کیا گیا تھا کہ صرف سینہ تک ہی ہاتھ اٹھائے تھے کیا دعا کیلئے سر پر ہاتھ رکھے جاتے ہیں؟ اگر نہیں تو تکمیل تبلیغ کا اشارہ کیوں نہ سمجھا گیا۔ اس کے بعد یہ تاویل اس لئے بھی مخدوش ہے کہ مسیح سے یہ تاویل منقول نہیں' معلوم نہیں کہ مسیح نے اس سے کیا سمجھا تھا۔ اس کے علاوہ تاریخ الہام کا بھی پتہ نہیں دیا گیا کہ اس تاریخ سے اڑہائی سال شروع ہوں گے۔

۲..... مئذ کا الہام بھی بغیر تاریخ کے ہے اس لئے وہ بھی مشتبہ رہا اور مسیح کی کوئی عبارت نہیں بتاتی کہ گھونٹ کتنے پینے تھے؟ اور ان سے کیا مراد تھی؟

۳..... ''علم الدرمان'' کا لفظ ہی غلط ہے۔ شاید قریب المرگ کی طرح فارسی لفظ (درمان) پر الف لام داخل کر لیا ہوگا یا آپ نے اسے عربی ہی سمجھ لیا ہو۔ بہر حال یہ الہام کا لفظ نہیں ہو سکتا۔ صرف حدیث النفس ہی ہے اس کے علاوہ ایک سال چھوڑ کر حساب شروع کرنا کوئی ہوشمندی نہیں ہے بالخصوص جبکہ ملہم نے اس کی تصریح نہیں کی تو یہ الہام اور بھی کمزور ہو جاتا ہے۔

۴..... ۱۸۹۳ء میں داغ ہجرت کا مفہوم مراد وفات لینا بعید از قیاس ہے کیونکہ اس ہجرت کے متعلق کوئی تحریر نہیں ملتی کہ مرزا صاحب لاہور جانے سے کھٹکا رکھتے تھے۔ یہ نکتہ بعد الوقوع گھڑ لیا گیا ہے جس کا خود ملہم کو بھی علم نہ تھا۔ ۱۹۰۷ء میں آپ کی افسوسناک خبر آئی مگر معلوم نہیں کہ کس کے متعلق یہ الہام تھا۔ ممکن ہے کہ خواجہ کمال الدین کے مرنے کی طرف اشارہ ہو پس خواہ مخواہ وفات مرزا پر اس کو چپکانا اصول دیانت کے خلاف ہوگا۔

۵..... ''کفن لپیٹ کر لائے ہیں'' سے معلوم نہیں ہوتا کہ خاص لاہور میں مرنے کی خبر ہے ممکن ہے کہ اس وقت ملہم کو قادیان کا ہی خیال ہو۔ ہاں اتنا تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ چونکہ آپ دائم المریض تھے اور عمر بھی کھا چکے تھے اور مخالفین نے مرنے کے متعلق پیشگوئیاں بھی شائع کر دی تھیں۔ اس لیے رات دن یہی وہم رہتا ہوگا کہ اب مرے' اب مرے، تو پھر ایسے الہام کا منجانب اللہ ہونا مخدوش ہو جاتا ہے۔

۶..... ۲۷ کو ایک واقعہ ہوا اس سے ہزاروں مثالیں تجویز کی جا سکتی ہیں۔ دفن مرزا کو کیا خصوصیت ہے؟

۷..... ''مکن تکیہ بر عمر ناپائدار'' میں حساب الجمل سے ۱۳۲۶ھ استنباط کرنا غلط ہے۔ ذرا سوچ کر یہ دلیل پیش کی جائے تو شاید سولہویں صدی ہجری میں کسی قدرت ثانیہ کی موت کی طرف اشارہ ہوگا۔

۸..... ماتم کدہ کا لفظ گول مول ہے بلی کو چھچھڑے کی خواہش عمر کا تقاضا تھا۔ آتھم کی طرح ہر وقت موت کا خوفناک منظر ہی دکھائی دیتا ہوگا ورنہ ایسے مہمل فقرے خدا کی طرف منسوب کرنا کسی محصل کا کام نہیں۔

۹..... ''موت قریب'' کے فقرہ سے ہر ایک بوڑھے کیلئے الہام تیار ہو سکتا ہے اور یہ بھی غلط ہے کہ خدا نے بوجھ اٹھایا تھا۔ معلوم نہیں ملہم کا خدا بھی شاید سترہ بہترہ ہو گیا تھا کہ جو الہام کرتا ہے سب گونگے کے اشارے ہوتے تھے۔

۱۰..... ڈاکٹر عبدالحکیم پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ اطاعت رسول کو ضروری نہ سمجھتا تھا اس لئے رجسٹر سے نام کاٹ کر مرتد تصور کیا گیا۔ مگر اس کی تہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے یوں کہا ہوگا کہ جو شخص خود رسالت تک پہنچ جائے اسے دوسرے رسول کی اطاعت ضروری نہیں۔ اس پر مرزا صاحب بگڑ گئے ہوں گے کہ لو جی! ایک شریک پیدا ہو گیا ورنہ کسی مسلمان سے یہ

امید نہیں ہو سکتی کہ اطاعت رسول کو مدار نجات نہ جانتا ہو۔ خصوصاً جبکہ ڈاکٹر کے اس لیکچر کا مطالعہ کیا جائے جو اس نے مسلمان ہو کر محمڈن ہال لاہور میں دیا تھا تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے فرائض کستوری بہم پہنچانے سے تنگ آ گیا تھا (دیکھو کاویہ جلد اول ص ۴۰) ہمارے سامنے دونوں مدعی رسالت اپنا اپنا بیان ایک دوسرے کے خلاف دے رہے ہیں اب کے کہیں کہ جناب آپ کے سر پر بھوت سوار ہے؟

۱۱..... ''چشمہ معرفت، طبع اول، ص ۳۲۱'' میں مرزا صاحب ڈاکٹر صاحب کو پیش نظر رکھ کر یوں لکھتے ہیں کہ ''کئی دشمن مسلمانوں میں سے میرے مقابل پر کھڑے ہو کر ہلاک ہوئے اور ان کا نام و نشان نہ رہا۔ ہاں آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام ڈاکٹر عبدالحکیم خان ہے۔ جس کا دعویٰ ہے کہ میں اس کی زندگی میں چار اگست تک ہلاک ہو جاؤں گا اور یہ اس کی سچائی کیلئے ایک نشان ہوگا یہ الہام کا مدعی ہے اور مجھے دجال، کافر اور کذاب جانتا ہے۔ ۲۰ برس تک مرید رہا تو اسے یہ عقیدہ اختیار کر لیا تھا کہ بغیر اطاعت حضورﷺ کے بھی نجات ہو سکتی ہے۔ چونکہ یہ عقیدہ جمہور کے خلاف تھا میں نے منع کیا مگر باز نہ آیا تو جماعت سے نکال دیا۔ تب اس نے یہ پیشگوئی کی کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴ اگست تک اس کے سامنے ہلاک ہو جاؤں گا مگر خدا نے کہا کہ وہ خود عذاب میں ہوگا اور خدا اس کو ہلاک کرے گا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا سو یہ وہ مقدمہ ہے کہ جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ خدا سچے کی مدد کرے گا۔'' اس عبارت میں ۴ اگست تک کے لفظ کو آپ نے دو دفعہ دہرایا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا کہ ڈاکٹر نے گو کسی وقت ''۴ اگست کو'' کا لفظ لکھ دیا ہوگا مگر فریقین مقدمہ کا متفقہ لفظ یہی ہے کہ اگست تک مرزا مر جائے گا۔ اب اس سے یہ نتائج پیدا ہوتے ہیں کہ

اول: ''۴ اگست کو'' کا فقرہ فریق مقدمہ (مرزا) تسلیم نہیں کرتا اس لیے آج کل کے

مرزائیوں کا ''۴ اگست تک'' کو غلط قرار دینا غلط ہوگا۔

دوم: اس عبارت میں کوئی ذکر نہیں کہ ڈاکٹر کی ہلاکت تین سال یا چودہ ماہ کی پیشگوئی سے تعلق رکھتی ہے بلکہ اس میں صاف یہ مقابلہ کیا گیا ہے کہ چونکہ ڈاکٹر نے ۴ اگست تک ہلاکت مرزا پر پیشگوئی پیش کی اس لئے ہم بھی اس کے مقابلہ پر یہ پیشگوئی پیش کرتے ہیں کہ ''ہماری زندگی میں ہی وہ ہمارے سامنے مرے گا اور ہم اس کے شر سے محفوظ رہیں گے۔'' اب مرزا محمود کی تاویل غلط ہوگئی کہ مرزا صاحب کی بددعا کا اثر اس لئے پیدا نہ ہوا تھا۔ کہ اس کا تعلق تین سال اور چودہ ماہ کی پیشگوئی سے تھا پس جب وہ غلط نکلی تو مرزا صاحب کی بددعا بھی اکارت گئی۔

سوم: مرزا محمود کا یہ کہنا بھی غلط ہو گیا کہ مرزا صاحب نے اجتہادی طور پر یہ سمجھ رکھا تھا کہ ڈاکٹر کی ہلاکت آپ کی حیات میں ہوگی ورنہ پیشگوئی میں یہ لفظ درج نہیں ہیں کیونکہ اس کے آخری لفظ یہ ہیں کہ ''خدا مرزا کو ڈاکٹر کی شرارت سے محفوظ رکھے گا یعنی اس کی پیشگوئی کو سچا نہ ہونے دے گا۔'' اس سے بڑھ کر اور کیا تصریح ہو سکتی ہے شاید مرزا محمود نے اس پر غور نہیں کیا۔

چہارم: ہلاکت ڈاکٹر کے متعلق کھلے لفظ ہیں کسی قسم کے شرائط یا فریق مخالف کی منظوری کا کوئی تذکرہ نہیں اس لئے اس پر مزید حاشیہ آرائی کرنا خود اپنے پیغمبر کے کلام کو تحریف کرنے کا ارتکاب لازم آئے گا۔

پنجم: اس پیشگوئی نے فیصلہ کر دیا کہ مرزا صاحب اپنے اقرار کے مطابق جھوٹے تھے اور ڈاکٹر سچا تھا کیونکہ اس کے خود اقبالی ہو چکے تھے۔

ششم: ڈاکٹر کی شرارت یعنی پیشگوئی نے آپ کو محفوظ نہ رہنے دیا اور ۴ اگست کے اندر ہی ۲۶ مئی کو مر گئے۔ مگر ڈاکٹر پر مدعی مسیحیت کی دعا کا اتنا اثر بھی نہ ہوا کہ اسے زکام ہی لگ

جاتا۔

ہفتم: جب یہ صاف ہوگیا کہ مسیح نے یہ بھی پیشگوئی میں کہا ہے کہ میں ڈاکٹر کے شر سے محفوظ رہوں گا تو رب فرق کی دعا کا وقوع بھی مسیح کی زندگی سے ہی وابستہ ہوگا اور اخراء افساد کا وجود بھی حیات مسیح سے پیوستہ ہوگا اس لئے یہ کہنا غلط ہوگا کہ مسیح نے اس کو اپنی زندگی سے وابستہ کرتے ہوئے اجتہادی غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔

ہشتم: اجتہادی غلطی کی تمام مثالیں غلط ہیں کیونکہ اگر کسی پیغمبر سے غلطی ہوتی ہے تو فوراً خدا اس کی تصحیح اسی سے کرادیتا ہے۔ مگر یہاں مسیح مرجاتا ہے تو کئی سال بعد اس کی تصحیح خلیفہ دوم کو سوجھتی ہے مسیح بھی غلطی کا شکار رہا اور خلیفہ اول بھی اسی دلدل میں پھنسا رہا۔ ایسی ناپاک امت کو خدا تباہ کرے جو اپنے پیغمبر کو غلط گو کہہ کر اسے وحی کا صحیح مطلب بتاتی ہے۔

نہم: ڈاکٹر نے اگر کھانسی دیکھ کر کہہ دیا تھا کہ مرزا پھیپھڑے کی بیماری سے مرے گا تو ہیضہ کی بیماری کا اعلان کرنا اسے جھوٹا ثابت نہیں کرے گا۔ کیونکہ ڈاکٹری تشخیص کبھی غلط بھی نکلتی ہے اور ہیضہ کی طرف سل کے تبدیل ہونے کا کسی نے دعویٰ نہیں کیا تھا۔

دہم: یہ تمثیل کہ اسلام کو برا کہنے والا مسلمان ہوکر عذاب سے بچ جاتا ہے اس جگہ غلط ہے کیونکہ ڈاکٹر دوبارہ مرزائی نہ ہوا تھا۔

یازدہم: مرزا صاحب اپنے الہام تبدیل کرتے رہتے تھے۔ ڈاکٹر بھی آپ ہی کا دست پروردہ شاگرد تھا اس نے پیشگوئی میں ''کو'' کی بجائے ''تک'' کی ترمیم کرڈالی تو کیا ہوگیا اور بالفرض اگر ہمراگست کو ہی صحیح مان لیا جائے تو پھر بھی نقصان نہیں کیونکہ آتھم کی طرح اصل مقصد ہلاکت تھی جو واقع ہو چکی۔ باقی چند ایام کا پس و پیش ہونا تو جیسا استاد کے نزدیک وعیدی پیشگوئی میں خلل انداز نہیں ہوتا اسی طرح شاگرد بھی کہہ سکتا ہے کہ ہمراگست کو ہی مسیح مرتے بشرطیکہ مقابلہ پر پیشگوئی کرکے تمرد اختیار نہ کرتے۔ مگر انہوں نے بے خوفی کا اظہار

کیا اس لئے ہیضہ نے قبل از وقت ہی دبا لیا، کیونکہ وعیدی پیشگوئیاں ہمیشہ حالات ماحول سے مشروط ہوا کرتی ہیں۔ مولوی ثناءاللہ صاحب کے متعلق یوں کہا جاتا ہے کہ:

اول: جب تک دعابازی کا سلسلہ جاری رہا یہ تصریح نہ کی گئی تھی کہ بددعا زیر بحث مباہلہ تھی یا یک طرفہ بددعا تھی۔ ڈاکٹر عبدالحکیم کی ہلاکت اور مولوی ثناءاللہ صاحب کی ہلاکت کے متعلق یکساں طور پر کہا گیا ہے کہ یہ مقدمہ خدا کے سپرد ہے مگر صرف فرق اتنا ہے کہ ڈاکٹر سے منظوری کی درخواست نہیں کی گئی اور مولوی صاحب سے کچھ مشتبہ الفاظ میں درخواست ضرور کی گئی تھی کہ جو چاہیں لکھ دیں جس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ خواہ آپ منظور کریں یا نہ کریں یہ مقدمہ خدا کی جناب میں پیش کیا جا چکا ہے۔ یہ تھدید نہ فقرہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ کی دعا منظور بھی ہو چکی تھی۔ کیونکہ آپ مظلومانہ رنگ میں بددعا دیتے ہیں جس میں ظالم کی منظوری لینا عبث معلوم ہوتا ہے اور مولوی صاحب نے گو اجتہادی غلطی سے اس دعا کو مباہلہ سمجھ رکھا تھا۔ مگر مرزا صاحب کی طرف سے یک طرفہ دعا تھی کیونکہ آپ ۱۹۰۶ء سے تمام قسم کے مباہلے ختم کر چکے تھے اس لئے یہ یکطرفہ ایک سال کے بعد پوری ہوئی اور آپ دنیا سے رخصت ہوگئے۔

دوم: مولوی صاحب کا اہلحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء میں نامنظوری کا اعلان کرنا اجتہادی غلطی تھی کہ وہ اسے مباہلہ سمجھ چکے تھے ورنہ یہ صاف ظاہر تھا کہ مباہلہ بازی کا کھیل ۱۹۰۶ء سے بند ہو چکا تھا اور اس مضمون کی مظلومانہ نوعیت بتا رہی تھی کہ ظالم خواہ منظوری نہ بھی دے تب بھی یہ بددعا ٹلنے کی نہیں۔ اس لئے بہانہ کرنا کہ مولوی صاحب نے چونکہ منظوری نہیں دی تھی اس لئے یہ کھیل ہی بند کیا گیا تھا' بالکل غلط ہوگا۔

سوم: جب یہ تسلیم کیا جائے کہ یہ دوطرفہ بددعا اور مباہلہ تھا اور وفات مرزا سے پہلے ایک دو اس کی میعاد ختم بھی ہو چکی تو یہ ماننا پڑے گا کہ یہ مباہلہ یکطرفہ دعا کی حیثیت میں تبدیل

ہو چکا تھا کیونکہ مرزا صاحب عدم منظوری کے بعد دس دن ''بدر'' ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء میں شائع کر چکے تھے کہ یہ دعا ہے جو اجیب دعوة الداع کے زیر اثر ضرور قبول ہو چکی تھی کیونکہ صوفیاء کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعا ہوتی ہے یا یوں کہنا پڑے گا کہ میعاد مباہلہ ایک ماہ بعد شروع ہوئی تھی جیسا کہ علم الدرمان کے الہام میں ایک سال بعد میعاد شروع کی گئی تھی تا کہ اجیب دعوة الداع کا الہام بھی درست رہے اور وفات مسیح کا وقوع بھی اسی کے ماتحت عین اختتام میعاد پر ثابت ہو۔

چہارم: مولوی صاحب کی سلامتی کی وجہ جب یوں پیش کی جاتی ہے کہ خدا ہر ایک کو اس کے عقیدہ کے مطابق گرفتار کرتا ہے اور چونکہ مولوی صاحب کا عقیدہ تھا کہ مفتری کی رسی دراز ہوتی ہے اس لئے مرزا صاحب ان کی زندگی میں ہی رخصت ہو گئے تو فوراً یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ مرزا صاحب کی بددعا یک طرفہ تھی اور اجیب دعوة الداع کا الہام بھی جھوٹا تھا ورنہ ضروری تھا کہ مولوی صاحب مرزا صاحب کی زندگی میں تباہ ہو جاتے۔ کیونکہ مرزا صاحب کا بھی تو یہ عقیدہ تھا کہ سچے کے مقابلہ میں جھوٹا تباہ ہو جاتا ہے۔ مگر افسوس کہ مدعی نبوت کا عقیدہ بار آور نہ ہوا اور مولوی صاحب کا عقیدہ استعمال کیا گیا تو کیا مدعی نبوت کا عقیدہ یوں ہی اکارت ہو جایا کرتا ہے؟

پنجم: یہ کیسی حجت بازی ہے کہ سچے جھوٹوں کی زندگی میں مرجاتے ہیں اور ﴿فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ﴾ میں بھی صداقت کا نشان تمنائے موت ہے اور چونکہ مولوی صاحب مسیلمہ تھے اور مرزا صاحب احمد اوتار تھے اس لئے مسیلمہ امرتسری کے سامنے احمد قادیانی کا خاتمہ ہو گیا۔ اس پہلو کے بدلنے میں صاف اقرار ہے کہ دعا بازی کا کھیل صرف جنگ زرگری تھا ورنہ صاف ظاہر ہے کہ مولوی صاحب مسیلمہ کی طرح مدعی نبوت نہیں اور نہ مدعی مسیحیت کی طرح انہوں نے کوئی الہام یا وحی کا دعویٰ کر کے افتراء کا اعزاز حاصل کیا ہوا ہے اور نہ ہی انہوں نے اپنی ذاتی صداقت کی بھی ڈینگ ماری ہے تو اندریں حالات ان کو

مفتری مسیلمہ اور صادق فی الالهام قرار دینا وہی بات ہوئی کہ ''دو اور دو چار روٹیاں''۔ تمام غیر احمدی مولوی صاحب کی طرح آپ کو سچا نہ سمجھتے تھے تو کیا سارے ہی مفتری مسیلمہ اور کاذب فی الالهام بن گئے؟ اسکے علاوہ مرزا محمود نے ایک اور تقدس آمیز فقرہ لکھ دیا ہے کہ جب لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ مولوی صاحب نے اپنا نسخہ برتا ہے تو جھٹ اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ مولوی صاحب جھوٹے تھے۔ مگر جب لوگ یہ سوچ چکے ہیں کہ مولوی صاحب مدعی الہام نہیں اس لئے الہام بازی کی ہار جیت بالکل بے جا طور پر پیش کی جاتی ہے جس کا نتیجہ صرف یہی ہے کہ مرزا محمود کو ہر ایک مدعی الہام ہی نظر آتا ہے المرء یقیس علی نفسه.

ششم: مولوی صاحب نے اس بات پر قسم کھائی تھی کہ میں مرزا کو جھوٹا جانتا ہوں اور مباہلہ اس یکطرفہ دعا کو کہا ہے کہ مرزائی مباہلہ کے طور پر (مباہلہ بازی کے بعد) پیش کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہ ان کا لفظ ہے مولوی صاحب کا نہیں اگر تھا بھی تو اجتہادی غلطی سے استعمال کیا تھا۔ جیسا کہ مسلمان مہاتما گاندھی کا لفظ ہندوؤں کا مشہور لفظ ہے استعمال کرتے رہے ہیں ورنہ مسلمانوں کو یہ عقیدہ نہ تھا کہ وہ ان کیلئے امام الزمان بن کر آیا تھا۔

ہفتم: مولوی صاحب نے بقول مرزائیہ یکطرفہ دعا کو مباہلہ کہہ کر پوچھا تھا کہ اگر وہ مباہلہ سچا ہوتا تو میں کیوں نہ مرتا اور یہ مطلب نہ تھا کہ مرزا صاحب کیونکہ نہ مرے تھے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ جب وفات مرزا سے پہلے وہ مباہلہ مولوی صاحب کے حق میں مضر ثابت نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ یک طرفہ دعا تھی جو خود داعی کے حق میں مضر واقع ہوئی۔ اور اگر مباہلہ ہی تھا تو کسی کے حق میں مضر ہونے کے باعث ما دعاء الكفرين الا فی ضلل کا شکار ہو گیا تھا اور اگر منسوخ ہو چکا تھا تو مرزا محمود کا فرض تھا کہ ملہم کا کوئی ایسا قول پیش کرتے کہ چونکہ مولوی صاحب نے منظوری نہیں دی اس لئے یہ مباہلہ منسوخ سمجھا جائے جیسا کہ واقعہ

نجران میں خود حضور علیہ السلام کا قول التواء مباہلہ پر مذکور ہے۔

ہشتم: خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب ڈاکٹر عبدالحکیم کے الہام سے اپنے حق میں اپنی بد دعا سے یا اپنے اوہام والہامات سے جو مخالفین کے پیشینگوئیوں کے زیر اثر تیار ہوگئے تھے ناگہانی موت سے ہیضہ میں گرفتار ہو کر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو دنیا سے رخصت ہوگئے تھے۔ منگل کا دن تھا کڑاکے کی دھوپ تھی۔ تبلیغی کیمپ مصروف کار تھا۔ احمدیہ بلڈنگس کے سفید میدان میں بسرکردگی مولوی حکیم نور الدین صاحب روزانہ نشر و تبلیغ مرزائیت میں ولولہ انگیز تقریریں ہوتی تھیں۔ خیال تھا کہ تبلیغی دورہ سیالکوٹ تک کیا جائے گا، دوسری طرف کچھ فاصلہ پر دو سڑکوں کے مغربی تقاطع پر جناب پیر جماعت علی شاہ صاحب قبلہ علی پوری کا خیمہ تردید لگا ہوا تھا۔

ہلاکت مرزا وکرامت پیر صاحب قبلہ علی پوری

علمائے اسلام تردیدی مضامین سے مرزائیت کا بخیہ ادھیڑتے چلے جاتے تھے۔ پیر صاحب سرگرم مدافعت تھے اور تقدس باطنی سے ہلاکت مرزا کی خواستگاری بجناب باری جلسہ گاہ کا مطلع و مقطع بنا ہوا تھا۔ ۲۲ مئی ۱۹۰۸ء کو شاہی مسجد لاہور میں پیر صاحب نے ہلاکت مرزا کی بد دعا بڑی شد و مد سے کرائی جس میں ہزاروں مسلمان شریک تھے اور یک زبان ہو کر التجا کرتے تھے کہ یا اللہ اس ابتلائے قادیانی سے اسلام کو رہائی بخش اور مسلمانوں کو راہ راست پر قائم رکھ۔ آمین کی صدائیں بلند ہوتی تھیں۔ اس دعا کے بعد جلسہ گاہ میں متواتر دعائیں ہوتی رہیں۔ آخر ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کو بروز پیر، پیر صاحب قبلہ نے بڑے زور سے خبر دی کہ چوبیس گھنٹہ کے اندر اندر مرزا صاحب دنیا سے رخصت ہو جائیں گے جیسا کہ ''تازیانہ نقشبندی نمبر۲'' و ''اطاعت مرید و مرشد صادق'' ص ۵۰، مطبوعہ گلزار ہند پریس لاہور، بفرمائش ایم حسام الدین ایڈیٹر رسالہ خدام الصوفیہ میں مذکور ہے کہ مرزا بمع اسٹاف

کے لاہور آیا۔ شاہ صاحب نے بھی تردیدی جلسہ بالمقابل قائم کیا۔ ۲۲ مئی ۱۹۰۸ء کو شاہی مسجد میں اثنائے وعظ میں آپ نے فرمایا کہ ''میری عادت پیشینگوئی کرنے کی نہیں مگر مجبوراً کہتا ہوں کہ اگر مرزا کو سیالکوٹ جانے کی طاقت ہے تو وہاں جا کر دکھلائے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ وہاں بھی نہیں جا سکتا کیونکہ خداتعالیٰ اس کو توفیق ہی نہیں دے گا کہ سیالکوٹ جا سکے۔ اس سے پہلے ۱۹۰۴ء میں عبدالکریم کی موت سے وہ اپنی رسوائی دیکھ چکا ہے اب سب لوگ گواہ رہو کہ مرزا بہت جلد ذلت اور عذاب کی موت سے مر جائے گا اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ مرزا کو لاہور سے نکال کر جاؤں گا۔ کیونکہ یہ محمدیوں کے ایمانوں کا ڈاکو ہے۔ آپ نے ہر روز یہ لفظ دہرائے۔ آخر ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کی شب کو نہایت جوش سے کھڑے ہو کر فرمایا کہ ہم کئی روز سے مرزا کے مقابلہ میں آئے ہوئے ہیں، پانچ ہزار روپے کا انعام بھی مقرر کیا ہوا ہے کہ جس طرح چاہے وہ ہم سے مناظرہ کرے یا مباہلہ کرے اور اپنی کرامتیں اور معجزے دکھائے۔ لیکن اب وہ مقابلہ میں نہیں آتا۔ لیکن آج میں مجبوراً کہتا ہوں کہ آپ صاحبان سب دیکھ لیں گے کہ کل ۲۴ گھنٹے میں کیا ہوتا ہے'' آپ اتنے ہی لفظ کہہ کر بیٹھ گئے مگر رات کو مرزا ہیضہ سے بیمار ہو گیا اور دوپہر تک مر گیا۔ مفتی عبداللہ صاحب ٹونکی مرحوم پروفیسر اورینٹیل کالج لاہور نے فرمایا کہ ہم پہلے تو اس پیشینگوئی کو معمولی سمجھتے تھے آخر وہ تو سب سے بڑھ کر نکلی۔ ایک مخالف نے کہا کہ یہ پیشینگوئی حدیث النفس ہے۔ مگر اس کو یاد رہے کہ وہ بھی توہین آل رسول کر کے خیر نہ منائے۔ مرزا کی تاریخ وفات ہے۔ لقد دخل فی قعر جھنم.

ناظرین! آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اس پیشینگوئی کی صداقت نے ۲۴ گھنٹے کے اندر ہی تمام پیشینگوئیوں اور الہاموں سے بڑھ کر نمبر لے لئے ہیں۔ نہ ڈاکٹر کی پیشینگوئی نے تعیین وقت پر جرأت کی، نہ مرزا صاحب کے اپنے الہامات نے کوئی ہفتہ یا عشرہ مخصوص کیا، بلکہ جیسا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے آپ کا ارادہ تھا کہ لاہور میں تبلیغی جلسوں کے بعد سیالکوٹ

جائیں گے۔ مگر آل رسول کی زبان سیف وسنان کی طرح کاٹتی ہوئی آپ کی تمام امیدوں پر پانی پھیر گئی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ پیشینگوئی یوں ہوتی ہے جس میں نہ تاویل کی ضرورت ہے نہ شرائط لگائے گئے ہیں اور نہ فریق مخالف کی منظوری یا عدم منظوری کو دخل ہے۔ اور استجابت دعا کا بھی اصل مصداق یہی ہے کہ جس میں فریق مخالف کی کسی تلون مزاجی کو داخل نہیں سمجھا گیا اور نہ یہ عذر کرنے کا موقع پیش آیا تھا کہ چونکہ فریق مخالف اندر سے ڈر گیا تھا اس لئے یہ دعا معرض التواء میں ڈال دی گئی۔ اور مزید لطف یہ ہے کہ مرزائیوں نے ہر ایک امر پر بحث کی ہے مگر یہ پیشینگوئی ابھی تک ویسی ہی پڑی ہوئی ہے جیسی کہ پیدا ہوئی تھی۔ کسی کو جرأت نہیں ہے کہ اس پر ژاژ خائی یا خامہ فرسائی کر کے اپنے ہذیان کا ثبوت دے۔ اس لئے ہم کہیں گے کہ موت مرزا کا فوری سبب یہی پیشینگوئی اور دعا ہے اور بس۔

ہلاکت عبدالکریم

اس پیشینگوئی کے ضمن میں مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کی ہلاکت کا ذکر آ گیا ہے اس میں بھی انہی پیر صاحب نے مرزائیت کا مقابلہ کیا تھا۔ چنانچہ بحوالہ مذکور یوں لکھا ہے کہ ''مرزا بمعہ سٹاف کے نومبر ۱۹۰۴ء میں سیالکوٹ پہنچا اور شاہ صاحب قبلہ بھی وہاں پہنچ گئے اور تردیدی مجلس قائم کردی ہے اسے چیلنج دیئے مگر وہ باہر نہ نکلا۔ ایک دن لنگڑے عبدالکریم مرزائی نے اپنی چاردیواری کے اندر معراج نبوی پر لیکچر دیتے ہوئے یوں کہا کہ لوگ کہتے ہیں براق آیا براق آیا لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ جب ایڑیاں اور گھٹنے رگڑتے ہوئے وہی نبی مکہ سے بھاگ کر پہاڑوں اور غاروں میں چھپتا پھرتا تھا تو اس وقت براق کیوں نہ آیا؟ یہ گستاخانہ کلام جب شاہ صاحب کو جلسہ گاہ میں سنائی گئی تو آپ نے دوران وعظ میں جوش کھا کر کہا کہ وہ بے دین شخص جس نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے بہت جلد اور ذلت کی موت سے مارا جائے گا۔ دوسرے دن ایک غیر جانبدار شخص نے خواب دیکھا کہ

عبدالکریم کہتا ہے کہ مجھے حضرت امام زین العابدین ؓ نے پنجہ مارا ہے۔ اس وقت یوں دکھائی دیا کہ شانہ سے لیکر کمر تک پلکہ باندھے ہوئے اور دیوار سے سہارا لئے ہوئے کھڑا ہے۔ اس خواب کی تعبیریوں کی گئی کہ پیر صاحب نے اثنائے تقریر میں غصہ میں آ کر میز پر زور سے اپنا ہاتھ مارا تھا۔ جو امام زین العابدین ؓ کا پنجہ بن کر رات کو ظاہر ہوا تھا چنانچہ ابھی کچھ عرصہ نہ گذرا تھا کہ سرطان (گدوں دانہ) سے ہلاک ہوگیا۔'' سالنامہ جامعہ احمدیہ ۱۹۳۰ء میں مذکور ہے کہ یہ مولوی عبدالکریم سیالکوٹ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم مڈل تک تھی اور اس میں بھی کمی حساب کی وجہ سے فیل ہوگئے۔ پھر عربی، فارسی کی پرائیوٹ تیاری کر کے وہیں مشن سکول میں مدرس فارسی لگ گئے۔ ایک روز پادری سے الجھ کر مستعفی ہوگئے اس وقت آپ نیچری خیال رکھتے تھے مگر مولوی نورالدین صاحب کی وساطت سے مرزائی ہوگئے اور خطیب وامام مسجد قادیان بنے رہے اور سب سے پہلے بہشتی مقبرہ میں داخل ہوئے۔ ناظرین حیران ہوں گے کہ پیر ومرشد اور مریدان بے صفا حساب میں کمزور تھے۔ مرزا محمود بھی مڈل فیل ہیں۔ ہمہ خانہ آفتاب است۔ مولانا غریب مرحوم کا شعر ہے۔ شعر

فیل ہونا شیوۂ احرار ہے   پاس تو ہوتے ہیں آخر خر دماغ

مولوی صاحب کے دوست حافظ روشن علی موضع رنمل تحصیل پھالیہ ضلع گجرات پنجاب کے تھے۔ حضرت نوشہ صاحب کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے، کچھ قرآن بچپن میں اپنے والد سے یاد کیا اور کچھ غلام رسول وزیر آبادی سے اور انہی سے کچھ کتابیں بھی پڑھیں پھر قادیان چلے آئے اور حکیم نورالدین سے تلمذ اختیار کیا۔

۱۷..... اقتباسات لیکچر سیالکوٹ ۲ نومبر ۱۹۰۴ء

منقول از ریویو جلد سوم نمبر ۲

دنیا کے مذہب اس لئے خطا ہوگئے کہ ان کی پرورش مجددین سے نہیں ہوئی۔ مگر

اسلام کی پرورش ہر صدی کے سر پر ہوتی رہی یہاں تک کہ ہدایت اور ضلالت کی آخری جنگ آگئی اور چودھویں صدی کے آخر پر مجدد آگیا۔ حضور ﷺ کے بعد دوسرے مذاہب کی تجدید نہیں ہوئی۔ نفس کے پیرو انسانوں نے ان میں بے جا دخل دے کر صورت بدل ڈالی چنانچہ عیسائیوں نے اپنا خدا الگ بنالیا اور تورات کے احکام بدل ڈالے کہ اگر مسیح اس وقت آئیں تو شناخت نہ کرسکیں۔ ہندو مذہب میں بھی بت پرستی نہ تھی اور خدا کو اپنے صفات کے اظہار میں مادہ کا محتاج نہیں جانتے تھے۔ مگر یہ بھی عیسائیت کی طرح اسلام سے پہلے بگڑ چکا تھا تو اصلاح عام کیلئے حضور ﷺ مجدد اعظم بن کر آئے اور وحشیوں کو ایسا بنادیا کہ بکریوں کی طرح ذبح ہونے لگے مگر اسلام نہ چھوڑا۔ پس روحانیت قائم کرنے کیلئے آدم ثانی بلکہ حقیقی آدم تھے اور ختم نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کے لحاظ سے ہوا بلکہ اس لئے بھی کہ تمام کمالات آپ پر ختم ہوگئے اور آپ صفات الٰہیہ کے مظہر اتم ٹھہرے اور آپ کا جلالی نام محمد ہوا اور جمالی احمد۔ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔ پہلا ہزار ہدایت کیلئے تھا، دوسرا گمراہی کیلئے تو بت پرستی آگئی۔ تیسرے میں توحید آئی تو چوتھا پھر عیسائیت میں گمراہی لے کر آیا۔ پانچویں میں حضور ﷺ پیدا ہوئے اور ہجرت کے بعد تین سال سے چھٹا ہزار شروع ہوا۔ جو گمراہی تھا اور جسے ''فیج اعوج'' کا زمانہ کہتے ہیں پھر چودھویں صدی پر ہدایت کا ساتواں ہزار سال شروع ہوا جس میں امام آخرالزمان موجود ہے اس کے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح۔ مگر وہ جو ظل کے طور پر (مظہر قدرت ثانیہ) ہو کیونکہ اب دنیا کا خاتمہ ہے یہودی بھی مانتے ہیں کہ یہ ساتواں ہزار سال ہے۔ سورۂ عصر کے اعداد بھی ساتواں ہزار ظاہر کرتے ہیں۔ سب انبیاء کا اتفاق ہے کہ مسیح چھٹے ہزار کے اخیر پر ضرور پیدا ہوگا۔ خلق عالم کے چھٹے روز (جمعہ کی آخری ساعت میں) خدا نے آدم کو پیدا کیا اور دن خدا کے نزدیک ہزار سال کا ہوتا ہے اس لئے آخری امام بھی جمعہ کے دن چھٹے ہزار کے اخیر پر پیدا ہوا' تاکہ اول و آخر یکساں ہو جائے۔ آدم جوڑا پیدا ہوا تھا تو مسیح بھی جوڑا پیدا ہوا تھا۔ پہلے لڑکی پیدا ہوئی تھی تو جمعہ کے

روز مسیح پیدا ہوا۔ عیسائی کہتے تھے کہ اسی وقت مسیح نازل ہوگا مگر جب نہ اترا تو کلیسا کو ہی مسیح مان بیٹھے۔ اس دلیل کا رد کرنا تمام نبوتوں کا رد کرنا ہے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ قیامت کا کسی کو علم نہیں کیونکہ اگرچہ خاص وقت کا علم نہیں مگر آثار اور اعداد سورۂ عصر سے اس کا علم یقینی ہوگیا ہے۔ اور ریل گاڑی، اخبارات وغیرہ سب کچھ ظاہر ہو چکا ہے۔ دو تین صدیاں اور بڑھ جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ کسر کا اعتبار نہیں ہوتا۔ پس شریعت کا یہ مطلب نہیں کہ قیامت ہر پہلو سے مخفی ہے کیونکہ اخبار الانبیاء اور آیہ قد اقتربت الساعۃ اس پر شاہد ہے۔ حمل کی مدت بھی ۹ ماہ ہے مگر خاص وقت کسی کو معلوم نہیں۔ قرآن شاہد ہے کہ جب نہریں جاری ہوں گی تو انقلاب ہوگا۔ قومیں ایک دوسرے کو دبائیں گی تو آسمان سے قرنا پھونک دی جائے گی۔ یہ سب کچھ یاجوج ماجوج کے ذیل میں لکھا ہے جو آگ سے کارخانہ چلانے والی قوم کی طرف اشارہ ہے۔ تو اس وقت آسمان سے ایک بڑی تبدیلی کا انتظام ہوگا اور صلح و آشتی کے دن ظاہر ہوں گے۔ مخفی خزانے زمین سے نکلیں گے اونٹ بے کار ہوں گے یہ سب علامتیں پوری ہو چکی ہیں۔ سات ہزار کی نص قرآنی ہے سات کا عدد بھی وتر ہے اور خدا بھی وتر ہے۔ ''حجج الکرامۃ'' میں بھی ساتویں صدی کے سر سے آگے ظہور مسیح کا زمانہ نہیں بتایا گیا۔ حضرت موسیٰ نے فرعون کو ہلاک کیا۔ تو حضور ﷺ نے ابوجہل کو ہلاک کیا۔ ملت موسوی میں آخری نبی مسیح تھے جو جہاد کے مخالف تھے آخری زمانہ میں بھی مسیح آیا اور جہاد اٹھا دیا۔ جب کہ اسلام کی اندرونی حالت خراب ہو چکی تھی لننظر کیف تعملون (یونس) میں ہے کہ تم کو خلافت دی جائے گی۔ مگر آخری وقت میں بداعمالی کی وجہ سے یہودی طرح چھن جائے گی لیستخلفنھم (نور) میں ہے کہ مسیح نے جہاد ترک کردیا تھا تو اس مسیح نے بھی ایسا ہی کیا۔ یہودی مغضوب علیھم تھے تو سورہ فاتحہ دی گئی کہ امت یہودی نہ بنے مگر بن گئے اور مسیح کے بھی مخالف ہوگئے جس کو عیسیٰ کہہ کر پکارا گیا جیسا کہ ابوجہل کو فرعون اور نوح کو آدم ثانی اور یوحنا کو ایلیا کہا گیا اور یہ سنت اللہ ہے کہ ایک کا نام دوسرے کو دیا جاتا ہے۔

یہودی اپنی حکومت کے بعد روم کے ماتحت ہو چکے تھے تو مسیح آیا۔ مسلمان بھی انگریزوں کے ماتحت ہو گئے تو یہ مسیح آیا۔ مسیح پورے طور پر اسرائیلی نہ تھے۔ صرف ماں کی طرف سے تھے یہ مسیح بھی صرف ماں کی طرف سے سید ہے کیونکہ اس کی بھی ایک دادی سید تھی چونکہ اسرائیلی گنہ گار تھے اس لئے خدا نے چاہا کہ تنبیہ کے طور پر یہ نشان دکھائے تو ان میں سے صرف ایک بچہ صرف ماں سے بغیر شرکت باپ کے پیدا کیا (اس مسیح کو توام پیدا کرنے میں) یہ اشارہ تھا کہ اس میں انوثیت کا مادہ بالکل نہ رہے پس سلسلہ مثیل موسیٰ سے شروع ہوا اور مثیل مسیح پر ختم ہوا تا کہ اول وآخر مشابہ رہیں (وفات مسیح کا ذکر ختم کر کے لکھا ہے کہ) جن لوگوں نے اس مقام پر غلطی کھائی ہے ان کو معاف ہے کیونکہ ان کو کلام الٰہی کے حقیقی معنی نہیں سمجھائے گئے تھے پھر ہم نے تم کو صحیح معنی سمجھا دئے ہیں اگر میں نہ آیا ہوتا تو رسمی تقلید کا ایک عذر بھی تھا لیکن اب کوئی عذر باقی نہیں۔ زمین وآسمان میرے گواہ، اولیائے کرام نے میرا نام بتادیا۔ کچھ شاہد تیس برس پہلے گذر چکے ہیں۔ بعض نے عالم رؤیا میں حضور ﷺ سے میری تصدیق بھی کرائی ہے۔ ہزارہا نشان ظاہر ہو چکے۔ تمہارے ہاتھ پاؤں میرے لئے گواہ ہیں، کیونکہ سب کمزور ہو کر دستگیر کے محتاج ہو چکے ہیں۔ مجھے دجال کہا گیا بدنصیب وہ ہیں جن کی طرف دجال بھیجا گیا۔ مجھے لعنتی بے ایمان کہا گیا مسیح کو بھی یہودی یہی کہتے تھے مگر قیامت کو کہیں گے کہ کیا ہو گیا کہ ہم ان شریروں کو دوزخ میں نہیں پاتے۔ اگر یہ دنیا سے پیار نہ کرتے تو مجھے شناخت کر لیتے۔ مگر اب وہ شناخت نہیں کر سکتے (رفع جسمانی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ) یہ خیالات نہایت قابل شرم ہیں گویا خدا ڈر گیا تھا کہ کہیں یہود نہ پکڑ لیں۔ اس میں حضور ﷺ کی بھی بے عزتی ہے کیونکہ آسمان پر چڑھنے کے مطالبہ میں آپ نے یوں کہہ دیا تھا کہ ھل کنت الا بشرا رسولا اور خدا کا وعدہ ہے کہ تم زمین پر ہی مرو گے۔ یہ خیال غلط ہے کہ مسیح کی بیعت ضروری نہیں یہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کیونکر کر سکتے ہیں؟ جبکہ وہ اپنے رسول کا حکم نہیں مانتے کہ امام جب ظاہر ہو تو اس کی طرف دوڑو۔ برف

چیر کر بھی اس کی طرف پہنچو۔ کیا لاپروائی مسلمانی ہے بلکہ مجھے گالیاں دی جاتی ہیں، دجال کہا جاتا ہے درحقیقت بغیر تازہ یقین کے جو انبیاء کے ذریعہ آسمان سے نازل ہوتا ہے ان کی نمازیں صرف رسم وعادت ہیں اور روزے فاقہ کشی یہ حقیقت ہے کہ معرفت الٰہی کے سوا گناہ سے حقیقی نجات نہیں ہوتی اور نہ ہی خدا سے محبت پیدا ہوتی ہے، اور معرفت دعا سے حاصل ہوتی ہے اور دعا سے روح قیام کرتی ہے اور احکام الٰہی مانتی ہے، رکوع کرتی تو یک رخ ہو کر خدا کی طرف جھکتی ہے اور سجدہ کرتی ہے تو فنا کا مقام حاصل کرتی ہے۔ جسمانی نماز چونکہ اس کی محرک ہے اس لئے وہ بھی ضروری ہوئی۔ سنت الٰہی ہے کہ جس پر چاہے روح القدس ڈالتا ہے تو محبت الٰہی پیدا ہوتی ہے معرفت الٰہی سے یہ تعلق شناخت ہو سکتا ہے گویا پتھر کی آگ کیلئے وہ چقماق ہے۔ پھر ہمدردی بنی نوع انسان کا عشق بھی پیدا ہوتا ہے جس سے دوسروں کو سورج کی طرح اپنے طرف کھینچتا ہے اور یہی انسان نبی، رسول اور محدث ہے اور وہ مخاطبہ الٰہیہ استجابت دعا اور خوارق پاتا ہے۔ گو بعض لوگ اس سے کچھ حصہ پاتے ہیں مگر ”کجا جگنو کجا آفتاب“۔ ان میں تاثیر ہے کہ جو ان سے رشتہ جوڑے پھل پاتا ہے، توڑنے والا خشک ٹہنی بن جاتا ہے، اس کے ایمان پر غبار آجاتا ہے۔ کیا بے تعلق رہنے والا یہ نہیں سوچتا کہ جب اس کو جسمانی باپ کی ضرورت ہے تو کیا روحانی باپ کی اسے ضرورت نہیں؟ اھدنا الصراط المستقیم میں یہی بتایا ہے کہ جو انعام انبیاء کے پاس ہیں تم بھی حاصل کرو۔ میں صرف مسلمانوں کیلئے نہیں آیا بلکہ میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے لئے مسیح ہوں اور ہندوؤں کے لئے کرشن اوتار ہوں اور بیس سال کے زائد عرصہ سے اعلان کر رہا ہوں اور اب سب کے سامنے اظہار کرتا ہوں کہ کرشن ہندوؤں میں کامل انسان تھا جس کی نظیر ان کے کسی رشی اور اوتار میں نہیں پائی جاتی۔ وہ فتح مند بااقبال تھا جس نے آریہ ورت کی زمین کو پاپ سے پاک کیا وہ اپنے زمانے کا حقیقی نبی تھا۔ خدا نے بھی کہا ہے کہ وہ اوتار اور نبی تھا۔ اس کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں کرشن کا اوتار یعنی بروز ظاہر کرے۔ جو مجھ سے پورا ہوا

اور الہام ہوا کہ ''ہے رڈر گوپال تیری مہما گیتا میں بھی لکھی گئی ہے'' سو میں کرشن کا محب ہوں۔ کیونکہ میں اس کا مظہر ہوں اور یہ تین صفات (پاپ دور کرنا، دلجوئی، تربیت) مسیح اور کرشن میں ہیں اس لئے وہ روحانیت میں ایک ہی ہیں فرق صرف قومی اصلاح میں ہے سو میں بحیثیت کرشن ہونے کے آریوں سے کہتا ہوں کہ ذرات اور روحوں (کرتی اور پرمانو) کو قدیم نہ جانو ورنہ ان کا اتصال بھی خدا کا محتاج مان لو۔ آریوں کا عقیدہ ہے کہ روحیں محدود ہیں اگر مکتی خانہ سے ان کو میعادی نجات کو پہنچا دیا جائے تو کسی دن جونوں کیلئے ایک روح بھی باقی نہ رہے گی اور خدا معطل ہو کر بیٹھ جائے گا اس لئے جو نجات پاتے ہیں ان کا ایک پاپ باقی رکھ کر پھر جونوں میں بھیج دیا جاتا ہے۔ اگر ذرات انادی ہیں۔ تو وہ اپنے خدا آپ ہی ہیں تناسخ صحیح ہے کہ کیڑوں کی تعداد زیادہ؟ چاہئے تو یہ تھا کہ انسان زیادہ ہوتے کیونکہ کیڑوں میں گیان نہیں جب دوبارہ انسان بنتا ہے تو ممکن ہے کہ اپنی ماں بہن سے شادی کرتا ہوگا۔ نیوگ قابل شرم اور ناقابل برداشت ہے خدا ایسا محتاج نہیں کہ ہماری طرح متصرف نہ ہو۔ ظالم نہیں کہ کئی ارب جون بدلنے کے بعد بھی مکتی نہیں دیتا۔ میں یقیناً کہتا ہوں کہ ایسی تعلیم ویدوں میں نہ ہوگی۔ عیسائی انبیاء کو گالیاں دیتے ہیں۔ صرف خون کھانے سے نجات کیسے ہوگی۔ نجات یوں ہے کہ توبہ کر کے نئی زندگی حاصل کرے پھر دعا کیا کرے اور نیک صحبت میں رہے۔ کیونکہ ایک چراغ دوسرے سے روشنی حاصل کرتا ہے۔ گناہ کرنا تو جانوروں میں بھی پایا جاتا ہے۔ تم دو شربت پیو، ''شربت کافوری'' کہ غیر کی محبت جاتی رہے اور ''شربت زنجبیلی'' کہ جس سے خدا کی محبت جوش مارے۔ آریہ انسان پرستی چھوڑ رہے ہیں اور عیسائی اس کی دعوت دیتے ہیں۔ مسیح نے خدائی دعویٰ نہیں کیا جن لفظوں سے اس کی خدائی ثابت کرتے ہیں ان سے بڑھ کر تو میری وحی میں الفاظ موجود ہیں تو کیا میں بھی خدائی کا حقدار ہوں۔ ہاں شفاعت پر آپ کے کلمات شامل ضرور ہیں۔ میری شفاعت سے بھی کئی بیمار اچھے ہوئے اور کئی مصائب دور ہوئے۔ اقانیم ثلثہ کی ترکیب

غیر معقول ہے اور کفارہ کے بعد گناہ کا وجود کیوں ہے۔ نبی کے نشان دو قسم کے ہیں بشارت و انذار۔ خسوف القمرین فی رمضان میرے لئے نشان رحمت ہے جو بروایت خاندان رسالت ثابت ہے۔ مگر لوگوں نے بیعت کی بجائے گالیاں دیں اور طاعون نشان عذاب ہے جو معذبوھا عذابا شدیدا سے ثابت۔ ہے کہ قیامت سے کچھ دن پہلے مری پڑے گی۔ نبی کی شناخت تین طرح کی ہے: اول عقل سے کہ آیا ضرورت ہے یا نہیں۔ دوم پیشگوئیوں سے کہ آیا اس کے آنے کی کسی نے خبر دی ہے یا نہیں؟ سوم نصرت الٰہی سے۔

دانیال نبی کی پیشگوئی مشہور ہے۔ صحیحین میں بھی ہے کہ اسی امت میں مسیح ہوگا۔ ۲۴ برس سے پہلے کا الہام ہے کہ یاتیک من کل فج عمیق مال ہر طرف سے آئے گا لوگ بھی آئیں گے تنگ نہ ہونا۔ براہین سے پہلے سات آٹھ سال کا عرصہ ہوا میں اسی شہر میں گمنام تھا آج میرا استقبال ہوا اور لوگ جوق در جوق بیعت میں داخل ہو رہے ہیں حکیم حسام الدین میرے دوست ہیں۔ یہیں اوائل عمر کا ایک حصہ گذار چکا ہوں اس لئے قادیان کی طرح مجھے اس سے بھی اُنس ہے۔ ''براہین'' بے کسی میں لکھی اب اس عظیم الشان نشان کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کہتے ہیں کہ آتھم میعاد پر نہیں مرا اور احمد بیگ کا داماد زندہ ہے مگر جب کئی نشان پورے ہو چکے اور دو تین نشان ان کی سمجھ میں نہیں آتے تو مجھ سے کیوں نہیں پوچھتے کہ اصل بات کیا ہے یوں تو تمام انبیاء پر اعتراض ہوں گے۔ یہودی کہتے ہیں کہ مسیح نے کہا تھا کہ بارہ حواری بہشت میں تخت نشین ہوں گے مگر ایک مرتد ہوگیا۔ یہ بھی کہا تھا کہ اس زمانہ کے لوگ نہیں مریں گے جب تک کہ میں دوبارہ واپس نہیں آؤں گا۔ ۱۸ صدیاں گذریں واپس نہ آئے بادشاہ بننے کے لئے بھی کہا تھا مگر نہ بنے۔ مجھے خوف ہے کہ ان پر اعتراض کر کے اسلام سے ہی ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔ بعض دفعہ وحی مجمل اور خبر واحد کی طرح ہوتی ہے اور صلح حدیبیہ کی طرح اس میں اجتہاد کو دخل ہوتا ہے جو کبھی غلط بھی نکلتا ہے وعیدی پیشگوئیوں کا ایفاء ضروری نہیں یونس علیہ السلام کی پیشگوئی ٹل گئی تھی اور صدقہ

خیرات بھی ٹال دیتا ہے ہمارے دعویٰ کی جز وفات مسیح ہے خدا اس کو اپنے ہاتھ سے پانی دیتا، خدا کا قول مصدق ہے، رسول نے شب معراج کو اسے مردہ انبیاء میں دیکھا حضرت ابوبکرؓ نے قد خلت کہہ کر ثابت کر دیا کہ کوئی نبی بھی زندہ نہ تھا تو صحابہ کا اس پر اجماع ہوگیا گورنمنٹ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جس نے ہم کو آزادی دے رکھی ہے۔ کئی لاکھ کی جاگیر دیتی تو اس کے مقابلہ میں ہیچ تھی۔ اب میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ اس محسن گورنمنٹ کے تہ دل سے شکرگذار ہیں (من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ)

تنقیح عقائد قادیانیہ

۱..... اس لیکچر نے فیصلہ کر دیا ہے کہ

(۱) مرزا صاحب مستقل نبی اور کرشن اوتار تھے اور عکسی بروزی کا کھیل ختم کر چکے تھے۔

(۲) معرفت اور حقیقت میں پڑ کر وہی کفر آموز عقائد پیش کئے ہیں جو ''ایقان'' میں ہیں۔

(۳) اندرونی بیرونی نقول تصدیق اور حال و ماضی کے اقوال مصدقہ بھی پیش کیے ہیں جو ''ایقان'' میں پیش ہو چکے ہیں کوئی نئی بات پیش نہیں کی۔

(۴) تنسیخ قرآن کا دعویٰ بھی قادیانیت اور بہائیت میں مشترک ہے صرف فرق اتنا ہے کہ بہائیت نے لفظ بھی بدل ڈالے تھے مگر قادیانیت کو یہ قدرت حاصل نہ تھی تو انہوں نے نئے مفاہیم تیار کر کے پہلے مفاہیم کو غلط قرار دے دیا۔

(۵) اور اپنی بیعت بہاء اللہ کی طرح باعث ایمان اور موجب نجات ٹھہرائی ہے۔

۲..... عیسائیوں اور ہندوؤں پر افسوس کیا ہے کہ مذہب تبدیل کر ڈالا مگر آپ نے بھی وہی کیا جو دوسروں نے کیا اور تجدید اسلام کے پردے میں سب کچھ بدل ڈالا۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پہلے مجدد دین اسلام جو چالیس کے قریب گذر چکے ہیں (دیکھو عسل مصفّٰی حصہ اول آخری باب) کیا وہ بھی اسی قسم کی تجدید کرتے رہے ہیں کہ قرآن کا مفہوم بدل کر پہلے لوگوں کو فیج اعوج کہہ کر گمراہ ثابت کیا تھا؟ واقعات بتا رہے ہیں کہ انہوں نے کچھ نہیں بدلا تھا اور ان کی تجدید صرف مذاہب جدیدہ کی تردید پر مبنی تھی۔

۳..... تجدید کا معنی بہائیت کی طرح تبدیل شریعت کیا ہے اور اسی وجہ سے حضور ﷺ کو بھی مجدد اعظم بتایا ہے اور اسی بناء پر لاہوری پارٹی آپ کو صرف مجدد مان کر وہی مطلب حاصل کر لیتی ہے جو قادیانی نبی مان کر حل کرتے ہیں۔

۴..... کسی دلیل شرعی سے یہ ثابت نہیں کہ حضور ﷺ مثیل موسیٰ تھے اور مسیح موعود مثیل مسیح ہوگا۔ ورنہ یہ لازم آتا ہے کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام اصل نبی ہوں اور حضور ﷺ بروزی نبی مانے گئے ہوں۔

۵..... اپنی ندامت چھپانے کے لئے کہہ دیا کہ حضور ﷺ کامل مظہر الٰہی تھے۔

۶..... کسی نبی کو کامل مظہر الٰہی ماننے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ بھی خدا کی طرح عبادت کے لائق ہیں مگر بہائی اور مرزائی انسان پرستی کی دعوت دینے میں ایک دوسرے سے کم نہیں۔ کیونکہ تجربہ سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ مرزائی دنیا کے تمام انقلابات کو مرزا کی ذات سے وابستہ یقین کرتے ہیں۔ کوئی زلزلہ آئے تو تکذیب مسیح پیش کی جاتی ہے۔ کوئی دکھ پاتا ہے یا مر جاتا ہے تو جھٹ پیشگوئیوں کا پلندہ کھول کر رکھ دیا جاتا ہے۔ مگر مرزائیوں کی کامیابی ذرہ بھر بھی ہو تو اس کا باعث اطاعت مرزا تصور کی جاتی ہے، مصیبت آئے تو دوسروں کی نحوست تصور کی جاتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اپنوں کا سکھ اور غیروں کا دکھ تو مرزا صاحب کی ذات سے پیوستہ سمجھا جاتا ہے اور تقدیر الٰہی سے خارج کہا جاتا ہے مگر اپنا دکھ اور اغیار کا سکھ خدا کی طرف منسوب ہے گویا اس کے نزدیک خدائی دو حصوں میں تقسیم ہو چکی ہے جس کے نصف میں ان کا خدا متصرف ہے، اور باقی نصف میں دنیا کا خدا تصرف کر رہا ہے مگر اس شرکیہ عقیدہ کے

باوجود پھر اپنے آپ کو مبلغ توحید جانتے ہیں۔ حضور ﷺ نے جو کچھ اس زمانے کے متعلق زلازل، شگاف زمین اور نئے نئے انقلابات بیان کئے ہیں ان کو اپنی ذات سے وابستہ نہیں کیا۔ مگر افسوس ہے کہ ایک غلام سب کچھ اپنے لیے ہی رجسٹری کر چکا ہے۔ اس لئے ہم خلوص قلب سے کہتے ہیں کہ مرزائیو! ایسی شرکیہ تعلیم سے بچو، تم تو حیات مسیح کو شرک بتاتے تھے اب کیا ہو گیا کہ اپنے مرشد کو خدا ہی بنا لیا۔

۷..... یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ ایک ہزار سال ہدایت کا ہوتا ہے اور دوسرا گمراہی کا؟ کیا اپنی صداقت پیش کرنے کے لئے تو یہ بات نہیں گھڑ لی؟ ذرا ماحول کی بھی تو خبر لینی تھی۔ کیا دنیا صرف مرزائیوں میں منحصر ہو چکی ہے، کیا یہی زندہ و مردہ چار لاکھ آدمی ہدایت کا ثبوت ہیں؟ مگر باقی چالیس کروڑ مسلمان اگر گمراہ ہیں تو ہدایت کا ظہور کیا ہوا؟ شاید یہ مطلب ہوگا کہ اس میں ہدایت جدیدہ کا اعلان کیا گیا ہے اس لئے ہدایت کا ہزار سال شروع ہوا مگر آنکھ اٹھا کر دیکھئے دنیا میں کس ہدایت کی پیروی کی جارہی ہے اور کس گمراہی اور حیا سوز تمدن کی طرف قدم اٹھایا نہیں جاتا، گھڑے کے مینڈک بن کر قادیانی جماعت کو ہی انسان نہ سمجھو اور قول مرزا پر فتوے نہ لگاؤ کہ ؎

بن کے رہنے والو تم ہرگز نہیں ہو آدمی   کوئی ہے روباہ، کوئی خنزیر اور کوئی ہے مار

نہیں نہیں دنیا میں اور بھی انسان رہتے ہیں قادیان سے باہر نکل کر دیکھو تمہیں کم از کم جو چالیس کروڑ مسلمان دنیا کے مختلف حصوں میں آباد ہیں نظر آئیں گے جن میں نسبتاً تمہارے جیسی انسان پرستی بہت کم ہے اور جن میں انسان پرستی کے خلاف آواز اٹھانے والے ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔

۸..... یہ خوب مسئلہ گھڑ لیا ہے کہ حضور ﷺ کو آخر الزمان نبی تھے مگر مسلمانوں میں نبوت جاری رہی اور غیر اقوام محروم ہو گئیں۔ مسیح پیدا ہوا تو امامت کا خاتمہ بھی یوں ہوا کہ اب

مرزائی ہی امام بنا کریں گے دوسرے مسلمان حقدار نہیں رہے۔ اگر امامت کیلئے اپنا ہی خاندان مخصوص کر لیا جاتا تو آج احمد نور کابلی نکا قادیان میں اور فضل احمد جنگا بنگیاں میں اور صدیق دیندار صوبہ بہار میں مظہر قدرت ثانیہ اور امامت کے دعویدار نہ بنتے۔ پس اگر یہی تجویز ہے تو کسی سالانہ جلسہ میں اس کا تصفیہ کرنا ضروری ہوگا۔ مگر یہ یاد رہے کہ اس خود ساختہ اصول کو اہل اسلام کا مسلمہ اصول قرار دے دینے کی تکلیف گوارا نہ کریں کیونکہ ہم اسے تحریف اسلامی اور دجل وفریب میں داخل سمجھتے ہیں۔

۹..... اس ہزاری ترتیب سے ماننا پڑتا ہے کہ جو نبی گمراہی کے ہزار میں مبعوث ہوئے تھے وہ سچے نہ تھے اور حضرت یحییٰ و حضرت مسیح علیہ السلام کی شخصیت نہایت ہی مخدوش ہو جاتی ہے کیونکہ وہ گمراہی کے ہزار میں تھے نوح علیہ السلام کی آخری تبلیغ بھی گمراہی کے ہزار میں تھی اور باقی پیغمبر بھی سارے کے سارے ہدایت کے ہزاروں میں نہیں ہوئے تو پھر یہ قاعدہ کیسے صحیح ہوا؟ اور یہ بھی قابل غور ہے کہ امت محمدیہ ایک ہزار سال تک گمراہی کے دور میں رہی ہے اور اس کے دس مجدد بھی اس لپیٹ میں آگئے ہوں اور خصوصاً مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا وجود تو بالکل ہی گمراہ کن ثابت ہوا۔ حضرت پیران پیر بھی جو چوتھی صدی میں گذرے ہیں وہ بھی اسی سیلاب میں بہہ گئے ہوں۔ براہ کرم اس تکفیری فتویٰ کو قادیان کے بہشتی مقبرہ میں دفن کر دیجئے اور ہزار سال کے کروڑوں اہل اسلام کو کافر قرار نہ دیں اور انبیاء کرام پر ہاتھ صاف نہ کریں ہاں اگر فیج اعوج کا معنی نہیں آتا تو کسی اہل علم سے دریافت کرو۔ کس لئے اپنا بیڑہ غرق کر رہے ہیں؟

۱۰..... دنیا جانتی ہے کہ چودھویں صدی کے آغاز میں اس قدر مدعیان نبوت اور دعویداران امامت برساتی کیڑوں کی طرح نمودار ہوئے ہیں کہ جن کی نظیر ازمنۂ متوسطہ میں نہیں ملتی (یعنی تمہارے فیج اعوج کے زمانہ میں نہیں ملتی) اس وقت تو جو سر اٹھاتا تھا، اس کی

حجامت ہو جاتی تھی۔ مگر جب دنیا نے مذہب کو خیرباد کہہ دیا اور آئین حکومت کو قواعد مذہب کے خلاف اپنے خانہ ساز اصول پر چلانا شروع کر دیا یعنی ملکہ وکٹوریہ کے عہد سے تھوڑا ہی پہلے آزادی نے قدم جمانا شروع کر دیا تھا تو ایران مصر و ہندستان اور افریقہ والوں کو بھی امام یا رسول بننے کا شوق پیدا ہو گیا کیونکہ اب حجامت کرنے والا کوئی نہ تھا۔ رفتہ رفتہ ایک دوسرے کی تکذیب وتوہین میں برسر پیکار ہو گئے اور مذہب کی فضا ایسی مکدر کر ڈالی کہ متلاشی حق کے سامنے ایک نہیں دو نہیں گیارہ باب۔ ایک مظہر الٰہی بہاء اللہ، مسیح قادیانی، مرزا محمود خیر الرسل اور اس پارٹی کے دس مدعی اور۔ یحییٰ بہاری، مہدی سوڈان اور مہدی جونپوری اکٹھے سو دو سو۔ ہر ایک مدعی اپنی اپنی ہانکتا ہوا دکھائی دیتا ہے' کوئی اب فیصلہ کرے تو کس کے حق میں کرے، آخر مجبور ہو کر اپنے آقا حضور ﷺ کو نہیں چھوڑتا اور آپ کی پیشینگوئی سامنے دیکھتا ہے کہ ایک وہ زمانہ آئے گا کہ دعویدار بہت ہوں گے اور قرآن کی تعلیم کی بجائے اپنا اپنا نیا نصاب تعلیم پیش کریں گے' یعنی اسلام قدیم سے دستبردار ہو جائیں گے' مگر ایمانداری کا ثبوت بہت مشکل ملے گا۔ چنانچہ آج مذاہب جدیدہ کے بانی جب معرض امتحان میں لائے جاتے ہیں تو ان کی تمام شخصیت مخدوش نظر آنے لگتی ہے اور سوائے شکم پروری کے اور دعویٰ فروشی کے کچھ نظر نہیں آتا۔

۱۱..... مادی ارتقاء کی روز افزوں تحریک بتا رہی ہے کہ جب اہل یورپ نے مذہب چھوڑ کر خود ساختہ اصول اور تمدن جدید منوانے میں جدوجہد شروع کی تو ان کو یہ ضرورت پیش نہ آئی کہ پیغمبر یا رسول اللہ بن کر نئی معاشرت کی بنیاد ڈالیں کیونکہ عیسائی قوم پہلے سے ایسے مذہب کی پیرو تھی جو بقول پولس حواری تمام احکام شرعیہ سے آزاد ہو چکا تھا اور جو کچھ بھی ان میں شرم وحیا تھی ہمسایہ اقوام کے زیر اثر تھی لیکن ایشیاء میں چونکہ مذہب کو تمام اصول پر مقدم سمجھا جاتا ہے اس لئے یا تو اندرونی طور پر اہل یورپ کے اشاروں سے اور یا قومی بہبود کو اپنے خیال میں مدنظر رکھ کر اور یا کسی اور غرض سے ناسخان شرع محمدی نے امامت، رسالت

اور تجدید کا لباس پہن کر مسلمانوں کو آہستہ آہستہ اصول اسلامی سے دل برداشتہ کر کے مادی ترقی کی خدمت کی انجام دہی میں اپنی سرخروئی حاصل کی اور اپنا نام ان لوگوں کی فہرست میں (اہل یورپ کے ہاں) داخل کرایا جنہوں نے ایک نئی روح پھونک کر مسلمانوں کو اس پلیٹ فارم کے قریب کر دیا جس پر کہ اہل یورپ قائم ہیں اور کم از کم اس قدر کامیاب ضرور ہوئے ہیں کہ اسلام قدیم پر قیام کرنا بقول حضور ﷺ ایسا ہی مشکل ہو گیا ہے جیسا کہ ہاتھ میں انگیاری تھامنا ناممکن ہے۔

۱۲..... یہ عجیب افسانہ پردازی ہے کہ مسیح قادیانی کے ظہور کیلئے علامات (ریل وغیرہ) قرآن میں مذکور ہیں۔ شاید قرآن کے نئے مفہوم میں جو بہائیت کے زیر تعلیم گھڑا گیا ہے مذکور ہوں گے۔ مگر اسلام قدیم کے ماننے والوں کے نزدیک ایسے خیالات گوز شتر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے اور یہ نظریہ بھی عجیب ہے کہ یہودیوں کی حکومت اٹھ گئی تھی تو مسیح آئے تھے' ایسا ہی مسلمانوں کی حکومت اٹھ گئی تو قادیانی مسیح آیا۔ آنکھ کھول کر دیکھئے مسلمان ابھی تک ایشیا کے نصف حصہ سے زیادہ پر حکمران ہیں' تو پھر یہود سے تمثیل کیسے درست رہی؟ اگر صرف ہندوستان کے مسلمان ہی مراد ہوں تو اس تنگ چشمی اور بوالہوسی کے بعد ریاست بہاولپور اور حیدرآباد دکن کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی ضروری ہوگا کہ جنگلی یہودیوں میں مثال نہیں ملتی۔ بہرحال یہ نظریہ اس شخص کیلئے ہے جو آنکھ بند کر کے ہمیشہ کے لئے خادم قدرت ثانیہ قادیانیہ بن چکا ہو۔

۱۳..... ترک جہاد کا مسئلہ ۱۸۵۷ء سے طے ہو چکا ہے اور سرسید ودیگر علمائے اسلام نے حالات کا مطالعہ کر کے پہلے سے ہندوستان میں بے جا قرار دیا ہوا ہے۔ اور ایران میں بابی اور بہائی مذہب نے بھی قادیانیت سے پہلے منسوخ کر دیا ہے۔ اسلئے یہ کہنا غلط ہے کہ مسیح قادیانی نے اس پر قلم نسخ پھیر دیا تھا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی مرزا صاحب کے ہم درس نے

بھی اس مسئلہ پر چار مربعے حاصل کر لیے تھے۔ مگر یہ ماننا پڑتا ہے کہ مدعیان مسیحیت نے بڑھ کر یہ کام ضرور کردیا ہے کہ یہ مسئلہ اسلام سے نکال ہی دیا ہے۔ لیکن پھر بھی اپنے مخالفین سے وہی اسلامی جنگ کا اجراء ضروری سمجھے ہوئے ہیں۔ اور اغیار کو تہ تیغ کرنے سے بھی پیچھے ہٹتے نظر نہیں آتے' مگر کیا کریں حکومت درمیان میں حائل ہوجاتی ہے۔

۱۴..... مسئلہ جہاد کے متعلق یوں سمجھنا چاہئے کہ جب شریعت محمدی پر آج کوئی سلطنت پورے طور پر عمل پیرا نہیں' اس لئے جس طرح باقی احکام اسلامیہ کے اجراء کیلئے انقلاب زمانہ نے جگہ نہیں چھوڑی اسی طرح جہاد کی بھی گنجائش نہیں رہی۔ ورنہ یہ مطلب نہیں کہ یہ حکم منسوخ ہی ہوچکا ہے، ورنہ یہ لازم آئے گا کہ جو احکام عہد رسالت میں جاری تھے سب ہی منسوخ ہوچکے ہیں۔

۱۵..... مسیح قادیانی نے مغضوب علیھم کہہ کر تمام اہل اسلام کو یہودی کہہ دیا ہے اور اسلام سے خارج کردیا ہے۔ اب یہ بہانہ پیش نہیں کیا جاسکتا کہ مرزا صاحب نے کسی کو کافر نہیں کہا اور لوگ ان کو کافر کہہ کر خود کافر ہو رہے ہیں۔ اور اس سے پہلے ناظرین پڑھ چکے ہیں کہ ایک ہزار سال کے تمام مردہ مسلمانوں کو قرآن سے گمراہ قرار دیا ہے تو گویا سارا جہان قادیانیوں کے نزدیک کافر ہوا اور وہ مٹھی بھر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ اسے کون مان سکتا ہے؟ اس سے بہتر تو یہ ہوگا کہ ان کو اسلام جدید کے پیرو مان کر اسلام قدیم کی رو سے کافر اور بے ایمان سمجھا جائے۔ (عوض معاوضہ گلہ ندارد)

۱۶..... حیات مسیح کے ماننے والوں کو فیج اعوج میں داخل کر کے پھر ان کو معافی دے کر جناب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ پہلے لوگ اس لئے معذور تھے کہ ان پر قرآن کے اصلی معانی نہیں کھلے تھے' لیکن ہم نے ''کاویہ جلد اول'' میں ثابت کردیا ہے کہ حیات مسیح کا قول نہ صرف تمام مجددین اسلام اور تمام اہل سنت نے تسلیم کیا ہے، بلکہ عہد رسالت اور عہد خلافت

سے بھی اسی پر اتفاق چلا آیا ہے۔ لیکن مسیح قادیانی پر اس کا انکشاف نہیں ہوا اس لئے مسلمانوں کو دو جماعتوں میں تقسیم کر کے ایسے افتراق وانشقاق کا باعث ہوئے کہ بھائی بھائی کا دشمن بن گیا ہے اور بیٹا باپ کا نہیں رہا۔ ترک موالات غیر مسلم سے کرنا تھا الٹا مسلمان آپس میں کر رہے ہیں۔ قادیانی تحریک سے پہلے مسلمان گو حنفی، وہابی کے جھگڑوں سے چور ہوچکے تھے مگر آخر میں کسی حد تک باہمی مصالحت ہوچکی تھی۔ مگر قادیانی تحریک نے ایسی پھوٹ ڈال دی ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی اور پھوٹ کی ضرورت نہیں رہی۔ حکومت کے بھاگ جاگے، ہندوستان کا میوہ پھوٹ پیدا ہوگیا اور ایسا تقسیم ہوا کہ غیر ممالک میں بھی تکے سیر ہوگیا ہے۔ تو گویا یہ مسیح حکومت کے لئے ہی آیا تھا، ورنہ مسلمانوں کی اصلاح اسے منظور نہ تھی کیونکہ تعلیمی اصلاح سرسید کر چکا تھا اور راعی ورعیت کے باہمی معاملات کو بھی ایسے طور پر سدھارا تھا کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی بن چکے تھے۔ صنعت وحرفت اور تجارت کی طرف زعمائے قوم توجہ دلا رہے تھے اور مذہبی تعلیم کے لئے مولانا مولوی محمد قاسم دیوبندی نے توجہ دلائی تھی۔ اب صرف پھوٹ رہ گئی تھی جو مسیح قادیانی نے کھلائی شروع کردی' ورنہ کوئی بتائے کہ اس کی شخصیت سے مسلمانوں کو کونسا معراج ترقی حاصل ہوا۔

۱۷..... مثیل مسیح بنتے ہوئے ضمناً توہین مسیح کا بھی ارتکاب کرلیا ہے کہ مسیح کی والدہ گنہگار قوم کا فرد تھی اور اپنی ایک دادی سیدتھی، جس کی وجہ سے آپ کی والدہ اس دور کے تعلق سے بے گناہ قوم کی فرد بن چکی تھی۔ پھر یہ بھی کہا ہے کہ مسیح میں صرف انوثیت کا مادہ تھا اور مجھ سے تمام انوثیت کا مادہ نکال دیا گیا تھا کیونکہ کچھ دن پہلے ایک لڑکی پیدا ہو کر مرگئی تھی۔ (گویا مسیح ناصری مرد ہی نہ تھے)

۱۸..... آپ پیر دستگیر بن کر یہ افسوس کرتے ہیں کہ مجھے دجال کہا گیا پھر خوش بھی ہوتے ہیں

کہ مسیح کو بھی یہودیوں نے برا کہا تھا۔ آج کل تبلیغی رسائل میں تکفیر مرزا کو صداقت مرزا کا نشان بتایا جاتا ہے اور یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ فتوے دینے والے علمائے اسلام سب یہودی ہیں اور بدترین مخلوقات ہیں، کیونکہ ان سے فیج اعوج کے علمائے اسلام بھی نالاں تھے۔ کونسا پارسا تھا کہ جس پر انہوں نے فتوائے تکفیر جاری نہ کیا ہو اور کونسا امام تھا جس پر ان کی تکفیری قلم نہ چلی ہو۔ مزید برآں آپس میں بھی ایک دوسرے کو کافر کہتے رہتے ہیں اس لئے ان کی تکفیر مضر نہیں بلکہ صداقت کا نشان ہے انبیائے سابقین کے وقت بھی یہی لوگ تھے جنہوں نے انبیاء کی مخالفت کی تھی۔ دیکھئے بہائی، بابی اور مرزائی تینوں ایک ہی راگ گاتے ہیں۔ ''ایقان'' میں بہاء اللہ نے علمائے اسلام کا نام ''ھمج رعاع'' رکھا ہے اور قادیانی تعلیم میں ان کا نام سب سے بڑھ کر شرارتی یہودی، دجال اور فیج اعوج رکھا گیا۔ گو ان کے پیغمبر نے فیج اعوج کا زمانہ چودھویں صدی سے پہلے گذار دیا تھا، مگر یہ لوگ اس کو بھی اجتہادی غلطی بتا کر اب بھی فیج اعوج کا ہی زمانہ بتا رہے ہیں۔ تو جو جوابات مرزائی مذہب بہائی مذہب کے مقابلہ پر پیش کر سکتے ہیں ہماری طرف سے بھی مرزائیوں کے مقابلہ پر وہی وارد کئے استعمال ہو سکتا ہے مگر حقیقی فیصلہ یوں ہے کہ فتوائے تکفیر دو قسم کا ہوتا ہے۔

ایک اصلاحی جو مسلمان اور اہل علم ایک شریعت کو مان کر آپس میں لگایا کرتے ہیں اور اس کی اصلی غرض اس غلطی کی اصلاح مقصود ہوتی ہے جو فریق مخالف سے سرزد ہوتی ہے، تو پھر جب اصل واقعات کھل جاتے ہیں اور فریقین کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اصل میں وجہ مخالفت صرف ناسمجھی معاملات تھی۔ تو فتویٰ منعدم ہو جاتا ہے اور فریقین آپس میں ویسے ہی موالات اور اتحاد سے معاشرت کرنے لگ جاتے ہیں جیسے کہ پہلے تھے' بلکہ بعض دفعہ ایسے تکفیری فتوے کی موجودگی میں بھی باہمی رشتہ ناطہ کے تعلقات پوری موالات کے ساتھ قائم رکھتے ہیں۔ دیوبندی، بریلوی، حنفی، وہابی وغیرہ کا جھگڑا اسی قسم میں داخل ہے۔ اور مرزائی

تعلیم میں اس کی نظیر پیش کرنے میں پیغامی اور محمودی تکفیر و تلعین اور تجہیل و توہین بہترین نمونہ ہیں۔ فتوے کی دوسری قسم تکفیر بیزاری ہے اور یہ فتویٰ عہد رسالت سے لے کر آج تک ان مدعیان امامت و رسالت پر جاری کیا گیا ہے کہ جنہوں نے نئی رسالت، نئی وحی، نیا اسلام یا انوکھی ترمیم و تجدید اسلام پیش کر کے اپنے آپ کو پھر بھی مسلمان ہی کہلایا ہے۔ اس کی غرض و غایت یہ ہوتی ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کو دھوکہ نہ دینے پائیں بلکہ یہ ظاہر کر دیں کہ جس اسلام کو ہم سمجھتے ہیں وہ اسلام قدیم سے الگ ہے تاکہ نئے پرانے اسلام میں امتیاز قائم ہو جائے' اور اس قسم کے فتاویٰ مرزائیت میں بہائیت کے خلاف خود موجود ہیں۔ ایسے فتوے کا اثر اولین یہ ہوتا ہے کہ فریقین میں ترک موالات اور باہمی متارکت شروع ہو کر تنافر اور مخاصمت تک پہنچ جاتی ہے۔

اب ناظرین بتائیں کہ اگر مسلمانوں نے قادیانی مسیح پر تکفیری فتویٰ از قسم دوم جاری کیا تو کونسا گناہ کیا یا وہ کس طرح یہودی اور کافر بن گئے؟ اگر بلا تحقیق ہی بنانا ہے تو بہائیوں کے مقابلہ پر مرزائی خود یہودی، شرالناس اور ہمج رعاع وغیرہ ثابت ہوں گے۔ اگر قسم دوم کے فتوے سے مرزا صاحب کی صداقت پیدا ہوتی ہے تو سب سے پہلے بہاء اللہ اور باب کی صداقت بھی تسلیم کرنی پڑے گی، اس لئے مرزائیوں کا یہ کہنا غلط ہو گیا کہ تکفیر مرزا صداقت مرزا کی دلیل ہے۔

۱۹..... یہ کہنا بھی غلط ہے کہ آج کل کے علمائے اسلام فیج اعوج اور بدترین مخلوقات ہیں۔ کیونکہ بقول مسیح قادیانی فیج اعوج کا زمانہ چودھویں صدی کے آغاز پر ختم ہو چکا ہے اور اب ہدایت کا ہزار شروع ہے اور اگر یوں کہا جائے کہ غیر احمدیوں میں فیج اعوج اب بھی جاری ہے تو یہ ماننا پڑے گا کہ فیج اعوج میں پہلے بھی دو قسم کے علمائے اسلام چلے آئے ہیں۔ اول علمائے ربانی جو وارث انبیاء ہوتے ہیں اور اعلائے کلمۃ الحق میں بے دریغ ہو کر

اپنی جان قربان کر دیتے ہیں اور جن کے متعلق وارد ہے کہ وہ حزب اللہ بن کر اہل باطل کے مقابلہ پر مظفر و منصور رہیں گے۔ اور یہ جماعت وہ ہے کہ جنہوں نے آج تک تمام مذاہب جدیدہ کی تردید اور مدعیان نبوت کی (خواہ بروزی ہوں یا ظلی) تکفیر کی ہے اور جن کے متعلق لکھا ہے کہ یہ جماعت اصلی مسیح کے ساتھ شامل ہو کر دجال، مدعی الوہیت و رسالت بروزی کو جان سے مار ڈالے گی۔ دوم علمائے سوء، شر یر الناس اور بدترین مخلوقات جو مذاہب جدیدہ اور تعلیمات جدیدہ کی طرف دعوت دے کر اسلام کا مفہوم ہی بگاڑ ڈالتے ہیں اور لفظی مباحث کے آسرے پر بروز الوہیت و رسالت یا بروز کرشن و رامچند رو جے سنگھ بہادر اور مظہر جلیا وغیرہ بن کر اپنی شخصیت کو بھول بھلیاں کا نمونہ بنا کر پیش کرتے ہیں اور یہی فیج اعوج کا مصداق ہیں۔ پس احادیث نبویہ دو قسم کے علمائے اسلام بتا رہی ہیں۔ اس لئے یہ حد بندی کرنا کہ فیج اعوج کے وقت علمائے ربانی کا وجود نہیں ہوتا، کمال خوش فہمی ہوگی۔

۲۰..... روحانی نماز سکھلانے کے بعد آپ نے دعاء اور محبت الٰہی کے ذریعہ نبی بننے کا طریق سکھلایا ہے مگر اپنی شخصیت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے نبوت کو خدا کے سپرد کر دیا ہے کہ جسے چاہے فناء فی اللہ، محبت الٰہی اور کثرت مکالمہ و مخاطبہ سے نبی بنا دیتا ہے اور وہی محدث اور مجدد بھی کہلاتا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۰۲ء میں آپ کو مستقل طور پر نبی بنا دیا گیا تھا اور اصل میں تزکیہ نفس کو اس کا بہترین سبب قرار دیا ہے اور ضمناً کہہ دیا ہے کہ نبوت کسب و اجتہاد سے بھی حاصل ہو سکتی ہے اور وہ صرف وہبی امر نہیں ہے۔ گویا فلاسفہ کا مذہب آپ کے نزدیک حق ہے اور قرآن کا حکم قابل تاویل ہے کہ بغیر استعداد تامہ کے نبوت کا فیضان نہیں ہوتا۔ اگر اس طریق سے نبوت بروزی مراد ہو تو پھر بھی قرآن کا خلاف ہوگا کیونکہ اس میں کسی طرح کی نبوت بروزی کا ذکر تک نہیں۔

۲۱..... پاپ دور کرنا جب کرشن اور مسیح میں مساوی طور پر پایا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا

کہ مرزا صاحب بھی پاپ دور کرنے کے مدعی ہیں اور کفارہ کا مسئلہ جس کو ”کتاب البریہ“ میں غلط اور ناممکن قرار دے آئے ہیں، اپنے لیے بڑے زور سے ثابت کر رہے ہیں۔ اور یہ دعویٰ نہ صرف شرک ہے بلکہ خدا کو خدائی سے ہی جواب دینے کے برابر ہے اور بعینہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ مسیح سزا و جزا کا مالک ہے۔ خدا نے یہ کام مسیح کے ہی سپرد کر دیا ہوا ہے۔

ناظرین! غور کریں کہ آیا حیات مسیح کا عقیدہ شرک ہے یا یہ عقیدہ رکھنا کہ مسیح قادیانی ثواب و عقاب پر قابض ہے۔

۲۲..... بہاء اللہ نے موعود کل بن کر اپنے مریدوں کو آزاد کر دیا ہوا ہے کہ خواہ وہ کسی مذہب میں شمار ہوں بغیر بیعت کے بھی بہائی ہو سکتے ہیں۔ مگر مرزا صاحب یہ مسلک نہیں جاری کر سکے کیونکہ ان کے نزدیک شرائط ضروری ہیں اس لئے ان کو نسبتاً کامیابی نہیں ہوئی اور نہ آریوں نے آپ کو قبول کیا ہے، نہ سکھوں نے اور نہ عیسائیوں نے۔ بلکہ سب نے آپ کو اس تحقیر سے دیکھا کہ کسی دشمن کو بھی نہیں دیکھا جا سکتا۔ ہاں مسلم قوم پر آپ کا افسوں چل رہا ہے کیونکہ ان میں مذہبی تعلیم سے ناواقف بہت ہیں لیکن جنہوں نے ایمان کی قدر کی ہے وہ اس سودے میں جب تک کہ اسے امتحان کی کسوٹی پر بار بار نہ پرکھ لیں اپنا نقد ایمان نہیں کھو بیٹھتے۔ یہی وجہ ہے کہ کئی ایک اس وقت اندر ہی اندر پچھتا رہے ہیں مگر اب ان کو چھوڑنا مشکل ہو رہا ہے۔

۲۳..... سورج کی کشش بہت زبردست ہے، جبراً اپنی طرف کرۂ ارض کو کھینچ رہی ہے۔ مگر مرزائی بن کر اس کشش کے مدعی ہوئے تو ہیں لیکن بہاء اللہ کے مقابلہ پر اپنی طرف لوگوں کو کھینچ نہیں سکے۔ اور جن لوگوں نے آپ سے قطع تعلق کیا ہے ان کے لئے برباد ہونا لازمی امر نہیں ہوا کیونکہ اس وقت پیر جماعت علی شاہ صاحب اور پیر مہر علی شاہ صاحب اور مولوی

ثناء اللہ صاحب روز افزوں ترقی کر رہے ہیں، کسی قسم کا کھٹکا نہیں اور سختی نرمی جیسی کہ مرزائیوں پر آتی ہے ویسی دوسروں پر بھی آتی ہے۔ ورنہ امتیازی طور پر ہمارے سامنے کوئی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی۔ اور اگر یہ نظریہ پیش کیا جائے کہ مقربین بارگاہ الٰہی تکالیف میں بہت مبتلا ہوتے ہیں تو سارا معاملہ ہی بگڑ جاتا ہے۔ ہاں حضرت نوح علیہ السلام کے دشمن آناً فاناً تباہ و برباد ہوگئے، موسیٰ علیہ السلام کے دشمن فوراً ہلاک ہوگئے، ھود و لوط و صالح اور شعیب علیہم السلام کے دشمن نیست و نابود ہوگئے اور حضور علیہ السلام کے دشمن لڑائیوں میں جو عذاب الٰہی تھیں مارے گئے اور یہ وعدہ سچا نکلا کہ ”ہم اپنے رسولوں کی امداد کرتے ہیں“۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آج وہ شخص جو خود خدا اور ابن اللہ بلکہ ابواللہ بنتا ہے (استغفر اللہ) اپنے دشمنوں کو ہلاک نہیں کرسکا۔ بلکہ اپنے دشمنوں کے سامنے ان کی پیشگوئیوں کے مطابق بغیر اس کے کہ ان میں تاویل کی جائے مر چکا ہے اور دنیا جانتی ہے کہ اس کے دشمن اب تک زندہ ہیں اور پھولتے پھلتے ہیں اور جو مرے بھی تھے وہ امتیازی طور پر نہیں مرے تھے ورنہ ان کے متعلق حاشیہ آرائیوں کی ضرورت نہ پڑتی کہ بددعا بھی اندرونی خوف سے ٹل جاتی ہے، صدقہ خیرات اسے دفع کر دیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہم مانتے ہیں کہ یہ سب کچھ درست ہے مگر سوال یہ ہے کہ جس پیشگوئی یا بددعا کو اپنی صداقت کا معیار قرار دیا جائے تو کیا اس کا پورا ہونا ضروری نہیں ہوتا! اگر یہی بات تھی تو کیوں اچھل اچھل کر اسے پیش کیا تھا؟ دیکھئے انبیاء علیہم السلام نے بددعائیں دیں اور پیشگوئیوں سے اپنی اپنی قوم کو متنبہ کیا مگر کبھی بھی وقوع عذاب کو اپنی سچائی کا معیار قرار نہیں دیا اور نہ ہی اپنے اوپر مغلظات اور گالیاں لی ہیں مگر وہ پھر بھی پوری اتریں اور یہاں اگر کوئی بہانہ نہیں چلتا تو کہہ دیتے ہیں کہ فریق مخالف اندر سے تائب تھا یا خوف زدہ ہوگیا تھا یا یوں کہا جاتا ہے کہ اسکا وقوع عہد خلافت میں ہوگا کیونکہ قدرت ثانیہ کا بروز بھی آپ کا ہی عہد ہے مگر تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں کہ

ع — شیر برفی دیگر و شیر نیستاں دیگر است

۴۴..... روح کا بار بار دنیا میں آ کر جنم بدلنا جس طرح باطل ہے اسی طرح مسیح قادیانی کا بار بار بروز بھی باطل ہے۔ اگر یہ درست تھا تو جس طرح مسیح قادیانی پر انبیاء کا بروز ہوتا رہا ہے اسی طرح بعد میں دوسرے کے اندر بھی جاری رہنا چاہیے تھا، یہ کیا غضب ہے کہ آپ نے باقی انبیاء کا بروز بند کر دیا ہے اور اپنا بروز جاری رکھا ہے۔ تو گویا یہ مطلب ہوا کہ اب حضور علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ براہ راست مفید نہیں، جب تک کہ مسیح قادیانی کا اسوۂ حسنہ درمیان میں واسطہ نہ سمجھا جائے۔ باقی رہے دوسرے انبیاء تو ان کو تو سرے سے بے تعلق ہی کر دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تقدس کی بیماری نے زور پکڑ کو نخوت کا مادہ بھی پیدا کر دیا تھا اور ہچمدانیگرے نیست کا مرض ایسا پیدا ہوگیا تھا کہ اپنے آقائے نامدار کی بھی کچھ پروا نہیں کی اور کہہ دیا کہ گو ان کے ذریعے سے ہی ہم نے ترقی حاصل کی ہے مگر خدا کے ساتھ ایسا تعلق ہے جو کسی کو حاصل نہیں، اسی وجہ سے تو ایک دفعہ آپ خدا بن گئے تھے اور بہاء اللہ سے بڑھ کر صفات الٰہیہ، تکوین، تفرید اور توحید بالمادہ و بغیر مادہ اور کن فیکون پر قبضہ کر لیا تھا۔ دوسری دفعہ ابن اللہ بن کر خدا سے یہ لفظ سنے تھے کہ ”اے میرے بیٹے میری بات سن“ تیسری دفعہ جب عروج ہوا تو اپنی قدرت ثانیہ مرزا محمود کو خیر الرسل اور خدائے نازل من السماء کہہ کر دنیا کے سامنے پیش کیا تو گویا کل یوم ھو فی شان آپ کے لئے ہی شایان ہے مگر ایک مسلم جو خدائے قدوس کو ان حیا سوز آلائشوں سے پاک سمجھتا ہے اور ایسے مدعی کو غلط گو یا ماؤف الدماغ یقین کرتا ہے نہ اسے ایسے بروز کی ضرورت ہے اور نہ ایسے مومی خدا کی ضرورت ہے کہ جھٹ بیٹا بن گیا پھر خیال آیا تو باپ یا دادا بن گیا۔ خدا ایسی گمراہ کن شرکیہ تعلیم سے مسلمانوں کو بچائے۔ مرزائیوں کو شکایت ہے کہ عیسائیوں میں انسان پرستی کی تعلیم موجود ہے مگر اپنا گھر سارے کا سارا ہی آتش شرک و کفر سے بھسم ہو چکا ہے اور خبر تک نہیں۔

۲۵..... جناب کا الہام ہے کہ ’’کسف الشمس والقمر فی رمضان فبای آلاء ربکما تکذبان‘‘ تعجب ہے کہ پہلے تو کسوف وخسوف کا مطلب غلط سمجھے پھر تاویل ایسی کی کہ جس پر طفل مکتب بھی ہنسی اڑاتا ہے۔ پھر اتنی شوخی دکھائی کہ ’’سورۂ رحمٰن‘‘ کی ایک آیت کا نمونہ پیش کر دیا۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ کا ملہم فصیح اللسان نہ تھا ورنہ کچھ بعید نہ تھا کہ آپ بھی مسیلمہ کے فرقان اول وثانی کا بروز پیش کر دیتے۔ پھر یہ غضب ڈھایا ہے کہ معذبوھا سے یہ مطلب لیا ہے کہ ہماری صداقت کے لئے مخالفین کو طاعون سے عذاب دیا جائے گا اور جاہلوں کو ایسا الو بنایا ہے کہ وہ اس تحریف قرآنی کو معارف قرآنی سمجھنے لگ گئے۔ کیا اسی گھمنڈ پر کہہ دیا تھا کہ چودھویں صدی سے پہلے ہزار سال تک قرآن مخفی رہا اور اس کے معارف کھلے ہیں تو صرف چودھویں صدی میں مگر وہ بھی صرف ہم پر۔ جناب اگر ایسے ہی معارف ہیں تو تمام ملاحدہ وزنادقہ آپ سے بڑھتے ہوئے ﴿تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ﴾ سے آپ پر فتوائے شیطانی لگا دیتے ہیں۔ قربان جائیں ایسے معارف پر کہ جنہوں نے اسلام ہی بدل ڈالا۔ اور قرآن پاک کو ایسا بازی طفلاں بنا ڈالا ہے کہ آج وہ لوگ بھی معارف بیان کرنے لگ گئے ہیں کہ جن کو ایک حرف بھی پڑھنا نہیں آتا اور معارف بیانی ایسی بدنام ہوگئی ہے کہ جب ہم معارف کا نام سنتے ہیں تو فوراً یہ نقشہ ذہن میں جم جاتا ہے کہ معارف بتانے والا ضرور ماؤف الدماغ ہوگا یا مولانا جناب

ع جاہل ونادان وابلہ بیوقوف

ہوں گے ورنہ کسی مسلم کو یہ جرأت نہیں پڑتی کہ اسلام کو نئی طرز پر پیش کرے کیونکہ اس کا یہ معنی ہوتا ہے کہ ہم نے ایک مذہب تیار کیا ہے اور اس کا عنوان ہم نے بھی اسلام ہی رکھا ہے کیونکہ یہ لفظ بہت مانوس ہو چکا ہے۔

۲۶..... نبی کی شناخت کے تین طریق (عقل ونصرت الٰہی وتصدیق سلف) اگر تسلیم کئے

جائیں تو جناب کی ذات میں نہیں پائے جاتے کیونکہ عقلی دلیل یہی دیجاتی ہے کہ جب دنیا میں ظلمت آتی ہے تو روشنی کا تقاضا پیدا ہو جاتا ہے۔ ہزار سال سے قرآن مخفی تھا کیونکہ فیج اعوج گمراہی کا ہزار تھا اس لئے ظلمت تھی، چودھویں صدی کا آغاز ہدایت کیلئے آیا اور روشنی پیدا ہوگئی۔ یہ دلیل بہائیت میں بھی موجود ہے اور ہر ایک مدعی نبوت اپنی تصدیق کیلئے ادھر ادھر کی باتوں سے استدلال پیش کر سکتا ہے اور یہ دلیل بھی اصولی طور پر غلط ہے کیونکہ یہ ساتواں ہزار ہے جو ہدایت کا شمار کیا جاتا ہے۔ چھٹا ہزار فیج اعوج کے لئے اور گمراہی کا سال تھا، پانچویں ہزار میں بھی صرف تین سو سال (قرون ثلثہ) ہدایت کے لئے تھے باقی سات سو سال گمراہی کا دور تھا۔ پھر چوتھے ہزار میں صرف ۳۳ سال ہدایت کے لئے تھے جو مسیح علیہ السلام کا زمانہ تھا اور اسی کے قریب قریب حضرت یحییٰ علیہ السلام اور زکریا علیہ السلام کا زمانہ ہے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک گمراہی کا زمانہ آجاتا ہے۔

ناظرین غور کریں کہ خیر الامم کے حصہ میں ہدایت کا زمانہ صرف چار سو سال ہے اور ہزار سال امت گمراہی میں رہی ہے خدا بڑا ہی بے رحم ہے کہ رحمۃ للعالمین بھیج کر بھی خیر الامم کو دھوکے میں رکھتا ہے؟ پھر باقی پڑتال کی جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ خدا اپنے بندوں سے نیک سلوک نہیں رکھتا، کیونکہ ایک ہزار سال تک خبر گیری نہیں ہوتا اور جب ہدایت کے ہزار میں خبر دیتا ہے تو اس میں بھی مٹھی بھر انسان ہدایت پاتے ہیں باقی گمراہی میں پھنسے رہتے ہیں تو گمراہ۔ ثابت ہوا کہ مرزائیوں کے نزدیک (سبقت رحمتی غضبی) غلط ہوگا۔ اور یہ ماننا پڑے گا کہ خدا اپنی مخلوق کو گمراہ کرنے میں بہت خوش ہوتا ہے اور (قلیل من عبادی الشکور) کی مثال مرزا صاحب سے ہی پوچھ کر قائم کرتا ہے۔ نصرت الٰہی کا مفہوم بہاء اللہ نے اپنی درخواست میں بیان کیا ہے، غالباً وہی مفہوم جناب نے بھی مراد لیا ہے کہ تسخیر قلوب مراد ہے، ورنہ ظاہری حکومت مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ پیر صاحب تو ہمیشہ قید میں ہی رہتے

تھے اور مرید صاحبان کو مقدمہ بازی اور دعا بازی، مباہلہ بازی اور لیاقت بازی یا نبوت بازی سے ہی فرصت نہیں ملتی تھی اور حکومت کا پاس ہر وقت پیش نظر تھا تو اب محکوم کو حاکمانہ نصرت ہو تو کیسے ہو۔ اس لئے یہ بہانہ بنایا کہ ہم دلوں پر حاکم ہیں اور دلوں کی تسخیر ہماری فتح مندی اور نصرت الٰہی ہے مگر اس میں بھی پیر کے نمبر زیادہ ہیں۔

۲۷..... مورخ طبری نے روایت کی رو سے ثابت کیا ہے کہ دنیا کی کل عمر سات ہزار سال ہے جن میں سے چھ ہزار سال گذر چکے ہیں۔ ساتویں ہزار میں حضور ﷺ کی امت جا رہی ہے یوں بھی وارد ہے کہ الدنیا سبعة آلاف سنة، انا فی آخرھا الفا. حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ دنیا سات ہزار سال ہے اور میں آخر ہزار سال (ساتویں ہزار سال) میں ہوں۔ (رواہ الطبرانی والبیہقی فی دلائل النبوۃ)

اس تحقیق کی رو سے مرزا صاحب کا یہ دعویٰ غلط ہو گیا کہ میں ساتویں ہزار سال میں بھیجا گیا ہوں اور ثابت ہو گیا کہ غلام نے صریحاً اپنے آقا پر ڈاکہ مارا ہے۔

۲۸..... امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ ''بسط الکف فی مجاوزۃ ھذہ الامة الالف'' میں لکھا ہے کہ ساتویں ہزار سال پر کچھ صدیاں اس امت کیلئے بڑھائی گئی ہیں۔ اب مرزا کا یہ کہنا غلط ہو گیا کہ چودہویں صدی پر دنیا ختم ہو چکی تھی اس کے بعد نئے سرے سے دنیا کا دور جدید شروع ہوا جس کا (دنیا ختم ہونے کے بعد اس کے دور جدید کا) میں آدم ہوں اور خدا نے کہا ہے کہ اسکن انت وزوجک الجنة '' تو اور تیری بیوی جنت میں رہو'' یہ خیال دراصل بہائی تعلیم سے اڑایا ہوا ہے۔ ورنہ یہ بلند پروازی جناب کو کہاں سے حاصل تھی۔

۲۹..... صحیحین کی حدیث میں خود آپ نے ٹھوکر کھائی ہوئی ہے کیونکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ نزول مسیح کے وقت پہلے امام الزمان موجود ہوں گے جو مسلمانوں کو مسیح کے سپرد کر دیں گے ورنہ یہ مطلب نہیں کہ مسیح امت محمدیہ کا ایک فرد ہوگا جیسا کہ '' کاویہ، جلد اول'' میں مذکور ہے

بہر حال یہ پیشگوئی بھی دانیال کی پیشگوئی کی طرح آپ پر چسپاں نہ ہوئی۔ مال کا آنا اور سیالکوٹ میں کامیابی دیکھنا اور '' براہین'' کا بیکسی میں لکھنا صداقت کا نشان نہیں ہے کیونکہ نہ تو سرسید کے برابر آپ کو کامیابی ہوئی نہ ہی اس کے برابر بیکسی میں ایسا اعجاز دکھایا کہ اسلامی یونیورسٹی قائم کی ہو۔ آپ سے بڑھ کر تو دیانند اور مہاتما گاندھی کو زیادہ کامیابی حاصل ہو چکی ہے تو پھر یہ کیا معیار ہوا۔ شاید ﴿یدخلون فی دین اللہ افواجا﴾ کو اپنے اوپر چسپاں کرنے کا خیال کر لیا ہوگا مگر شرح دامن گیر ہوگئی ہوگی کہ ؎

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

۳۰..... ''کتاب الاعداد، ب ۱۶'' میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو ملک کنعان کے پاس کوہ فاران کے قریب لے آئے اور بنی عناق سے لڑنے کو حکم دیا تو بنی اسرائیل نے انکار کر دیا تو آپ نے داتن اور ابیرام کو بلا بھیجا تو دونوں نے انکار کر دیا۔

دوسری طرف قورح نے اڑہائی سو آدمی لے کر بغاوت پھیلا دی کہ موسیٰ علیہ السلام ہم پر کیوں ناحق حکومت کرتے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کو خدا کے حضور کھڑا کر کے بددعا کی تو وہ آگ میں بھسم ہو گئے۔ پھر داتن اور ابیرام کے گھر آ کر کہنے لگے کہ اگر تم پر وہی حوادث آئیں جو لوگوں پر آتے ہیں تو یوں سمجھو کہ تم پر عذاب نہیں آیا اور میری صداقت بھی ظاہر نہ ہوگی ورنہ تمہاری ہلاکت یقینی ہے۔ سو وہ دونوں اپنے گھروں کے دروازوں میں کھڑے ہو گئے تو فوراً پاؤں کے نیچے سے زمین پھٹ گئی اور تمام بال بچے اور مال ومتاع زمین میں چلا گیا اور اوپر سے زمین پھر مل گئی۔ اس واقعہ نے بتا دیا کہ جو پیشگوئی اظہار صداقت کے لئے ہوتی ہے اس میں انوکھا پن ہوتا ہے اور عام حوادث کے ماتحت نہیں ہوتی۔ اب اگر اس معیار کے ساتھ مرزائیت کی پیشگوئیوں کو پرکھا جائے تو کوئی بھی صحیح نہیں نکلتی۔ مگر مرزا صاحب کہتے چلے جا رہے ہیں کہ ہماری پیشگوئیاں سچی ہیں ایک دو اگر سچی نہیں نظر آئیں تو

ہم سے پوچھیں تاکہ ہم بتادیں کہ اس میں کبھی اجمال ہوتا ہے کبھی مشروط ہوتی ہے، کبھی صدقہ خیرات سے وہ ٹل بھی جاتی ہے، کبھی فریق مخالف قوم یونس علیہ السلام کی طرح تائب ہوجاتا ہے اور کبھی اس کو عقبیٰ کا ذخیرہ بنایا جاتا ہے اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ اس کا وقوع بعد الموت ہوتا ہے اور ملہم سمجھتا ہے کہ میری زندگی میں ہوگا۔ بہر حال ایسے بہانوں سے کچھ فائدہ نہیں ہم تو سیدھا جانتے ہیں کہ نبی کی بددعائیں ٹلتی اور نہ ہی وہ حاشیہ آرائیوں کی محتاج ہوتی ہے۔ دعائے یونس کو بھی خواہ مخواہ بدنام کر رکھا ہے۔ کیونکہ زیر بحث وہ دعائیں ہیں جو معیار صداقت ٹھہرائی جائیں۔ لیکن حضرت یونس علیہ السلام نے نہایت سادگی سے ان کو عذاب الٰہی کی خبر دی تھی اور خود وہاں سے چل دیئے تھے تب قوم نے اپنے نبی کی ناراضگی کو موجب ہلاکت سمجھا اور ایمان لاکر ان کی تلاش میں نکلے۔ تو جناب باری میں ٹاٹ پہن کر کمال عاجزی کے ساتھ آہ وزاری کرنے لگے، تو خدا نے ان کو معاف کردیا۔ مگر ہمیں یہاں یہ دیکھنا ہے کہ جن کی نسبت توبہ یا خوف الٰہی کو منسوب کیا جاتا ہے کیا انہوں نے کبھی بھول کر بھی مرزا صاحب کو نبی مانا تھا؟ یا ان کی ہلاکت اگر ہوئی تھی تو کیا عام حالات کے ماتحت نہ ہوئی تھی؟ خدا کا شکر ہے کہ مرزا صاحب کی اپنی وفات بھی فوری اور غیر معمولی حوادث سے ہوئی تھی۔ ورنہ اگر کسی کی موت ایک دست یا ہچکی بھرتے سے بھی ہوتی تو یہ لوگ شور مچا دیتے کہ دیکھئے وہ عذابی موت سے مرا ہے مگر اب کیا کریں کوئی پیش نہیں جاتی۔ ادھر ادھر ہاتھ مارتے ہیں کوئی پیشگوئی بھی عام حالات کے خلاف ثابت نہیں ہوئی اس لئے وہ معیار صداقت نہیں بن سکتیں۔

۳۱..... اپنے لیکچر کو ختم کرتے ہوئے پھر کہہ دیا ہے کہ وفات مسیح کا مسئلہ ہمارا بنیادی پتھر ہے جس کی تائید شب معراج سے ہوتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے مسیح علیہ السلام کو مردہ انبیاء میں دیکھا تھا اور خطبہ صدیقیہ میں آپ کی وفات صراحتاً مذکور ہے۔ گو اس دلیل کی تردید'' کاویہ

جلد اول'' میں ہوچکی ہے مگر یہاں پھر بھی اتنا عرض کردینا ضروری سمجھتے ہیں کہ جب مرزائیت میں معراج جسمانی صرف ایک قسم کا زبردست کشف ہی تھا جس کے مدعی خود مرزا صاحب بھی تھے تو یہ کہاں سے ضروری معلوم ہوگیا کہ کشف میں صرف مردے ہی نظر آئیں یا صرف زندے؟ یہ کیسی بے بنیاد بات کہہ دی۔ اس پر تو بچے بھی ہنسی اڑائیں گے کہ نبی بن کر ایسی لایعنی دلیل دی۔ لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ۔

دانیال کی پیشگوئی

''کوکب دہلی'' یکم اگست ۱۹۲۸ء میں لکھا ہے کہ اول دانیال نے ایک فرشتہ کو یوں کہتے ہوئے سنا کہ ایک مدت، دو مدت اور ڈیڑھ مدت۔ پھر کہا کہ ۱۲۹۰ دن میں دائمی قربانی موقوف ہوجائے گی۔ پھر کہا کہ مبارک وہ ہے جو ۱۳۳۵ تک انتظار کرتا ہے (اور کتاب الاعداد، ب ۱۴ میں مذکور ہے کہ یوشع اور کالب کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک کنعان کا حال دریافت کرنے کو بھیجا تھا تو وہ چالیس روز کے بعد واپس آئے تھے مگر بنی اسرائیل نے کہا کہ ہم فاران ہی میں رہیں گے ملک کنعان کو کبھی نہ جائیں گے کیونکہ وہاں کے باشندے ہم کو مار ڈالیں گے۔ اب خدا کا حکم آیا کہ ان چالیس دن کے بدلے چالیس سال تک تم کو ملک کنعان سے محروم کردیا گیا ہے یہیں مروگے اور تباہ ہوجاؤ گے۔ چالیس سال کے بعد تمہاری نسلیں وہاں داخل ہوں گی)

دوم: اس سے معلوم ہوا کہ تورات میں یوم سے مراد سال ہوتا ہے اور مدت سے مراد ایک سال شمسی ۳۶۰ یوم ہوتے ہیں۔ اور جب اس کے ساتھ ایک اور سال ۳۶۰ یوم اور نصف سال ۱۸۰ یوم جمع ہوں تو کل یوم ۱۲۶۰ ہوئے جن سے مراد پھر سال ہوں گے اور ۱۲۶۰ہجری کی طرف اشارہ ہوگا جس میں حضرت باب ظاہر ہوئے تھے۔

سوم: سال قمری ۳۵۴ یوم کا ہوتا ہے اور سال شمسی بحساب اہل نجوم ۳۶۵ یوم کا تو ۱۲۶۰ظہور

باب کو سال قمری (۳۵۴) میں ضرب دے کر ۴۴۶۰۶۰ حاصل کرو اور اسے سال شمسی ۳۶۵ پر تقسیم کرو تا کہ ۱۲۲۲ کا عدد حاصل ہوا۔ اور ۶۲۲ اس میں جمع کرو (کیونکہ اسی ۶۲۲ء میں سنہ ہجری کا آغاز ہوا ہے) تو ۱۸۴۴ء، ۱۲۶۰ھ حاصل ہوگا۔ تو گویا ۱۲۶۰ میں ۱۸۴۴ء کی طرف بھی اشارہ موجود ہے۔ اسی واسطے اس پیشگوئی میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ راز مخفی ہے دانش مند ہی اسے معلوم کریں گے اور آج اس کا انکشاف باب کے ذریعہ سے ہو چکا ہے پھر چھ سال بعد ۱۸۵۰ء کو شیراز میں باب کو بمعہ احباب کے گولی سے اڑا دیا گیا۔

چہارم: یوحنا ب ۹ میں مسیح علیہ السلام کا قول مذکور ہے کہ میں باب الوصول الی اللہ ہوں اس لئے باب نے بھی (بروزی رنگ میں) اپنا نام باب رکھ لیا تھا۔ ملاکی ب ۳ میں ہے کہ مسیح اپنے ظہور سے پہلے اپنا ایک مبشر بھیجے گا (تو باب بہاء کے ''مبشر'' بھی بن گئے) مکاشفات میں یہ بھی مذکور ہے کہ خدا اور مسیح آخری ایام میں ظاہر ہوں گے اور مسیح خدا کی حکومت قائم کرے گا اور خدا ہیکل انسانی میں ظاہر ہو کر روپ لے گا۔ تو وہ انسان مظہر الٰہی اخوت عامہ اور امن کلی پھیلائے گا (تو وہ مسیح جناب بہاء ہیں جنہوں نے اتحاد ملی اور وحدت بین الاقوام والادیان کا حکم دیا ہے)

پنجم: امریکا میں ''ملوانٹ'' فرقہ نے (جو تشریح مکاشفات بائبل میں مشہور ہے) لکھا ہے کہ مسیح کا ظہور ۱۸۴۴ء میں ہوگا۔ مگر انہوں نے یہ سمجھا کہ مسیح جسمانی طور پر امریکا میں ظاہر ہوگا حالانکہ اس کا ظہور ایران میں مقدر تھا اس لئے وہ ناکام رہے۔

ششم: ''مفاوضات عبدالبہاء'' مطبوعہ ۱۹۰۸ء بریل لیڈن ہالینڈ کے حصہ اول میں یوں لکھا ہے کہ:

۱..... دانیال کی پیشگوئی میں اڑہائی سال کا ذکر ہے جن کے مہینے ۴۲ ہوتے ہیں اور ایام ۱۲۶۰ جو میلاد بہائیہ کی تاریخ ہے۔ اور ۱۲۹۰ (یعنی ۱۲۰۸ھ) میں آپ نے باغ رضوان

بغداد میں ۱۲ روز اقامت کے بعد اعلان نبوت کیا (اور کتاب ایقان لکھی) اور ۱۲۹۰ میں سے دس عدد اس لئے کم کئے ہیں کہ حضور ﷺ نے چالیس سال بعد دعوائے نبوت کیا تھا اور اعلان نبوت تین سال بعد (۴۳ سال کی عمر میں) ہوا تھا پھر ہجرت ۵۳ سال میں ہوئی اور وفات ۶۳ میں تو چونکہ اعلان نبوت ہجرت سے پورے دس سال پہلے ہوا تھا اس لئے ۱۲۸۰ء میں دس سال ملا کر ۱۲۹۰ بتایا گیا تا کہ اعلان نبوت بہائیہ کی تاریخ اعلان نبوت محمدیہ سے شروع کی جائے اور مقابلہ درست ہو۔

۲..... دانیال کی یہ بھی پیشگوئی ہے کہ دو ہزار تین سو روز (یعنی سال) تک بیت المقدس تعمیر ہو جائے گا یعنی ولادت باب تاریخ تجدید عمارت بیت المقدس ۲۳۰۰ سال کو ہوگی کیونکہ ولادت مسیح اور آغاز تجدید کے درمیان ۴۵۶ سال کا عرصہ تھا اور میلاد مسیح و میلاد باب کے درمیان ۱۸۴۴ سال کا عرصہ ہوا ہے دونوں کو ملائیں تو وہی ۲۳۰۰ سال کا عرصہ نکلتا ہے۔

۳..... کتاب عزرا فصل اول میں ہے کہ میلاد مسیح سے پہلے ۵۳۶ سال کو شاہ کورش نے تجدید بیت المقدس کا حکم دیا تھا۔ فصل ہفتم میں مذکور ہے کہ شاہ ارتحشستا جب سات سال حکومت کو چکا تو قبل از میلاد ۴۵۷ میں اس نے بیت المقدس کو از سر نو تعمیر کرایا۔ اور ''نحمیا'' فصل دوم میں ہے کہ قبل از میلاد مسیح ۴۴۴ میں ارتحشستا نے حکم دیا تھا کہ بیت المقدس کی تجدید کرائی جائے۔ تو خلاصہ یہ ہوا کہ چار دفعہ بیت المقدس مسمار ہوا اور چار دفعہ از سر نو تعمیر ہوا اور ہمارے زیر نظر شاہ ارتحشستا کی تعمیر کی تاریخ ہے اور اسی کو سامنے رکھ کر ولادت باب کا سنہ میلاد اخذ کیا ہے۔

۴..... ۴۵۷ سال کو ''دانیال'' نے ۷۰ ہفتہ کے عنوان سے بھی ذکر کیا ہے کیونکہ ۷۰ ہفتہ کے دن ۴۹۰ ہوتے ہیں جو ۴۹۰ سال کے برابر ہیں اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ ۴۵۷ میں مسیح کی ولادت ہوئی اور ۳۳ سال میں واقعہ صلیب پیش آیا تو واقعہ صلیب اور تجدید بیت المقدس میں ۴۵۷+۳۳=۴۹۰ سال ہوئے۔

۵.....''دانیال'' فصل نہم میں بھی یہی مدت مذکور ہے کیونکہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ سات ہفتہ یعنی ۴۹ سال تک بیت المقدس زیر تعمیر رہا۔ پھر ۶۲ ہفتہ تک ولادت مسیح ہوئی اور ایک ہفتہ بعد صعود مسیح ہوا تو کل مدت ۷۰ ہفتہ ہوئی۔

۶.....تورات میں وعدہ ہے کہ رب الجنود اور مسیح آئیں گے۔ انجیل میں ایلیا اور مسیح کا رجوع مذکور ہے اور اسلام میں مہدی و مسیح کا انتظار ہے یعنی تینوں میں دو دو موعود کا ذکر ہے (جو باب وبہاء سے پورا ہوا) کہ وہ زمین کو خلد بریں بنا کر وحدت بین الادیان والاقوام پیدا کریں گے۔ قادیانی مذہب نے بھی ''دانیال'' کی پیشینگوئی کو اپنے مسیح قادیانی پر چسپاں کیا ہے کہ ۱۲۶۰ھ میں آپ موجود تھے لیکن ادعائے نبوت اور ولادت یا وفات کا صحیح وقت نہیں بتا سکے۔ آپ کی وفات ۱۳۲۶ھ میں ہوئی ہے اگر اس میں بہائی مذہب کی طرح دس سال اور ملا کر ۱۳۳۶ سمجھا جائے تو پھر بھی آپ کا وجود دنیا میں پایا نہیں جاتا۔ ہاں اگر یہ اشارہ ہوتا کہ مسیح ۱۳۲۶ھ/۱۳۳۶ھ میں مرجائے گا تو اس پیشینگوئی کا یہ مطلب نکلتا کہ وفات مسیح قادیانی کے بعد خیر و برکت شروع ہوگی اور اس کا زمانہ فیج اعوج کے زمانہ میں داخل ہوگیا مگر ہم قادیانیت کا سارا استدلال اس کتاب سے پیش کریں گے جو ناظر دعوت وتبلیغ قادیان زین الدین ولی اللہ شاہ نے ۵ دسمبر ۳۱ء کو مرتب کر کے سالانہ جلسہ قادیان دسمبر ۳۱ء میں سنا کر خراج تحسین حاصل کیا تھا اور اس کا نام رکھا تھا:

''انبیاء کی آسمانی بادشاہت اور اس کی تکمیل مسیح موعود کے ہاتھ سے''

(الکاویہ جلد دوم کا باقی حصہ اگلی جلد میں ہے)

ادارہ تحفظ عقائد اسلام کی جانب سے عقیدہ ختم نبوت کے موضوع پر عظیم الشان انسائیکلوپیڈیا کی ایک سے گیارہ جلد کی تفصیل

نمبر شمار	کتاب اور مصنف کا نام	جلد	صفحات	سن تصنیف
①	تحقیقات دستگیریہ (جلد اول) سید غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ	نمبر1	84	1883ء
②	رجم الشیاطین سید غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ	نمبر1	63	1886ء
③	فتح رحمانی سید غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ	نمبر1	37	1896ء
④	الالہام الصحیح (عربی) مولانا غلام رسول امرتسری رحمۃ اللہ علیہ	نمبر1	61	1893ء
⑤	آفتاب صداقت (اردو) مترجم: پیر غلام مصطفیٰ نقشبندی حنفی امرتسری	نمبر1	81	
⑥	کلمہ فضل رحمانی قاضی فضل احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ	نمبر1	194	1896ء
⑦	جمعیت خاطر قاضی فضل احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ	نمبر2	146	1915ء
⑧	جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ امام اہلسنت احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	نمبر2	144	1899ء
⑨	السوء والعقاب علی المسیح الکذاب امام اہلسنت احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	نمبر2	30	1902ء

نمبر شمار	کتاب اور مصنف کا نام	جلد	صفحات	سن تصنیف
10	قهر الديان على مرتد بقاديان امام اہلسنت احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	نمبر2	25	1905ء
11	المبين ختم النبيين امام اہلسنت احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	نمبر2	32	1908ء
12	الجبل الثانوى على كلية التهانوى امام اہلسنت احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	نمبر2	13	1918ء
13	الجراز الديانى على المرتد القاديانى امام اہلسنت احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	نمبر2	22	1921ء
14	الصارم الربانى على اسراف القاديانى حجۃ الاسلام محمد حامد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	نمبر2	61	1898ء
15	درة الدرانى علىٰ ردة القاديانى علامہ مولانا محمد حیدر اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ	نمبر3	385	1901ء
16	مرزائی حقیقت کا اظہار مبلغ اسلام شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ	نمبر3	86	1929ء
17	هدية الرسول فاتح قادیان پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ	نمبر3	101	1899ء
18	شمس الهداية فى اثبات حياة المسيح فاتح قادیان پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ	نمبر4	149	1899ء
19	سیف چشتیائی فاتح قادیان پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ	نمبر4	423	1902ء
20	مفاتيح الاعلام علامہ انوار اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ حیدر آباد دکن	نمبر5	67	
21	افادة الافهام (حصہ اول) علامہ انوار اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ حیدر آباد دکن	نمبر5	332	
22	افادة الافهام (حصہ دوم) علامہ انوار اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ حیدر آباد دکن	نمبر6	325	
23	انوار الحق علامہ انوار اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ حیدر آباد دکن	نمبر6	123	
24	معيار المسيح مولانا حافظ ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ	نمبر6	57	
25	تیغ غلام گیلانی بر گردن قادیانی علامہ قاضی غلام گیلانی چشتی رحمۃ اللہ علیہ	نمبر7	183	1911ء
26	جواب حقانی در ردِ بنگالی قادیانی علامہ قاضی غلام گیلانی چشتی رحمۃ اللہ علیہ	نمبر7	159	
27	رسالہ بیان مقبول ورد قادیانی مجہول علامہ قاضی غلام گیلانی چشتی رحمۃ اللہ علیہ	نمبر7	94	
28	مرزا کی غلطیاں علامہ قاضی غلام ربانی چشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ	نمبر7	12	
29	رسالہ رد قادیانی علامہ قاضی غلام ربانی چشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ	نمبر7	10	
30	قہر یزدانی بر جان دجال قادیانی مولانا حافظ سید پیر ظہور شاہ قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ	نمبر7	60	1912ء
31	الظفر الرحمانى فى كسف القاديانى مناظر الاسلام مفتی غلام مرتضیٰ ساکن میانی	نمبر8	198	1924ء
32	ختم النبوة مناظر الاسلام مفتی غلام مرتضیٰ ساکن میانی	نمبر8	20	
33	اکرام الحق کی کھلی چٹھی کا جواب حضرت علامہ حکیم ابو الحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ	نمبر8	58	1932ء

نمبر شمار	کتاب اور مصنف کا نام	جلد	صفحات	سن تصنیف
34	البرزشکن گرز عرف مرزائی نامہ مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش	نمبر 8	186	1936ء
35	پاکستان میں مرزائیت کا مستقبل مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش	نمبر 8	44	1950ء
36	قادیانی سیاست مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش	نمبر 8	8	1951ء
37	کیا پاکستان میں مرزائی حکومت قائم ہو گی مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش	نمبر 8	11	1952ء
38	تازیانہ عبرت ابوالفضل محمد کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ	نمبر 9	285	1932ء
39	السیوف الکلامیہ لقطع الدعاوی الغلامیہ مفتی آگرہ عبدالحفیظ حقانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ	نمبر 9	146	1934ء
40	قہر یزدانی بر قلعہ قادیانی مولانا ابو منظور محمد نظام الدین قادری ملتانی	نمبر 9	38	
41	برق آسمانی بر خرمن قادیانی مناظر اسلام ظہور احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ	نمبر 10	248	1932ء
42	تحریک قادیان فدائے ملت مولانا سید حبیب رحمۃ اللہ علیہ	نمبر 10	180	1933ء
43	الحق المبین حکیم مولوی عبدالغنی ناظم رحمۃ اللہ علیہ	نمبر 10	104	1934ء
44	الکاویہ علی الغاویہ (جلد اول) حضرت علامہ محمد عالم آسی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ	نمبر 11	573	1931ء